جملہ حقوق محفوظ ہیں

وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لایٰت لقوم یتفکرون ○ قرآن حکیم ۱۳:۴۵

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

SCIENCE OF HOLY QURAAN

حکمۃ القرآن

مجلد دوم

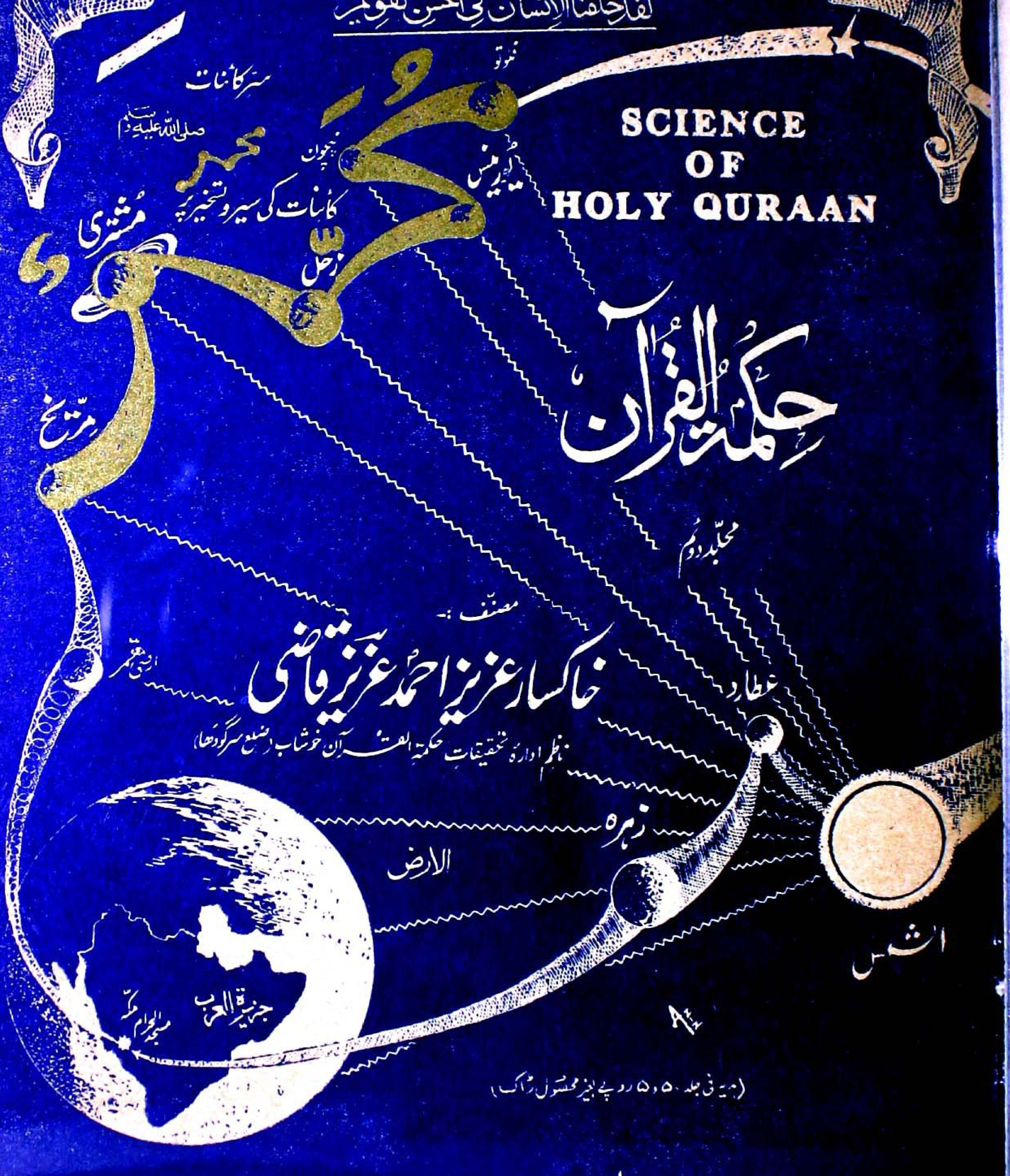

مصنف :-
خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی
ناظم ادارہ تحقیقات حکمۃ القرآن خوشاب (ضلع سرگودھا)

(قیمت فی جلد ۵٫۵۰ روپے علاوہ محصول ڈاک)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

حکمت القرآن

مجلد دوم

Science of Holy Quraan

یعنی

حکمت و سائنس کے متعلق قرآن حکیم و عظیم کے

علمی اشارات، نظریات

و

محاکمات

مصنفہ

خاکسار قاضی عزیز احمد عزیز

خوشاب (ضلع سرگودھا)

Marfat.com

86052

~~68552~~

Marfat.com

29869

مصنّفِ کتاب :- قاضی عزیز احمد عزیز، متوطن خوشاب ضلع سرگودھا

Marfat.com

Marfat.com

چار مشرقی

اور

ایک مغربی مفکر

الادریسی

الاذریسی

ابن زہر

عظیم فلسفی

جابر بن حیان

عظیم سائنسدان

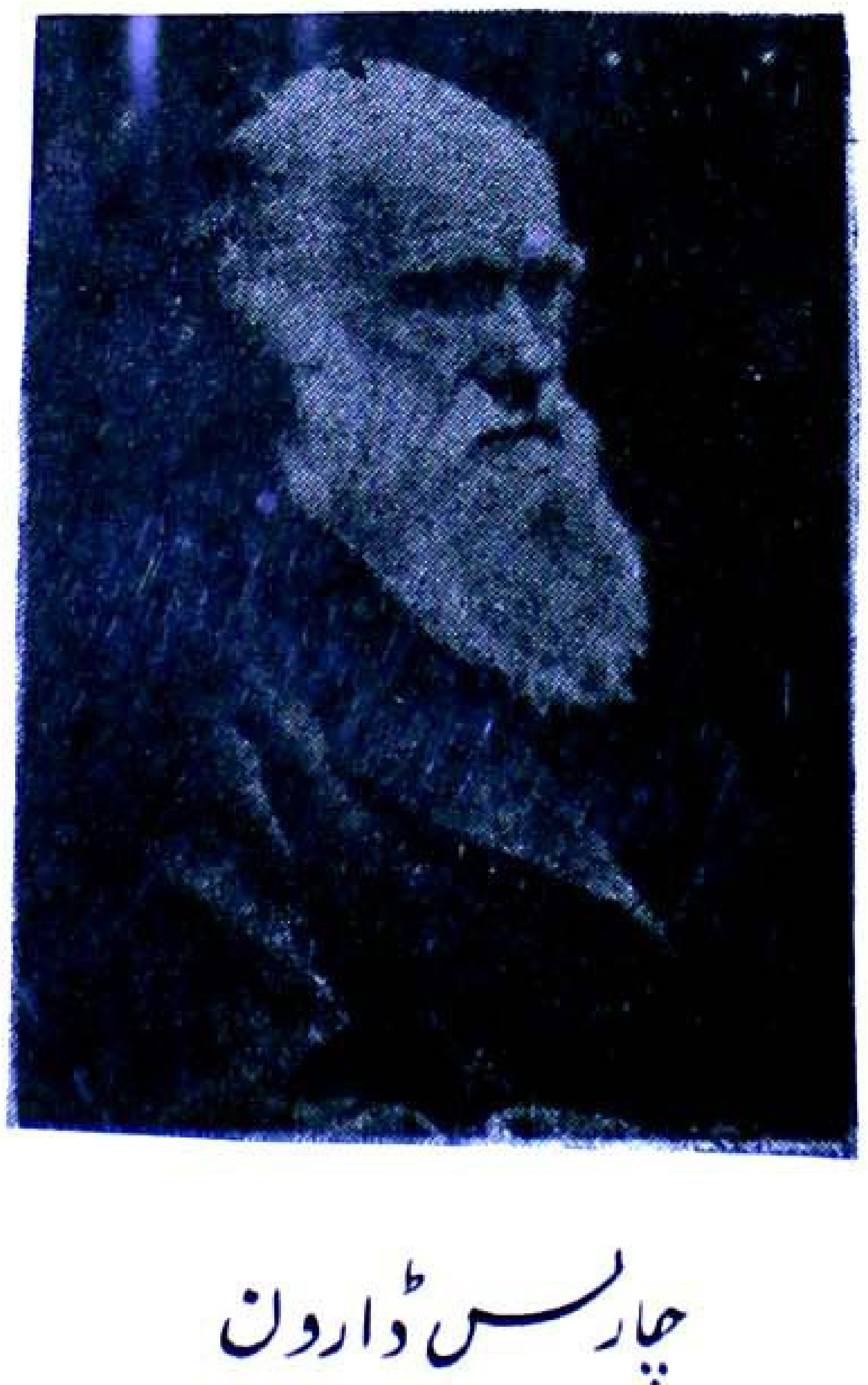

چارلس ڈارون

عرب سے ہسپانیہ اور ہسپانیہ سے یورپ میں علم فطرت کو پہنچانے والے

(حکمۃ القرآن دوم)

ابن عربی

ابن عربی

Marfat.com

Marfat.com

اغلاط نامہ کتاب حکمتہ القرآن (جلد دوم)

صفحہ	سطر	غلط یا زائد	صحیح
مقدمہ ڈ	۶	اجنام	انجام
ف	شعر	لب پر	لب پہ
۹	آخری	یادہ	مادہ
۱۱	۱۴	ہوا	کیا
۲۴	۲۲	قدریہ	قدسیّہ
۲۵	۱۰	رکھی	رکھتی
۲۶	۲	ہیں	رہیں
۲۸	۲	روشنی	روشن
۳۰	۴	پھونگا	پھونکا
۳۸	۷	ہیں ۔ زائد	...
۴۹	۴	مطابق	مطابق
۵۰	۲	اخردی	اُخروی
۶۲	۵	مضموم	مذموم
۶۹	۲۰	آخری لفظ قدرت	قوت
۷۰	۵	متفرقہ	متصرفہ
۷۴	۶	والسجدوا	والسجدوا
۷۶	۷	جھگرتے	جھگڑتے
۷۷	۲۰	انسان	انسانوں
۸۴	۱۷	—	اعمال زائد
۸۹	۳	شور	شعور
۱۱۲	۱۴	خط	خطر
″	۲۱	—	جھوم رہے ہوں
۱۱۷	۱۴	نورت	نوات
۱۲۱	۲۱	اُن کی	اُسکی
۱۳۱	۴	وتدن کسی	وتدن کشتی
۱۳۳	۴	تفعہ	تفقہ
۱۵۵	۹	ہی	بھی
۱۳۷	۴	ماردل	ماروں
۱۵۶	—	آخری سطر	بے شمار مخلوق معجز نما طور پر سب سے
۱۵۸	۱	—	حکم سے
۱۶۴	۵	کر	دیکھ
۱۶۵	۲۲	—	قسم فہم کے پھل
۱۷۰	۲۴	—	بھر
۱۷۰	۱۳	—	خبیث
۱۷۰	آخری	—	طلب
۱۷۱	۲	کرے	کرکے
۱۷۲	۱۹	—	نظر آرہا ہے
۱۷۷	۱۸	—	پر اپنی مشکل کو حل
۱۸۴	۱۹	—	سے
۱۸۹	۳	—	پیدا کیا
۱۹۲	۲۰	کی ۔ زائد	—
۱۹۸	۲۱	حاویہ	ھاویہ
۱۹۹	۱۹	ہے ۔ زائد	—
۲۰۵	آخری	ہیں ہے	ہیں سے
۲۰۶	۳	قضا	قضاء
۲۱۲	۱۱	—	تباہ کن
۲۱۴	۲۲	جس	جو
۲۱۷	آخری	—	فلاح یافتہ
۲۱۸	۲۱	—	صور و ناقور
۲۲۰	۲	—	خلقت
۲۲۲	۱۳	ہیں ۔ زائد	—
″	۱۴	—	جسم سرد ہو کر
″	۱۷	ہیں ۔ زائد	—
۲۲۵	۷	—	بعض نادیدہ الٰہی
۲۲۶	۸	—	ہیں
۲۲۸	۳	—	آسکتے ہیں
۲۳۰	۱۸	عظیم تخریب	عظیم اعجاز
۲۳۳	۲	—	سیارے پر
۲۳۷	۱۶	آخری	آخر

کتابت کی کوئی مزید غلطی ہو تو از راہِ نوازش خود ہی درست فرمالیں شکریہ

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله العلی العظیم الذی فطر السمٰوٰت والارض وما بینهما وخلق الانسان من نفس واحدة بالامر فی احسن تقویم ۰ واجمل تنظیم باتصال المادة والقدرة من صلصال کالفخار ۔ ومن صلصال من حمإ مسنون لاظهار صوت الارتعاش من الاشیآ المعدودة ۰ وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً ونسآء ۰ وجعل له السمع والابصار والافئدة واعطی قدرة الفرقان ۰ وفضله علی کثیر ممن خلق تفضیلاً ۰ وسخر له ما فی السمٰوٰت والارض وما بینهما وسخر له البر والبحر والشمس والقمر ثم ذالک الانسان کان قتوراً وعجولاً وهلوعا ۰ اذا مسه الشر جزوعاً واذا مسه الخیر منوعا ۰

فسبحان ربنا رب العلمین ۰ والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد خاتم الانبیاء ورحمة للعلمین ۰ وهو امام الاولین والآخرین الذی اوضح صراطاً مستقیماً وصرف عنان الانسانیه الیه بالهدایة ۰ وبین القرآن الحکیم والعظیم الذی فیه ایات من صحیفة الفطرة و امارات من الحکمة البالغة التی توجب تسخیر الکائنات والارتقاء الانسانیه ۰ والصلوٰة والسلام علی جمیع الانبیاء والمرسلین الذین اقاموا نظام الهدایة والفلاح لارتقاء النوع الانسانی ۰ فسلام الله علیهم اجمعین ۰

اما بعد - قال الله تبارک وتعالیٰ -

(۱) لا اکراه فی الدین قد تبین الرشد من الغی ج

دین (اسلام) میں کوئی ناپسندیدہ حکم، قانون، ضابطہ یا بات نہیں۔ نیکی اور بدی کی پہچان تو (رشد انسانیہ سے) واضح واضح ہو سکتی ہے؛

(۲) ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه ج وهو فی الآخرة من الخسرین ۰

اور جو کوئی اسلام کے مقابل دوسرا دین چاہتا ہے۔ تو اُس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ انجام کار نقصان اٹھانے والوں سے ہوگا۔

(۳) ان الدین عند الله الاسلام قف وما اختلف الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءهم العلم بغیاً بینهم

دین اللہ کے نزدیک محض اسلام ہی ہے۔ جنہیں کتاب دی جا چکی ہے۔ انہوں نے علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد سے ہی (اسلام) سے اختلاف کیا ہے۔

(۳) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝

(اے آخری نبی) آج میں نے تمہارا دین (جو یوم آخرت تک اپنی تجلیات پیش کرتا رہے گا) تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے۔ (جو علم و خبر کی ہی نعمت ہے) اور تمہارا دین اسلام ہونے میں ہی میں راضی ہوا۔

گویا اسلام سرتا پا سلامتی کا دین ہے اور یہ سلامتی محض نوعِ انسانی کے لئے ہی نہیں بلکہ اِس ساری کائنات کے لئے از بس ضروری ہے۔ اِس لئے خدائے تعالیٰ کو ہر دور میں نوعِ انسانی اور اِس کائنات کی سلامتی ملحوظِ خاطر رہی۔ اللہ تعالیٰ جو اِس کائنات اور ماورائے کائنات سب کا خالق ہے۔ اُس کا دین بھی سب کے لئے سلامتی بخش ہے۔ اس لئے وہ کون سی ذی شعور مخلوق ہوگی جو اِس کے دامنِ عاطفت میں آنے سے ہچکچائے گی۔ یہ دین کسی مخصوص گروہ انسانی کا دین نہیں نہ کسی مخصوص دور کے لئے بھیجا گیا، بلکہ آفرینش سے انجام تک یہی دین امم عالم میں کار فرما رہا۔ اِسی لئے یہ دین فی الحقیقت تمام نوعِ انسانی کا واحد دین ہے۔ اِس سے کچھ اور آگے بڑھا جائے تو یہ ساری کائنات اور ماورائے کائنات کا دین ہے۔ کیونکہ فطری طور پر خُدا کی ہر ایک مخلوق ہر آن سلامتی کی خواہشمند ہے۔

اگر فی الحقیقت۔ اللہ جَلَّ جلالہٗ ربّ العٰلمین ہے۔ تو اُس کے احسانات انعامات اور بخششیں بھی تمام نوعِ انسانی پر یکساں ہونی چاہیں۔ کسی ایک فرد کسی ایک قوم کسی ایک خطۂ ارض یا کسی ایک جہان کی مخلوق پر اُس کے انعامات اور فضل و اکرام کی عنایات کی کوئی تخصیص قطعاً نہیں۔ ہاں اگر کسی سابقہ دور میں کسی قوم نے اِس اسلام سے انحراف پسند کیا یا آج کل کے منحوس دور میں، خود مسلمانوں نے فرقہ بند ہو کر اور اپنے اتحاد اور اتفاق کو بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے سے نبرد آزما رہنے اور لڑائی جھگڑے کے علاوہ ایک دوسرے کو کافر اور بے دین کہنے کی عادت کی تو اُنہیں اِس حقیقت کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ انہوں نے اسلام جیسے بے شر اور اسلام جیسے منفعت بخش دین کو بے دردی کی طرح ختم حاصل کر لینے اور اُسے اِس طرح سلامتی آمیز سمجھنے کے بعد محض اپنی ضد اور ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے ہی سلامتی کی راہ کو ترک کیا ہے۔ گویا ہر دور میں انسانی اُمت کے کردار ہی ان مراعات و عنایات میں کمی بیشی کے موجب ہوئے جس نے جو چاہا اُسے مل کر رہا۔ جس چیز کے حصول کے لئے تگ و دو کی اُسے مل کر رہی۔ سلامتی کا دامن محض اُسی کے لئے مختص رہا جس کی طلب گاری خدائی قانون اور اُس کے باندھے ہوئے قواعد و ضوابط کی حدود میں رہی اور اُس کی ذاتی اہلیت و صلاحیت کے مطابق رہی۔ نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ سلامتی کی خاطر خدا کے حضور میں اُٹھتے رہے۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى

آیئے آگے بڑھیے۔ خُدا کی آخری کتاب قرآن حکیم و عظیم جس میں نوعِ انسانی کی فلاح و بقا کے اجتماعی قوانین کے علاوہ کائنات کے سربستہ رازوں کی نقاب کشائی اور حکمت و سائنس جیسے عظیم علم فطرت کی عالم آرائی کے واضح نشانات اور

اشارات سمندر کی موجوں اور لہروں کی مانند سر اُٹھائے صاف نظر آرہے ہیں۔ کیا فی الحقیقت کسی خاص انسانی گروہ کسی ایک قوم یا کسی ایک خطۂ ارض تک محدود ہے؟ کیا اس کتاب عظیم میں یَآاَیُّهَا النَّاسُ کے الفاظ کا جابجا اعلان یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ یہ کتاب فی الحقیقت تمام نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر سودمند اور بجا طور پر نفع بخش ہے اس کے نسخے ہر بیمار کی شفا کے لئے تیر بہدف ہیں، اب الارض کے اِس آخری انسانی دَور کو لیجئے زمین پر خدا کی جانب سے وحی و ہدایت لانے والے آخری پیغمبر اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیا فی الحقیقت چند مسلمانوں کے یا محض ایک قوم کے رسولؐ ہیں۔ نہیں بلکہ کیا اُن کی نبوت اور رسالت محض خطۂ عرب تک محدود ہے؟ جب اُن کی لائی ہوئی کتاب تمام انسانیت کی فلاح کے لئے نازل ہوئی تو کیا اُسے پہنچانے والے پیغمبرؐ کا دائرۂ اختیار اور حدود کی وسعتیں تمام نوعِ انسانی تک وسیع نہ تھیں؟ ان سوالوں کا جواب کتابِ خدا سے لیجئے جہاں كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا کے الفاظ صاف موجود نظر آتے ہیں۔ گویا یہ آخری رسولؐ بھی تمام نوعِ انسانی کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تمام انسانیت کے پیغمبر بن کر آئے نہیں بلکہ وہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی حیثیت سے خلعتِ رسالت لے کر آئے اسی نہج سے وہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی ٹھہرے۔ اُن کا لایا ہوا نسخۂ ہدایت بھی کاملیت کا حامل اور اُن کی نبوت بھی اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کی مصداق ٹھہری۔

اب ذرا آگے چلئے۔ حق، عدل اور انصاف ایسے تمام الفاظ فی الحقیقت ایک لفظِ حق کی مرکزیت پر گھومتے ہیں۔ اِس لئے محض حق ہی اِس کائنات کی بقاء حیات کا محور ہے۔ لہذا یہ حق کی عنایت بھی کسی ایک شخص یا نوعِ انسانی کے کسی ایک گروہ یا طبقے کے لئے مختص نہ ٹھہری۔ قرآن حکیم وعظیم میں حق کا استعمال یوں ہوا ہے:۔

(۱)	ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ	اللہ ہی کھلی سچائی ہے۔
(۲)	اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ	اللہ تعالٰے کا محورِ کردار تو محض کھلے حق پر مبنی ہے۔
(۳)	بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ	ہم نے قرآنِ حکیم وعظیم کو حق کے ساتھ نازل فرمایا اور وہ حق لے کر ہی نازل ہوا۔
(۴)	لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ	ہمارے رب کے رسول بھی یقیناً حق کی نعمت سے مالا مال کر کے بھیجے گئے۔
(۵)	فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ	زمین و آسمان کے رب کی قسم یہ قرآنِ حکیم وعظیم بھی یقیناً حق پر مبنی ہے۔ جس طرح تم بول رہے ہو۔
(۶)	وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ	یہ قرآن یقینی طور پر حق ہے۔
(۷)	اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ	ہم نے تجھ پر قرآنِ حکیم وعظیم لوگوں کے لئے حق کے ساتھ اتارا۔

Marfat.com

(۸) بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ — بلکہ رسولؐ حق ہی لے کر آیا۔

(۹) بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ — بلکہ وُہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔

(۱۰) وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ — اور وُہ اُن کے رب کی طرف سے حق ہے۔

(۱۱) لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ — یقیناً تیرے رب کی طرف سے تیرے لئے حق آگیا۔

(۱۲) قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ — یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے حق آگیا۔

(۱۳) أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ — اُس نے اپنا رسول کامل ہدایت کے ساتھ نیز دین حق دے کر بھیجا تاکہ وُہ اِس سلامتی کے دین کو تمام ادیانِ عالم پر غالب کر دے

(۱۴) وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ — موت کا نشہ بر حق ہے۔

(۱۵) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ — اُس دن کی عدلی کشش حق ہے۔

(۱۶) جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ — حق آگیا اور باطل رفو چکر ہوگیا۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ اندازہ لگانا بالکل آسان ہے۔ کہ یہ ساری کائنات محض حق کے طفیل رواں دواں ہے۔ اِس لئے اِس کائنات میں پھیلی ہوئی تمام انواع کے قیام و دوام کا حق بھی اِسی حق پر مبنی ہے۔ اس لئے حق کا حصول بھی نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر اجتماعی ورثہ شمار ہوگا۔ اور اس میں کسی فردِ واحد یا کسی ایک گروہِ انسانی یا کسی ایک طبقۂ ارض کی تخصیص قطعاً نہ ہوگی۔

اسلام۔ قرآن۔ رسالت اور حق کے بعد اب ایمان کے حقیقت افروز لفظ کو لے لیجئے ایمان کا مادہ ا م ن یعنی امن ہے اور اِس سے آمَنَ يُؤْمِنُ اِيمَانًا ہوگا۔ امن کے معنے ایسا بے خطر ماحول جس میں تخریب اور فساد کا کہیں شائبہ تک موجود نہ ہو۔ گویا ایسے ماحول سے لبریز کائنات امن پرور کائنات کہلائے گی۔ ایسے ماحول کو پیشِ نظر رکھنے والا ہر انسان ایماندار کہلائے گا۔ امن کے ماحول میں بسنے والی ہر قوم مومن کہلائے گی ہر ایسا گروہ ایماندار ہوگا جو امن کے ماحول میں زندگی بسر کر رہا ہوگا۔ لہٰذا اِس عظیم لفظ سے بھی کسی فردِ واحد یا انسانی نوع کے کسی ایک گروہ یا طبقے کو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کہ یہ لفظ عالم آرا نہیں۔ قرآنِ حکیم وعظیم نے اِس لفظ کی تشریح یوں فرمائی ہے:۔

(۱) ۱۷ : ۲۰ - وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝

اور جو شخص اپنے مستقبل کی فکر میں لگ کر اپنے اعمال و کردار میں حتی المقدور انتہائی کوشش کرتا ہے۔ بشرطیکہ وُہ اپنے اعمال و کردار میں امن و سلامتی کا دعویدار ہو۔ (وَهُوَ مُؤْمِنٌ) تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ ہم اُن کو اور اُن کے سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش اور انعامات سے نواز کر مدد دیا کرتے

ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی سے رُکی ہوئی قطعاً نہیں۔

۲۔ ۷: ۹۶۔ اگر شہروں میں بسنے والے لوگ امن پیدا کرنے والے اور ڈرنے والے ہوتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے۔ مگر تخریبی کردار اور قانونِ حق سے بغاوت شروع شروع میں چونکہ شہروں سے پھوٹتی ہے اس لئے شہروں نے ہمیشہ اکثریت کے ساتھ تکذیبِ حق کی۔ لہٰذا اُن کے اعمال کی سزا میں ہم نے اُنہیں پکڑ لیا۔

۳۔ ۶: ۸۳۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ
جو لوگ امن و امان بحال رکھنے کے دعویدار بن گئے۔ (اٰمَنُوْا) اور آئندہ اپنے امن پرور نظریے کو بے راہ روی اور تخریب (ظلم) سے ملوث نہ ہونے دیا۔ تو خالص امن اُنہی کے لئے وقف ہے۔ اور وہی ہدایت پانے والوں سے ہیں۔

نوٹ:۔ اس آخری آیت میں خدا نے امن کا لفظ استعمال فرما کر ایمان کی مفصل تشریح خود ہی کر دی ہے جس سے مفر ممکن نہیں۔
مندرجہ بالا آیات کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب امن کائنات اور اُس کے مافیہا سب کے لئے یکساں طور پر مفید اور حیات بخش ہے۔ تو قرآن کا یہ لفظ بھی محض ایک گروہِ انسانی یا ایک قوم یا کسی قوم کے کسی مخصوص فرد کی ذاتی شخصیت تک محدود نہیں۔ بلکہ یہ ایک عالم آرا قانونِ بقا وارتقاء ہے۔

مسلمانوں نے پوری کم ظرفی سے اِس لفظ کی وسعتوں کو بھی محدود کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے خود ساختہ معانی محض ماننے کے کر لئے ہیں۔ نیز مسلم کے معنے بھی یہی کر کے مومن اور مسلم کے دو مختلف الفاظ کو ناحق طور پر ہم معنی بنا دکھایا ہے۔ یہ بے جا حرکت نہ صرف رُوح فرسا ہے بلکہ صحیح معنوں میں خدائے تعالےٰ کے اِن عظیم الفاظ کے ساتھ حق تلفی کا ارتکاب بھی ہے۔ ہمارے نزدیک بے علمی اور جہالت کی زندگی بسر کرنا کوئی ایمان نہیں۔ انسانی صفات سے پرے ہٹ کر درندوں اور فساد زدہ انواع کی خصلتوں کو اپنائے رکھنا کوئی ایمان نہیں۔ غلامی کمزوری بے حسی اور ذُل و مسکنت میں زندگی گذارنا کوئی ایمان نہیں۔ دُنیا میں کمزور اور مغلوب بن کر رہنا یا شریر اور تخریب پسند بنے رہنا کوئی ایمانداری نہیں۔ شیروں۔ چیتوں۔ سانپوں اور بچھوؤں سے ڈرتے رہنا کوئی ایمان نہیں۔ ایک دوسرے میں نااتفاقی کے بیج بوئے رکھنا کوئی ایمان نہیں۔ فرقہ گر بنے رہنا انتہائی درجے کی بے ایمانی اور شرک ہے۔ خود کچھ نہ کرنا اپنے ارتقاء کے لئے دست و پا نہ ہلانا بے علم اور بے حکمت رہ کر دوسروں کا دستِ نگر بنے رہنا۔ ارتقا یافتہ غلبہ آفریں اور علم حکمت و سائنس میں ترقی یافتہ قوموں کے تغلب اور تسلط کو بے دینی سے منسوب کئے رکھنا اور خود اُن کی طاقت اور سطوت و کبریائی سے لرزا بر اندام رہنا پرلے درجے کی بے دینی اور بے ایمانی ہے۔ ادنیٰ مشروب سے لے کر تن پوشی کے تمام اسباب سفر و سیاحت کے لئے تمام مشینری۔ بیماریوں کے لئے تمام ادویات۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گولہ بارود۔ بندوق۔ توپ۔ ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ وغیرہ

Marfat.com

غیروں سے حاصل کر کے اُنہیں اپنے منہ سے کافر اور اپنے آپ کو مومن بنائے رکھنا خدا سے، اُس کے دین سے، اُس کے بھیجے ہوئے رسول سے، اور کتاب اللہ سے، نہ صرف صریح بغاوت ہے۔ بلکہ یہ ایک واضح دھوکہ پرلے درجے کی بے ایمانی۔ انتہائی بدکرداری اور عدم صلاحیّت کا ایک گھناؤنا ارتکاب اور ساری کی ساری قوم کا دیوالیہ پن ہے۔ خدا کے نزدیک ایماندار وہی ہے۔ جو کائنات کی جملہ مخلوق پر تحکم اور غلبہ پیدا کئے رکھے۔ عقلِ سلیم اور ذہن رسا سے کام لے کر حیرت انگیز قوّت اور غلبہ پیدا کرے۔ کائنات کے ہر ذرّے کو مسخر کرے۔ تخریب اور بدامنی کی طرف مائل نہ ہو۔ متحد اور متفق بن کر رہے۔ افتراق اور تشتّت کو ایک لحہ نزدیک پھٹکنے نہ دے۔ علم حکمت و سائنس سے ایسے حیرت افزا اور غلبہ آفرین معجزات پیش کرے۔ کہ خدا، کتاب اللہ، رسول صلعم، اسلام، اور ایمان، کا ہر کافر لرزہ بر اندام ہو جائے۔ اُس کے جلال و جبروت کے بالمقابل گھٹنے ٹیک دے۔ خُدا کے سامنے جھک کر رہے۔ خدا کی بخششوں اور کرم نوازیوں کا سائل بن کر رہے۔ اور دُنیا کے ہر گوشے میں سایۂ عاطفت کی تلاش کرتا پھرے نہیں نہیں بلکہ خدا اُس کے ملائکہ، اُس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں کے پیدا کردہ لائحہ عمل کے سامنے ماتھا رگڑ دے۔

ایمان کے لفظ کی اِس معجز نظام تفہیم سے کسی کو حتماً مفر نہیں۔ اس سے پرے ہٹ کر کسی ذہن سلیم کو کوئی اور من گھڑت یا روائتی تشریح نہ تو قائل کر سکتی ہے۔ اور نہ کوئی اور بے معنی اور بے مطلب توجیہ منوائی جا سکتی ہے جب سے مسلمانوں میں سہل انگاری اور کام چوری کے بدترین اعمال۔ جہالت خیز اور بے حکمت کردار۔ تفرلق و تشتّت کے ماحول فرقہ بازی اور بے مقصد مناظروں اور بحثوں کا زور اور شیطنت اور تخریب کے عفاریت نے جنم لیا ہے۔ اُسی دن سے اسلام، قرآن، رسول، ایمان اور حق کے بین الانواع اور عالم آرا الفاظ کے معانی اور اُن کی حدود کو بدلنے اور کم کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔ اُسی دن سے من گھڑت تفہیمات نے ذہن میں جگہ پائی۔ اور از خود مومن کہلائے رکھنے کی خواہش نے جنم لیا۔ جہاں تک ہماری تحقیقات کا تعلق ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضرت سُلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مغرب کے عیّاروں اور فریبوں نے عرب دنیا کے اندر اپنے سیکھے سکھلائے اور پڑھے پڑھائے پادریوں کو عالم یا علمائے اسلام بنا کر درآمد کیا جنہوں نے عربی چغوں اور رومال وعقال کے لباسوں کے اندر قَالَ قَالَ رسول اللہ صلعم کا خوب درس دیا۔ علاج معالجے کے لئے دواؤں کی ایجاد اور حکمت کے بالمقابل دم درود تعویذ اور وظائف کا سبق خوب ازبر کرایا۔ روایات کی من گھڑت کتابوں کی تصنیف کر کے اُن پہ ہمارے کسی نہ کسی بزرگ کا نام لکھ کر ناہنجار مسلمانوں کو یہ تاثر دیا کہ دیکھو! یہ کتابیں تو ہمارے آباؤ اجداد کے ورثے میں قلمی طور پر محفوظ چلی آتی ہیں۔ ایسی کتابوں کی تشہیر کے لئے مغرب کے ظالموں نے چھاپہ خانہ تیار کروایا اور مختلف عنوانات کی کتابوں کو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر ہر مسلمان کے گھر گھر محفوظ کرا دیا اپنے مکاتیب میں اُن کا سبقاً درس شروع کرایا۔ حتیٰ کہ قرآن حکیم وعظیم

Marfat.com

پر عمل کے بجائے اُس کے ختم شروع ہوئے ۔ کئی قسموں کے درود شریف ایجاد ہوئے ۔ گولہ بارود بندوق اور توپ سے متنفر کر کے مسلمانوں کے بازوؤں پر امام ضامن بندھوا دیئے اور اعلان کیئے رکھا کہ اِس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص تمہیں گزند نہ پہنچا سکے گا ۔ اِدھر مسلمان کے ساتھ یہ فریب کاریاں ہوتی رہیں اور اُدھر حضرت امام حسینؑ شہید کربلا ۔ حضرت حمزہؓ اور لکھوکھہا شہدائے اسلام کی روحیں تڑپ تڑپ کر سیف اور نیزوں کو چپکے چپکے سے بطور شہادت پیش کرتی رہیں ۔ لیکن اِس اندھیر نگری میں مسلمان تیزوں تلواروں ۔ بندوقوں اور توپوں کو خیرباد کہہ کر مسجدوں میں مصلاؤں پر نمازوں کے علاوہ کئی من گھڑت وظائف ختم قرآن ۔ درود کے ورد اور خدا جانے کیا کچھ نئے نئے اعمال ایجاد کرنے میں مشغول رہے ۔ علاج کے لئے ۔ دواؤں کی تحقیقات ۔ ارتقاء کے لئے حکمت و سائنس کے کردار ۔ دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے بہترین اور صحت بخش اصول بھول کر حیوانیت کی طرف مائل ہوتے گئے اور آج اِس بتدریج زوال کے بعد مشرق کی اسلامی دُنیا کا وُہ سُورج جو کبھی اپنی ہدایت اور نور افزا کرنوں کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا تھا ۔ کئی صدیوں سے مغرب کی جانب سے طلوع ہو رہا ہے ۔ حضرت امام الہند شاہ ولی اللہؒ نے غالباً ۱۷۰۰ء میں دُنیائے اسلام کے اِس بگڑے ہوئے نظام کے متعلق مندرجہ ذیل اطلاع دی تھی ۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَانْعَكَسَتِ الْاَضْوَاءُ عِنْدَ مَغْرِبِهَا ۔

یعنی زمین اپنے رب کے نُور سے جگمگا اُٹھی اور شعاعیں اُس کے مغرب میں منعکس ہو گئیں ۔

الغرض اللہ کے بندوں نے مسلمانوں کی اِس حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے صدیوں پہلے اصلاح احوال کے لئے قدم بڑھائے لیکن جہاں سے ایسی آواز اُٹھی وہیں مغرب کے عفریب پہنچے ۔ اور ایسی آواز کو اپنی طاقت اور قوت سے حلق میں ہی بند کر کے چھوڑا ۔ حضرت امام الہند مغلیہ دَور کے آخری امام تھے جنہوں نے ہند کے مسلمانوں کی توجہ اصلاحِ احوال اور قرآنی علوم کی طرف مبذول فرمائی اور مغربیوں کی عیاریوں سے پردہ چاک فرمایا لیکن مسلمانوں نے اُن کا ساتھ نہ دیا اور انجام کار مسلمانوں کا رہا سہا وقار جو ہند کے مختصر سے مُلک میں تھا ختم ہو گیا ۔ نیز آناً فاناً مغلوں کی سطوت و جبروت کا چراغ گل کر کے رکھ دیا گیا ۔ اِسے بھی نہ بھولیئے کہ یہی حال بعدہٗ حضرت سیداحمد بریلویؒ اور حضرت علامہ المشرقیؒ کا ہُوا ۔ اور اُنہیں بھی قوم نے قبول نہ کیا ۔

میرے رفیقو ! جب سے مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ کر انسانی کتابوں کو اپنانا شروع کیا ۔ اُسی دن سے اِن پر ذلّت و رسوائی کے طوفان منڈلا اُٹھے ہر خطّے میں اِس بے ہنر اور بے علم قوم نے فرقہ بازیوں مناظروں اور باہمی جھگڑوں کے کھیل خوب ذوق شوق سے رچائے ۔ اِس افراط و تفریط اور تشتّت و افتراق سے جھگڑے مزید بڑھے ۔ امن و امان غائب ہوتا گیا ۔ اُن کے پاؤں کے نیچے سے زمین بھی سرکنے لگی ۔ علاقے اور اُن کے افراد ایمان سے خالی ۔ حق سے سبکدوش اور اسلام سے عاری ہوتے گئے ۔ من گھڑت عالموں ۔ مفتیوں اور مومنوں نے سچّے عالموں مفتیوں اور

Marfat.com

مومنوں کی جگہ سنبھال لی۔ بے راہ ادیب اور شاعر بے علم اور بے حکمت اُستاد اور شاگرد پیدا ہوتے گئے۔ قلب و ذہن پراگندہ اور تاریک تر ہوتے گئے۔ پھر کافر اور مومن کی تمیز بھی باقی نہ رہی۔ ایک طرف مشرق رو بتنزل ہوتا گیا۔ اور دوسری طرف مغرب نے بادلِ ناخواستہ اسلامی اطوار کو قبول کرنا چاہا۔ یہ رجحان مغرب کو محض حضرت سُلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی پے در پے فتوحات اور مغرب کی صلیبی جنگوں میں اُن کی پے در پے شکستوں نے بخشا۔ اس لئے مغرب غلبے سے بغلگیر اور مشرق پستی اور غلامی سے ہمکنار ہوتا گیا۔ آج جب مغرب کا من گھڑت کافر مشرق کے من گھڑت مومن کو اپنی سطوت وجبروت اپنے علمی تغلب اور سمندروں اور خشکیوں۔ فضاؤں اور خلاؤں کی وسعتوں میں اپنی کبریائی اور حکومت و بڑے اور غلبے اور علم حکمت و سائنس کے معجزات سے آنکھیں دکھاتا ہے۔ تو مشرق بے چارہ اپنے خود ساختہ اور من گھڑت ایمان کی ریختہ چادر کو آنکھوں پر تان کر بلّی کے سامنے کبوتر کی طرح دبکا اور لرزتا ہُوا دکھائی دیتا ہے۔ آج مشرق پُوری کمزوری اور ناتوانی۔ بے علمی اور بدکرداری۔ بھوک اور ننگ ظلم اور افلاس کے نیچے پس پس کر کراہ رہا ہے۔ اور اسلام کے سچّے ایمان کی کوئی شمہ اُس کے آس پاس کہیں نظر نہیں آتی۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار؟

۳ : ۸۲۔ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّ اِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ۝ ترجمہ۔ تو کیا وُہ اللہ کے دین کے سوا کچھ اور (فرقہ گر اور تفرقی پسند مذہب) چاہتے ہیں؟ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جو انواع واقسام آسمانوں اور زمین میں ہیں وُہ تو بہر طور خوش و ناخوش اِسی دینِ اسلام کی فرمانبردار ہیں۔ (اور یہ فطرت کے تقاضوں سے ہے کہ وُہ سب) اُسی طرف (یعنی انجام کار سلامتی کے قانون اور راستے کی طرف بادلِ خواستہ یا نخواستہ) لوٹائی جاتی ہیں۔

الغرض اگر یہ قرآن حکیم وعظیم اور اُس کے بھیجنے والا خدائے عالمین یہ سرورِ کائنات علیہ تحیۃ والسّلام یہ اسلام و ایمان اور یہ حق سب کے سب عالمگیر، مشترک، عالم آرا اور نوعِ انسانی کے لئے یکساں طور پر فیض رساں اور ہدایت و رشد کے اجتماعی سر چشمے ہیں۔ تو اِن مشترک اور عالم آرا حقیقتوں کے دروازے ہر گورے اور کالے۔ مشرقی اور غربی، بری اور بحری کے لئے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ ہم جب رَبَّنَا کے الفاظ منہ سے کہتے ہیں۔ تو کیا ہم رب کو محض مسلمانوں کا رب تو نہیں مانتے! جب قرآن اور اسلام کا نام لیتے ہیں تو کیا ہم ان دو عظیم الشان حقائق کو محض اپنے لئے تو مختص نہیں سمجھتے! نیز جب خاتم النبیّین صلعم کو رسالت مآب کہتے ہیں تو کیا اُن کی نبوّت اور رسالت کو اپنی مختصر سی قوم تک تو محدود نہیں سمجھتے؟ یا جب مومن و ایمان کا لفظ کسی پر چسپاں کرتے ہیں۔ تو کیا اِن الفاظ کا نفاذ محض اپنی قوم تک تو محدود نہیں سمجھتے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے۔ تو پھر دیکھنا ہوگا کہ ہم ناقدر شناس مسلمانوں نے خُدا، قرآن، اسلام، رسولؐ ایمان اور حق کو محض اپنے لئے مختص کرکے ان کی حدود اور وسعتوں کو، نہیں بلکہ اُن

کے اقتدار اور استحقاق کو، اُن کی شان اور دائرہ اختیار کو محدود کرکے نہ صرف گھٹانے کی کافرانہ کوشش کر رکھی ہے۔ بلکہ اِس انتہائی گستاخانہ کردار سے ایک انتہائی گھناؤنے کفر کا ارتکاب بھی ہو رہا ہے۔

خدا، اُس کی رسالت، اور قرآن،
یہ دینِ حق جہاں کا، اور ایمان
نشان ہیں ارتقا کے پانچ ابدی
نظامِ نوعِ انسانی میں یکساں

جب خدا جو تمام کائنات کا واحد و یکتا رب ہے۔ فی الحقیقت اپنے پیدا کردہ نظامِ اصلاح و ربوبیّت میں تمام نوعِ انسانی کے لئے یکساں لائحہ عمل پیدا کرنے کا متمنی ہے۔ نوعِ انسانی کو فی الحقیقت اُمتِ واحدہ دیکھنا چاہتا ہے۔ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ٥ (۲۳ : ۵۲-۵۱) ابنِ آدم کو بھائی بھائی دیکھنے کی منشا رکھتا ہے۔ وُہ ہر آن چاہتا ہے۔ کہ ابنِ آدم جہاں بھی ہو محض میرا ابن کر رہے۔ میری بھیجی ہوئی کتاب کے قوانین و ضوابط پر عمل پیرا رہ کر فقط میرا ہی بنا رہے۔ سلامتی اور اسلام کا پیغام دینے والے کی اتباع میں لگا رہے۔ اپنے لئے ہر آن سلامتی کے وسائل کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اس کے بعد اِس زمین پر اور اس کائنات میں امن و امان کا ایک ایسا غلبہ آفرین ماحول پیدا کئے رکھے۔ جس کے تحت تخریب، فساد اور ظلم کے عفریب کہیں سر اُٹھا نہ سکیں۔ الغرض وُہ پُورے امن و سکون سے ارتقا کرتا رہے۔ غلبہ آفرین لائحہ عمل کو اپنائے رکھے اور انجام کار جب ہماری ملاقات کے لئے آئے تو سُرخرو ہو کر پیش ہو۔

آیئے ذرا اور آگے بڑھیئے! یہ امر کس قدر قابلِ غور ہے کہ آج سے پانچ چھ سو سال قبل ہمارے متقدمین نے علم الحدیث۔ علم التاریخ۔ علمِ نحو و صرف۔ علم فقہ اور علمِ تشریح و تفسیرِ قرآنی کے جو اصول از خود مرتب فرمائے اگرچہ وُہ وقتاً فوقتاً تحقیق در تحقیق کے بعد کچھ نہ کچھ ترمیم ہوتے رہے۔ لیکن جب اِس تحقیق در تحقیق کا لائحہ عمل (RESEACH) ملتِ اسلامیہ میں بند ہو گیا۔ تو ہمارے علمائے کرام نے یہ سمجھ لیا۔ کہ بس اَب تک جو اصول مرتب و مدوّن ہو چکے ہیں اُن میں مزید ردوبدل، کسی توسیع و تکمیل اور اصلاح و تصحیح کی کوئی گنجائش قطعاً باقی نہیں رہی۔ اُسی دن سے تفکر اور تفقہ کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ گئیں فلاح و ارتقائے انسانی کے اُن مسائل کے حل کو جو مستقبل میں پیش آنے والے تھے متروک قرار دے دیا گیا۔ حکمت کے معانی بھی علمِ فطرت کی بجائے محض "ٹھوس بات" گھڑ لئے گئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وُہ اصُول جو آج سے کئی صدیاں پہلے مرتب و منضبط ہوئے فی الواقعہ حتمی اور آخری تھے۔ وحی اور الہام کی پیداوار تھے۔ مزید یہ کہ آں جن بندگانِ خدا نے یہ اصول مرتب کئے تھے کیا اُنہوں نے خود ہی ایک دوسرے کے مرتب شدہ اصولوں اور ضابطوں میں ترمیم در ترمیم نہیں فرمائی تھی۔ اگر ترمیم نہیں ہوئی تو کیا اِس کا

Marfat.com

کوئی ثبوت موجود ہے۔ کہ اُن سب کے مرتب شدہ اصول وضوابط بالکل یکساں ہم معنی اور ایک جیسے ہی تھے۔ اگر واقعات اِس طرح ہیں۔ تو ہر ایک نے اِن اصولوں کو اپنے اپنے نام سے کیوں منسوب فرمایا؟

واقعات اور حقائق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ارتقائے انسانی کے ساتھ ساتھ جن مسائل اور حالات سے کسی کو واسطہ پڑا اُس نے سابقہ مرتب شدہ اصولوں پر دوبارہ غور و فکر سے کام لے کر ترمیم و اصلاح کا دروازہ کھول دیا۔ اور جب تک اُن مخصوص مسائل کا کوئی ٹھوس اور پختہ حل نہ نکلا انہوں نے فکر و تفہیم کا راستہ بند نہ ہونے دیا۔ اگر مندرجہ بالا واقعات حقائق پر مبنی نہیں تو ہمیں مزید غور و فکر سے کام لے کر یہ سوچنا ہوگا کہ کیا یہ تمام اصول و مرتب شدہ ضوابط اُن کے ذاتی تفکر کا نتیجہ تھے۔ یا اِن کی تدوین کے ضمن میں اُن پر وحی و الہام نازل ہوتا رہا۔ اگر ہم کچھ وقفہ کے لئے یہ تصور کریں کہ وُہ بذریعہ وحی یا الہام مرتب کئے گئے۔ تو اِس کا کوئی ٹھوس ثبوت چاہیئے۔ جب تک ایسا ثبوت پیش نہ کیا جائے کوئی شخص اِن اصولوں کو حتمی اور آخری ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ جہاں تک ہمارے مطالعہ کا تعلق ہے اِس ضمن میں ہمارے کسی عالم یا مفکر نے اپنی کسی تحریر میں وحی یا الہام کا کہیں دعویٰ نہیں فرمایا۔ اور یہ اِس امر کا ثبوت ہوگا کہ اِن اصولوں اور ضابطوں کی تدوین و ترتیب محض اُن کے ذاتی غور و فکر کا نتیجہ تھی۔ لہٰذا جب ہر ایک کے مرتب شدہ اصولوں میں قبل ازیں ترمیمیں ہوتی چلی آئی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اب اِن اصولوں اور ضابطوں میں ترمیم کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

ہمارا نفسِ مضمون چونکہ محض علم حکمت و فطرت کے مسائل پر مبنی ہے۔ اِس لئے اِس ضمن میں علم الحدیث و علم التاریخ علم نحو و صرف۔ علم فقہ علم تشریح و تفسیرِ قرآنی پر بحث مطلوب نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روزِ آفرینش سے یہی فطرتِ خدا اور یہی خُدا کی حکمتِ بالغہ اِس کائنات میں قائم چلی آ رہی ہے۔ ارتقائے انسانی کے ضمن میں (جو ہماری فطرت کے لئے مقدر رہے) اصولاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آفرینش سے لے کر انجام تک اِس کا پہلو نوعِ انسانی کے لئے کبھی ختم نہ ہوگا۔ گویا یہ علم عین فطرت ہے۔ قرآنِ حکیم و عظیم کے علوم میں سے ایک عظیم علم ہے۔ نوعِ انسانی کی فلاح و ارتقا کا واحد وسیلہ ہے۔ مسلمان اور مومن کے لئے غلبہ و استیلا کا پہلا اور آخری اوزار ہے۔ کائنات کی تفہیم کا درس مسلسل ہے اور معراج انسانیت کے لئے وُہ معجز نما علم ہے۔ جس کی نشان دہی قرآن حکیم و عظیم نے جا بجا فرمائی ہے۔

یہ کس قدر روح فرسا اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ اِس عظیم علم کے لئے مسلمانوں نے نہ تو اصول اور ضوابط مرتب فرمائے۔ اور نہ اِس علم نے موجودہ دَور کے کسی دینی مدرسہ میں کوئی مقام حاصل کیا۔ اسلام کے ابتدائی دَور میں اگرچہ حضرت جابرؒ۔ حضرت بوعلی سینا۔ حضرت البیرونیؒ اور امام رازیؒ نے اِس عظیم علم کے کچھ نہ کچھ ابتدائی کلیات و ضوابط وضع فرمائے لیکن بعد میں مغربیوں کے غلبہ نے اِس علم کو مسلمانوں کے ذہن سے نکالنے کی انتہائی کوشش کی اور مسلمانوں کو محض فرقہ بندی، مناظرہ بازی اور مصلّا و دلق میں گرفتار کر کے مشرق سے اِس کا جنازہ ہمیشہ کے لئے اُٹھا دیا۔ آج

Marfat.com

جس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ وہاں سوائے علم حدیث۔ علم منطق اور اِسی قسم کے دیگر انسانی علوم کی کوئی نہ کوئی مسخ شدہ صورت تو ضرور نظر آتی ہے۔ لیکن بغداد اور بصرا، بخارا اور نیشاپور وغیرہ کی قدیم جوامع العلوم درسگاہوں کا کوئی نقشہ حتماً نظر نہیں آتا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

آیئے آفرینش کے آدم کو دیکھئے۔ پھر آگے بڑھتے آیئے اور نوع انسانی کی داستان ارتقا کو سنجیدگی سے زیر نظر رکھئے۔ ہمیں صاف دکھائی دیتا ہے۔ کہ روزِ اوّل کا انسان بغیر لباس کے تھا۔ اُس کے مخصوص اعضاء ننگے اُس کا رہن سہن درختوں اور پہاڑوں کی اوٹ میں اور اُس کی خوراک محض جڑی بوٹیوں اور قدرتی پھلوں یا مرے یا مارے ہوئے جانوروں کے گوشت تک محدود تھی۔ اُس کا چلنا پھرنا محض اُس کی ذاتی اور جسمانی طاقت کے طفیل ہی تھا۔ جوں جوں علم و عرفان کی روشنی نمودار ہوتی گئی۔ اُس نے اپنے تن ڈھانکنے کے لئے آسان آسان تدبیروں سے کام لیا بڑے بڑے پتوں کو جوڑ کر اپنا لباس بنایا۔ زمین کی تپش سے بچنے کے لئے پتوں سے بڑے بڑے جوتے تیار کئے۔ رہن سہن کے لئے قدرتی غاروں سے کام لیا۔ پھر غاروں کو خود بنانا سیکھا۔ معاش کے لئے پھلوں اور ایسی اجناس کو استعمال کرنے لگا جن سے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ بہت کم نظر آیا۔ الغرض ابتدائے حیات میں انسانی نوع محض بقائے حیات کی تگ و دو میں غرق تھی اُس کی تمام دوڑ دھوپ محض اُس کی اپنی ذات تک محدود تھی۔ انسانی فلاح و بہبود کے اجتماعی نظام سے کلیتاً بے بہرہ تھی۔ جوں جوں معاشرہ وسیع اور انسانی خواہشات اور ضروریات میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی گئیں۔ توں توں اُس نے اپنی کٹھن گھڑیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے شعوری قدم اُٹھانے شروع کئے۔ قدرتِ انسانیہ فطرتاً اپنی خواہشات کی غلام ہے۔ اُنہیں پورا کرنے کے لئے اپنی شعوری قوتوں سے کام لیتی ہے اور بمصداق ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اپنی شعوری قوتوں کو کام میں لاتے ہوئے اُن تمام رکاوٹوں اور الجھنوں کو دور کرنے کے لئے مختلف وسائل اور ایجادات کی داغ بیل ڈالتی ہے۔ اور انجام کار معاملات پر غالب آجاتی ہے۔ گویا علم اور تفکر کا محور انسانی خواہشات ہیں۔ اور خواہشات کا حل علم حکمت و سائنس میں مضمر ہے۔ چنانچہ ایک طرف خواہشات کا ظہور اور دوسری طرف شعوری علم کا نور حکمت و سائنس کا رنگ پکڑتے ہوئے ارتقاء کرتا چلا گیا۔ انسان نے اپنے بود و باش لباس اور معاش کے مسائل پر چند اصول مرتب کئے۔ پھر اُن میں ترمیم در ترمیم کرتے چلا آیا۔ جب ہی اس علم سے نفرت پیدا ہوئی اُسی وقت نبوت کے علم نے اُسے راستے پر لانے کی کوشش کی اصلاحِ احوال کے لئے صحائف اور کتب خدا کا نازل ہونا محض علم کی روشنی کے لئے لابدی اور ضروری رہا۔ اور نوع انسانی کو غور و فکر کی ارتقائی کاوش کے لئے بیرونِ کائنات سے نوری تجلیوں کا ہر آن آسرا رہا۔ اگر یہ قندیل نہ ہوتی تو آدم زاد محض ایک حیوان ہی ہوتا۔ لہٰذا خدا کی جانب سے انبیاء آتے جاتے رہے۔ اور ارتقاء ترقی کے دروازے بتدریج کھلتے رہے۔ انسان فکر و تدبر میں بتدریج اضافہ کرتا رہا۔ اِس بتدریج

Marfat.com

ترقی وارتقاء کی اگر کوئی کرن ابتدائے آفرینش میں پھوٹی تو اُس کی انتہا کی آخر کوئی حد بھی تھی۔ چنانچہ خدا کی طرف سے ہماری تحقیقات کے مطابق کم از کم تین کروڑ سالوں کے بعد نوعِ انسانی پر وہ آخری وحی خدا اُسی رات میں پھر نازل ہوئی جو مخصوص اندازوں سے بھرپور تھی۔ اور انہی اندازوں کے مطابق یہ وہی رات تھی۔ جس میں ابتداءً نوعِ انسانی کی اصلاح کے لئے پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ اِسی لحاظ سے وہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡر تھی۔ گویا آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل انجام کار خدا کی آخری وحی نازل ہوئی جس نے ہدایت و رشد، فلاح و ارتقاء اور انسانی بلندی و معراج کا وہ آخری اور حتمی، فیصلہ کن اور اٹل، کامل اور تمام درس دیا جس کے سامنے یوم انجام تک ہم سب کی، نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانی کی گردنیں جھکی رہیں گی۔ آج اِس درسِ ربانی اور حکمتِ خداداد کے طفیل انسان کی ارتقائی منزلیں اُسے ایک تاریک غار سے ایئر کنڈیشنڈ کمرے (AIR CONDITIONED ROOM) تک اور ایک گدھے کی سواری سے بے نیاز کر کے آواز سے تیز رفتار طیارے تک پہنچا چکی ہیں۔ نہیں بلکہ زمین سے اُٹھا کر چاند تک لے پہنچی ہیں۔

آیئے ذرا آگے بڑھیے۔ موجودہ دور کے علماء علمِ حکمت و سائنس سے کیوں بے زار ہیں؟ اِس ارتقاء پذیر اور معراج انسانیت کے علم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ اور مسجدوں میں جمود و بے حسی کا شکار ہو کر اپنے کھانے پینے پہننے اور چلنے پھرنے۔ علاج معالجہ کی تلاش اور صحت انسانی کے لئے بہترین معاش کے وسائل کافر مغرب سے حاصل کر کے اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہلانے میں شرم محسوس نہیں فرماتے۔ ہمارے نزدیک وہ علم، علم نہیں جو انسان کو نفع نہ پہنچائے۔ جو انسانی ارتقاء و فلاح میں سنگ راہ ہو۔ جو دُنیا و آخرت کی سرخروئی کے لئے کچھ پیش نہ کرے۔ حضور رسالت مآب صلعم نے ایسے ہی بے فیض علم سے پناہ مانگی تھی۔ اگر حکمت و سائنس کا علم خدائی علم ہے۔ تو پھر ذہن نشین کیجیے کہ اِس کے بغیر نہ تو مسلمان کامل مسلمان اور نہ قرآن حکیم مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ بغیر اِس کے غلبہ ممکن نہیں ایمان کی روشنی نہیں دین کی نشوونما نہیں سلامتی اور امن کی کوئی شمع روشن نہیں کی جا سکتی۔ جوں جوں فطرت کے تقاضے نئی نئی کروٹیں بدل رہے ہیں۔ توں توں نوعِ انسانی غور و فکر کے بعد اصلاحِ احوال کے لئے نئی نئی راہیں اختیار کر رہی ہے۔ سالوں کے کام دنوں میں اور دنوں کے کام لمحوں میں سرانجام دینے کے قابل ہو رہی ہے۔ ایک طرف ارتقاء کے میدان میں وسعتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ تو دوسری طرف فکرِ انسانی اپنی رکاوٹوں کو دُور کرنے کے لئے نئے نئے اصول اور نئے نئے ضابطے تیار کرنے میں پیچھے نہیں۔ حکمت و سائنس کو لے لیجئے اگرچہ ہمارے علماء نے اِس کے معنے محض پختہ اور ٹھوس بات تک محدود کر دیئے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک اِس کے صحیح معانی فطرت کی کارسازیوں میں ٹھوس اور پختہ نتائج کا علم ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارے حکماء اور سائنسدان تجربات اور مشاہدات کی روز افزوں ترقی میں اپنے مرتب شدہ اصولوں اور ضابطوں میں کہیں

Marfat.com

ترمیم اور کہیں اضافہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ایک تجربے کے بعد کئی ٹھوس اور پختہ نتائج کا علم ایک طرف اور دوسری طرف اُسی تجربے میں مزید تجلیوں کا انکشاف اُن کے لئے نت نیا میدانِ تحقیق در تحقیق (RESEACH) وسیع کرتے چلا جا رہا ہے۔ الغرض ایک حقیقت کے بعد دوسری حقیقت یکے بعد دیگرے سامنے آ رہی ہے اور ریسرچ کی منزلیں ختم نہیں ہوتیں۔ جن امور کے متعلق حتمی اور ٹھوس نتائج ظہور میں آ جاتے ہیں۔ اُن کے کہنہ اصولوں اور ضابطوں کو متروک کر دیا جاتا ہے۔ اور نئی تجلّیات کے لئے نئے اصول اور نئے ضابطے تیار کرنا پڑتے ہیں۔ پھر جوں جوں تجربات سے نتائج کا ظہور ہوتا ہے۔ اُن اصولوں میں بتدریج ترمیم و تصحیح ہوتی چلی جاتی ہے۔

الغرض علم فطرت یا قرآنی علم جہاں اپنی جگہ اَن مٹ اور غیر متبدل ہے وہاں انسانی فراست سے تیار شدہ اصول اور ضوابط تغیر پذیر اور متبدّل ہیں۔ قرآن علم پیش کرتا ہے لیکن حکمت و سائنس کے تجربات اُسی علم کے صحیح حقائق اور نتائج پیش کرتے ہیں۔ اِس لئے جب تک تجربات اور اعمال میں کامل صلاحیت نہ ہو صحیح نتائج کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔ اور علم کے حقائق کے صحیح انکشافات عدم صلاحیّت کی بنا پر ہی کالعدم ہو جاتے ہیں۔ موجودہ مغربی دَور میں سائنس کا لفظ اس قدر وسیع شہرت حاصل کر چکا ہے کہ مسلمان مُلک اس لفظ کے بالمقابل خدائی لفظ حکمت کے مقام کو سَر مُو بھول کر علانیہ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ دینِ اسلام میں یا قرآن حکیم کے پیشِ نظر سائنسی علم کا کوئی مقام ہی نہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے۔ کہ مسلمان قوم سائنس یعنی حکمت سے دُور ہٹ کر آج جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم فریضے سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ اور دشمنانِ دین کے بالمقابل کوئی معمولی حربی اَوزار یا بارود وغیرہ بنانے سے بھی عاجز ہو چکی ہے۔

ہم نے جلد اوّل میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ علم محض غیب سے پردہ اُٹھا دینے کا نام ہے۔ غیب کو الشہادہ میں لانے کا نام ہے۔ کوئی ایجاد یا کوئی آلہ جو عدم وجود سے وجود میں آتا ہے۔ محض علم کے زور سے ظہور میں آتا ہے۔ علم ہی ایک ایسا دروازہ ہے جس سے غیب کے راز کھلتے ہیں۔ اور معجزات ظہور میں آتے ہیں۔ قرآنِ حکیم و عظیم بھی علم تھا۔ جو خُدا کی طرف سے زمین پر نازل ہوُا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر وحی علم لائی۔ اور ہر علم کے ساتھ معجزات نازل ہوئے۔ اگر فی الحقیقت قرآن حکیم و عظیم بھی خُدا کی وحی ہے۔ تو یقین کیجئے کہ اِس کے علم میں بھی معجزات مضمر ہیں۔ اِس کی ہر آیت اعجاز ہے۔ اگر انسانی شعور سے تسخیرِ کائنات کی مہم سر کی جانی ممکن ہے۔ تو اُس کی تمام منزلوں کی نشان دہی اِسی علم میں موجود ہے۔ اِس لئے مہم کے عظیم علم کے لئے حکمت و سائنس کا انتخاب عمل میں لایا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم و عظیم میں زمین و آسمان کی باتیں ملائکہ اور طاقتوں کی داستانیں۔ شمس و قمر اور لیل و نہار کے قصّے کیا معاذاللہ لاطائل اور بے مقصد کہانیاں ہیں۔ آنے والے واقعات۔ حالات اور حادثات پر روشنی مہمات کے سر کرنے کے لئے فطرت و حکمت کی راہیں اشاروں میں واضح فرمانا کیا سب کے سب لاحاصل اشارات ہیں۔ نہیں! ہرگز نہیں!! ہماری نگاہ میں اِن امور کی نشان دہی محض یہی مقصد رکھتی ہے۔ کہ نوعِ انسانی ارتقاء و فلاح

بیں ان قندیلوں اور مشعلوں کی روشنی میں آگے بڑھتی جائے۔ اور جب تک منزلِ مقصود کا نشان سامنے نہ آئے۔ رُکنے نہ پائے۔

علم، غیب کے مدمقابل ہے۔ اور غیب کا افشا قدسیہ قدرتِ جبریل سے ممکن ہے۔ اگر ہمارے افئدہ یعنی قلب و ذہن میں خُدا کی تمام قدسیّہ قدرتیں کام میں مشغول ہیں۔ اور لمحہ بلمحہ ہمارے غور و فکر اور تدبّر میں نئے سے نیا انقلاب برپا کر رہی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ علم کی کنجی یعنی قدرتِ جبریل کی کوئی تجلّی ایک ایسا علمی انقلاب برپا کر دے جس سے علم اور نور کی نئی روشنی اور تجلّی سامنے آ کر ہمارے مستقبل کی منزل کو چکا چوند کر دے۔ آپ کہیں گے کہ میں جبریل کی باتیں کرتا ہوں۔ جبریل کی تجلّیات کو دہراتا ہوں۔ نہیں بلکہ نوعِ انسانی کے مستقبل تک جبریل کی تجلّیات کو زندہ و پائندہ سمجھتا ہوں۔ مجھے خوب معلوم ہے۔ کہ جبریلی قدرت ابھی زندہ ہے۔ مری نہیں اور ختم نہیں ہوئی نہیں بلکہ معطل اور لاطائل بھی نہیں کی گئی۔ جب زندہ ہے۔ تو تجلّی اور ناکارہ بیکار بھی نہ ہو گی۔ بے مقصد اور بے ہوش بھی نہ ہو گی۔ ضرور کچھ نہ کچھ کرتی ہو گی۔ کسی دانا اور حکیم کے شعور میں روشنی پیدا کر کے اُسے کسی نہ کسی نئی ایجاد سے آشنا کرتی ہو گی نئے نئے معجزات کے لئے نئے نئے اشاروں سے آگاہ کرتی ہو گی۔ شاگرد کو اُستاد سے سبقت حاصل کرنا سکھاتی ہو گی ارتقائی منزلوں کی طرف اشارہ کرتی ہو گی۔ تسخیر کائنات کے نکس اور اُسے سر کرنے کے نسخے سامنے لاتی ہو گی۔ سُورج اور ستاروں کی طرف دھیان دلاتی ہو گی۔ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا اعادہ کراتی ہو گی۔ نہیں نہیں ہمیں مجسم اطمینان بنانا اور خُدا کے فیوض و اکرام سے نہال کرنا چاہتی ہو گی۔

اگر مندرجہ بالا اشارات اپنے اندر کوئی حقیقت نہیں رکھتے تو ہمیں بتایا جائے کہ ایک مِل ایجاد کرنے والے عالم نے اگر اِس کا علم اپنے استاد سے سیکھا تو اُستاد نے خود ہی ایسی مِل اُس سے پہلے کیوں نہ تیار کر لی۔ ایک ہوائی جہاز بنانے والے نے یہ معجزہ کس سے سیکھا۔ اب آپ اُستاد کے بجائے عقل و شعور کا نام لے لیں گے لیکن شعور میں اِس ایجاد کا ظہور کیوں کر ہوا۔ اُس کے کل پیچ پرزوں کا عکس اُس کے شعور میں کس نے پیدا کیا۔ اگر ایک نئی ایجاد کا ظہور از خود قبل از ارتقائے شعور ممکن ہے تو پھر شعور کے لئے کسی بیرونی قدرت یا اُس کے اشارے کی ضرورت حتماً نہیں آیئے اِس اہم سوال کا جواب دیجئے۔ اور پھر وحی، الہام اور مکاشفات کی اہم اصطلاحات کو بھی حکمتی انداز میں یا سائنٹیفک طور پر صحیح اور سچ ثابت کیجئے یا انہیں علانیہ غلط قرار دے دیجئے۔

اِس سے کچھ آگے بڑھئے۔ کیا قبل از ارتقاء کسی علم کا حصُول ممکن ہے؟ اِسے قرینۂ فطرت قرار بھی دیا جا سکتا ہے؟ اگر یہ ممکن ہے۔ تو ابنِ آدم کی اولین اولاد اور اُس کے بعد صدیوں تک نوعِ انسانی کے شعور میں ہوائی جہاز ریل گاڑی اور وائرلیس کی ایجادات کیوں پیدا نہ ہوئیں ہمارے متقدمین میں سے کسی نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن۔ لاؤڈسپیکر اور وائرلیس کی ایجاد کیوں نہ فرمائی۔ ڈہ توپوں۔ مشین گنوں۔ بموں۔ ہوائی جہازوں۔ سمندری جہازوں۔ بڑے بڑے راکٹوں

Marfat.com

اور میزائیلوں کی ایجاد پر کیوں حاوی نہ ہوئے محض تیر و کمان نیزوں اور تلواروں تک اپنی جنگوں اور قتال کو محدود کئے بیٹھے رہے۔ جہاد جبکہ مسلمان کے لئے تمام فریضوں سے افضل فریضہ تھا۔ تو اِس کے سرانجام دینے کے لئے اُنہوں نے وُہ سب اوزار اور ہتھیار کیوں نہ بنائے جو آج ہمارے سامنے نظر آرہے ہیں۔ نہیں بلکہ جن کی ہیبت ناک ایجادوں سے امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین نے اقوامِ عالم پر بے مثال غلبہ اور استیلا پیدا کر رکھا ہے۔ دین اسلام کا فریضہ اوّل غلبہ تھا۔ جس سے امن کی بحالی ممکن تھی۔ قرآن نے غلبہ اور امن پیدا کئے رکھنے کا درس دیا تھا۔ اور اعلان فرمایا تھا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ نہیں نہیں بلکہ فرمایا تھا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ کیا اِن اطلاعات اور احکام کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان تیر اور تلوار کو ہی ہمیشہ اپنے غلبے اور امن کا مدار تصور کئے بیٹھے رہیں۔ علم میں ترقی اور شعور میں ارتقا کا عمل سرمو بھول جائیں۔ بزرگوں کے فرائض تو یہی تھے۔ کہ وُہ ہمارے لئے ایک سلطنت قائم کر جاتے ہمیں نسخہ کیمیا و مشکلکشا محفوظ کر کے دے جاتے۔ ہمارے لئے ترقی اور ارتقاء کا میدان ہموار کر جاتے۔ اُنہوں نے حتی المقدور یہ سب کچھ کیا۔ جان اور مال دے کر اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔ جان جوکھوں سے دین اسلام کی بنیادیں استوار فرمائیں یہ اُن کی ہمتوں کا نتیجہ اور ایک معجزنما عمل و کردار تھا۔ لیکن آج کئی صدیوں سے ہمارے علماء نے اسلام کی شکل و صُورت محض استنجاؤں۔ نمازوں اور روزوں تک محدود کر کے مسجدوں میں درس و تدریس کے لئے ایسے نصاب رائج کر رکھے ہیں جن میں نہ کہیں غلبہ و استیلا کا کوئی ادنیٰ شعبہ اور نہ ملتِ اسلامیہ کے لئے امن و امان کی کوئی معمولی جھلک پائی جاتی ہے۔ بے روح نمازوں سے اور محض بھوک اور ننگ کی افزائش کے لئے نماز اور روزہ کے معجزنما نظام کو وقف کر دینے سے اصل اور سچے اسلام کی شکل و صورت مسخ کر رکھی ہے۔ یاد رکھئے یہ گناہِ عظیم حتماً بخشش کے قابل نہیں۔ نہیں بلکہ یہ سب نظامِ تعلیم اور یہ سب نظریہ درس و تدریس فی الحقیقت عذاب جہنم کی دعوت اور خدائے جبّار و قہار کے غیظ و غضب کو بُلا رہا ہے۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن (تم قرآن پہ تدبر کیوں نہیں کرتے) قرآن حکیم و عظیم کے یہ الفاظ ہمارے غور و فکر میں آگ لگانے کے لئے کچھ کم نہیں۔ کیا یہ قرآن یوم انجام تک باقی رہے گا؟ کیا اِس کے احکام زندہ و پائندہ رہیں گے۔ اگر فی الواقعہ زندہ رہنے کا استحقاق رکھتے ہیں اور اِس کی کوئی آیت منسوخ نہ ہوگی تو پھر ہمیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ جب قرآن کی مکمل تفسیر و تشریح کئی صدیوں پہلے ہو چکی۔ فقہ کی تدوین مکمل ہو گئی۔ صرف و نحو کے علم میں اب کسی ترمیم و اصلاح کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ حدیثیں پڑھی اور سمجھی جا چکی ہیں۔ اور قرآن ایک سمجھی بوجھی کتاب بن چکی ہے۔ تو پھر قرآن کے ماننے والوں پہ یہ تازیانہ خُدا کہ" تم قرآن پر تدبّر کیوں نہیں کرتے" کیونکر سوا سمجھا جائے۔ قرآن پر مزید تدبّر ہمیں کہاں تک جائز اور مفید ثابت ہوگا۔ جب قرآن کی تفسیر و تشریح مکمل ہو چکی تو اب قرآن پہ مزید تدبر کا مطلب کیا رہا؟

Marfat.com

کاش مسلمان اِس عظیم نکتے کو سمجھتے۔ اور قرآن کو ہر دور میں نئے اندازِ فکر اور ارتقاء کے نئے زاویوں سے سمجھنے کی تگ و دو جاری رکھتے۔ تاکہ اِس تدبّر اور تفکّر کے بعد نتائجِ فکر کا موازنہ ہوتا۔ اور تفسیر و تشریح میں فطرت کی گہرائیوں تک پہنچ کر اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی۔ اِس طرح قرآنِ حکیم و عظیم نہ صرف زندہ و پائندہ سمجھا جاتا۔ بلکہ ہم سب اِس کے طفیل لمحہ بلمحہ ارتقاء کر کے علمِ حکمت و سائنس میں' اپنی معاشیات، اور اخلاقیات' میں اپنے غلبے' اور استیلا میں' نہیں بلکہ دنیائے جہاں میں روز افزوں امن و سلامتی کا باعث بنے رہتے۔ اگر تحقیق و ایجاد انسان کے بس کا روگ نہیں تھا۔ تو مسلمان حکماء اور سائنسدانوں نے پہلی چار صدیوں میں جس قدر ایجادات اور معجزات پیش کئے کیوں کئے؟ یہ خلافِ اسلام امور کیوں سر انجام دیئے؟ اور اگر آج مغرب چاند۔ مریخ اور مشتری کی جانب قدم بڑھا چکا ہے تو وہ کس زور پر ایسا کر سکتا ہے۔ مغرب یہ خود کار راکٹ' بین البراعظمی میزائیل یہ چاند گاڑیاں یہ خلائی جہاز، ایٹم بم اور ہیبت ناک ایٹمی ایجادات کون سے استاد اور کون سے فرشتے سے مانگ کر لایا ہے۔ نہیں نہیں بلّوں کی ایجاد کارخانوں کے اعجاز اور یہ ایندھن بارود اور طاقت یا انرجی (ENERGY) کا راز اُس کے کانوں میں کس اُستاد یا فرشتے نے پھونکا۔ یہ آواز سے تیز ہوائی جہاز یہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن یہ سردی میں گرمی اور گرمی میں سردی پیدا کر لینے والے آلات اُسے چپکے سے کون دے گیا۔ آہ! محض حدیث کو علم۔ تاریخ کو علم اور فقہ کو علم کا نام دینے والا مسلمان سر مو بھول گیا۔ کہ جب قرآن بذاتِ خود ایک علم تھا۔ تو ہماری غیبی پیچیدگیوں اور الجھنوں کا علاج بھی محض اِسی کے تدبر میں تھا۔ علم کی تشریح و تفسیر بھی اُسی علم میں تھی۔ نہیں بلکہ اُس کے اشارات کو سمجھ کر اور کائنات ارضی و سماوی میں غور و فکر کر کے تجربات اور مشاہدات کے بعد ہی اُس علم کی تفسیر و تشریح ممکن تھی۔ خدا کی پیدا کردہ قدرتوں اور مادے کے جزئیات یعنی عناصر کی چھان بین میں تھی۔ تجربات اور مشاہدات سے ایک تجلّی کے بعد دوسری تجلّی کے حصول میں تھی۔ رسول خدا صلعم نے کبھی کسی کو یہ حکم صادر نہ فرمایا۔ کہ قرآن کے علاوہ کوئی اور بات بھی ساتھ ساتھ لکھتے جاؤ۔ اُسے بھی قرآن کے مطابق حفظ و امان میں رکھو۔ حضور نے اگر کوئی حکم دیا تو محض قرآن کو لکھنے حفظ کرنے اور اُسے محفوظ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ یہی قرآن فی الحقیقت علم تھا۔ اِس علم کی تفسیر و تشریح بیک وقت اِس لئے مناسب نہ تھی۔ کہ نوعِ انسانی کا ارتقاء اِس حقیقت کا متحمل نہ تھا۔ کہ وہ آنے والے دور کے حالات معجزات اور حیرت انگیز حکمتی کارناموں کو قبل از وقت اپنے ذہن میں سما کر اِس قرآن پر ایمان لاتی۔

غور فرمایئے اگر آج سے سو سال پہلے کسی کو یہ کہہ دیا جاتا کہ انسان کسی آنے والے دور میں زمین سے اُٹھ کر چاند پر قدم جمائے گا۔ یا ایک ایسی ہل ایجاد کر لے گا۔ جس کا ایک لقمہ ۲۵ بوری گندم ہوگا اور آنِ واحد میں اپنی خیر و برکت سے ایک بڑے شہر کے لئے آٹے کا انتظام کر دے گا۔ تو سچ کہیئے کیا کوئی اُس وقت کا باشعور انسان اس پر یقین کر سکتا تھا۔ نہیں بلکہ اِس خبر کے دینے والے انسان کو لوگ پاگل اور مجنوں قرار دے کر ملک بدر نہ کر دیتے۔

Marfat.com

بعینہٖ یہی اصول قرآنی تحفظ کا تھا۔ شروع شروع میں اس کا محض تحفظ ضروری تھا۔ اس کے رواج کے لئے ایک مضبوط مملکت کی ضرورت تھی۔ اب جوں جوں شعور انسانی ارتقائی منزلیں طے کرتا چلا جا رہا ہے۔ اُسی خدا داد علم سے نئی نئی ایجادات اور نئے نئے آلات اپنی فلاح و بہبود اور ارتقا کے لئے تیار کر رہا ہے۔ آپ نے قرآن حکیم و عظیم میں جا بجا دیکھا ہو گا کہ اپنے اپنے دَور میں لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو مجنوں اور دیوانہ کہا۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ پیغمبر اکثر اوقات لوگوں کے اصرار پر وحی کی وُہ باتیں قبل از وقت کہہ دیا کرتے تھے۔ جو صدیوں بعد ظہور میں آنے والی ہوتی تھیں عوامی شعور اس قابل ہوتا نہیں تھا۔ کہ وُہ اپنے پیغمبروں کی باتوں کو سمجھ کما حقہٗ نہیں سچ مان لیتے۔ لہٰذا کسی حقیقت کے قبل از وقت یا قبل از ارتقا بیان کر دینے سے عوام کی لاشعوری کا ردِ عمل پیغمبرانِ خدا کو بھی مجنوں اور دیوانہ کہنے سے نہ ہچکچایا۔ ہم نے جلد اوّل میں حتی المقدور اس بات کو ذہن نشین کرنے پر توجہ دلائی ہے۔ کہ قرآن کی تفسیر و تشریح کسی خاص دقت تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ ہر دَور کے لئے انقلاباتِ زمانہ اور تقاضائے انسانی کے پیشِ نظر دھیرے دھیرے کائناتی غیب سے پردے اُٹھانے کے لئے اُسی قرآن میں اشارات اور رموز موجود ہیں۔ انہی اشارات اور رموز میں قرآنی علم کی تفسیر و تشریح مستور ہے۔ یہ کام انسان کا ہے۔ کہ وُہ ہر دور میں فطرت و حکمت کے رازوں سے پردے چاک کرتا جائے۔ اور قرآن کی روشنی سے منور ہوتا رہے۔

اب علمِ لُغت پر نگاہ ڈالیئے آپ کہیں گے کہ قرآنِ حکیم و عظیم محض انسانی لُغت کا محتاج ہے۔ اُسی کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک جب لُغت بھی انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔ اور انسانی ذہن دن بدن ارتقاء پذیر ہے۔ تو لغت کے صدیوں پیشتر کے انکشافات صدیوں بعد کیوں کر من و عن صحیح رہ سکتے ہیں۔ قرآن حکیم و عظیم میں بے شمار ایسے الفاظ ابھی تک تشنۂ تفسیر ہیں۔ جن کے متعلق کوئی انسانی لغت اور حدیث یا روائتی تشریح کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ حُطَمَہ۔ اَلْحَاقہ اور القارعہ کے الفاظ جن کا ذکر اس جلد میں اپنے مقام پر آ رہا ہے۔ ایسے الفاظ ہیں جن پر لغتِ انسانی بے دم ہے کوئی حدیث ان الفاظ کی مفسر نظر نہیں آتی۔ لہٰذا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا سکتا کہ جو علم انسان نے از خود ایجاد کئے ہیں وُہ ہر آن رُو بتبدّل ہیں۔ ہر آن تغیر پذیر ہیں۔ اُن میں ردو بدل کا ہر وقت امکان ہے۔ یہ اس لئے کہ اُن کی تدوین کما حقہٗ وحی کے علم سے نہیں وہ محض انسان کے ذاتی شعور اور وقتی غور و فکر کی پیداوار ہیں۔ آپ کہیں گے کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمے میں متقدمین کے تمام ضابطوں اور رٹے شدہ اصولوں کو کالعدم یا متروک قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ الزام حتماً غلط اور بے جا ہے۔ ہم چاہتے یہ ہیں کہ ہر دَور کے بدلتے ہوئے واقعات اور علمی شعور کے روز افزوں ارتقاء کے مطابق اُن اصولوں اور ضابطوں میں جائز تبدیلیاں ضروری ہیں۔ انسان جس طرح خود ارتقاء کی منزلوں سے دو چار ہے۔ اسی طرح اُس کے خود ساختہ اور از خود مرتب شدہ اصولوں اور ضابطوں میں بھی ارتقاء پذیری کا اصول تسلیم کیا جائے۔

Marfat.com

آیئے! اب متقدمین کی تقلید کے ضمن میں کچھ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ متقدمین کا سب سے بڑا احسان قوم پر یہ ہے کہ اُنہوں نے آنے والی دنیا تک قرآنِ عظیم وحکیم جیسی خدائی کتاب کمال حفاظت اور سلامتی سے پہنچائی۔ اُنہوں نے ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں مسلمانوں نے چین کا سانس لیا۔ اُنہوں نے اپنے ارتقائے علم کے مطابق قرآن کو سمجھنے کے اصول مرتب فرمائے۔ معاشی اور اخلاقی ضوابط ترتیب دیئے۔ عربی زبان کو سمجھنے کے لئے اور عجمیوں کو قرآنِ حکیم عظیم سے آشنا کرنے کے لئے صَرف و نحو کے اصول اور لغت کی کتابیں مرتب کیں۔ اُنہوں نے اپنے ارتقاء کے مطابق علم الاشیاء اور حکمت و سائنس کے بیشمار نظریات کو جنم دیا۔ کئی حیرت انگیز ایجادات دنیا کے سامنے پیش کیں۔ اُنہوں نے علم الابدان۔ علم الاشیاء۔ علم حیوانات۔ کیمیا وطبیعات اور ہیئت و فلکیات پر گرانقدر تحقیقات فرمائی۔ اُنہوں نے اسلامی قتال وجہاد کے لئے نیزوں اور تلواروں کو ترک کرکے بارود تفنگ اور توپ ایجاد کی۔ بڑے بڑے سمندری بیڑے تیار کئے۔ لیکن اُنہوں نے جو کچھ پیدا کیا محض قرآن حکیم وعظیم کی روشنی میں ہی کیا۔ اسی کتاب خدا سے حتی المقدور اور حسب ارتقاء اخذ کیا۔ اشارات پر مشاہدات اور تجربات کے علم سے نئے نئے علوم کی داغ بیل رکھی۔ اور اِس طرح کئی آیات متشابہات سے پردے چاک کرکے آیات بینات میں بدل دیا۔ یہ احسانات اور اعجازات کچھ کم نہیں۔ اگر غور وفکر سے دیکھا جائے تو متقدمین نے ہی قرآن حکیم وعظیم میں غور وفکر کی ابتداء کی۔ اور یہ یہی غور وفکر کی داستاں ہماری تقلید کے لئے باقی چھوڑ گئے۔ متقدمین میں سے کسی ایک نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو اصول اور ضوابط، جو غور وفکر کے نتائج اور جن تجربات اور مشاہدات کی دولت وُہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ وُہ حتمی اور یقینی آخری اور فیصلہ کن ہے۔ نہیں بلکہ اُنہوں نے یکے بعد دیگرے یہی دعوتِ غور وفکر عطا فرمائی اور اِس کا سلسلہ یومِ آخر تک بدستور جاری رہنا عین تقاضائے فطرت اور مطابق منشائے ایزدی قرار پایا لیکن اِن امور کے باوجود ہم انہیں اوّلین استاد اور اولین مدرس ہی سمجھتے ہیں علم فطرت کے طالب علم ہی تصوّر کرتے ہیں اور یہ درس و تدریس اور استادی اور شاگردی اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک کہ قرآن کی تمام آیاتِ متشابہات سے علمی نقطہ نگاہ کے تحت پردہ اُٹھ نہ جائے گا اور اِس قرآن حکیم وعظیم کی تمام آیات بیّنات کی صُورت میں عیاں ہو کر خود بخود وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ کا اعلان نہ کر دیں گی۔ وُہی گھڑی نُور کے اتمام کی ہوگی۔ نوعِ انسانی کے معراج کی ہوگی۔ جفت اور طاق کے پردوں میں نورِ خُدا کے اظہار کی ہوگی۔

اِن امور سے پرے ہٹ کر اگر ہم متقدمین کی تقلید کا مطلب محض یہی تصوّر کرلیں۔ کہ اُنہوں نے قتال فی سبیل اللہ کے لئے محض نیزے اور تلواریں تیار کروائیں تو ہم بھی نیزوں اور تلواروں سے آگے نہ بڑھیں۔ اُنہوں نے حکمت و فطرت کے اصول اور ضوابط مرتب فرمائے تو ہم محض اُنہی کو مان کر آگے بڑھیں اور ترقی وارتقاء کے بہتر اصول اور ضابطے مرتب نہ کریں۔ اُنہوں نے فقہ پر چند کتابیں پیش کیں لیکن ہم خود کوئی فقہ نہ پیدا کریں۔ اور زمانے کے ساتھ ترقی پذیر فقہ و تفہیم

Marfat.com

کے پابند نہ ہوں۔ ہمارے نزدیک یہ نظریہ نہ صرف جہنم کی طرف لے جانے کے مترادف ہے۔ بلکہ انسان سے حیوان بنا دینے کے مطابق بھی ہے۔

قرآن حکیم وعظیم نے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰن کا اعلان فرما کر یوم آخرت تک مسلمانوں کو ایک ابدی اور دائمی دعوتِ غور و فکر اور تفکّر اور تدبّر کی ہدایت فرمائی ہے۔ اگر یہ حکم آخری دم تک قائم ہے تو متقدمین میں سے کوئی بڑے سے بڑا عالم اور مفکر اپنے تدبّر اور تفکّر کو آخری اور فیصلہ کن قرار دینے کا مجاز حتماً نہیں۔ قرآنِ عظیم وحکیم ہر دَور میں مسلمانوں کو للکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ میں تو محض عقلمند قوم کے لئے ہوں (قومٍ یعقلون) میں علم فطرت کے حصول کے لئے تجربات اور مشاہدات کے اعمال سرزد کرنے والوں کے لئے ہوں۔ (لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْن) میں قانون فطرت کو سمجھنے والوں کے لئے ہوں۔ (قَوْمٍ یُّوْقِنُوْن) ہاں ہاں مَیں محض اُسی قوم کے لئے فائدہ مند ہوں جو غور و فکر میں لگی رہے۔ (یَتَفَکَّرُوْن) میری ہدایت اُسی قوم کو نصیب ہو سکتی ہے۔ جو کتاب اللہ اور صحیفۂ فطرت سے کوئی سبق حاصل کرتی ہے۔ اور صاحب عقل و دانش کا خطاب پاتی ہے۔ (لِیَتَذَکَّرَ اولوا الالباب) نہیں نہیں میرے اعجازاتِ فطرت محض اُسی قوم کو عطا ہوا کرتے ہیں جو آیاتِ خداوندی پر تدبّر اور تفکّر کی نگاہوں میں نڈھال ہے (لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ) ہاں نت نئے سنئے اعجاز دکھانے کے لئے قرآن محض اِسی شرط پر آسان کیا گیا ہے۔ کہ نوع انسانی اِس پر غور و فکر میں لگی رہے۔ اِس پر تفکّر اور تدبّر سے کام لے (وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ)

گویا جب تک یہ قرآن حکیم وعظیم انسانی شعور کے سامنے آسان سے آسان تر ثابت نہ ہو جائے گا۔ یومِ آخرت قائم نہ ہوگا۔ نہیں بلکہ اس وقت تک غور و فکر اور تدبّر اور تفقہ کی ضرورت باقی رہے گی۔ جوں جوں غور و فکر زیادہ ہوگا قرآن آسان سے آسان تر ہوتا جائے گا۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا آئے۔ کہ قرآن کا کوئی جملہ اور اُس کی کوئی آیت ایسی نہ رہے گی۔ جس کا علم پُوری طرح اور حتمی طور پر انسان کو حاصل نہ ہو جائے۔ وہی دن قرآن کی اکملیت کا دن ہوگا۔ نوعِ انسانی کے لئے یوم معراج ہوگا۔ اُسی دن خدا کی حکمتوں کے تمام راز مکمل طور پر افشا ہو جائیں گے۔ دین کی اکملیت یومِ اجرائے نبوتِ خاتم النبیین صلعم سے ہوئی اور قرآن کی اکملیت، یوم آخرت کو ہوگی۔ یہ یوم آخرت وُہ ہوگا جس دن نبوّت کا عطا شدہ علم مہرِ نصف النہار کی طرح جہاں تاب ہوگا۔

میرے ہم سفر دوستو! ارتقاء و فلاح کا یہ خدائی نظام فی الحقیقت نوعِ انسانی کو خُدا سے نزدیک تر لانے کا نظام ہے نہیں بلکہ خُدا سے رو برو ملاقات کرانے کا نظام ہے۔ تسخیرِ کائنات کا عملی پروگرام ہے۔ اگر کتابِ خُدا کے یہ دعاوی فی الواقعہ سچے اور اپنی جامعیّت میں باحدِ کمال مستحکم اور برقرار ہیں۔ تو ہمیں اولین فرصت میں اپنی ذاتی شخصیت، صلاحیّت اور اہلیت نہیں بلکہ ذاتی قوت و استحقاق کا جائزہ لینا از بس ضروری ہوگا۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ کیا انسان فی الواقعہ کوئی ایسی بلند مرتبت نوع ہے۔ جو خُدا کی قائم کردہ فطرت و حکمت کا پُوری طرح جائزہ لینے کے قابل ہے۔ تسخیرِ کائنات پر قادر بھی ہے۔

Marfat.com

نہیں بلکہ از خود حیرت انگیز معجزات پیش بھی کر سکتی ہے۔ خلاق عظیم کے لبعد یہ بھی ادنیٰ خالق بن سکتی ہے یا نہیں۔ اور معراجِ انسانیت کے طفیل انجام کار ملاقاتِ رب کا انعام بھی حاصل کر سکتی ہے۔؟

مندرجہ بالا سوالات نوعِ انسانی کو اپنی ذات کی تشخیص کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اور ان امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ

(۱) انسان بذاتِ خود کیا ہے۔؟
(۲) اُس کی تعمیر و ابتدا کیونکر ہے؟
(۳) اُس کی بتدریج ارتقاء کے مسائل کیونکر ہیں۔؟
(۴) شکل و صورت اور عقل و شعور میں، نیز قد اور عمر میں ارتقائی تبدیلیاں کیونکر ممکن ہیں؟
(۵) تسخیرِ کائنات کیونکر ہو گی؟
(۶) انجام کیا ہو گا؟
(۷) ملاقاتِ رب کیسے ہو گی۔ اعضائی تبدیلیاں کیونکر ہوں گی۔ وہ آنکھ کہاں سے آئے گی جو اپنے رب کو دیکھ سکے گی؟ وغیرہ وغیرہ۔

غور فرمایئے یہ سوالات کس قدر پیچیدہ اور تحقیقات طلب ہیں! اِس کتاب کے کامل مطالعہ کے بعد آپ کو کسی حد تک اِن کے جوابات مل سکیں گے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق انسان بذاتِ خود ایک جُداگانہ قدرت کا نام ہے۔ جو خُدا کی پیدا کردہ کائناتی قدرتوں اور مادے کے آپس میں ٹکراؤ کے بعد صوتی صورت میں نمودار ہوئی۔ وہ اِس ٹکراؤ کے بعد پیدا ہونے والی موجوں اور رَووں شعاعوں اور کششوں کے باہمی ارتعاش سے ظہور میں آئی۔ ایک گونجدار آواز پُرافتخار انداز میں گرجتی ہوئی اُٹھی اور مادّے سے معلّق ہو گئی۔ اِس کے بعد مٹی (طین و تراب) میں داخل ہوئی۔ اَلارض سے جڑی بوٹی کی طرح اگنے لگی۔ لاکھوں بلکہ کروڑوں سالوں کے بعد اُس کا ارتقاء اُسے ایک نفس واحدہ یا زندہ ایٹم میں لایا۔ پھر مدتِ مدید کے بعد ایسے نفسوں میں نر و مادہ کے خواص پیدا کر دیئے گئے۔ پھر یہی نفوس یعنی زندہ ایٹم عناصر کے محلول مادے یعنی نطفے میں منتقل ہو گئے۔ اِس اعجازِ خداوندی سے جب ارض کے فضائی حالات اُن سے تخلیق جدید کے لئے سازگار ہوئے۔ تو وہی پریشان نفوس سطح زمین پر جہاں جہاں موجود تھے آناً فاناً تخلیق جدید میں ڈھلتے گئے۔ اور مردوں اور عورتوں کی شکلوں میں آتے گئے۔ اِس طرح یکبارگی تمام ارضی کائنات پر انسانی اُمت کا ظہور ہو گیا۔

حضرت عارف رُومیؒ فرماتے ہیں:-

ما چُوں سبزہ بارہا رُوئیدہ ایم
نہ صد و ہشتاد قالب دیدہ ایم

گویا حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور تک انسانی قدرت نے ۹۸۰ قالب اختیار کئے۔ اور ابھی اُس کا ارتقاء

Marfat.com

بدستور جاری ہے۔ یہ تبدیلیاں بتدریج اور نامحسوس طور پر ہو رہی ہیں۔ انسانی قدرت جب ایک آواز کی صورت میں تھی۔ تب بھی اُس کا نام انسان تھا۔ اور اب جب کہ آدم اور بشر کی صورت میں مستور ہے تو بھی اس کا نام انسان ہی ہے۔ اور آگے تخلیق جدید یا خلقاً آخر کے بعد بھی اُس کا نام انسان ہی رہے گا۔ خدا کا یہ محاکمہ کہ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ یعنی خدا اپنی خلقتوں کی انواع میں تبدیلی نہیں کیا کرتا۔ اُسی قانونِ فطرت کا ثبوت ہے۔ ایک بندر کی نوع کا نوعِ انسانی میں تبدیل ہو جانا اُسی وقت ممکن ہے جبکہ بندر بھی انسانی قدرت سے ہو۔ لیکن ڈارون کے پاس اِس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اصل بات جو قرآنِ حکیم وعظیم سے اخذ ہوتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ ہر نوع کی ابتداء ایک مخصوص نفس واحدہ سے ہے۔ دُنیا کے ۹۲ پائیدار اور اِن کے بعد دیگر ناپائیدار عناصر جو سب کے سب نفوسِ واحدہ سے تقویم پذیر ہیں۔ محض جوہروں کا مجموعہ ہیں۔ قبائل میں منقسم ہیں ہر عنصر چونکہ مختلف خواص رکھتا ہے۔ اِس لئے ہر تخلیق کے لئے ہر عنصری جوہر اپنے اپنے مختلف خواص مہیا کرتا ہے۔ جب کوئی جوہر یا نفس کسی مخصوص تخلیق میں قیام پذیر ہو جاتا ہے۔ تو پھر نفس کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ تخلیق کا ارتقاء بھی جاری رہتا ہے اور یہ ارتقاء اِس دَور میں اُسی تخلیق کا ہی شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

۳۱ : ۲۸ ۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۔

اے نوعِ انسانی تمہاری تخلیق اور ارتقاء بھی بالکل اور بعینہٖ ایک زندہ ایٹم کی تخلیق اور ارتقاء کی مانند ہو رہی ہے۔

یہ ہے وہ راز جس کی خبر خُدا نے دی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ زندہ ایٹم یعنی نفس کا ارتقاء کیونکر ہے۔ اِس ارتقاء کی انتہا کب ہو گی۔ پھر کیا ہو گا۔ یہ ہے وُہ داستانِ عظیم جسے ہم سب نے قرآن عظیم کی روشنی میں اور اپنے تجربات ومشاہدات سے سمجھنا ہو گا۔ یہی تجربات اور مشاہدات فی الحقیقت حکمت وسائنس کے اعمال ہیں اور یہی حکمتی تجربات ومشاہدات اعمالِ صالح کے مصداق ہیں۔ قرآن کی شہادت یہی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج سے دو سو سال قبل جب کوئی دُور بین یا خورد بین ایجاد نہ ہوئی تھی۔ تو طبی تحقیقات میں اُن نادیدنی جرثوموں کا کوئی علم ہو سکا تھا۔ نہ ہم ایک میل کی دُوری سے کوئی چیز صحیح طور پر نظر میں لا سکتے تھے۔ جب آنکھ کے چشموں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ تو ادھیڑ عمر میں اکثر لوگ اندھے ہو جایا کرتے تھے۔ آج ہم نے چشمے ایجاد کر کے اندھوں کو بینا بنا دیا ہے۔ بڑی بڑی دُور بینیں ایجاد کر کے لاکھوں میل دُوری کے ستاروں کو دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ نہیں بلکہ برقی اور ریڈیائی لہروں کو قبضے میں لا کر زمین پر بیٹھے بٹھائے نہ صرف چاند اور دیگر ستاروں کو دیکھ لیا ہے۔ بلکہ اُن کی صحیح تصویریں بھی اُتار لی ہیں۔ اِس سے آگے بڑھیے اور ریڈار کے عظیم آلے کو دیکھیے یہ ایک مصنوعی آنکھ ہے جو سینکڑوں میلوں سے فضائے آسمانی میں اُڑتی ہوئی ہر چیز کو دیکھ رہی ہے۔ اور انسان سے آنکھ مچولی کر رہی ہے۔ کہ میری طرف توجہ دکھو۔ دشمن کے ہوائی جہاز حملے کے لئے فلاں مقام سے فلاں سمت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا دفاع اور بچاؤ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مزید آگے بڑھیے اور ٹیلی ویژن کی ایجاد کو غور سے دیکھیے اس میں نہ صرف آواز کی گرفت اور اس کی نشریات کے اسباب موجود ہیں

Marfat.com

بلکہ کئی سو میل دُور کسی بولنے والے انسان کی صحیح شکل و صُورت اور اُس کی جارحانہ حرکتوں کو بھی گرفت میں لاکر ہمیں صاف دکھا رہی ہے۔ یہ بھی ایک آنکھ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ انسان کی خداداد حکمت و سائنس ہمیں ایک دن ایسی آنکھ سے ہمکنار کر دے جو نہ صرف کائنات کی دُور و دراز گھاٹیوں کو دیکھنے میں کامیاب ہو جائے۔ بلکہ خدائے تعالیٰ کو بھی دکھا کر اُس کی ملاقات کے اسباب پیدا کر دے۔ اگرچہ آج یہ ایک مفروضہ نظر آتا ہے۔ لیکن اِس مفروضے کے ساتھ ساتھ اگر ہم اپنے اعضائی انقلابات کو دیکھنے میں کامیاب ہو جائیں تو عین ممکن ہے۔ کہ انسان ایک نہ ایک دن اُن طاقتوں اور قدرتوں کو جو آج اِن حیرت انگیز آلات میں تجلّی ریز دکھائی دیتی ہیں۔ اپنی جسمانی مشینری کے ساتھ منسلک کر کے اپنی موجودہ آنکھ کو بدل کر ایک نئی آنکھ ایجاد کرلے اور خدا کو دیکھنے میں کامیاب ہو جائے۔ نہیں بلکہ اِن مصنوعی مشینوں اور آلات سے بے نیاز ہو کر اپنے وجود میں ایسے اعضائی انقلابات پیدا کرے جن سے وُہ ملاقاتِ رب کے قابل ہو جائے۔ مسئلہ جو خاص طور پر سمجھنے کے قابل ہے یہ ہے۔ کہ وُہ مخصوص قدرتیں اور طاقتیں کیونکر ہیں۔ جن میں یہ اعجاز مضمر ہیں۔ اُن کی تلاش کیونکر ہو۔ اِس جسمانی مشینری میں اُن کا تعلق کیسے پیدا کیا جائے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ انسان کی ابتدائی تخلیق میں اِن قدرتوں کا تعلق ہی اُس کے شاملِ حال ہُوا تھا۔ خدا اِس کی خبر یُوں دیتا ہے:۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ یعنی انسانی تخلیق پھر (دیگر قدرتوں کے ساتھ) تعلق سے ہوئی۔ عَلَقَ۔ تَعَلَّقَ اور معلّق ایک ہی مادے کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا یہ کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی کہ انسان خداداد حکمت بالغہ سے کام لے کر ایک نہ ایک دن اُن قدرتوں کی تلاش کے بعد اُن سے تعلق کا کوئی مزید وسیلہ تلاش کرے۔ اور اِس طرح وُہ نہ صرف تسخیرِ کائنات کی مہم میں کامیاب و کامران ٹھہرے۔ بلکہ ملاقاتِ رب کا اہل بھی بن جائے۔

سُرمے کو آنکھوں میں لگانا اگر سنّتِ نبوی ہے۔ تو مسلمان اِس عظیم حکمتی اشارے کو سمجھ لے کہ عناصر میں کوئی نہ کوئی حیرت انگیز حکمت اور قوت بصارت یقیناً موجود ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ سرمہ استعمال کرنے سے جناب رسالت مآب صلعم کا مقصد محض آنکھ کو خوبصورت بنا لینا ہی نہ تھا۔ بلکہ اِس عنصر میں جو اُس وقت آسانی سے دستیاب تھا بصارت کی قدرت کو جِلا بخشنے کے عظیم الشان خواص موجود تھے۔ اور اِس کے استعمال میں اشارہ یہ تھا۔ کہ اپنی بصارت میں وُہ کمال پیدا کر کے دکھاؤ کہ تمہاری آنکھ کائنات کو ہی نہیں بلکہ اپنے رب کو دیکھنے کے قابل بن جائے۔ یہ اس لئے کہ موجودہ آنکھ اِس قابل نہ تھی کہ وُہ اپنے خالق کو دیکھ سکتی۔ مزید برآں مسلمانوں کی توجہ عناصر کے حیرت انگیز خواص کی طرف منعطف کرانا مقصود تھی۔ کہ آنے والے دَور میں عناصر کے خواص کی مکمل تحقیقات کر کے رہو۔ اِن عناصر سے ہی اندھے بینا اور اپاہج توانا ہو سکتے ہیں۔ حج کے دَوران مسلمانانِ عالم کو پتھروں پر پتھر مارنے کی ہدایت محض اس لئے دی گئی تھی کہ اِن پتھروں کی مختلف اقسام کو جو مختلف مقامات پر پڑے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر اُنہیں آپس میں خوب ٹکراؤ۔ انہیں ریزوں میں تبدیل کر کے دیکھو پھر اُن کے خواص کو زیرِ نظر رکھو۔ عناصر کے ڈھیر جو پہاڑوں میں مدفون پڑے ہیں حکمتی کارناموں کے

Marfat.com

لئے فی الحقیقت اعجازانگیز ہیں۔ انہیں باہر نکال ڈالو۔ انہیں اپنے کام میں لانے کی حکمت تلاش کرو۔ حج کے ایام میں اِس سنگ باری کا مطلب محض یہی تھا۔ فقط حکمت کا ارتقاء زیرِ نظر تھا۔ حج کے ایام چونکہ امن کے ایام کہلاتے ہیں۔ اِس لئے امن کی تلاش کے لئے امن کے ایام میں امن انگیز حکمت کی داغ بیل ڈالی گئی تھی۔ اِس حکمت میں یہ اشارہ بھی تھا کہ تخریب اور فساد کی طرف مائل نہ ہونا۔ اور شیطان کا شکار نہ ہوجانا۔ خُدا نے صفا اور مروا کے چٹیل پہاڑوں کو شعائر اللہ کا خطاب عطا فرماکر مسلمانوں کو یہ سبق دیا تھا۔ کہ پہاڑوں کے عناصر فی الواقعہ ایسی قدرتوں اور طاقتوں سے بھرپور ہیں جن کے ساتھ تخریب نہ صرف موت و ہلاکت کو دعوت دے سکتی ہے۔ بلکہ اُن کے ساتھ امن انگیز حکمت کے کارناموں سے حیات کے راز دار بھی بن سکتے ہو۔ یہی وجوہات تھیں کہ یہ پہاڑ فی الحقیقت شعائر اللہ اور نہایت پیچیدہ تر معجزات کے مظہر تھے۔ الغرض شعائر اللہ کو جُوں جُوں حکمتِ خداوندی کے مطابق زیرِ تحقیق لاؤ گے تُوں تُوں خُدا کے اشاراتِ حکمت اور معجزات سے دلچسپی پیدا ہوتی جائے گی اور انجام کار مسلمانوں کو وُہ عظیم راز بھی افشا ہوکر رہے گا۔ جس کے طفیل مکّہ کی ساری زمین بلدِ امین قرار دی گئی ہے۔ اور جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے۔ کہ جو شخص اِس میں داخل ہو گیا وُہ امن کے گہوارے میں آ گیا۔ اُسے دنیا کی کوئی تخریبی طاقت گزند نہیں پہنچا سکے گی۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ شعائر اللہ کے عظیم الشان الفاظ بذاتِ خود گہری تحقیقات کے مستحق ہیں۔ کیونکہ اِن میں حکمتِ خداوندی کے عظیم الشان راز مستور نظر آتے ہیں۔

آئیے اِن الفاظ کا تجزیہ کریں۔ اور صحیح مطلب اخذ کریں۔ ہمارے متقدمین نے جہاں آیت کے معنے نشان کئے ہیں۔ وہاں شعائر کے معنے بھی نشانات ہی فرما دیئے ہیں۔ گویا دو مختلف الفاظ کے معنے یکساں کر دینے سے خُدا کے اصل مطلب کو ہی درخورِ اعتنا سمجھ لیا گیا ہے۔ جو انتہائی طور پر منشائے ایزدی کے خلاف ہے۔

شعائر کا مصدر و مادہ ش۔ ع۔ ر ہے۔ یعنی شَعَرَ اِس کے بعد اِس مادے سے کئی ابواب چلتے ہیں۔ جن میں۔

شَعَرَ - بال (عام لغوی معنے)

شعر - منظوم کلام کا ایک بند جس میں دو مصرعے ہوں اور وزن کے لحاظ سے لسانی لہجے میں **یکسانیت اور** روانگی پائی جائے۔ اور مطالب کے لحاظ سے کوزے میں سمندر بند ہو۔

شَعَرَ - جاننا۔ محسوس کرنا۔ سمجھنا۔

شَعَرَ۔ شَعَرَاً۔ لمبے اور زیادہ بالوں والا ہونا۔

شَعَرَ - شعرالجنین۔ ماں کے پیٹ کے اندھیرے میں بچے کے بال نکلنا۔

اَشْعَرَالاَمْرَ و بالامر۔ خبر دینا۔ آگاہ کرنا۔ یا قدرت و طاقت سے کچھ پیش کرنا۔

الشّعارُ - خاص لفظ جو فوج میں خُفیہ طور پر مقرر ہوتا ہے جسے انگریزی میں (CODE WORD) یا (PASS ORDER) کہا جاتا ہے۔ اور جس سے اپنے آدمیوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اور لڑائی کے وقت اِس لفظ سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

Marfat.com

شَعِیْرَۃ - آنکھ کی چمک میں جوُ غا نکلنے والی گہرائی کو کہا جاتا ہے -

الغرض - شعائر کے معنے بین السطور جو ممکن ہیں یہ ہیں - کسی چیز کے متعلق بال کی کھال اُدھیڑنے اور مکمل حکمتی تحقیقات کو انتہائی طور پر زیر نظر لانے کے بعد جو پیچیدہ اور دقیق رموزِ حکمت سمجھ میں آئیں - وُہی شعائر اللہ کے موجب ہوں گے - یا شعائر اللہ کا مطلب یہ ہوگا - کہ ایسی چیزوں کے متعلق جن پر یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے - کامِل غور و خوض اور انتہائی دقیق اور پیچیدہ تحقیقات کے بعد علم حکمت و سائنس کے جو رموز ثابت ہوں - وہی مقصود باری تعالیٰ ہیں -

خُدا نے ایک مقام پر ایک اور شمسی نظام کے سُورج کو شِعریٰ کہا ہے - جس میں انتہائی شدت کی گرمی ہے - اِس لئے اِس لفظ کے متعلق مزید تحقیقات کے کئی اور دروازے بھی کھل سکتے ہیں -

گویا ! مسلمانوں نے اِس لفظ کی ماہیت کو سمجھنے کی ابھی تک کوئی کوشش نہیں کی - نہ تو اللہ کی اِس عظیم خوشخبری سے حکمتی فائدہ اُٹھانے کی کوئی ادنیٰ جدوجہد کی گئی ہے - اور نہ اِس قوم نے ابھی تک کوئی حکمتی معجزہ ہی پیش کیا ہے - کائنات کے مشاہدے سے ثابت ہوتا ہے - نیز اِس کی قرآن بھی تائید فرماتا ہے کہ مختلف خلقتوں کے طریق ہائے زندگی کی تخصیص حسب ذیل صورت میں ہے :-

(۱) دو پاؤں پر چلنے والی مخلوق - جس میں پرندے اور انسانی نوع شامل ہے -

(۲) چار پاؤں پر چلنے والی مخلوق - جس میں درندے جانور اور دیگر حیوان شامل ہیں -

(۳) چار سے زیادہ پاؤں والے جانور - جو زمین پر تیز رفتاری سے دوڑتے ہیں - یا رینگ کر چلتے ہیں -

(۴) بے پاؤں کے جانور - مثلاً مچھلی جو پانی میں تیرتی ہے - نیز سانپ جو خشکی پر تیرتا ہے وغیرہ وغیرہ -

جب ہم پہلی شق کو زیر نظر لاتے ہیں - تو صاف نظر آتا ہے - کہ اِن میں سے ایک نوع خلاؤں میں پرواز کرتی ہے - اور دُوسری ابھی تک زمین پر چلتی پھرتی ہے - خلا میں پرواز کرنے والی انواع بے شمار ہیں - لیکن زمین پر چلنے والی صرف ایک ہی نوع (یعنی انسان) ہے - جو ابھی تک اِس قابل نہیں ہوسکی کہ وُہ بھی خلاؤں میں دو پاؤں والے خاصہ کے مطابق پرواز کرسکے - اگر چلنے والی جبلت پر مختلف انواع کی اقسام کی تخصیص کی جائے (جیسے خُدا نے خود ہی آیت ۲۴ میں مختلف انواع کی تقسیم چلنے کی جبلت پر فرمائی ہے) تو اندازہ ہوتا ہے - کہ جب دو پاؤں والی ایک اُمت خلاؤں میں اُڑنے کے قابل ہو چکی ہے - تو دوسری اُمت یعنی انسانی نوع کو بھی ایک مقررہ گھڑی کے بعد ارتقاء کرکے اور جسمانی اعضا میں انقلاب برپا کر کے لازماً اُڑنے کی صلاحیت بخشی جائے گی - لہٰذا ہمیں دیکھنا یہ ہے - کہ کیا انسان کی تخلیقی جبلّت و فطرت میں یہ عظیم الشّان انقلابی معجزہ ودلیعت شدہ ہے یا نہیں ؟

ہم لکھ چکے ہیں - کہ انسان فی الحقیقت ایک قدرت کا نام ہے - جو ایک گرجدار گونج کی پُرافتخار آواز سے ظہور میں آئی - (خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ) مشاہدہ اِس کا گواہ ہے - کہ ہر قدرت و طاقت فی الحقیقت پرواز کی

Marfat.com

جبلّت اور فطرت رکھتی ہے ۔ اُدھر آواز بھی خلاؤں کو چیرتی ۔ اور قدرت اور مادّے سے بصورتِ ارتعاش ایک نئی طاقت و قدرت کو جنم دے دیتی ہے۔ اِسی صورتِ ارتعاش کا نام آواز ہے۔ اُس آواز سے گونجدار گرج کا نام قدرتِ انسان رکھا گیا۔ نیز یہ آواز انسان کی مختلف شکلوں میں کیونکر تبدیل ہوئی یہ ایک نیا سوال ہوگا۔ آپ نے ٹیلی ویژن میں دیکھا ہوگا کہ جو قدرتیں آواز کو محفوظ کر کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک ہو بہو پہنچاتی ہیں۔ وہی طاقتیں آواز کے ساتھ شکل و صورت کو لانے کی موجب بھی ہیں۔ گویا یہی طاقتیں آواز کو اور صورت کی ہیئت کو جنم دینے والی ہیں۔ اگر فی الواقعہ یہ تحقیقات صحیح ہے۔ تو پھر کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ یہ انسانی طاقت مادّے سے تعلق توڑ کر کسی وقت پھر محض قدرتوں کی گرفت میں آجائے اور اُن قدرتوں کی طرح نہایت تیز رفتاری سے اِس تمام کائنات میں اُڑتی پھرے۔ ایسی حالت میں بھی اِس کا نام خدا کے نزدیک انسان ہی ہوگا۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس کتاب کے مکمل مطالعہ کے بعد جوں جوں غور و فکر بڑھے گا۔ توں توں ہم سب اپنی ذات کی حقیقتوں سے آشنا ہوتے جائیں گے۔ اِس ضمن میں تحقیق در تحقیق کے بعد فطرت کے ایسے سربستہ راز افشا ہوں گے۔ جن سے صاف عیاں ہو جائے گا۔ کہ انسان کے ورثے میں تسخیرِ کائنات کی مہم کیوں کر آئی۔ نیز آنے والا دَورِ حکمت و سائنس اور فطرت کے میدان میں کیا کیا معجزات پیش کرے گا۔

ہم اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ کہ اگر اس کتاب کے مطالب کو حتمی اور آخری نہ سمجھتے ہوئے اِن کے متعلق مزید تحقیقات اور اجتماعی غور و فکر پیدا کرنے کا ٹھوس انتظام کر لیا گیا۔ تو وُہ دِن دُور نہیں کہ یہ انسان ایک نہ ایک دن اِن تمام معجزات کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہو جائے۔ یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ ہم میں سے کسی عالم نے ابھی تک خدا کے اِس انسانی اعجاز کو اور اُس کی اصل کو نہیں بلکہ اُس کے تخلیقی ادوار کو پُورے غور و خوض سے سمجھنے کی ادنیٰ کوشش نہیں کی۔ نہ اِس ضمن میں کوئی مبسوط رسالہ اور کتاب قلمبند ہوئی اور نہ کسی صاحب نے اِس طرف توجہ ہی دی۔ مغرب کے ایک مفکّر ڈارون نے لے دے کر اِس مسئلہ عظمیٰ پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ لیکن وُہ اکثر مفروضات سے پُر پایا گیا۔ اگرچہ بعض اوقات چند مفروضات بھی حقائق کو ظہور میں لانے پر قادر ہوتے ہیں لیکن بے سر و پا مفروضات جن سے تخلیقی کڑیوں کا سلسلہ کئی مقامات پر منقطع ہو جاتا ہو تحقیقات کے ضمن میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علمائے فطرت نے ڈارون کی تھیوری کو غیر صحیح اور محض ایک مفروضہ قرار دے دیا ہے۔

ہم نے از سرِ نو اِن دقیق مسائل کو چھیڑ کر علمائے فطرت کی توجہ قرآنِ عظیم و حکیم کی اطلاعات کی جانب مبذول کرا دی ہے۔ اور کوشش یہ کی ہے۔ کہ اِن مسائل پر بعد تحقیقات کوئی نہ کوئی حتمی اور آخری رائے قائم کی جائے۔ دوسری طرف ہمارے مسلمان علماء سنّی شیعہ مقلد اور غیر مقلد اور اِسی قسم کے بے معنی اور لاحاصل مسائل سے ہٹ کر فطرت و حکمت کے

Marfat.com

مسائل کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اس طرح ایک تو انہیں چین اور امن نصیب ہو گا۔ دوسرے یہ کہ وہ محض قرآن کی روشنی میں کوئی نہ کوئی ارتقائی معجزہ پیش کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اور اپنی قیمتی عمر کو بے معنی اور فضول بحثوں میں صرف کرنے کے بجائے حکمت و سائنس کے قرآنی علم کو کماحقہٗ اجاگر کرنے میں گزار سکیں گے۔ آج مغرب کے اطوار سے کچھ اس قدر بھیانک نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں جن سے نہ صرف تخریب و فساد کی بُو آ رہی ہے۔ بلکہ زمین کی ہلاکت بھی قریب تر صاف نظر آ رہی ہے۔ خدانخواستہ اگر مغرب تخریب اور شیطنت کی راہوں پر چل نکلا۔ تو یہ دلفریب دُنیا جس میں ہم سب اور ہمارے علاوہ کروڑوں انواع اپنی حیات کے دن کاٹ رہی ہیں۔ نقشِ غلط کی طرح مٹ کر فنا کے گھاٹ اُتر جائیں گی۔ وہ وقت محض کسی سنّی شیعہ سکھ عیسائی ہندو اور بُدھ کی تباہی کا نہیں ہوگا۔ بلکہ اجتماعی طور پر نوعِ انسانی کی ہلاکت اور اُمتِ واحدہ کی تباہی کا دن ہوگا۔ اِس طرح نوعِ انسانی کے ارتقا کی بقایا منزلیں بغیر طے کئے پڑی کی پڑی رہ جائیں گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ جنّوں کی فساد زدہ اور تخریب پسند اُمت کی طرح انسانی امّت بھی خلافتِ ارضی سے معزول اور راندۂ درگاہ ہو کر خلافت کے منصب کو بادلِ ناخواستہ کسی نئی امّت کے حوالے کر دے گی۔ یہ دن اُمّتِ انسانیہ کے لئے انتہائی طور پر سیاہ اور شرمناک، مصیبت و ابتلا اور فناء و استہلاک کا دن ہوگا۔ غضبِ خدا اور اُس کے عذاب کو قریب لانے کا دن ہوگا۔ ذلت اور انتہائی رسوائی کا وقت ہوگا۔

ہم نے اِسی اندیشۂ خطرناک کو پیشِ نظر رکھ کر اِس کتاب کو پیش کیا ہے۔ اِس سے نہ ہمیں کوئی علمی اعلا مقصود ہے۔ اور نہ کوئی ذاتی منفعت۔ عشق اگرچہ آزاد وادیوں کا پرند تھا۔ ہم نے اُسے بادلِ نخواستہ عقل کی گرفت میں دے کر خوابیدہ رُوح کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ؎

عشق اَب پیرویٔ عقلِ خدا داد کرے ٭ آبرو کوچۂ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی رُوح کو آباد کرے ٭ یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے (اقبالؒ)

بہرحال ہماری یہ آخری خواہش ہے۔ کہ نوعِ انسانی کو قرآنی نور کی تجلیات سے ہمکنار کر کے امن و سلامتی کے ماحول میں لایا جائے۔ اور تخریب پسند رجحان سے ہٹا کر اُسے بقائے حیات کے اہم فریضے کی طرف لگا دیا جائے۔ ورنہ ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہٗ
ناظم ادارہ تحقیقاتِ حکمۃ القرآن خوشاب
ضلع سرگودھا

Marfat.com

تسخیرِ کائنات کے مقاصد تک پہنچنا کیوں ضروری ہے

۱۲ : ۱۰۵ - وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ٥

ترجمہ :- اور آسمانوں (یعنی کائنات کی بلندیوں میں شمسی اور قمری کرے، لاتعداد اور دیگر ستارے اور سیارے نیز قدرتوں اور توانائیوں اور گوناں گوں مخلوقات کے ہجوم) اور زمین میں بھی (اسی طرح کے لشکروں کے) کتنے ہی اعجاز و نشانات صاف ثابت ہو رہے ہیں جن پر لوگ چلتے، گذرتے اور گھومتے پھرتے ہیں اور (باوجود اس کے) وہ (یعنی منکرین حق اور تسخیر کائنات کے عظیم انعام کو برکار کے برابر نہ سمجھنے والے) ان سے منہ پھیرے ہوئے یا ان کے مفادات سے اعراض کئے بیٹھے ہیں۔

تصریفِ آیاتِ قرآنی کے مطابق یَمُرُّوْنَ کے بین السطور معنے ملاحظہ ہوں۔

۱) تَمُرُّ - ۲۷ : ۸۸ - وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ٥
اور تو پہاڑوں کو اس حساب سے جامد یعنی ایک مقام پر کھڑا ہوا دیکھتا ہے (حالانکہ وہ تو بادلوں کی طرح گذرتے چلتے اور گھومتے پھرتے ہیں۔

۲) مَرُّوْا - ۲۵ : ۷۲ - وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ٥ اور جب وہ گھومتے پھرتے لغویات کے اکھاڑوں پر پہنچتے ہیں تو وہاں سے بزرگانہ انداز سے چلتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ ۸۳ : ۳۰ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ٥ اور (جب مجرم) اُن کے پاس سے چلتے ہوئے گذرتے تو استہزا اور عیب جوئی سے آنکھوں سے طنزیہ اشارے کرتے تھے۔

۳) مَرَّ - ۲۷ : ۸۸ - یہ آیت اوپر دی جا چکی ہے۔ ۲ : ۲۵۹ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ .... بستی پر گھومتے ہوئے گزرا اور وہ ویران تھی۔ ۱۰ : ۱۲ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَا اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۔ پھر جب ہم اُس کا دکھ دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح گھوم کر گذر جاتا ہے کہ گویا ہمیں کسی دکھ کے لئے جو اُسے پہنچا ہو پکارا ہی نہ تھا۔ ۱۱ : ۳۸ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ٥ (حضرت نوحؑ کو کشتی بناتے ہوئے) اور جب اُس کی قوم کے تمام سردار اس پر (یعنی کشتی پر سے) گھومتے ہوئے گذرتے تو اُس سے ہنستے ہوئے چل دیئے۔

۴) مَرَّتْ - ۷ : ۱۸۹ - فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ پھر وہ جب اُس پر پردہ ڈالتا ہے۔ تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اُٹھا لیتی ہے اور اُس کے ساتھ چلتی اور گھومتی پھرتی ہے۔

گویا یَمُرُّوْنَ کے بین السطور معنے گذرنے چلنے پھرنے اور گھومنے کے ہیں۔ اور آیت متذکرہ بالا کے مطابق یہ اطلاع کہ کئی لوگ آسمانوں کے بلند کروں پر گذرتے چلتے اور گھومتے پھرتے ہیں بے حد قابل غور ہے نیز جو لوگ جامد بن کر بیٹھے ہیں اور حق سے یا تسخیر کائنات کے عظیم انعام سے منکر بن چکے ہیں وہ آسمانی کروں سے کوئی مفاد نہ تو اُٹھانے کی جستجو رکھتے ہیں اور نہ اِس ضمن میں کوئی تگ و دو ہی کرتے ہیں یہی لوگ حق سے اعراض کرنے والے ہیں۔ (فَتَدَبَّرُوْا يَا اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ الْمُنْجَمِدُوْنَ)

خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہ۔ ناظم ادارہ تحقیقات حکمۃ القرآن خوشاب

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون ○ قرآن حکیم ۴۵:۱۳

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

سر کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم
محمد
کائنات کی سیر و تسخیر پر

SCIENCE OF HOLY QURAAN

حکمۃ القرآن

مجلد دوم

مصنف :-

خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی

ناظم ادارہ تحقیقات حکمۃ القرآن خوشاب (ضلع سرگودھا)

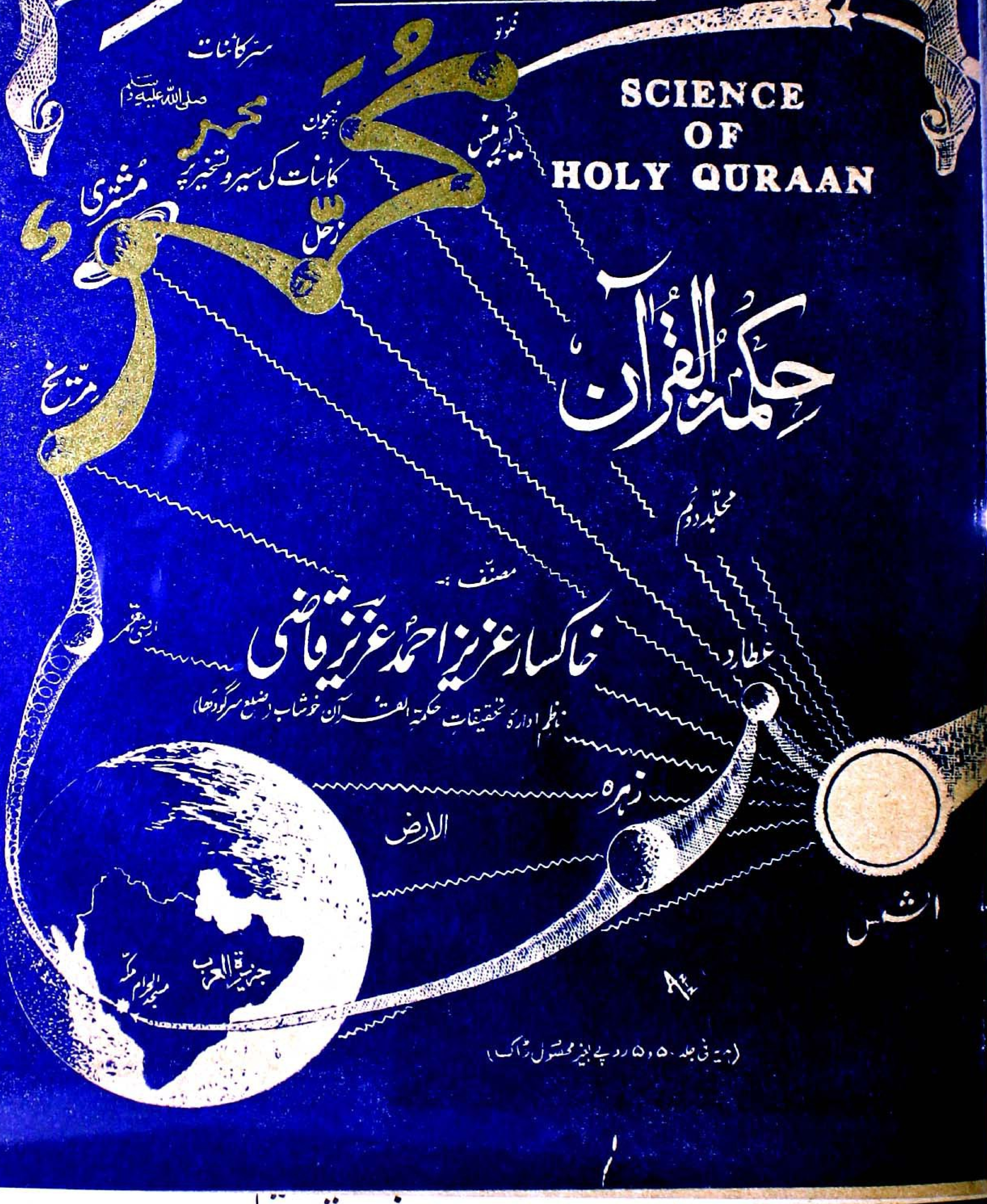

(قیمت فی جلد ۵٫۵۰ روپے بغیر محصول ڈاک)

Marfat.com

Marfat.com

عظیم فلسفی حضرت جلال الدین رومیؒ

وفات	ولادت
۶۷۲ ہجری مقام قونیہ	۶۰۴ ہجری مقام بلخ

حکمت قرآن (دوم)

ما چوں سبزہ بارہا روئیدہ ایم
نو صد و ہشتاد قالب دیدہ ایم

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

حکمۃ القرآن

○

باب دوم

○

انسان ـــــــــــ اور

اُس کی آخری منزل

تسخیر کائنات

کیوں ہے؟

○

خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی

Marfat.com

حِکْمَتُ الْقُرْآنِ

(ہیں (اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ (۳۵:۲۴)
میں دی گئی چار قدسیہ قدرتوں کے مظاہر کی تمثیل کی طرح چار ہی تمثیلی ناموں یعنی انجیر، زیتون،
طور سینین اور سرزمین امن و تحفظ کی قسم کھا کر)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝

ہم نے یقیناً یقیناً انسانی قدرت کو بہترین اور متوازن نوری اور مادی اجزائے ترکیبی سے
تخلیق کیا۔ (۹۵:۴)

( )

پرد در وسعت گردوں یگانہ
نگاہِ او بہ شاخِ آشیانہ
مہ و انجم گرفتارِ کمندش
بدست اوست تقدیرِ زمانہ

اقبالؒ

Marfat.com

نوعِ انسانی اور اُس کی کہانی

اِنسان کا شجرہ

اِنس
اَلنّاس
الرِّجال والنساء
بشر
آدم
اِنسان

اِنس کے لغوی معنے ۔ اَنَسَ سے اَنُسَ ۔ اَنساً و اَنَسَۃً
اَنُساً ۔ مانوس ہونا کسی سے محبّت کرنا ۔ کسی سے دل لگنا ۔
اَنَسَۃ ۔ مانوس کرنا ۔
اَنَسَ ۔ کسی چیز کو دیکھنا یا جاننا ۔ آنَسَہ ۔ لطف و مہربانی کرنا
محبت کرنا ۔ تسلی دینا ۔
آنَسَ ۔ آواز کا سننا ۔ آنَسَ الصَّوتَ ۔ یا کسی چیز کا دیکھنا
آنَسَ الشّیئَ قرآن حکیم میں آیا ہے ۔

آنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ نے طور کی جانب آگ کو دیکھا ۔
تَاَنَّسَ ۔ اِنسان ہونا یا کسی آہٹ کو معلوم کرلینا ۔ اِسۡتَاۡنَسَ ۔ وحشت کا دُور ہونا ۔ کان لگانا ۔ غور و فکر کرنا ۔
اَلۡاُنَاسُ ۔ وہ جن سے اُنس ہو ۔ بڑا گروہ ۔ جمع اُناس ۔
اَلۡاِنۡسَانُ ۔ انسان آدمی ۔ (مذکر مؤنث دونوں) اور اِنسانۃ ۔ بھی سنا گیا ہے ۔ غیر مزروعہ زمین ۔
اِنۡسَانُ الۡعَیۡن ۔ آنکھ کی پتلی ۔

مندرجہ بالا معانی سے انسان کی تشریح یوں مکمل کی جاسکتی ہے ۔

ایک حیرت انگیز تخلیق جس میں مانوس ہونے ۔ دیکھنے جاننے ۔ محسوس کرنے سننے اور غور و فکر کرنے کی تمام قدرتیں موجود ہوں ۔ گویا وہ بذاتِ خود ایک عظیم الشان قدرت ہے ۔ جس سے کئی دیگر قدرتوں کا اظہار بھی ہوتا ہے ۔ انسان کی تخلیق کا شجرہ جیسا کہ ہم نے اُوپر پیش کیا ہے ۔ غور کے قابل ہے ۔ ذرا غور و فکر کیا جائے تو اِس شجرے میں ایک اوّلین مقام ایسا آتا ہے ۔ جس کی تلاش ضروری ہے ۔ گویا اِنس سے پہلے کیا تھا آپ کہیں گے کہ عناصر اور مادہ جس سے اِنس خود بخود ظہور میں آیا ۔ ہم مجلد اوّل میں اس بات کا ثبوت پیش کرچکے ہیں کہ عنصر اور مادہ اگرچہ خدا کی عظیم تخلیق ہے ۔ لیکن بذاتِ خود اُس وقت تک ظہور میں نہیں آسکتا جب تک کہ کوئی قدرت بیرونِ کائنات سے متحرک نہ ہو ۔ اِس لئے ماننا پڑے گا ۔ کہ کسی تخلیق کے

Marfat.com

لئے اوّلین اعجاز محض قدرت وطاقت (ENERGY) کا اظہار (یعنی اَلدَّھر) ہے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ نے اپنے قرآن حکیم وعظیم میں اس کی تشریح یوں فرمائی ہے۔ مزید برآں اس ضمن میں ہم نوعِ انسانی کی تخلیق کی آٹھ منزلیں حسب ذیل صورت میں پیش کرتے ہیں۔

منزل اوّل ۔ ۷۶ : ۱ ۔ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا

کیا انسان کی تخلیق کے سلسلے میں اس پر ایک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ وہ کسی قابلِ ذکر عنصر کی جنس ہی نہیں تھا۔ گویا انسان اوّلین مرحلہ میں ایک قدرت تھی۔ جس نے آگے چل کر عناصر سے اپنا تعلق جوڑا۔ اور اس کا ثبوت یوں ملتا ہے۔

منزل دوم ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔

عَلَق کے معنے ۔ کسی بلند چیز کے ساتھ کسی دوسری چیز کو باندھنا یا معلق کر دینا۔ یا دونوں کا آپس میں تعلق پیدا کر دینا۔ نیز علق اس لکڑی کے دھرے کو بھی کہتے ہیں جس پر کنوئیں کی چرخی لگی ہو۔ اور اپنے ساتھ تمام بندھے ہوئے سامان کو چرا رہی ہو۔ علق کو جونک سے بھی تشبیہہ اس لئے دی جاتی ہے۔ کہ وہ بھی جسم کے ساتھ لٹک کر خون چوستی ہے نیز جو چیز چمٹ جائے اُسے بھی علق کہتے ہیں۔ معلقٌ کے معنے لٹکا ہوا۔ لہٰذا ہم اس آیت کے معنے یہ کریں گے:۔ انسانی قدرت پھر کسی دوسری شے یعنی عناصر اور مادّے سے منسلک ہو گئی۔ مادّے سے تعلق پیدا کر کے اُسے باشعور بنا گئی۔ مادّے سے معلق ہو گئی۔ چمٹ گئی یا اُس سے مل کر جذب و مستی میں آ گئی۔ اور ایک نیا رُوپ دھار لیا۔

انسانی قدرت کے اعمال کیا ہیں ؟

(۱) ۲۱ : ۳۷ ۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۔ یعنی انسانی قدرت نہایت ہی تیز رفتار ہے۔

(۲) ۱۷ : ۱۰۰ ۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۔ انسانی قدرت اپنی صفات کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کی عادی ہے۔ کسی اور نوع میں اس کی صفات موجود نہیں۔

(۳) ۱۷ : ۱۱ ۔ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۔ انسان اپنی تخلیقی اور ابتدائی قدرت کی وجہ سے ہر معاملے میں تیز رفتار ہے۔

(۴) ۷۰ : ۲۰ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ھَلُوْعًا ۔ انسانی قدرت ایسی ہے جس کی ارتقائی ہوس پوری نہیں ہوتی اپنے مطالبات وخواہشات سے سیر نہیں ہوتی۔

ھَلُوْع کے معنے ۔ بے صبر۔ ذرا صبر نہ کرنے والا۔ برائی سے ڈرنے والا۔ کسی چیز کی آرزو اور خواہش میں تڑپنے والا۔ لہٰذا آیت کی تشریح یوں ہو گی۔ کہ انسانی قدرت کو برائی سے ڈرنے والی اور خواہش پر خواہش کی آرزو پیدا کرنے والی صفات سے بنایا گیا۔ جب یہ قدرت شر سے مس کرتی ہے تو گھبراتی ہے۔ جب خیر سے مس کرتی ہے۔

Marfat.com

★ قُدرت انسان ایک گرج داراور پُرافتخار آواز سے نمودار ہوئی (قرآن)

(۱) خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ - - - - - - - - (۱) تمہاری تخلیق ایک مؤنث نفس یعنی ایٹم سے ہوئی جسکی جبلّت وحدت میں تھی.

(۲) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ - - - ★ (۲) قُدرت انسان کو (مادے اور قدرتوں کے ارتعاش سے پیدا ہونے والی) گرجدار اور پُرافتخار آواز سے پیدا کیا.

(۳) وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا - - - - - - (۳) پھر اللہ نے تمہیں زمین سے روئیدگی کی مانند اُگایا.

(۴) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ - - - (۴) اللہ نے تمہیں پہلے مٹی سے پھر (نئے انداز میں) نطفے سے پیدا کر دیا.

(۵) وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا - - - - - - - - (۵) پھر ہم نے تمہارے جوڑے (نر و مادہ) بنا دیئے.

(۶) ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ - - - - - (۶) پھر اب تم بشر کی صورت میں چل پھر رہے ہو.

Marfat.com

عظیم فلسفی حضرت جلال الدین رومیؒ

ولادت

۶۰۴ ہجری مقام بلخ

وفات

۶۷۲ ہجری مقام قونیہ

حکمت ازانوار (روم)

ما چوں سبزہ بارہا روئیدہ ایم
نو صد و ہشتاد قالب دیدہ ایم

Marfat.com

توڑ کر اُسے سمیٹ لیتی ہے۔

(اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاo وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا) مَس یعنی ...... چھونے کا لفظ یہاں بے حد معنے خیز ہے جس سے صریحاً کسی قدرت کا چھونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۵) ١٨ : ٥٤ - وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا - اور انسانی قدرت اکثر عناصر سے لڑائی کے اسباب تیار کرتی ہے۔ کیونکہ وہ خود بے حد جھگڑالو ہے۔ (هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ)

(٦) ٩٥ : ٢ - لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ - انسانی قدرت کو ہم نے بہترین خواص اور اسلوب میں تخلیق کیا جو چار مختلف الاثر قدرتوں کے تمثیلی ناموں یعنی۔ انجیر۔ زیتون۔ طُورِ سینا اور بلدِ امین کے اجتماع کے بعد اُن کے خواص پر قائم ہوئی۔ (اس آیت کی تشریح اپنے مقام پر مفصل کی جائے گی۔)

(٧) ٨٦ : ٤ - اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ط فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ط یہی نجم تو ہے جو ہر نفس یا ایٹم پہ ایک مخصوص اندازے سے (قدرتِ قدسیّہ جبریل میں سے) تقسیم کی قدرت پر محافظت رکھتا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ اس کی تخلیق ایک نفس یا ایٹم سے کیونکر ہوئی۔

(٨) ١٥ : ٢٦ - وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ o

قدرتِ انسان کی تخلیق ایک ایسی گرجدار آواز کی موجوں روں۔ شعاعوں اور کششوں کے مخلوط قوام سے ہوئی جو کسی عنصرِ ارضی (مثلاً یورانیم جس کا عنصری ٩٢ ہے) کے جوہری ذرات کے گدلے اور گاڑھے قوام سے جو بدبودار ہو چکا تھا لیکن چمکدار تھا اُٹھی یہ حیرت انگیز آواز بذاتِ خود عنصر نہ تھی۔ بلکہ یہ آواز فی الحقیقت ایک قدرت یا طاقت تھی جو مادے سے معلق ہوئی اور اس میں وہ تمام حسّیات جو سمع و بصر کے ساتھ ساتھ ایسی قوتیں بھی جو قلب و ذہن میں مستور نظر آتی ہیں سب کی سب موجود تھیں۔ آواز بذاتِ خود ایک طاقت کا نام ہے۔

صَلْصَال کے لغوی معنے۔ ذرّات کے ملے جلے گاڑھے گارے کی چمکدار۔ متکبّر اور متفخر گرجدار آواز اور حَمَاٍ مَّسْنُوْن کے معنے۔ مادّے کا بدبودار لیکن چمکدار گاڑھے قوام کا کیچڑ جس میں سیاہ کر دینے والی حرارت موجود ہو۔ قرآن میں ایک مقام پر مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّار کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اور متقدمین نے فخّار کے معنے ٹھیکرا یا پکی ہوئی مٹی کیئے ہیں۔ حالانکہ یہ اسم مبالغہ ہے۔ اور فخر سے فَخَّار یعنی بہت فخر کرنے والا۔ اسم مبالغہ میں فخّار اور فَخُوْر دونوں استعمال ہوتے ہیں جیسے غَفَّار اور غفور، ظَلَّام اور ظلوم نیز کُفَّار اور کفور علیٰ هٰذا القیاس صَبَّار بھی استعمال ہوتا ہے۔

لہٰذا آیت کے معنے یوں ہوں گے۔ یعنی انسانی قدرت کو ایک ایسی آواز سے پیدا کیا گیا جو گونج دار یا گرجدار اور پُر افتخار مبالغہ کی حد تک تھی۔

Marfat.com

مندرجہ بالا معانی سابقہ آیات کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے مربوط اس لئے کئے گئے ہیں کہ قارئین کو صلصال کی صحیح ماہیت کا کماحقہٗ علم ہو جائے۔

۴ : ۲۸ ۔ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۔ انسانی قدرت توبیش از بیش گنا زیادہ ہو جانے کی صفت پر پیدا کی گئی۔ (تمام آیت یوں ہے۔ يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا) گویا اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں (خلاؤں اور آسمانی فضاؤں میں پہنچا کر تمہارے جسمانی بوجھوں کو) ہلکا کر دیا جائے اور انسانی قدرت تو (بوجھ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ) وہ بیش از بیش گنا زیادہ ہو جانے کی صفت سے پیدا کی گئی ہے۔ ضعیف کے معنے کئی گنا زیادہ ہو جانا۔ جیسے سورۂ بقر میں آیا ہے۔ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً (۲:۲۴۵) جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے میں اُس کو کئی گنا زیادہ دے دے۔ مزید برآں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلا میں پہنچنے سے وزن برائے نام رہ جاتا ہے۔ گویا یہ آیت تسخیرِ کائنات کے رموز کو افشا کرتی ہے۔ کہ خلاؤں میں جہاں فصل کم ہو جاتا ہے۔ وہاں انسانی قدرت کی جوہری صلاحیت فزوں تر ہوتی جاتی ہے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق ضعیف کے واحد معنے محض بڑھنے کے ہیں۔ اگر کمزور کے ساتھ اس کا استعمال ہو جائے تو اس کے معنے کمزوری میں اضافہ کے ہوں گے اگر قوت و توانائی کے ساتھ اس کا استعمال ہوگا تو اس کے معنے قوت و توانائی میں بڑھنے کے لئے جائیں گے۔ جیسے لفظِ حرام ہے۔ اس کا استعمال مسجد الحرام کے طور پر بھی ہوا ہے۔ اور لحم خنزیر کے ساتھ بھی۔ لہٰذا اس کے بھی واحد معانی محض رکاوٹ کے ہوں گے۔ اگر اچھی شے کے ساتھ اس کا استعمال وارد ہوگا تو وہاں برائی سے رکاوٹ مراد ہوگی۔ اور اگر بری شے کے ساتھ اس کا استعمال ہوگا تو اس کے کھانے پینے یا عمل سے رکاوٹ ہوگی۔

المنجد میں ضعیف کے معانی مندرجہ ذیل لکھے ہیں۔

ضَعُفَ ۔ کمزور ہونا۔

ضَعَفَ ۔ زیادہ کرنا ۔ دوچند کرنا۔

ضَعَّفَهٗ ۔ دوچند کرنا ۔ کمزور کرنا۔

أَضْعَفَهٗ ۔ دوچند کرنا ۔ کمزور کرنا۔

ضَاعَفَهٗ ۔ دوچند کرنا ۔ ضَاعَفَهٗ الشي ۔ دوچند ہونا۔

الضُّعْفُ والضَّعْفُ کمزور ضِعْفُ الشي ۔ دوگنا دوچند ہونا۔

المضاعَفَةُ مِنَ الدرع ۔ ایسی زرہ جس کے حلقے دُہرے دُہرے ہوں۔

مندرجہ بالا معانی کو زیر نظر رکھتے ہوئے ہم مندرجہ ذیل آیت کے معنے یوں کرتے ہیں:۔

Marfat.com

سورۃ روم ۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ○

ترجمہ :۔ خدا وہی تو ہے۔ جس نے تم کو بڑھنے والی صلاحیت سے پیدا کیا پھر اُس بڑھنے والی صلاحیت کے بعد قوّت عطا کر دی پھر قوّت کی صلاحیت کے بعد اُس میں دوچند اضافہ کے خواص پیدا کر دیئے پھر بڑھاپا بنا دیا (یعنی جَعَلَ جہاں قوت میں اضافہ پیدا کرنے کے معانی دیتا ہے۔ وہاں جعل شیبہ کے ساتھ بھی اپنا استعمال ظاہر کرتا ہے۔ یعنی پھر بڑھاپا بنا دیا) وہ جس طرح چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ (یا جس طرح چاہتا ہے یہ خواص پیدا کر دیتا ہے) اور (انسان جیسی صاحب قدرت نوع بنا کر اُس کا صحیح علم جاننے والا) وہی صاحب دانش اور حقیقی صاحب قدرت ہے۔

بہرحال اگر اس لفظ کے معنے محض "کمزوری" لئے جائیں۔ اور آیت متذکرہ بالا کے معنے یہ لئے جائیں کہ انسانی قدرت کمزور پیدا کی گئی ہے۔ تو یہ آیت کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ یعنی یقیناً اور بالضرور ہم نے انسان کو بہترین خواص اور اسلوب میں تخلیق کیا۔ آیت ماسبق کی نقیض ثابت ہوگی۔ فتدبّروا۔

منزل سوئم ۔ جب انسانی قدرت عناصر کے جوہروں میں آئی۔ تو مادے کے جوہر روح یعنی نظامِ توانائی سے باریاب ہوئے۔ اور مادے کے ایک مخصوص جسم میں حیات نمودار ہوئی۔ اس کی تشریح قرآن حکیم میں یوں ملتی ہے۔

۱۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ ہم نے قدرتوں سے قائم کئے ہوئے الماء یعنی ایتھر سے) ہر عنصر کو پیدا کر کے حیات سے بہرہ ور کر دیا۔

۲۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (۷ : ۱۸۹)

وہی تمہارا خدا ہے جس نے تمہیں ایک مؤنث نفس سے پیدا کیا جو یکتائی میں تھا۔ ایک جزو لایتجزیٰ تھا۔ گویا ایٹم تھا۔ جو مخصوص عنصر کا تھا۔ اور اُسی عنصر کے ایٹم سے اُس کا جوڑا یا ہمجا بنا دیا۔ گویا نفوس یا ایٹموں میں بھی نر و مادہ کا عظیم الشان کلیہ موجود ہے۔ اور پہلے مؤنث ایٹم اور بعدہٗ اُسی عنصر سے اس کا ہمجا یعنی مذکر ایٹم بنتا ہے۔ آیات ۴ : ۱، ۳۹ : ۶ میں بھی نفسٍ واحدۃٍ موجود ہے۔

۳۔ ۵۱ : ۴۹۔ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

اور ہم نے ہر عنصر میں اُس کے نر و مادہ دونوں خلق کئے تاکہ تم (اس عظیم الشان حکمتِ کاملہ سے) سبق حاصل کرو۔

۴۔ ۳۶ : ۳۶۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے اُگنے والی ہر روئیدگی میں ہر ایک کے نر و مادہ بنائے اور اُن کے

Marfat.com

ایٹموں میں سے بھی یہی طریق کار ایجاد کیا نیز ایسی انواع کے بھی نر و مادہ بنائے جنہیں ہنوز تم بوجہ عدم ارتقاء نہیں جانتے۔

منزل چہارم ۔ خدا نے عناصر کے ایٹموں میں حیات پیدا کرنے کے بعد انسانی قدرت کو کئی طور طریقوں سے بدل بدل کر اسی زمین سے پہلے جڑی بوٹیوں کی طرح اُگا دیا۔ ملاحظہ ہو قرآن عظیم وحکیم :۔

(۱) ۷۱ : ۱۳ ۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝

لے بنی نوع انسان تمہیں سمجھ بوجھ کیوں پیدا نہیں ہوتی۔ کہ اللہ کی طرف ایک کامل وقار کے ساتھ امیدوار بن جاؤ۔ اُسی نے تمہیں مختلف طبیعاتی اور کیمیائی مراحل سے گذار کر موجودہ شکل وصورت میں پیدا کر دیا (اور ابتداء میں تو تمہیں) زمین میں سے روئیدگی یعنی گھاس پھوس کی طرح اُگا دیا گیا۔

(۲) ۸۴ : ۱۹ ۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ تم یقیناً ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری علیٰ ھذا القیاس نئی نئی حالتوں میں ارتقاء کر کے اپنے اعضائی انداز واطوار بدلتے جاؤ گے۔ اور بہتر سے بہترین ہوتے جاؤ گے۔

(۳) ۷۷ : ۲۰ ۔ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ کیا ہم نے (ابتداء میں) تمہیں ذلیل وحقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ (جڑی بوٹی کے مظہر میں آئی ہوئی قدرتِ انسانیہ فی الحقیقت ایک حقیر اور رسوا کن پانی میں تھی۔ اس لئے خدا نے اس کے بعد اُسے مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ (۸۶ : ۵-۷ ، ۱۸ : ۳۷) میں تبدیل کر دیا۔ اس ارتقاء سے وہ ایک گوشت پوست کے جسم میں آدھمکی۔ اُچھلنے اور کودنے والے پانی میں آموجود ہوئی۔

دَافِقٍ کے معنے کودنے والا۔ اُچھلنے والا اور گرایا ہوا جبکہ مھین کے معنے رسوا کن ذلیل۔ پستی میں رہنے والا گھٹا کم عقل بے تمیز حقیر اور خوار ہیں۔ لہٰذا پستی سے اٹھا کر بلندی پر سے کودنے اور اچھلنے والے پانی میں انسانی قدرت کو پہنچا دیا گیا۔

(۴) ۳۲ : ۷ ۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۔ نوعِ انسانی کی ابتدائی تخلیق عناصری ذرات (مٹی) میں سے ہوئی۔

(۵) ۲۳ : ۱۳ ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۔ انسان کو مٹی میں سے ایک سلالے سے پیدا کر دیا۔ سلالہ کے لغوی معنے۔ نئی چیز جو کسی چیز سے نکالی جائے۔

خلاصہ ۔ اولاد۔ نطفہ جو ہر۔ نچوڑا ہوا پانی۔ لیکن سلالے کے صحیح معنے خط کشیدہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

(۶) ۳۲ : ۸ ۔ پھر نسلِ انسانی کی پیدائش ایک باشعور جوہری پانی سے جس میں نفس یعنی ایٹم اور اس کی حیرت انگیز حیات شامل تھی سے کر دی۔

Marfat.com

(۷) ۳۵ : ۱۱ - مِنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ - چپچپی مٹی سے (روئیدگی ہمیشہ ایسی مٹی سے ہی پیدا ہوتی ہے)

(۸) ۶ : ۲۰ - هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

وہی تو خدا ہے جس نے تمہیں مٹی میں سے پیدا کیا پھر مٹی سے (بے مثال روئیدگی) پیدا کئے رکھنے کے لئے ایک میعاد کا فیصلہ کیا۔ پھر (بذریعہ توالد و تناسل) پیدا کرنے کے لئے میعاد مقرر کر دی۔ پھر ان میعادوں کے بعد ایک اور میعاد اُسی کی طرف سے مقرر ہے (جو بلا تناسل ہوگی) پھر بھی تم اس حقیقت سے شک و شبہ میں گرفتار ہو۔

(۹) ۸۶ : ۷ - ۶ - ہر نفس یا ایٹم پر نگہبان مقرر ہے پس انسان کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے۔ (گویا ایک محفوظ نفس سے وہ خود متنفّس بنا) جو اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا۔ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ (انسان) اس پر بھی قادر ہے کہ وہ اپنی پیدائش کے اِس طریق کار کو (جو نطفے یا اُچھلنے والے پانی سے جاری ہے) واپس لوٹا دے۔ (اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ) (یعنی وہ از خود ایک حیرت انگیز حکمتی نسخے کو ایجاد کر کے تولید انسانی کا طریق کار ایک نئے انداز میں جاری کرے۔ جس کی میعاد شق ۸ بالا میں دی گئی ہے)

نوٹ :- اِنَّهٗ کی ضمیر متقدمین نے خدا کی طرف لوٹائی ہے۔ حالانکہ آیات بالا میں نفس اور متنفس کا بیان مسلسل چلا آرہا ہے۔ اس لئے ہ کی ضمیر اُسی کی طرف ہونی چاہیئے۔ نیز رَجْع کے معنی بارش بھی ہے یعنی ایسا پانی جو آسمان کی طرف چڑھ کر پھر نئے طریق کار سے واپس لوٹ آتا ہے۔

(۱۰) ۶ : ۹۹ - وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝

وہی خدا تو ہے جس نے تمہیں ایک مؤنث ایٹم سے اٹھا دیا پھر تمہاری ارتقائی منزلوں کے لئے عارضی قیام اور نئی پناہ و آماجگاہ کے اوقات مقرر کر دئے ہیں۔ یقیناً یہ اعجاز ربّانی ایسی قوم کے لئے ہی مفصل نظر آئے گا جو فقہ اور غور و فکر سے کام لیتی ہے۔

منزل پنجم - انسانی قدرت کے مندرجہ بالا ارتقائی مرحلوں کے بعد یعنی روئیدگی کی طرح پیدائش کے بعد نوع انسانی کی پیدائش کا قرینہ کیونکر قائم ہوا۔ قرآن عظیم و حکیم کی مندرجہ ذیل آیات اس ضمن میں قابل غور ہیں :-

(۱) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝

(پھر روئیدگی کی طرح تخلیق کے بعد) ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کر دکھایا جو باہمی یعنی نر و مادہ کے باڈہ

Marfat.com

میں مل جانے والا ہوتا ہے۔ پھر اُس ملے جلے نطفے کو مختلف حالتوں سے دوچار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہی نطفہ سُننے اور دیکھنے والا بنا دیا گیا (کیونکہ اس میں انسانی قدرت کام کر رہی تھی)

۲۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ۔ اور یقیناً ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا۔ اور پھر انسانی یا بشری شکل وصورت عطا کر دی۔

۳۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔

اور ہم نے (روح یعنی نظامِ توانائی وقدرت سے جو قبل از تخلیق، انسانی قدرت میں مستور تھی) تم جیسے سنوارے ہوئے ڈھانچے میں سمع و بصر اور قلب و ذہن کے حیرت انگیز نوری آلات متحرک و متعمل کر دیئے لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ اب تم ان سے اپنے ارتقائی اعمال بہت کم سرزد کرتے ہو۔ اور اس طرح اکثر ناشکری کے مرتکب ہو رہے ہو۔

۴۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا (۳۵: ۱۱)

اور اللہ نے تمہیں (پہلے) مٹی سے (روئیدگی کی طرح) پیدا کیا (ایک منزل) پھر نطفہ سے (دوسری منزل) پھر نسل کی افزائش کے لئے تم میں جوڑے بنا دیئے (نر و مادہ) (تیسری منزل)

(۵) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنتُم بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ ٥ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا۔ (۳۰: ۲۰-۲۱)

یہ اُسی خدا کے حیرت انگیز اعجاز میں سے ہے۔ کہ پہلے تمہیں مٹی کے ذرّات سے روئیدگی کی طرح پیدا کر دکھایا جو جامد حالت تھی پھر (تم بے شمار ارتقائی منزلیں طے کرتے کرتے) ایک چہرے والی نوع میں (بشر) تبدیل ہو کر چلتے پھرتے ہو اور یہ اعجاز بھی اُسی کی طرف سے حیرت انگیز ہے کہ اُس نے تمہارے اندرونی ایٹموں سے (جو تمہارے نطفے میں مل جل کر انسانی صورتوں میں عمل خیز ہیں) نر و مادہ بنا دیئے (یعنی جس نطفے میں نر ایٹم زیادہ ہوتے ہیں نر بچہ پیدا کر دیتے ہیں اور جس میں مادہ ایٹم ہوتے ہیں اُن سے مادہ بچہ پیدا کر دیتے ہیں)

۶۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (۱:۴، ۳۹: ۶)

اے مانوس ہو کر رہنے والو اپنے رب کے فطرتی اور حکمتی لائحہ عمل میں تخریب کا باعث نہ بنو جس نے تمہیں ایک مؤنث ایٹم سے پیدا کیا جس کی جبلت اور فطرت وحدت میں تھی۔ جو محض جزو لایتجزیٰ تھا۔ اور پھر اُسی عنصر کے ایٹم سے اس کا نر یعنی مذکر ایٹم بھی پیدا کر کے اس کا جوڑا بنا دیا۔ پھر (کئی مرحلوں کے بعد) ان دونوں میں سے (جہاں کہیں بھی وہ رہتے زمین پر موجود تھے فضا کی سازگاری اور ایک منزل سے دوسری منزل

Marfat.com

میں لوٹانے کے بعد یکایک) بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پیدا کر دیں۔ (گویا روئیدگی کی کم تر اور ذلیل پیدائش سے ہٹا کر تم میں نر و مادہ کی شکلیں بخش کر رجال اور نساء کی شکلوں میں پیدا کر دکھایا۔

منزل ششم:۔ کئی پیدائشی مراحل کی نشان دہی۔ ملاحظہ ہو قرآن حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیت۔

۱ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ
لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا
ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ط ۸ : ۱۷ (۲۲ : ۵)

ترجمہ :۔ اے ہل جل کر رہنے والو! اگر تم اپنی پیدائش کے سلسلے میں کسی شک و شبہ میں پڑے ہو۔ تو غور سے سن لو کہ ہم نے یقیناً تمہیں سب سے پہلے مٹی سے گھاس پھوس کی طرح اُگایا۔ اِس منزل کے بعد تمہیں نطفہ سے خلق کیا پھر قدرتِ انسانیہ سے تعلق کے ذریعے (عَلَقَہ) پھر گوشت کے لوتھڑے کے ذریعے جو عمومی اور طبعی طور پر اور خصوصی و غیر طبعی طور پر (مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ) تخلیق ہوا۔ تاکہ تم پر (اپنی خالقیت کا اعجاز) ظاہر کر دیں۔ اور ہم جس کو چاہتے ہیں۔ ایک میعاد مقررہ تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو اور بعض قبل از پیری مر جاتے ہیں۔ اور بعض شیخ فانی ہو جاتے ہیں اور بڑھاپے کی نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بھی اشیاء کے علم سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔

ان آیات میں جو بہت ہی لطیف اور اہم نقطہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا نے مُضْغَہ کی اطلاع دیکر ساتھ ہی فرمایا ہے مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ۔ مُخَلَّقَہ کے معنے عمومی اور طبعی طریق پر تخلیق اور غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ کے معنے تخلیق کے کسی دوسرے خصوصی طریق سے۔ خَلَّقَہ کے معنے خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانا نیز کہا جاتا ہے خَالَقَهُمْ مُخَالَقَةً۔ فطری انداز میں معاشرت کرنا۔ نیز اَلْخُلْقُ وَ اَلْخُلُقُ طبعی خصلت عادت خو۔ مروّت۔ علم الاخلاق حکمت عملیہ کی ایک قسم جس کا نام حکمت خلقیہ ہے۔

ان معانی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ رحم میں گوشت کا لوتھڑا دو طریقوں سے قائم ہو سکتا ہے۔ ایک مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے جسے مُخَلَّقَةٍ کہا جائیگا۔ دوسرے بغیر مرد کے نطفہ کے اُسے غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ کہیں گے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش میں قائم ہوا۔ متقدمین نے مُخَلَّقَةٍ کے معنے بناوٹ میں کامل اور غیر مخلقۃ کے معنے بناوٹ میں ناقص کئے ہیں۔ اگر ذرا سا غور ان معانی پر کیا جائے تو جو دو باتیں اہم نظر آتی ہیں یہ ہیں کہ اوّل ناقص لوتھڑا سے پیدائش ہی ناممکن ہے۔ دوم آیت کے تمام مراحل میں یہ مرحلہ کہیں نظر نہیں آتا کہ خدا باپ

Marfat.com

کہ نطفے کے بغیر بھی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اور بغیر مرد کے نطفے کے لوتھڑا بن جاتا ہے اور اس سے تخلیق بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرتِ عیسیٰؑ کی ولادت کی مثال سامنے ہے۔ اس لئے جہاں تک ہم نے اس لفظ کے معنی کئے ہیں وہی درست نظر آتے ہیں۔ فتدبروا۔

مزید برآں آیت ۲۶ : ۱۳۷ میں آیا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ۔ یعنی یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں یا اوّلین کی عادت یا خُو ہے۔ علیٰ ھٰذالقیاس آیت ۶۸ : ۴ کے الفاظ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ بھی یہی ثابت کرتے ہیں کہ اے محمدؐ آپ کی عادات و اطوار یا عمومی اعمال بھی جن سے عوام کو ہر وقت واسطہ پڑتا ہے۔ بے اندازہ طور پر عالی اور بلند ہیں۔ گویا اس لفظ کا استعمال عام عادات اور طور طریقہ کے معنوں میں بھی ہوتا ہے۔

منزلِ ہفتم ۔ بغیر مرد کے نطفہ کے پیدائش جس میں محض والدہ کا نطفہ شامل ہو۔ ملاحظہ ہو قرآن حکیم و عظیم۔

ا، حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی مثال پیش فرماتے ہوئے خدا نے اطلاع دی۔ ۲۱ : ۹۱) وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰھَا وَابْنَھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ یعنی اس عظیم الشان عورت کا ذکر کرنا مجھے بھلا معلوم دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پھر ہم نے اُس عورت میں اپنی پیدا کردہ رُوح پھونک کر اُس کو (بغیر مرد کے نطفے کے رحم میں داخل ہونے کے) اس قابل بنا دیا کہ اُس کے پیٹ میں حضرت عیسیٰؑ کا مُضغَہ بن جائے اور حمل ٹھہر جائے۔ تو پھر ہم نے مریمؑ اور اُس کے بیٹے دونوں کے متعلق تمام دنیا کے لئے ایک خصوصی تولید کے اعجاز کو پیش کر کے اپنی حکمتوں کا قدیم راز کھول دیا۔ نہیں بلکہ ۲۳ : ۵۰ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّہٗٓ اٰیَۃً۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی والدہؑ دونوں کو ایک اعجاز بنا دیا۔

گویا ایسی پیدائش بھی خرقِ عادت اور خلافِ فطرت نہیں۔ بلکہ یہ ایک خصوصی فطرت ہے جس کا اعادہ ہوتا رہا اور ہوتا رہتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا واقعہ ایک مثالی واقعہ تصور ہوتا ہے۔

منزلِ ہشتم ۔ رائج الوقت پیدائشوں کے بعد جو اس دور میں ہو رہی ہیں۔ ایک اور طریق پیدائش بھی صاف نظر آتا ہے۔ جسے خدا نے خَلْقٍ جَدِیْدٍ یا خَلْقًا اٰخَرَ کہا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیات۔

ب ۲۳ : ۱۔ بے شک اور بالضرور ہم نے انسان کو مٹی کے ایک خلاصہ (مِّنْ سُلٰلَۃٍ) سے پیدا کیا۔ پھر اُسے نطفہ سے جو ایک مقررہ جگہ میں بنایا۔ (فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ) پھر اس کو عَلَقَہ سے پھر عَلَقَہ سے مُضغَہ پھر اس مضغہ سے ہڈیاں پیدا کیں پھر اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھایا (لہذا اُسے موجودہ شکل کا ایک فرد بنا دیا گیا) پھر اس کو کسی دوسری پیدائش کا شروع کر دیں گے (ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ) پس بہترین

Marfat.com

پیدائش کرنے والا بڑا ہی صاحب برکت ہے۔ پھر تم اس کے بعد یقیناً مر جاؤ گے (ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ۝)
پھر قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے۔ (گویا یہ سب منزلیں انسانی نوع کی اجتماعی موت سے پہلے طے ہوں گی)

۲) ۱۴ : ۳ ، ۳۵ : ۳ ۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ (اگر یا) جب وہ مناسب سمجھے گا تو تم کو (یعنی موجودہ طریق پیدائش والو) اچک لے گا اور نئی پیداوار (مخلوق) لے آئے گا۔

۳) ۷۶ : ۲ ۔ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا اور اُن کے جوڑے باندھے اور جس وقت ہم مناسب سمجھیں گے (یہ جوڑے باندھنے کے مثالی طریق کار کو بدل کر) ہم ان جیسے اور بدل دیں گے۔

گویا یہ نئی تخلیق ایک حیرت انگیز مثالی تخلیق ہوگی۔

۴) ۲۹ : ۱ ۔ مَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو شخص خدا سے ملاقات کرنے کی امید رکھتا ہے۔ تو (وہ ضرور رکھے کیونکہ) خدا کی مقرر کی ہوئی مدت تو ضرور اور بالیقین آنے والی ہے۔ اور وہ بڑا صاحب سمع اور علم ہے (اور ایسی ہی سمع و علم رکھنے والوں سے ملاقات کرے گا کیونکہ موجودہ آنکھیں تو اس کا ادراک بھی نہیں کر سکتیں) اور جس شخص نے (صاحب سمع اور صاحب علم ہونے میں انتہائی) کوشش کی تو وہ صرف اپنے تخلیقی نفس کے لئے ہی کوشش کر رہا ہے۔ (کیونکہ خدا کی ملاقات تو محض نفوس سے ہوگی جو علم کے بلند ترین مراتب تک پہنچ چکے ہوں گے) بے شک اور بالیقین خدا تمام دنیا (کے باقی انسانوں) سے (جو سعی و عمل کر کے اس بلند درجے تک نہ پہنچیں گے) بے نیاز ہے۔ (اور اُن سے ملاقات کرنا ہرگز گوارہ نہ کریگا)

(۵) ۸۴ : ۱ ۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ اور پورے چاند کی قسم تم ضرور ایک درجے سے دوسرے درجے تک چڑھتے جاؤ گے۔

گویا ارتقائے انسانی کے یہ تمام مظاہر تخلیقی اسی دنیا میں ظہور میں آتے جائیں گے۔

الغرض! انسانی قدرت کی یہ تمام داستان اس قدر عظیم ہے۔ کہ چشم کائنات حیرت زدہ اور ششدر ہے۔ اگر ان آٹھ منزلوں کو مسئلہ ارتقاء کے ضمن میں زیر غور لایا جائے تو ایک طویل باب بن جائے گا۔ نیز اگر عناصر کے فی الواقعہ آٹھ قبائل ہیں۔ تو اُن کے ارتقاء کا مسئلہ بھی ارتقائے انسانی کے عظیم اور پیچیدہ تر مسئلے کے ساتھ ایک یقینی مطابقت رکھتا ہے۔ فَتَدَبَّرُوْا

ابتدائے تخلیق

خدائے تعالیٰ نے قرآنِ حکیم وعظیم میں جابجا ابتدائے تخلیق کے مسائل کو یوں واضح فرمایا ہے۔

۱۔ ۱۰ : ۴ ۔ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۝ یعنی وہی خلقتوں یا پیدائشوں کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر انہیں باربار اس لئے پیدا کرتا ہے۔ تاکہ امن انگیز نیک اور صالح الاعمال مخلوق کو انصاف کے ساتھ قیام کا بدلا دیتا ہے۔

۲۔ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا کس طرح ایک قسم کی مخلوق کی ابتداء کرتا ہے۔ پھر اسے باربار پیدا کرتا ہے۔ بے شک یہ خدا کے لئے بالکل آسان ہے۔ اے محمد صلعم! انہیں کہہ دیجئے کہ اس زمین کے طبقات اس کے عناصر اور عناصر کے جوہروں کی چھان بین تو کرو۔ اور دیکھو کہ (ایک نفس واحدہ یعنی زندہ ایٹم کے اعجاز سے) ہر مخلوق کی ابتداء کیسے ہوتی ہے۔ پھر خدا اُسے (مزید ارتقائی خواص دیکر) دوسری جدّت میں اٹھا دیتا ہے۔ بے شک خدا تو تمام عناصر اور ان کے ایٹموں کے اعجاز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

گویا اوّلین صورت میں ایک نوع کی ابتداء کر دی جاتی ہے۔ پھر مخصوص مدّتوں کے بعد اس نوع میں ارتقائی تبدیلیاں کی جاتی ہیں جن سے وہی نوع بہتر انداز میں آجاتی ہے۔ ایسی ہر تبدیلی کو خدا نے نَشْاَةَ الْاٰخِرَةَ کہا ہے۔ اسی کا نام خَلْقًا اٰخَرَ بھی رکھا گیا ہے۔ مزید براں سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کا مطلب فی الحقیقت یہی ہے۔ کہ اس زمین کے طبقات اور اُن کے حیرت انگیز عناصر اور ان کے جوہروں کی چھان بین کی جائے انہیں مشاہدات اور تجربات کے بعد خوب دیکھا جائے اور ایسے ہر مرحلے پر علم کی نئی داغ بیل قائم کی جائے۔ ہر نوع کی ابتدائی تخلیق اُس کی عمر اور اُس کی اعضائی اور ارتقائی تبدیلیوں کا علم بھی ایسے تجربات اور مشاہدات سے ہی ممکن ہے

الغرض سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ سے مراد محض سیر و تفریح طبع نہیں بلکہ زمینی عناصر اُس کی مختلف طاقتوں اور اس پر بس بس کر نیست و نابود ہونے والی انواع اور اُن کی ہلاکت کے اسباب کا پتہ چلانا مقصود ہے خاص بات جو ان آیات میں سے آخری آیت افشا کرتی ہے۔ وہ عناصر کی قدرتیں اور ان قدرتوں پر خدائے یکتا کی عظیم قدرت کی خود مختاری ہے۔ اس لئے سیروا فی الارض سے یہ بھی مراد ہے۔ کہ زمین کی مختلف طاقتوں کا جائزہ لینا بھی نہایت ضروری ہے۔ پھر خدا کا یہ فرمان کہ جس طرح دن اور رات ایک کے پیچھے دوسرا آتے جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اور گذرا ہوا دن پھر واپس لوٹ نہیں سکتا۔ اِسی طرح آسمانوں اور زمین میں وجود میں آئی ہوئی خلقتیں سب کی سب ایک دوسرے کے بعد اگرچہ آ جا رہی ہیں۔ (لیکن کسی کا جانا اور کسی کا آنا فی الحقیقت ایک نئے ارتقائی وجود کو ثابت کرتا ہے) اِسی نظامِ تغیّر و تبدل میں خوفِ خدا رکھنے والی قوم کے لئے ایک بڑا اعجاز ہے۔ (اِنَّ فِی اِخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ ٥ ۱۰ : ۶)

ادھر قانونِ خدا کا فیصلہ یہ بھی ہے۔ کہ اِن خلقتوں کے پیدا کرنے اور ان کو آسمانوں اور زمینوں کے اندر پھیلا دینے کا مقصد حتمی طور پر یہی ہے۔ کہ سب کی سب اپنی خداداد صلاحیتوں کی طرف ارتقاء کریں بہتر سے بہتر تر مخلوق بننے کی دھن میں لگی رہیں۔ خلاقی اور صناعی جیسے نیک اعمال میں آگے بڑھتی رہیں اپنی قوت اور حفاظت کا سامان پیدا کرتی رہیں اِس غلبے اور ارتقاء کے بعد بالآخر لقائے رب کے انعام سے سرفراز ہوں۔ نہیں بلکہ اگر وہ اپنے بقا و قیام کے لئے کچھ نہ کریں گی تو ان کا نسیاً منسیاً ہو جانا یقینی ہے۔ انہیں دوزخ کی آگ میں ابدالآباد تک جلنا ہوگا۔ لقائے رب ہی ارتقاء کا وہ آخری درجہ ہے۔ جس سے ایک بے نور مخلوق نوری انواع میں شامل ہوتی ہے۔ اور اس کے انعام میں اُسے نعمتوں سے بھرپور وسیع و عریض جنت جسے مُلۡكًا كَبِیۡرًا کہا گیا ہے اور جسکی وسعت مشرق و مغرب کی وسعتوں سے بھی عظیم تر ہے تیار ہے۔ نوری مخلوق بن جانے والی انواع جب خدا کی ان عظیم الشان نعمتوں کو پا لیتی ہیں۔ تو بے ساختہ منہ سے سُبۡحَانَ اللّٰهِ کے نعرے لگاتی ہیں اور خدا کی دیگر نوری طاقتیں بھی (ملائکہ) اُن سے سَلَامٌ عَلَیۡکُمۡ کہہ کر ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھتی ہیں۔ اُن سب کی زبان پر رب العالمین کی حمد و ثنا ہوتی ہے۔ دوسری طرف لقائے رب سے محروم انواع رحمتِ باری سے دُور ہٹا دی جاتی ہیں اور وہ اپنی سرکشی میں ہمیشہ بھٹکی رہتی ہیں۔ (۱۰ : ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی یہ اطلاع کہ اے نوعِ انسانی ہم نے تم سے پہلے کئی زمانوں (القرون) اور اُن کی امتوں کو جب وہ ظلم اور بے راہ روی پہ اُتر آئیں تو انہیں ہلاک کر دیا۔ (اور ان پر قیامت کی گھڑی پوری ہوتی رہی) اُن کے پاس بھی اُن میں سے ہی پیغمبر واضح نشانات لے کر آتے رہے مگر اُن زمانوں کی اُمتیں امن و سلامتی پیدا کرنے میں ناکام رہیں اور اس طرح مجرم قرار پائیں۔ (۱۰ : ۱۳)

(نوٹ! یہاں القرون کا لفظ بے حد قابلِ غور ہے) پھر ان گذری ہوئی امتوں کے بعد اے انسانو! تمہیں اُن بہت سی سابقہ انواع کا جانشین بنا دیا یعنی اُن کی جگہ تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا گیا۔ خَلَائِفَ فِی الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ) تاکہ تمہاری نوع کو بھی آزمائیں کہ یہ کیا اعمال کرتی ہے۔ (۱۰ : ۱۴)۔

(نوٹ۔ یہاں خلائف کا لفظ جمع میں بے حد معنی خیز ہے) اور اب جبکہ تمہیں خلافتِ ارضی عطا کر دی گئی ہے۔

تو تمہیں بھی آیاتِ خدا سنائی جا رہی ہیں۔ لیکن تم میں سے بھی بعض ایسے ہیں کہ وہ ملاقاتِ رب کے انعام سے منحرف ہوتے جا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ آیات ان کے مزاج کے موافق بدل دی جائیں۔ کہ دیکھئے کہ اب خدا کا پیغمبر تو ان آیات کو بدلنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ اُسے اس کا اختیار ہی نہیں۔ وہ تو خُدا کے حکم کا تابع اور احکام خدا کی نافرمانی کے عذاب سے بے حد خوف زدہ ہے۔ (۱۰ : ۱۵)

(نوٹ۔ اِن آیات میں خَلٰئِفَ کا لفظ بہت سے جانشینوں کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن متقدمین کی تفسیروں میں صرف مکّہ والوں کی خلافت مراد لی گئی ہے۔ جو حتماً صحیح ثابت نہیں ہوتی)

مندرجہ بالا ترجمہ سے جو آیات کی ترتیب کے مطابق مسلسل دیا گیا ہے۔ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نوعِ انسانی اور موجودہ دور کی دیگر انواع بھی کئی ایک سابقہ امتوں کی جانشین ہیں اور سابقہ امتوں کی طرح ان میں بھی رُشد و ہدایت کا ایک ہی قدیم طریقہ رائج ہے۔ پھر مندرجہ ذیل آیت بھی اِس ضمن میں بے حد قابلِ غور ہے۔

۳ : ۱۳۸ - اے انسانو! تم سے پہلے بھی گوناں گوں مخلوقات کے لئے طور طریقے اور دین آتے رہے (سُنَنٌ) جو گذر گئے تو زمین کی مکمل چھان بین کے بعد اُن جھٹلانے والی انواع کا انجام معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ بیان اور اطلاع انسانوں کو اِس لئے دی جا رہی ہے۔ تاکہ یہ اُن کے لئے باعثِ نصیحت اور تقویٰ ہو۔

کیا خلافتِ ارضی نوعِ انسانی کی تخلیق سے پہلے بھی قائم تھی؟

اُوپر دی گئی آیت سے بخوبی علم ہوتا ہے۔ کہ انسانی نوع سے پہلے بھی خدا کا قانونِ فطرت وہی رہا جیسا آج ہے۔ انسانی نوع کے وجود میں آنے سے پہلے بھی کئی اُمّتیں اور خلقتیں یکے بعد دیگرے ارضی کائنات پر حکمران رہیں۔ اور ایک کے بعد دوسری زمین پر جانشین یا خلیفہ بنتی رہیں۔ اُن میں بھی قانونِ خدا کا نفاذ اور رسولوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ لیکن اُن کے اچک لئے جانے اور نئی نوع کے تقرر کا مقصد محض یہی رہا۔ کہ جو اُمتیں اپنے تحفظ اور بقا میں نااہل ثابت ہوئیں اور کائناتِ خداوندی میں امن بحال نہ رکھ سکیں یا امن کے برعکس تخریب کائنات کے درپے ہو گئیں۔ وہ مٹا دی گئیں۔ خدا کی طرف سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ کے الفاظ یہی کچھ ثابت کرتے ہیں۔ کہ انسان بھی کسی سابقہ نوع کا جانشین ہے۔ اس کی جانشینی بھی بالکل اُسی ڈھنگ سے ہے جیسی پہلی اُمّتوں کی تھی۔ اس نوع میں بھی قانونِ خُدا کا نفاذ ہے۔ اس میں بھی رسول تشریف لاتے رہے۔ اس میں بھی خدا کی قدیم سنت قائم رہی۔ اور وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلَا کا اعلان بدستور قائم رہا۔ گویا خدا نے کسی ایسی نوع کو جو خلافتِ ارضی کے قابل تخلیق کی گئی تھی کبھی اپنے محکم طریقِ کار سے مستثنٰے نہیں فرمایا۔ خدا کی یہ اطلاع کہ:- وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ (پارہ ۱۲) یعنی وہ تمام انواع جو زمین پر دباؤ ڈال رہی ہیں جن میں فلکی روئیں شعاعیں موجیں اور کششیں بھی شامل ہیں۔ اور اُڑنے والے جو دو پروں سے اُڑتے ہیں۔ سب کی سب نوعِ انسانی کی طرح کی

Marfat.com

اُمتیں ہی ہیں۔ گویا وہ عظیم الجثہ مخلوق جو انسانی نوع سے پہلے اِس زمین پر آباد تھی۔ اور جس کے رکازات آج جوفِ ارض سے انسان نے لا باہر کئے ہیں۔ اور جن کا وجود آج سطحِ ارض پر کہیں موجود نہیں۔ وہ بھی کوئی نہ کوئی سابقہ امتوں میں سے اُمّت ہی تھی۔ جو قیامت کی ہولناکیوں کا شکار ہوکر صفحۂ ارض سے معدوم ہوگئی۔ اور زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہوکر رہ گئی غرضیکہ اُمّتیں آتی جاتی رہیں۔ سب میں قانونِ خدا ایک ہی رہا۔ سب میں فرق یہی رہا۔ کہ اُن امتوں میں سے بیک وقت یا بیک قرن وہی اُمّت حکمران کہلانے کی مستحق رہی جو زیادہ باشعور۔ خدا کے قانون کو زیادہ سمجھنے والی۔ اور امنِ عالم کے لئے اپنی صلاحیتوں کو باحسن بروئے کار لاسکتی تھی۔ وہی نوع یا اُمّت خلافت پر متمکن رہی اور دیگر اُمّتیں اس کے تابع فرمان بنی رہیں۔ گویا ہر قرن اور زمانے میں خلافتِ ارضی قائم رہی۔ خواہ وہ کسی اُمّت کی ہی تھی۔ ایسی امتوں کے ناموں یا ان کی ہیئتوں کا ہمیں کوئی علم نہیں اُنہیں خدا ہی بہتر جانتا ہے :۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ (۱۵ : ۲۴)

یعنی اے موجوداتِ عالم! ہم ہی جانتے ہیں اُن اُمتوں یا انواع کو جو تم سے پہلے گذری ہیں اور ہم ہی یقیناً ایسی اُمّتوں یا انواع کو جان سکتے ہیں جو تمہارے بعد آنے والی ہیں "

گویا اُمتوں کا وجود یکے بعد دیگرے بدلا جا رہا ہے۔ اور معلوم نہیں یہ سلسلہ کب تک قائم ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں سابقہ انواع اور انسانی نوع کے بعد آنے والی نوع کی حقیقت واضح کرنے کے بعد خدا نے مندرجہ ذیل آیت انسانی نوع کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمائی۔ (منکم سے مراد یہاں انسانوں میں سے نہیں بلکہ انسانی نوع سے پہلے ہے جیساکہ خَیْرًا مِّنْھُنَّ (۶۶ : ۵) سے ظاہر ہے۔ کہ تم عورتوں سے بہتر عورتیں مِنْ حرف جر ہے۔ جس کے معنے (سے) ہے۔ نیز مستقدمین کے معنے محض یہی ہیں۔ کہ جو امتیں انسان سے پہلے گذر گئیں۔ کیونکہ اسی سورۃ کی آیت ۱۵ : ۵ میں صاف لکھا ہے۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ٥ فتدبروا)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ٥ (۱۵ : ۲۶)

(اس کے معانی قبل ازیں تشریح کے ساتھ بیان کئے جاچکے ہیں) گویا المستقدمین کے بعد انسانی نوع کو خلیفۂ ارض بنایا گیا جس کی پیدائش ایک پُر افتخار اور حیرت انگیز صوتی قدرت سے معرضِ وجود میں آئی۔ غور فرمائیں۔ جب اَلْمُسْتَقْدِمِيْنَ میں انسانی نوع شامل نہیں بلکہ وہ سب کی سب انسانی نوع سے کوئی جداگانہ نوعیت کی انواع تھیں تو انسانی نوع کی خلافت کے بعد جو انواع یکے بعد دیگرے زمین کی خلافت سنبھالنے والی ہیں وہ بھی فی الحقیقت کوئی جدا انواع ہی ہوں گی جن کا علم محض خدائے تعالیٰ کو ہے۔ ہاں اس قدر قرآن عظیم سے ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسانی نوع سے پہلے ایک جناتی نوع موجود تھی۔ خدا نے اِس حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے :۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (۱۵ : ۲۷)

Marfat.com

یعنی خلافتِ انسانی سے پہلے ہم نے جنوں کی نوع کو بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کر رکھا تھا۔

مندرجہ بالا آیات کے بعد انسانی خلافت اور ملائکہ کی مخلوق کے متعلق تفصیلی بحث ہے جو قرآن کے پڑھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ جس سے سابقہ آیات کا مطلب واضح طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان سب میں خلافتِ ارضی کی مختلف کڑیوں کا بیان ہی موجود ہے۔

پھر ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

۷۶ : ۲۸۔ اگر ہم چاہیں تو انسانی نوع کے بجائے اور خلقت بدل دیں۔

۶ : ۱۳۳۔ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِن
بَعْدِكُم مَّا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّن ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ ۝ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ
لَآتٍ ۖ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ۝

یعنی اور تمہارا پروردگار بے پرواہ اور صاحب رحمت ہے۔ اے انسانو! اگر خدا چاہے تو تمہیں (اس زمین سے، اچک لے اور تمہاری خلافت ارضی کے بعد جس کو چاہے خلافتِ ارضی بخش دے جیسا کہ قبل ازیں تمہیں کسی دوسری قوم کی نسل کے بعد کھڑا کر کے استخلاف دے دیا گیا ہے کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے۔ وہ ضرور وقوع میں آنے والا ہے اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے۔ (یہاں قَوْمٍ آخَرِينَ کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں) گویا معلوم ہوا کہ انسانی نوع سے پہلے بھی بہت سی انواع بطور خلیفۂ ارض رہ چکی ہیں۔ جن میں سے قریبی نوع جنوں میں سے تھی۔ اور انسانی قیامت کے بعد بھی کئی انواع کی خلافتوں کا سلسلہ جاری رہے گا جن کا علم صرف خدا کو ہی ہے۔ مزید برآں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ جنوں کو ان کی بدکرداری اور بداعمالی کے طفیل خلافت ارضی سے معذول کیا جا چکا ہے۔ اور اُن سے خلافت ارضی چھین کر نوع انسانی کے حوالے کی جا چکی ہے۔ اگر سابقہ آیات کا جو اس ضمن میں دی جا چکی ہیں اختصار کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں:۔

(۱) نوعِ انسانی سے پہلے بھی کئی انواع زمین پر خلیفہ یا حکمران رہیں۔

(۲) اُن میں بھی قانونِ خدا کا عمل و دخل اسی طرح رہا جس طرح موجودہ قرن میں ہے۔

(۳) اُن میں بھی اُن ہی میں سے ہی رسول آتے رہے۔

(۴) اُن کے ساتھ بھی جزا و سزا کا قانون اسی طرح جاری رہا جس طرح آج انسانی نوع کے ساتھ ہے۔

(۵) سب کی سب ایسی انواع لقائے رب یا ملاقاتِ ربّ العالمین کے انعام کی طرف بلائی جاتی رہیں۔

(۶) جن انواع کے افراد نے لقائے رب کی نعمتِ عظمٰی سے سرفرازی حاصل کی وہی نوری مخلوق بنتے رہے جیسا کہ آگے چل کر مفصل بیان کیا جائیگا۔

(۷) انسان سے قبل کی نوع جن ارضی خلیفہ تھی جسے معذول کر دیا گیا۔

Marfat.com

۸) انسان کے بعد بطور خلیفہ آنے والی نوع کا علم محض خدا کو ہی ہے۔

۹) جو دیگر کمتر انواع انسانی خلافت میں موجود ہیں وہ بھی ہماری طرح کی اُمتیں ہیں۔ لیکن وہ خود حکمران نہیں۔ بلکہ وہ خلیفۂ ارض کے ماتحت ہیں۔

۱۰) خدا نے اپنی طرف سے ہدایت و رشد و اصلاحِ احوال کا نظام ایک ہی طرح کا قائم کر رکھا ہے۔ اور کسی نوع کے لیئے اس میں تبدیلی نہیں فرماتا۔

۱۱) انسانی خلافتِ ارض بھی کسی دوسری قوم کی نسل کے بعد بطور جانشینی کے ہے۔ اور انسانی خلافت کے بعد پھر کسی اور نوع کی خلافت آنے والی ہے۔

ان واضح اطلاعات کے بعد اب ہم اس معیارِ خلافت کی وضاحت کرتے ہیں جو ہر ایسی نوع کے لئے ضروری ہے۔

۱) ۵۳ : ۳۱ ۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لا لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے وہ اللہ ہی کا اس لئے ہے۔ کہ وہ بُرے اعمال والوں کو انہی انواع اور خلقتوں کے ذریعے جو آسمانوں اور زمینوں میں موجود ہیں اُن کی کاہلی اور غفلت کی سزا دیتا رہے۔ اور حسنِ عمل کرنے والوں کے لئے یہی خلقتیں بطور انعام زیرِ اثر کر دے (تاکہ وہ ارتقاء کر سکیں)

۲) ۴۵ : ۴ ۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَاۗبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں اور زمینوں کے اندر امن پیدا کرنے رکھنے والوں کے لئے بے شمار اعجاز ہیں اور خود تمہاری تخلیق بھی اعجاز ہے اور وہ زمین پر دباؤ ڈالنے والی انواع اور تمام موجیں روئیں اشعاع اور کششیں جن کو وہ پھیلائے ہوئے ہے۔ سب کی سب یقین کرنے والوں کے لئے اعجاز ہیں۔

۳) ۱۰ : ۱ ۔ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

بے شک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو خلقتیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کر رکھی ہیں اُن سب میں ایسے لوگوں کے لئے جو قانونِ خدا سے خوف زدہ رہ کر رستہ تلاش کرتے ہیں اعجاز مضمر ہیں۔

۴) ۴۵ : ۱ ۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (۴۵ : ۱)

آسمانوں اور زمین میں بے شک امن کے دعویداروں کے لئے اعجاز ہیں۔

۵) ۳ : ۲ ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی مخلوقات میں اور دن اور رات کے اختلاف میں صاحبِ دانش لوگوں کے لئے بہت اعجاز ہیں۔ (لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ)

Marfat.com

۶) ۳۰ : ۲۲ - یہ آسمانوں اور زمین کی مختلف خلقتوں میں اسی کا اعجاز ہے۔ اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا بھی علم والوں کے لئے اعجاز ہے۔

نوٹ:۔ خَلْقٌ کے معنے مخلوق کے بھی ہیں اور پیدائش کے بھی۔ نیز یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ آسمانی اور زمینی خلقتوں کی زبانوں کا مختلف ہونا انسان کے لئے مزید کئی ارتقائی اُلجھنوں میں اضافے کا باعث ہے۔ جسے خدا نے اعجاز کہا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان ایک نہ ایک دن اِس معمہ کو بھی سمجھ لے۔

۷) ۴۵ : ۱۳ - وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ہ

اور جو مخلوقات آسمانوں میں ہے۔ اور جو زمین میں سب کو تمہارے مسخر کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ اِس محاکمۂ عظمیٰ میں تفکّر سے کام لیتے ہیں انہیں اس میں بہت سے اعجاز نظر آئیں گے۔

مندرجہ بالا آیت میں الفاظ "يُوْقِنُوْنَ" "مُؤْمِنِيْنَ" "اُولِي الْاَلْبَابِ" "يَتَفَكَّرُوْنَ" "يَتَّقُوْنَ" اور "لِّلْعٰلِمِيْنَ" بے حد قابلِ غور ہیں۔

۸) ۳۰ : ۲۵ - اور یہ بھی اُسی کے اعجاز میں سے ہے۔ کہ زمین اور آسمان اُسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ زمین سے تمہیں ایک آواز دے کر پکارے گا۔ تو تم فوراً زمین سے خارج ہو جاؤ گے۔ (اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ)

۹) ۳۰ : ۲۷ - وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ .... الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ہ

اور وہی ہے جو کسی خلقت کی ابتداء کرتا ہے۔ پھر خلقت کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ اور یہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔ اور اس کی شان زمینوں اور آسمانوں میں بہت بلند ہے۔ اور وہ بلند حکمت والا اور زبردست سائنسدان ہے۔

مندرجہ بالا آیاتِ خداوندی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آسمانوں (یعنی زمین سے بلند کرّوں ہیں) اور زمین میں بھی گوناگوں خلقتیں بس رہی ہیں جو فی الحقیقت خدا کے حیرت انگیز اعجاز ہیں۔ اور انسانی ارتقاء سے اُن کا گہرا ربطہ ہے۔ پھر یہ کہ وہ ایک خلقت کی ابتداء کر کے پھر اسی قسم کی ابتداء کا اعادہ بھی کرتا ہے۔ گویا ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کے لئے اس لئے بہت آسان ہے۔ کہ وہ صنّاعِ عظیم کی صورت میں بہت بلند حیثیت رکھتا ہے۔ نیز وہ بہت ہی عظیم ترین سائنسدان ہے۔

اب مشکل ترین معمہ جو باقی رہ جاتا ہے یہ ہے۔ کہ وہ خلقتیں جو اپنی ابتداء کے بعد گزر گئیں یا موجود ہیں۔ اور جو آسمانوں کی پنہائیوں میں یا زمینوں کے اندر موجود ہیں کیونکر ہیں۔ اُن کے کردار کیا ہے۔ اُن کی زبانیں کس طرح مختلف ہیں۔ وہ سب کی سب خدائی اعجاز کیونکر ہیں۔ نیز ان سب کی تسخیر کا حکم نوعِ انسانی کو کیونکر ملا۔ نہیں بلکہ اُن کے افراد

Marfat.com

میں ابدی زندگی کیونکر ہے۔ اور وہ ابدالآباد تک زندہ کیونکر رہ سکتی ہیں۔ گذری ہوئی امتوں کی خلافت کیونکر تھی۔ اور آج نوعِ انسانی کی خلافت کس غرض کے لئے قائم کی گئی۔

خدا کا ارشاد ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

یعنی ہمیں وہ کم سے کم مسافت کا ارتقائی راستہ دکھلا دے۔ یہ راستہ اُنہی انعام یافتہ امتوں کا راستہ ہو سکتا ہے (جو ملاقاتِ رب کے بعد فوری زمرہ میں جا پہنچیں) اس کے برعکس ایسی امتوں یا اُن کے افراد کا ایسا راستہ جو ملاقاتِ رب کے آخری منتہائے مقصود تک نہیں پہنچ سکا۔ نہ دکھلا۔ کیونکہ وہ اسی کے طفیل تیرے غضب کا شکار ہو گئے۔ اور صحیح راہ سے بھٹک کر رہ گئے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کم سے کم مسافت کا راستہ (صراطِ مستقیم) کیا ہے۔ اور اُسے کیونکر تلاش کیا جا سکتا ہے۔ مناسب ہوگا۔ کہ نوعِ انسانی اپنی نجات کے لئے اور ملاقاتِ رب کی تلاش کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرے جن سے اس قسم کا صحیح راستہ مل جانا ممکن ہو۔ ہمارے خیال میں ہمیں سب سے پہلے خدا کی پھیلی ہوئی تمام قدرتوں کا کماحقہٗ جائزہ لینا چاہیئے۔ اُن کی ماہیت کو سمجھ کر اُن سے اپنی مشکلات کا حل تلاش کرنا چاہیئے۔ مزید برآں عناصر اور اُن کے نفوس یا ایٹموں سے قائم شدہ مادے کی حیرت انگیز تخلیقِ ربانی پر تحقیقات کرنی چاہیئے جو بذاتِ خود کچھ نہیں اور محض قدرتوں کی پیداوار ہے۔ قدرتوں سے پیدا ہو کر پھر قدرتوں میں بدل جاتا ہے۔ خدائے پاک کی یہ حیرت انگیز عارضی ایجاد کیا ہے جس سے ہر ایک کی ابتداء ایک انداز سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے لئے موت وارد ہو کر پھر نئے انداز سے نئی ابتداء الٰہی خدائی قدرتوں کے طفیل معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ مغربی علمائے فطرت جن کا دعویٰ ہے۔ کہ موجودہ دور میں وہی سائنسی علوم میں اور علم ہیئت علم الارض یا علمُ السّمٰوٰت میں کافی ارتقاء یافتہ ہیں۔ آج تک یہ نہیں بتا سکے کہ:۔

۱۔ فلکی کرّوں کی کل اقسام کیا ہیں۔ اُن میں علیحدہ علیحدہ خواص کیونکر ہیں۔ اُن کی محوری اور دوری گردشیں کیونکر قائم ہوئیں۔ نہیں بلکہ بعض کرّوں کی محض محوری گردش اور بعض کی محوری اور دوری گردش کے ساتھ ساتھ اپنے مستقر یعنی مرکز ہرکولیس (HERCULES) پر تیرتے رہنا کیونکر قائم ہوا۔ ایسی حرکتوں اور گردشوں کے بنیادی عوارض کیا ہیں۔ کائنات میں شمسی نظام کل کس تعداد میں ہیں۔ اور ہر کرّے کی محوری یا دوری گردش ایک محدود حصۂ سماوی میں کیونکر قائم ہو گئی؟

۲۔ بجلی جب عنصر ہے نہ عمل تو پھر یہ چیز کیا ہے۔ جو کائنات کے ہر وجود میں کچھ اس طرح قیام رکھتی ہے۔ کہ کہیں محسوس بھی نہیں ہوتی۔ اور ہر آن اپنی تجلیات دکھا رہی ہے۔ مختلف اجسام میں اس کے جنریٹر کہاں ہیں۔ اور اجسام کو کس طرح توانا رکھتی ہے؟

Marfat.com

(۳) یہ عناصر فی الحقیقت کیا ہیں مادے کا وجود کیونکر ظہور میں آیا۔ کس دور سے اس کی ابتدا ہوئی۔

(۴) یہ مقناطیسی کشش کشش ثقل کشش اتصالیہ وجاذبہ اور کائنات کی ابتداء اس کی حفاظت کا انتظام کیونکر ہے۔ کیا کائنات کو ابدی دوام حاصل ہے۔ یا اس کی فنا یقینی ہے۔ اور کیونکر واقع ہوگی؟

(۵) زمین و آسمان کی پنہائیوں میں یہ حیرت انگیز موجیں رویں۔ شعاعیں اور کششیں جو بذات خود کوئی وزن نہیں رکھتیں بلکہ زمین پر دباؤ ڈال رہی ہیں۔ اور وزن پیدا کر رہی ہیں۔ کیونکر قائم ہیں۔ اگر یہ فی الحقیقت قدرتیں اور توانائیاں ہیں۔ تو ان کا منبع کہاں ہے۔ ان کے لشکر کس تعداد میں ہیں۔ ان کا آپس میں تعلق اور میل جول کن کن مظاہر کو پیدا کرتا ہے۔ یہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جانے والی قدرتیں اور توانائیاں کیونکر پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کے یہ اعمال کیوں ہیں۔ الغرض یہ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فی الحقیقت کیا ہیں؟

(۶) اجسام میں یعنی ہر جاندار نوع اور کائنات کے ہر کرّے میں نہیں بلکہ اس ساری کائنات میں حیات کیونکر نمودار ہوئی۔ اس کا مبدا کہاں ہے۔ اور کیونکر ہے؟

(۷) تابکار عناصر میں یہ خود بخود ایٹمی نظام کیوں قائم ہے۔ ان کی توانائی کے مظاہر اور محاکمات میں ایک حیرت انگیز مثالی مشابہت کیوں پائی جاتی ہے۔ ہر ایٹم پر توانائی کا نظام ایک ٹھوس ڈگر پر اور پوری محافظت کے ساتھ کیونکر قائم ہے۔ ہر ایٹم میں کل کس قدر قدرتیں عمل خیز ہیں۔ نیز یہ قدرتیں ان میں کہاں سے وارد ہوئیں اور کیونکر؟

(۸) دیگر عناصر میں بھی اگر توانائی کا نظام موجود ہے۔ تو وہ مستور کیوں ہے۔ ان میں تابکاری خود بخود کیوں پیدا نہیں ہوتی؟

(۹) اگر اس کائنات میں لاتعداد انواع۔ اجسام۔ کرّے اور جو کچھ ہمارے دائیں بائیں اور آگے پیچھے نظر آرہا ہے یا نہیں آرہا فی الحقیقت اپنا انفرادی وجود قائم رکھے ہوئے ہے کوئی ان کا خالق اور صانع بھی ہے یا نہیں؟ نہیں بلکہ یہ بنا بنا کر مٹانے اور مٹا مٹا کر بنانے والا کہاں ہے؟ کیا اس کی تلاش یا اس کی ملاقات ضروری ہے یا نہیں؟ اگر جواب مثبت میں ہے۔ تو پھر اس کی تلاش اور ملاقات کے وسائل اور اعمال کیا ہیں؟

ایک باشعور نوع کے لئے مندرجہ بالا نو محاکمات اگرچہ غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن اس تقاضے کے پس پشت تحقیقات کا وہ کونسا منظم دائرہ اعمال ممکن ہے جس سے ان معمّوں کا عقدہ حل ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو آنکھ دیوار سے پرے نہیں دیکھ سکتی جو کان دس گز کے فاصلے پر ایک آواز کو قابو میں نہیں لا سکتے۔ جو قلب و ذہن آنے والے واقعات کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔ نہیں بلکہ گذرے ہوئے واقعات پر بھی کماحقہٗ محافظت کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو پھر انسانی نوع کی یہ باشعور طاقتیں اپنے محدود وسائل سے ان محاکمات کو کیونکر حل کریں گی۔ یا ایک حل کے صحیح یا غلط ہونے پر کیونکر متفق الرائے ہو سکیں گی۔ کامل غور و خوض کے بعد ان مسائل کے حل کے لئے جو اہم نکتہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ انسانی قدرتوں کا شعور بھی فی الحقیقت کسی بہت بڑی باشعور اور حکیم و دانا ہستی کا محتاج ضرور ہے جس کی تعلیم اور جس کے اشارات کے بغیر اس

~~68552~~ 86052

Marfat.com

کائنات کی کوئی باشعور ہستی بھی کسی ایک مسئلہ کی لِم تک نہیں پہنچ سکتی۔

ہمارے نزدیک ایسی تعلیم اور اشارات کا حصول ایک واحد ذات قادرِ مطلق اور علیم و خبیر خداوند تعالےٰ سے ہی ممکن ہے۔ جو اپنی تمام صفات میں حکیم یکتا ہے جس نے ایسی تعلیم اور حکمتی اشارات انسانی نوع تک پہنچانے کے لئے ایک ٹھوس نظام پیدا کر رکھا ہے۔ جس کی اولین شق وحی ہے۔ اور ایسی وحی انسانی نوع میں سے ہی چند چُنے ہوئے افراد پر نازل کرتا ہے۔ جو خدا کی آواز کو عام انسانوں تک پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں۔ جس سے انسانی نوع علم و شعور میں ارتقا کرتی ہے۔ اور انجام کار اسی ہدایت و رشد کے نظام میں عمل پیرا ہو کر کائنات کے پیچیدہ تر مسائل کو ہی نہیں سمجھ لیتی بلکہ ان اعمالِ صالح کے طفیل وہ لاتعداد انعامات سے بھی نوازی جاتی ہے۔ اور بالآخر اپنی ارتقا یافتہ "قدرتِ باصرہ" سے اپنے خلاقِ عظیم تعالےٰ کو دیکھ سکتی ہے اور اس کی ملاقات بھی کر سکتی ہے۔

عقل و فکر اور وحی

وحی اُس خدائی علم کا نام ہے جو غیب کو الشہادہ میں لاتا ہے۔ اور انسانی ارتقاء کی ارزانی کے لئے انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے ملتا ہے۔ پھر اُمتیں اُسی غیب کو الشہادہ میں لانے کے لئے صدیوں تک عمل پیرا رہ کر انجام کار اپنی چشمِ بینا سے ان اشاراتِ وحی کے نتائج کو کماحقہٗ دیکھ لیتی ہیں۔ اطلاع صدیوں پہلے ملتی ہے لیکن افشا بعد میں ہو کر رہتا ہے۔ گویا یہ بتدریج ارتقاء ہی وحی کے حقائق کو تدریجاً منتشر کرتی چلی جاتی ہے۔ ارتقاء کے لئے کان آنکھ اور قلب و ذہن ہی فکر صالح کے وہ بلند کردار آلات ہیں جن کے ذریعہ سے وحی کے صحیح نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ فکر صالح سے اعمال صالح یعنی تجربات وغیرہ اور اعمال صالح سے ارتقا نشو و نما پاتی ہے۔ لہٰذا سمجھ لینا چاہیئے کہ ارتقاء ہی وحی کے تمام حقائق کو منصۂ شہود پر لاتی ہے۔ (۱۷ : ۳۶) عقل کا دائرہ عمل وحی تک محدود ہے اِس سے آگے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی حدود ہیں۔ جن کو عبور کرنا انسانی قدرت و طاقت سے بعید ہے۔ ہاں مادّے اور عناصر کی ذاتی قوتوں سے سمع و بصر اور قلب و ذہن کی قوتوں کو جلا مل سکتی ہے۔ خورد بینی آلات۔ مکبّر الصوت اور ضمیری حسیات یا غور و فکر میں نتیجہ خیزی پیدا کرنے کے لئے موزوں اور فائدہ بخش عناصر کے استعمال سے سمع و بصر اور افئدہ کی قوتوں میں مزید طاقتوں کا اضافہ کر لینا ممکن ہے گویا تجربات اور پیہم اعمال صالح سے ارتقاء میں اضافہ اور وحی کی مستور حقیقتوں سے پردہ اٹھا لینا کچھ مشکل نہیں۔ اِن اعمال صالح کے طفیل ہی فرد عالم کہلا سکتا ہے۔ تجربات اور مشاہدات کے میدان میں ہار کر بیٹھ جانا بے عملی اور بدکرداری کے مترادف ہے۔ ایک تجلی پر اکتفا کر کے دوسری کی آرزو پیدا نہ کرنا کفر ہے۔ جب تک وحی کے رازہائے دروں سے مکمل طور پر پردہ اُٹھ نہ جائے تجربات، مشاہدات اور تحقیقات کے پیہم عمل کو قائم رکھنا ہی عین ایمان ہے۔ الغرض وحی کے بعد ہی علم کا اجراء ہے۔ اور وحی سے آگے انسانی مقدر کے لئے کچھ نہیں۔ لہٰذا یہ کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ حکمت و علم وحی کے تابع ہے اور وحی کے ماسواء کوئی علم نہیں۔ جہاں تجربات میں وحی کے اشارات کا دخل زیادہ ہوگا وہاں حکمت و سائنس میں تخریب کم ہوگی اور جہاں

Marfat.com

وحی کو درخورِ اعتنا سمجھا جائے گا۔ وہاں تخریب ہی تخریب ہوگی۔ گویا وحی کے اشارات کو پوری طرح سمجھ لینا ہی علم کہلاتا ہے۔ اور ایسے علم سے ہی سچی حکمت و سائنس کی ابتدا ہوتی ہے۔ وحی اکتسابی نہیں۔ بلکہ نوعِ انسانی کی ارتقاء کے لئے اللہ تعالیٰ یہ انعام اپنے موزوں افراد کو بخشتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو خبر یا اشارہ کسی آنے والی حقیقت کو قبل از وقت پیش کر دے اس کا علم اکتسابی کیونکر کہلا سکتا ہے۔ گویا آنے والے دَور کی پیش گوئی کرنا اکتساب سے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مندرجہ ذیل اطلاع اِس حقیقت کو پیش کرتی ہے:۔

اللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (۷۵ : ۲۲)

نیز وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۲ : ۱۰۵) و (۲ : ۷۳)

یعنی غیب کو افشاء کرنے کے لئے مختلف توانائیاں اور نوعِ انسانی میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ منتخب کر کے بھیجتا ہے۔ اور اللہ اپنی رحمت کے لئے جسے موزوں سمجھتا ہے۔ مخصوص کر لیتا ہے۔

الغرض عقل و فکر محض وحی کے تابع ہے۔ اور اگر نوعِ انسانی پر وحی کا انعام نہ ہوتا تو انسان بھی بے شعور اور فکر و تخیل سے عاری نوع ہوتی رہے۔

کتبِ خداوندی میں جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کہیں اسرافیل کہیں میکائیل اور کہیں جبرائیل اور عزرائیل یعنی ملک الموت کا نام موجود ہے۔ تو معلوم ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس طرح ایک کاریگر کسی چیز کی ایجاد سے پہلے اُس کی شکل و صورت کا ڈیزائن تیار کرتا ہے۔ پھر اُس میں کام آنے والے عناصر کو مہیا کرتا ہے۔ پھر اس کی حفاظت کا سامان بھی مہیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ جلد خراب نہ ہو۔ اور ایک مدّت مقررہ تک بخوبی کام کرتی رہے۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ نے اپنے نظامِ فطرت و قدرت میں اِن چار قدسیہ قدرتوں کو ذخیل بنا رکھا ہے۔ ہم روز و شب اپنے مشاہدات میں دیکھتے ہیں۔ کہ کائنات کے ہر ذرّے سے لیکر بہت بڑے کرّے تک تجلّیات کا مرکز موجود ہے اور ان تمام کو ایک مدّت مقررہ تک رواں دواں رکھنے کے لئے ایک عظیم الشان قدرت بھی موجود ہے نیز ایسے تمام نظام کی حفاظت کا بھی ایک حیرت انگیز انتظام قائم ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ قدرتِ قدسیہ جبریل کی مرکزی قدرت یعنی (PROTONS) قدرتِ قدسیہ میکائیل کی تقسیمی قدرت یعنی (NUTRONS) جو بے حد پُر اسرار اور طوفان خیز مخلوق ہے۔ یہ قدرتِ قدسیہ اسرافیل یعنی (ELECTRONS) جو بے حد تجلّی خیز اور ہیبت ناک مخلوق ہے۔ نیز یہ قدرتِ قدسیہ عزرائیل یعنی (SOULTRONS) جس کے اعمالی نام قرآنِ حکیم میں سُلطان اور ملك الموت لکھے ہیں۔ فی الحقیقت خدائی نظامِ فطرت کی وہ عظیم الشّان قدرسیہ قدرتیں اور وہ عظیم الشان چار تعمیری اور نُوری انواع ہیں جن کے طفیل اِس کائنات کے ہر ذرّے کا وجود اور اس کا نظامِ حیات ایک مدّت مقررہ تک باقی ہے نہیں بلکہ نوعِ انسانی میں قدرتِ متخیلہ قدرتِ شعوریہ قدرتِ باصرہ اور قدرت سامعہ انہی چار سے قائم ہیں۔ اسی نظام میں مناسب نسبت و تناسب کے طفیل مزید لاتعداد اجسام اور اُمتیں جنم لے رہی ہیں۔ اور اپنی مقررّہ مدتِ حیات گزار کر فنا

Marfat.com

کے گھاٹ اتر رہی ہیں۔ لیکن خدا کی فطرت کاملہ کے طفیل خلیق جدید کی تھیوری کے مطابق پھر نئی نئی شکلوں میں جنم لے رہی ہیں۔ اُن آتوں کے چند افراد اعمال صالح کے طفیل ملاقاتِ رب سے ہمکنار ہو کر نوری مخلوق میں بدل رہے ہیں اور دوسری طرف کثیر اپنے بد اعمالی اور تخریبی کردار کی وجہ سے دائمی عذاب میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ گویا کائنات کی زینت فی الحقیقت اِن چار قدسیہ قدرتوں اور اُن کی ششکر انگیز توانائیوں کے طفیل ہی ہے۔

قُدرت اور مادہ کے مظاہر

یہ تمام کی تمام کائنات جس کی وسعتوں اور پنہائیوں میں لاتعداد کرّے اُن کے محور اور مستقر دور اور گردشیں، بے شمار مخلوق کے ہجوم بے پناہ توانائیاں یعنی کششیں تجلیاں روئیں اور موجیں ٹھاٹھیں مار رہی ہیں۔ عناصر کے ہیبت ناک مناظر اور رعد و برق کے دہشت ناک مظاہر کہیں ہست و بود کی دُنیا کو جنم دے رہے ہیں تو کہیں تہس نہس کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں اور تمام کارخانہ حیات کے ارد گرد چاروں طرف ایک مضبوط چھت اور ایک محفوظ اور بے شگاف آسمان قائم ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خدا کی نگاہ میں یہ ساری کائنات فی الحقیقت ایک ذرّے یا ایٹم سے زیادہ وسعت اور وقعت نہیں رکھتی۔ اس کے نزدیک یہ تمام محیط ایک ذرّہ ہی ہے۔ یا اِس کائنات کا ہر جزو لایتجزیٰ اِسی عظیم کائناتی ذرّے کی پیداوار ہی ہے۔ اور جو کچھ ہمیں اس کائنات میں سامنے نظر آ رہا ہے۔ وہی کچھ اس کے ہر ذرّے اور ایٹم میں بھی موجود ہے۔ گویا اس حقیر سے حقیر ذرّے میں بھی وہی کائناتی سماں وہی بجلیاں وہی تجلیات وہی کواکب اور کرّے وہی ذی حیات مخلوق وہی جبریل کے پروٹانز یعنی جوہر کی روح ایٹمی جانیں۔ وہی میکائیل کے نیوٹرانز جو غیب کو آشکار کرنے کا موجب ہیں۔ اور روح سے ہمکنار کر رہے ہیں۔ وہی اسرافیل کے الیکٹرانز کرّے اور ستارے جو اپنی محوری اور دوری گردشوں میں مجذوب ہیں۔ اور وہی عزرائیل یعنی، سولٹرانز کی حیرت انگیز حفاظتی اور مدافعتی دیوار یعنی ذرّے کا آسمان جو اس کی تمام اندرونی کائنات کو درہم برہم ہونے نہیں دیتا۔ صاف طور پر دکھائی دے رہا ہے۔ علم فطرت کا ایک طالب علم اپنی نگاہوں سے اگرچہ ایک حقیر ذرّے یا ایٹم کی کائنات کو آلات کے ذریعے اپنی دھندلی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ لیکن حیرت کا مقام یہ ہے کہ وہ ابھی تک کائنات کے اُس بڑے ذرّے کی ماہیت کو کما حقہٗ سمجھنے سے قاصر ہے۔ گویا وہ الٹی چال چل رہا ہے۔ بڑی چیز سے لاپرواہ ہو کر ایک بالکل لطیف اور حقیر چیز کی طرف جلدی سے لپک رہا ہے۔

ہمیں یقین ہے۔ کہ علمِ فطرت کا بھکاری جب تک اِس کائنات کے عظیم ذرّے کو اور اُس کی حیرت انگیز مخلوقات کو پوری طرح سمجھ نہ لے گا وہ ایک نامحسوس اور لطیف ترین ذرّے یا ایٹم کی بے حد باریک کائنات کو پوری طرح سمجھنے پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے۔ ؎

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

اس بے پایاں و بے کنار کائنات میں انسان سے پہلے بھی لاتعداد خلقتیں یکے بعد دیگرے اپنے اعمال دکھاتی رہیں۔ اور یکے بعد دیگرے قیامتوں سے دوچار ہوتی رہیں۔ ان پر قولِ حق یعنی جزا و سزا کا محاکمہ پورا ہوتا رہا۔ لیکن خدا کی اطلاع کے مطابق اُن خلقتوں کے صرف ایسے افراد کو ہی دوام حاصل ہوا اور خَالِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا کی صف میں آسکے جو صالح العمل تھے۔ جو خلاقِ عظیم کے بعد خلّاقی کے میدان میں اپنے جوہر دکھا گئے۔ اس طرح وہ خود بھی خالق بن کر اپنے رب اور خالق کو اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ثابت کرتے رہے۔ انہی کو ملاقاتِ رب نصیب ہوتی اسی لئے وہ ابدی زندگی سے سرفراز ہو سکے۔ اور نوری مخلوق کہلانے کے مستحق ہوئے۔

اُدھر خدا کی نگاہ میں جو خلقتیں اور انواع غیر صالح اور غیر شعوری رہیں اور خلّاقی کے میدان میں نہ اُتر سکیں وہی جہنمی قرار پائیں ہمیشہ جلتی رہیں۔ نیست و نابود ہوتی رہیں اور شیطانی قدرت کی تخریبی صفوں میں شامل ہو کر ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ بنتی رہیں۔ انہیں ملاقاتِ رب کیونکہ نصیب ہو سکتی تھی۔ اسی لئے ناری کہلائیں اور جہنم رسید ہوئیں۔ لہٰذا انہیں نعمتوں کی زندگی سے ہمکنار ہونے کا موقعہ میسر نہ آسکا۔ بلکہ اُن کے لئے ہمیشگی بربادی اور تباہی کی عمیق گہرائیوں میں ابدالاباد تک دفن ہوتے رہنا لکھ دیا گیا۔ اگرچہ ان کے لئے بھی خَالِدِیْن کے الفاظ آئے لیکن یہ الفاظ انہیں ہر آن بے نام و نشان اور نیست و نابود بنانے میں اپنا اعجاز دکھاتے رہے۔ یہ اُن کے لئے دائمی عذاب تھا جس سے وہ ابدالآباد تک دوچار ہیں۔ جُوں جُوں زمانہ گذرتا جا رہا ہے۔ ایسی بدبخت، غیر صالح کاہل و بے کار اور صناعی اور خلّاقی سے نابلد انواع کی کثیر تعداد اتھاہ گہرائیوں کے نیچے دبی جا رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(۱) ۶ : ۱۱ ۔ وہی پاک ذات ہے جس نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنا دیا۔ پھر چاند کی منزلیں مقرر کر دیں۔ تاکہ تم سنّوں کی گنتی کا علم اور مدّتوں کا حساب حاصل کر سکو۔ یاد رکھو کہ ان تمام انواع کو خدا نے فی الحقیقت پیدا ہی حق پر کیا ہے۔ اسی لئے وہ صاحبِ علم قوم کے لئے آیاتِ قدرت کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ دن اور رات کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے۔ ان تمام میں لامحالہ اس قوم کے لئے جو قانونِ خدا سے خوف زدہ ہے بیشمار اعجاز موجود ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو خدا سے بالآخر ملاقات کرنے کی امید نہیں رکھتے اور اسی دنیاوی زندگی سے راضی ہو چکے ہیں اور اسی سے مطمئن ہو کر ارتقا سے دل ہار بیٹھے ہیں۔ نیز وہ لوگ جو ہمارے (صحیفۂ فطرت کے) اعجازات سے غافل ہو چکے ہیں۔ (جن کا اشارہ ہم نے اُوپر کر دیا ہے) تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ اُن کے غیر صالح اعمال کی پاداش میں دوزخ ہے۔

(۲) ۲۹ : ۳ ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

اور وہ لوگ جو خدا کی (صحیفۂ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات سے منکر ہو کر خدا سے ملاقات کرنے سے منکر ہو گئے۔

Marfat.com

تو یہی وہ لوگ ہیں جو میری بے کراں بخششوں اور انعاموں سے مایوس ہو گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو دردناک عذاب ہوگا۔

۳) ۱۰ : ۵ ۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

اور جس دن ہم اُن کو (اُن کی غفلتوں کا حساب دینے کے لئے) اکٹھا کریں گے (اور یہ مہلت جس میں وہ اکٹھے بیٹھے ہیں۔ جلد اِس لئے کٹ جائے گی کہ) گویا وہ دن کا ایک گھنٹہ بھی چھوٹے نہ رہے (ادھر) ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ (کہ ہاں ہم سب ایک ڈگر کے تھے تو یقین ہو جائے گا کہ) بے شک وہی قوم گھاٹے میں رہی جس نے اللہ کی ملاقات کو جھوٹا سمجھا تھا۔ اور وہ راہِ راست پر آنے والے ہی نہ تھے۔

۴) ۲۵ : ۱ ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ نَرٰي رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝

اور وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی دھن نہیں رکھتے۔ (اپنی کٹ حجتی میں) دلیل پیش کرتے ہیں کہ (اگر ملاقاتِ رب ایسی ہی ضروری اور اہم شے تھی تو) کیوں ہم پر فرشتے نہیں اتارے گئے۔ (تاکہ ہم بھی نوری مخلوق بن کر خدا کی ملاقات کے قابل بن سکتے) یا کم از کم ہم اپنے رب کو دُور سے ہی دیکھ لیتے بے شک اِن لوگوں نے اپنی حیثیت کے بارے میں بہت ہی تکبّر ظاہر کیا۔ اور بہت ہی بڑی سرکشی کی ہے۔

انسانی نوع کا بالآخر نوری مخلوق میں بدل جانا کیا حیرت انگیز کیفیت پیدا کرے گا؟

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

۱) ۵ : ۱۶ ۔ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

بے شک تمہارے لئے خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب یعنی کائنات آچکی ہے جس سے خدا رضائے الٰہی پر چلنے والوں کو نجات کے راستے اور سلامتی کی شاہراہیں دکھا دیتا ہے۔ اور اُن کو اپنے حکم سے اندھیروں میں سے نکال کر نُور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انہیں بالکل سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

Marfat.com

۲؎ ۲ : ۱۷ ۔ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے شبِ تاریک میں آگ جلائی جب آگ نے اُس کے اِردگرد کی چیزیں روشنی کر دیں۔ تو خدا نے اُن لوگوں کا نور زائل کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (ذَهَبَ اللهُ بِنُوْرِهِمْ)

گویا آگ محض ظاہر چیزوں کو روشن کر سکتی ہے۔ لیکن نورِ کائنات کی چھپی ہوئی چیزوں کو بھی ظاہر کر سکتا ہے۔

۳؎ ۹ : ۳۲ ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کے بکواسات سے گل کر دیں (اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ) اور خدا تو اپنے نور کو (اپنے صالح العمل بندوں پہ) پُورا کر کے رہے گا خواہ یہ انعام کافروں کو بُرا ہی کیوں نہ لگے۔ (يُتِمَّ نُوْرِهٖ)

۴؎ ۶۱ : ۲ ۔ ایضاً

۵؎ ۵۷ : ۱۳ ۔ اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف بھی نظرِ شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ تو ان سے کہا جائیگا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ۔ نور کی تلاش اور اس کا حصول تو وہاں ہے۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کے اندرونی جانب ہے۔ اُس میں تو رحمت ہے اور اس کے بیرونی جانب عذاب اور اذیت۔

گویا سزا و جزا کے مرحلے کے بعد قیامت کے دن صالح العمل افراد نوری مخلوق میں بدل جائیں گے اور ان کے اور دوسرے بداعمال افراد کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل کر دیا جائے گا جس کے ایک طرف نوری مخلوق اور دوسری طرف معذب ناری مخلوق بس رہی ہوگی۔

۶؎ ۶۵ : ۱۱ ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر رسول نازل کیا ہے۔ (یعنی قرآن عظیم و حکیم) خدا کا پیغمبر تمہارے اُوپر اللہ کی آیات جو بیّنات سے ہیں پڑھتا ہے تاکہ جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالح بجا لائیں انہیں ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اور جو شخص ایمان لا کر اعمالِ صالح کرے گا۔ اُسے (نور سے منور کر کے) خدا باغ ہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ایسے لوگ ابدالآباد تک اس میں رہیں گے۔ خدا نے انہیں حیرت انگیز رزق سے سرفراز فرمایا ہے۔

۷؎ ۶۶ : ۸ ۔ مومنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دُور کر دے اور تمہیں بہشت کے باغوں میں داخل کر دے۔ اُس دن خدا پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ رسوا نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ نورانی مخلوق میں تبدیل ہو کر اپنے نور کو اپنے آگے آگے اور اپنی طرف چلتا ہوا پائیں گے۔ (نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ) اور خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف فرما (رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا)

إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٥) بے شک تو ہر عنصر پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

(۸) پارہ دوم رکوع ۸ - أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ط

بھلا جو مردہ ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے اُسے زندہ کر دیا۔ اور اُس کے لئے نور بنا دیا۔ (جو حیات کا باعث ہے) اور اُس کے ذریعہ نوری مخلوق بن کر لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا وہ شخص اس شخص جیسا ہو سکتا ہے۔ جو ظلمت میں پڑا ہوا ہو۔ اور اُس سے نکل ہی نہ سکے۔ اِسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں۔ وہ انہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

گویا یہ ارضی دُنیا فی الحقیقت ظلمت و نور کا امتزاج ہے۔ انسان اِس میں رہ کر اپنے صالح اعمال کے طفیل نوری مخلوق کے زمرے میں آ کر ملائکہ کی طرح چل پھر سکتا ہے۔ اور بداعمالی کے طفیل تاریکیوں میں پڑا بھٹکتا ہے۔

(۹) ۵۷ : ۱۲ - جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور دہنی طرف چل رہا ہوگا۔ اور وہ نوری مخلوق بن کر ایسی جنت کی بشارت پائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اُن میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

نوٹ:۔ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ کے معنے خیز الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ نورانی مخلوق کے پُر سکون بہشت پانیوں کی دُنیا سے اُوپر ہیں۔

(۱۰) ۵۷ : ۲۸ - اَے مومنو! خدا سے ڈرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دُگنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور تمہارے لئے نور بنا دے گا جس کے ذریعے تمام کائنات میں چلو پھرو گے۔ (وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ) اور تمہیں بخش بھی دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ باتیں اس لئے بیان کی گئی ہیں۔ کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ خُدا کے فضل کے بغیر کسی عنصر پر کوئی قدرت نہیں رکھتے (أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ) اور یہ کہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہی ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔

نوٹ۔ گویا اُس کے فضل کے بغیر تسخیر کائنات کے لئے بنائی گئی مشینری اور ایندھن صحیح فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

(۱۱) ۳۹ : ۲۲ - بھلا جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو۔ اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نورانیت کی طرف جا رہا ہو۔ (فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ) تو کیا (وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے۔) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل خدا کے ذکر سے اُلٹا سخت ہو رہے ہیں۔ (فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ط)

(۱۲) ۱۴ : ۱ - الٓرٰ - یہ ایک کتاب ہی ہے جو تمہارے لئے نازل کی گئی ہے۔ کہ لوگوں کو اندھیروں سے

Marfat.com

نکال کر نور کی طرف لے جائے. یعنی اس پروردگار کے حکم سے غالب اور قابلِ تعریف خدا کے راستے کی طرف (جس میں نورانی مخلوق بن جانے کے بعد لقائے رب کا انعام مضمر ہے)

۱۳) ۳۹ : ۶۹ - اور جب صُور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان یعنی بلندی میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے. مگر جس کو خدا چاہے پھر دوسری دفعہ جب صُور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے. اور زمین اپنے پروردگار کے نُور سے جگمگا اُٹھے گی اور اعمال کی کتاب کھول کر رکھ دی جائے گی. اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے. اور اُن سب کے ساتھ انصاف کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا. اور بے انصافی نہ کی جائے گی. (وَ اَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِآئَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ)

۱۴) ۳۳ : ۴۳ - وہی تو ہے جو تم پر (تمہارے بہترین اور صالح کردار کے طفیل) تحسین و آفرین بھیجتا ہے. (يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ) اور اس کے ملائکہ بھی تاکہ تم کو ظلمت سے نکال کر (اور نورانی مخلوق میں بدل کر) نور کی طرف لے آئے.

۱۵) ۵۷ : ۹ - وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح المطالب آئتیں (آیٰتٍ بَيِّنٰتٍ) نازل کرتا ہے. تاکہ تم ان کے طفیل (صالح العمل بن کر) اندھیروں سے نکل جاؤ. اور نُور میں آسکو (یعنی نورانی مخلوق بن سکو) لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ط)

نوٹ: جیسے قمر جو خود ظلمت ہے. لیکن سورج کی روشنی سے منیر کہلا کر نورانی بن جاتا ہے. اسی طرح خاکی انسان بھی تجلیاتِ خدا سے نُورانی بن کر رہے گا.

مندرجہ بالا آیات سے صاف واضح ہوتا ہے. کہ نوعِ انسانی کے صالح افراد اپنی قیامت کے بعد ایک نہ ایک دن نُوری مخلوق میں بدل جائیں گے اور جس طرح آسمانوں اور زمینوں کی پنہائیوں کے اندر بہت سی نُوری خلقتیں اب بھی موجود ہیں اُسی طرح نوعِ انسانی بھی اپنی قیامت کے بعد اُن میں اضافہ کا باعث بنے گی. اور اس کے لئے ایسی جنّت ہوگی جس کا عرض اور وسعت آسمانوں اور زمین سے بھی وسیع تر ہوگی. (عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ) وہ ایک بہت ہی بڑی کائنات ہوگی جس کی وارث کہلائے گی اور تعمیرِ کائنات کے ضمن میں ملائکہ کی ہم جولی ہوگی. (بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہوگی)

خدائے عظیم کے اس قاعدۂ کلیہ کے تحت اگر ہم یہ کہہ دیں کہ جن و انس کی انواع سے پہلے کی امتوں کے وہ افراد جن میں اعمالِ صالح کی اُتم صلاحیت موجود تھی اپنی قیامت کے بعد خالدین کی صف میں جا چکے ہیں. وہ ملاقاتِ رب سے بہرہ ور ہو چکے ہیں. علاوہ بریں اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ ملائکہ بھی فی الحقیقت کسی دور میں انسانی نوع کی طرح کی ہی کوئی صالح مخلوق تھی جو اپنی قیامت کے بعد ملائکہ کے نام سے منسوب ہو گئی نہیں بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نوعِ جبریل.

Marfat.com

نوعِ اسرافیل اور نوعِ عزرائیل بھی سب کی سب اپنے اپنے قرنوں میں کوئی عظیم تر صالح اور بہترین اعمال خلقتیں ہی تھیں جو بالآخر نوری خلقتوں میں بدل گئیں اور یہ انعامِ عظیم انہیں ملاقاتِ رب کے بعد ہی حاصل ہوا جس سے وہ ابدی زندگی کی وارث بن گئیں۔

نُور۔ نار اور خاک

اگر ہم کتاب اللہ کے مفہومات پر ذرا بھی غور کریں۔ تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ نُور نار اور خاک (یعنی زمین کے جملہ عناصر) فی الحقیقت تمام کے تمام ایک ہی صف کے مختلف مظاہر ہیں۔ نُور اور نار بذاتِ خود کوئی عنصر نہیں اور خاک عناصر کا مجموعہ ہے۔ گویا مادہ نہ نار سے ماوراء ہے۔ اور نہ نُور سے ماسواء ہے۔ مختلف قسم کے اعمال ہی مادہ کو نار میں اور نُور میں تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ اعمال ہی ہیں جو کبھی کسی عنصر کو ناری اور کسی کو نُور سے ہمکنار کر دیا کرتے ہیں۔ اگر چاند یعنی زمینی قمر بھی فی الحقیقت عناصر کا ہی مجموعہ ہے۔ تو خدا کے یہ الفاظ ہمیں چونکا دینے کے لئے کافی ہیں۔ کہ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا نہیں بلکہ ہماری اپنی خاکی زمین بھی اب ایک قمری کرّہ ہی ہے۔ اس لئے خدا کی مندرجہ بالا اطلاع کے مطابق اِس زمین کو بھی نُور ہی کہنا چاہیئے۔ لیکن جس کرّے اور خاک پر کسی لمحہ ظلمت چھا سکتی ہے۔ وہ اُس گھڑی میں منیر یا نور سے منسوب نہ ہوگا۔ نُورانی مخلوق فی الحقیقت وہی تصور ہوگی۔ جو کسی لمحہ بھی ظلمت سے دوچار نہ ہوتی ہو۔ اور ہر وقت توانا و درخشاں رہتی ہو۔

نوعِ انسانی اور انواعِ ملائکہ کی تخلیق کے زمانے

اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں مطلع فرماتے ہیں:۔

۱) ۱۷ : ۹۵۔ انسانوں میں انسان اور ملائکہ میں ملائکہ ہی رسول بنا کر بھیجے گئے۔

۲) ۲۲ : ۷۴۔ ایضاً

۳) ۳۷ : ۱۵۰۔ ملائکہ کی نوع انسانی نوع سے پہلے پیدا ہوئی۔

۴) ۴۳ : ۱۹۔ ملائکہ کی نوع اور انسانی نوع دونوں عباد الرحمٰن میں شامل ہیں۔ اور ملائکہ کی نوع انسانی نوع سے پہلے پیدا ہوئی۔

مندرجہ بالا چند مثالوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ملائکہ بھی فی الحقیقت نوعِ انسانی کی طرح مختلف انواع ہی ہیں۔ جو خلقِ جدید کے بعد نُوری صفات میں تبدیل ہو کر مختلف توانائیوں اور طاقتوں سے منسوب ہو رہی ہیں۔ لہٰذا یہ امر بعید نہیں کہ انسانی قدرت بھی خلقِ جدید کے بعد ایک نہ ایک دن ایک نئی توانائی اور طاقت کا باعث بن جائے۔

Marfat.com

اور اپنی اصل ذات سے ہمکنار ہو کر نوری مخلوق میں تبدیل ہو جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ابدی حیات اور دوام تو محض خلاقِ عظیم کو ہی سزاوار ہے۔ وہی حیّ و قیّوم ہے۔ اس کی مخلوقات کیونکر خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کی صف میں آ سکتی ہے؟ اس کا جواب ہمارے پاس یہی ہے کہ جن افراد کے صالح ترین افراد کو اللہ تعالیٰ کی دو بدو ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ اور وہ اس کی تمام تجلیات سے بہرہ ور ہو جائیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ خدا کی اس صفت سے متصف نہ ہو جائیں اگر شمس کا ضیائی نور قمر کو منیر رکھ سکتا ہے۔ تو خدا کی صفاتی تجلیات جو اس کی پیدا کردہ قدرتوں کے ذریعہ مظاہر پیدا کرتی ہیں۔ انسانی قدرت کو بھی اپنی آغوشِ مرحمت میں لے کر ابدی زندگی بخش دیں۔ ہم غور و فکر کے بعد جب خدا کے صفاتی نام ۹۹ قائم کرتے ہیں۔ اور ادھر رسالت مآب صلعم کے صفاتی ناموں کی تعداد بھی ۹۹ قائم کرتے ہیں تو نظر آتا ہے۔ کہ یہ اشرف الخلق اور اَحْسَنِ تَقْوِیْم میں آیا ہوا عظیم انسان صلعم فی الحقیقت خدا کی ابدی صفات سے ہمکنار ہو کر ملاقاتِ ربّ سے بہرہ یاب ہو چکا ہے خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کی صف میں پہنچ چکا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ملاقات ہی اُن کے لئے ابدی حیات کا انعام ہو گا۔ جو حَیّ و قَیُّوم کو پوری طرح دیکھ لے اُسے موت کیونکر چھو سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں کہنے دیجئے کہ یہ سب کی سب صالح العمل اور صنّاع و خلّاق انواع فی الحقیقت اُس صناع عظیم تعالیٰ کی قدسیہ قدرتیں بن چکی ہیں۔ جن کے لئے اب موت نہیں یہ وہی قدسیہ قدرتیں ہیں جو آج بھی اپنے مظاہر تجلیات اور اعجاز ہر سو دکھلا رہی ہیں۔ ایک ذرّے کے جوہر سے لیکر بڑی سے بڑی کائنات میں رواں دواں ہیں۔ ان پر قیامت گذر چکی اور کوئی نئی قیامت اِنہیں چھو نہیں سکتی۔ انسانی نوع کے متعلق خدا کا یہ ارشاد کہ:-

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

یعنی ہم نے انسان کو کل قوموں پر نہیں بلکہ اکثر پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہ اطلاع ظاہر کرتی ہے۔ کہ ابھی تک انسان سے اشرف اور افضل کوئی نہ کوئی اور خلقت کائنات میں ضرور موجود ہے۔ جو صالح انسان کی ہمنشین بن کر اپنی صلاحیتِ صناعی اور خلاقی کے شاہکار سے کائنات کی ہر چیز کو زینت بخش رہی ہے۔ اس معاملے کو خدا کا ارشاد مزید واضح فرماتا ہے۔

۴۱ : ۲۵ - وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

اور ہم نے اُن قدیم تعمیری اور تخریبی قدرتوں کی مخلوق کو بھی اُن کا (یعنی چھپی ہوئی متفرق مخلوق (جن) اور مل جل کر رہنے والی اور سامنے نظر آنے والی مخلوق (انس) کا) ہمنشین ٹھہرا دیا۔ اور ان قدیم خلقتوں نے اِس کائنات کو جو (آج) اُن کے سامنے ہے۔ اور آگے پیچھے پھیلی ہوئی صاف دکھائی دے رہی ہے۔ اُن کیلئے سنوار دیا اور اُسے زیب و زینت بخش دی۔ اور (اس طرح) اُن چھپی ہوئی متفرق خلقتوں (جن) اور سامنے نظر آنے والی اور مل جل کر رہنے والی خلقتوں (انس)

Marfat.com

کی اُمتوں میں اُن کی پیش رو (صالح امتوں) پر (جزا و سزا) کا اعلان صحیح کر دکھایا۔ اور یہ جن و انس کی امتیں تو (اُن انعام یافتہ اُمتوں کے بالمقابل) خسارے میں ہی رہیں۔

نوٹ:۔ اِن آیات کی مفصل تشریح جلد اوّل کے صفحہ ۹۰، صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

الغرض۔ نوعِ جبرائیل نوعِ میکائیل نوعِ اسرافیل اور نوعِ عزرائیل مزید براں یہ گوناں گوں ملائکہ کے لشکر فی الحقیقت خلاقِ عظیم تعالیٰ کی قدسیہ قدرتیں اور اُن کی طاقتیں ہیں۔ اور کائنات کی خلاقی میں جو معمار اور خدائے عظیم تعالیٰ کے جو کاریگر حصہ لے چکے ہیں یا اب تک لے رہے ہیں۔ وہ سب کے سب فی الحقیقت یہی نوری انواع ہیں۔ اب ہمیں خلاقِ عظیم باری تعالیٰ کے سمجھنے میں بھی کسی حد تک آسانی پیدا ہو چکی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس کی یہ نوری مخلوق اپنی صناعی اور خلاقی میں اس قدر بلند مقامات تک پہنچ چکی ہے۔ کہ یہ سب کے سب عناصر۔ یہ عظیم کرے یہ شمس و قمر یہ زمینیں اور کواکب یہ انجم اور شہاب یہ بجلیاں یہ موجیں اور روئیں یہ اشعاع اور کششیں یہ طلسم خیز مادے کی انواع الغرض اِس کائناتی ذرّے کی تمام تر موجودات اِنہی کی خلاّقی کا اعجاز ہیں۔ اُدھر تخریبی قُدرت عزرائیل جو ہر وقت تخریب اور فساد برپا کر کے تمام کائناتی انواع کو موت کے راستے پرلے جا رہی ہے۔ بھی حیرت انگیز ہے۔ اگر یہ قدرت نہ ہوتی تو پھر کسی تخریب کے بعد فنا کیونکہ ہوتی اور اس طرح اسی مقام پر ابدی حیات کے وسائل رُونما ہوتے۔

اب ہمیں غور و فکر سے نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے۔ کہ جس خدائے عظیم تعالیٰ نے حیرت انگیز ترتیب سے اِن قدرتوں کا جال بچھا دیا ہے۔ وہ خود کس قدر عظیم تر صناع کس قدر عظیم تر خلاق کس قدر عظیم تر مصوّر اور کس قدر عظیم تر مدبّر قادر اور توانا ہو گا۔ لہٰذا یوں کہہ دینا چاہیئے۔ کہ اس کی قدرتوں طاقتوں اور قوتوں کا صحیح اندازہ محال ہے۔

سابقہ اُمتوں کی خلافت کے بعد خلافتِ ارضی انسان کے سپرد کیوں ہوئی؟

سابقہ بیان کے بعد جو کافی حد تک تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ قارئین اندازہ لگائیں گے۔ کہ روزِ آفرینش سے یا نظام کائنات کے قائم ہونے اور زمین کے بن جانے کے بعد اِس الارض پر انسان سے پہلے بھی بہت سی اُمتوں کا قیام رہا۔ جو ایک دوسرے کے بعد زمین کی خلافت کے منصب پر رہیں۔ اس قرینے کے بعد انجام کار دَورِ حاضرہ کی انسانی اُمت اُن سابقہ اُمتوں کی جانشین مقرر کی گئی۔ یہ اُمت بھی سابقہ امتوں کی طرح باشعور خلّاق اور صناع مخلوق ہے۔

جیسا کہ ہم نے اِنس کی تعریف ابتدائے عنوان میں کی ہے۔ کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ ہر قرن میں اُمتیں دو اقسام پر مشتمل رہی ہیں اوّل جن جس کے معنے صاف طور پر یہی ہیں۔ کہ جو مخلوق چھپی ہوتی ہو اور متفرق زندگی گذارتی ہو۔ اور دوم انس اس کے معنے بھی صاف طور پر یہی ہیں کہ جو مخلوق نظر آتی ہو۔ مل جل کر رہتی ہو اور آپس میں متحد اور محبت و اُنس میں زندگی گذارتی ہو۔ گویا روزِ آفرینش سے اِنہی دو صفات کی اُمتیں اِس کائنات میں قیام پذیر ہیں۔

Marfat.com

تفریق تخریب کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ لہذا جنوں کی امتیں اکثر تخریب پسند ثابت ہوئیں اُدھر انس و اتحاد ہمیشہ تعمیری پہلو رکھتا ہے۔ اس لئے انس میں آنے والی تمام امتیں اکثر تعمیر و وحدت کو پسند کرتی رہیں۔ قرآن عظیم و حکیم نے جہاں جن و انس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہاں دو اقسام کی امتوں کا بیان ہی واضح فرمایا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انس سے محض انسان ہی مراد نہیں بلکہ وہ تمام اُمتیں مراد ہیں جو آپس میں محبت و یگانگت سے رہتی ہیں اور ان کی یہ صفات صاف صاف دکھائی بھی دیتی ہیں۔ چنانچہ آیت ۷ : ۳۴ میں ارشاد ہوا ہے :۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

یعنی جن و انس کی اُمتوں کے لئے فنا کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے۔ تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی۔

اس آیت کے بعد بنی آدم کے لئے اصلاح احوال کے ارشادات موجود ہیں۔ اور معاً بعد ۷ : ۳۸ میں یہ آیت وارد ہوئی ہے :۔

قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ...... وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ۝

تو خدا فرمائے گا کہ جن و انس کی جو اُمتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں۔ اُن ہی کے ساتھ تم بھی داخل نار ہو جاؤ۔ جب ایک اُمت وہاں جا داخل ہوگی تو اپنی بہن یعنی دوسری اُمت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب اس میں داخل ہو جائیں گے۔ تو پچھلی اُمت پہلی کی نسبت کہے گی کہ اے پروردگار ان ہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ تو ان کو آتش جہنم کا دگنا عذاب دے (ضِعْفٌ) خدا فرمائے گا۔ سب کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ مگر تم نہیں جانتے۔

مندرجہ بالا آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دونوں اقسام کی اُمتوں کے نافرمان گروہ اپنی نافرمانی اور بداعمالی کے طفیل واصل جہنم ہوں گے۔ لیکن دوسری طرف ان امتوں کے فرمانبردار گروہ مشیت ایزدی سے انعام بھی پائیں گے۔ یہ سزا و جزا کا معاملہ ہر امت کی فنا کے بعد ہی ہوگا اور ایسے ہر مرحلے کے بعد زمین کی خلافت کسی اور صالح اور باشعور مخلوق کے سپرد ہوتی رہے گی۔

چنانچہ آدم زاد انسان کی خلافت کا جب وقت آیا۔ تو خدا نے اپنی تمام توانائیوں کو پیش خاطر لاکر عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا۔ کہ میں سابقہ خلافت کے بعد نئی خلافت ارضی اب امت انس میں سے آدم کو دینا چاہتا ہوں چونکہ توانائیوں کی مخلوق آدم کے حالات کو اکثر دیکھ چکی تھی۔ لیکن باشعوری اور علمی استعداد کو عدل و انصاف کے ترازو میں وزن کرنے سے عاری تھی۔ اس لئے اس مخلوق نے آدم پر فساد اور قتل و غارت کا الزام عائد کرکے اپنی تقدیس و تسبیح کو استحقاق خلافت سمجھا لیکن خدا نے اپنے علم محیط سے ملائکہ کی مخلوق کی استدعا کو ٹھکراتے ہوئے علمی انتخاب پیش

Marfat.com

کر دیا۔ آدم چونکہ ایک شعوری مخلوق میں سے تھا۔ اور علیم خداوندی سے ارتقاء یافتہ تھا۔ اِس لئے وہ امتحان میں کامیاب ہُوا۔ اور اس نے تمام عناصر کے نام اور اُن کے خواص وغیرہ بھی بتا دیئے۔ اور ملائکہ نے یہ بیان دیکر اپنی جان چھڑائی کہ اے باری تعالیٰ تو پاک ہے جتنا علم تُو نے ہمیں بخشا ہے۔ اُس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو ہی علم محیط رکھتا ہے۔ اور حکمت و سائنس بھی سمجھتا ہے۔ تب تعمیری اور تخریبی توانائیوں سے آدم کے سامنے اطاعت گزاری کا عہد لینے کا اعلان فرمایا۔ اس پر تمام تعمیری توانائیوں نے لبیک کہدی لیکن تخریبی توانائی نے اِس سے انکار کیا۔ (۲ : ۳۴-۳۰)

غور و فکر کا مقام ہے۔ کہ اگر آدم کسی سابقہ اُمّت کا جانشین بنا تو اس میں استحقاقِ حق خلافت محض عِلم ہی تھا۔ محض فراست و شعور ہی تھا۔ لہٰذا آج ابنِ آدم کی خلافت کا برقرار رہنا تبھی ممکن ہے۔ کہ جس علم نے اُسے خلافتِ ارض کا حق دلایا وہی علم اس میں زندہ ہے۔ اس کا ارتقاء اُسی خداداد علم کے محور پر قائم رہے۔ انہی عناصر کے اسماء کو نہ صرف زیرِ نظر رکھے۔ بلکہ ان سے خداداد حکمت و سائنس سے اپنے ارتقاء اور تسخیر کائنات کے لئے اسباب تیار کر کے ملاقاتِ رب کا امیدوار بن جائے۔ نیز اپنے بالمقابل کسی اور امت یا کسی اور امت کے گروہ کو غالب نہ ہونے دے۔ اگر اپنی اجلِ مُسمّٰی تک اُس نے علمی جمال و جلال کا سماں باندھے رکھا تو یہ نوع بھی انشاءاللہ نُوری مخلوق میں بدل کر ایک نہ ایک دن ملاقاتِ رب سے سرفراز ہو کر خدا کی قدسیہ قدرتوں کے ساتھ جا ملے گی۔ اور اس ارضی خلافت کے بعد کائنات کی خلافت پر نگران کی حیثیت سے سابقہ زندۂ جاوید انواع میں اضافے کا باعث بن کر رہے گی۔ اُس کے لئے ایک ایسی جنّت ہوگی۔ جس میں وہ نہ صرف ہمیشہ رہے گی بلکہ اس کی وسعت آسمانوں بعد زمین کی وسعتوں سے بھی وسیع تر ہوگی۔ اس کی اطلاع خدا نے یوں دی ہے۔

۳ : ۱۳۳ ۔ وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥

ترجمہ :۔ اور پروردگار کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف لپکو جس کا طول و عرض بیکران ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں سے بھی وسیع تر ہے۔ جو خدا سے خوف زدہ رہنے والی خلقتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ وعدہ اٹل ہے۔

ایک مقام پر یہ بھی ارشاد ہُوا ہے۔

۷۶ : ۲۰ ۔ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ٥ یعنی بہشت میں جہاں آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے انعام و نعمت اور عظیم الشان سلطنت پاؤ گے۔

ذرا مزید غور و فکر سے کام لیا جائے تو مندرجہ بالا واقعات و حالات سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ دورِ حاضرہ میں جن خلقتوں کی قیام گاہ اور سیرگاہ نہ صرف یہ ساری کی ساری کائنات ہے بلکہ ان کا عمل دخل ماورائے کائنات بھی ثابت ہوتا ہے۔ اُن کا یہ تسلط کیونکر ہے۔ یہ قدرتوں اور توانائیوں کی شکلوں میں امواج زوئیں شعاعیں اور کششیں جو سب

روز ہمیں محسوس ہو رہی ہیں۔ اور نہ صرف قیام کائنات میں اُن کا عمل و دخل ہے۔ بلکہ کائنات کی ہر چیز کے لئے زینت و خوشنمائی حیات اور نمود کا باعث ہیں یہ وسیع تر کائنات اُن کے قبضے میں کیونکہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اِن کی تخلیق اور ان کا نوری انواع میں بدل جانا آدم یا ابن آدم کی تخلیق سے بہت قبل کا واقعہ ہے۔ آدم نے خلافت سنبھالی تو یہ سب کی سب اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوئیں۔ اگر بحکم خدا سجدہ ریز ہوئیں تو یہ حکم کیوں ہُوا تھا۔ اگر آج کل کا بھولا بھٹکا مسلمان ملائکہ کی حقیقت کو سمجھ لیتا تو وہ اِنہیں اپنے تجربات میں ہی نہیں بلکہ انہیں بچشم خود بخوبی سمجھ لیتا اور اُن کے خواص کے مطابق اپنے ارتقاء کے اسباب تیار کرتا۔ اور نہ صرف تسخیر کائنات کی مہم میں پہلا قدم خود رکھتا بلکہ ملاقاتِ رب کے انعام کے لئے اوّلین امیدوار وہی ہوتا۔ چونکہ تسخیرِ کائنات کا حکم نوعِ انسانی کے لئے ہے۔ اِس لئے آئندہ جا کر انسان ہی تسخیرِ کائنات کی مہم کو سر کرنے کا موجب ہو گا۔

اگر ہم نے خدا کی اِن قدسیہ قدرتوں کو سمجھنے میں غلطی نہیں کھائی اور اگر فی الحقیقت اِس کارخانۂ حیات اور کائنات فطرت کی یہ صحیح تفسیر یہی ہے۔ تو مزید سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ انسانی عظمت کا صحیح مقام کیا ہے۔ اُسے انجام کار کیا کرنا ہے۔ اور کہاں پہنچنا ہے۔ اُسے ابھی یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس کامران ابدی زندگی کے برعکس اگر اس نے تخریب کائنات میں پیش قدمی کی اور اعمال میں صلاحیت پیدا نہ کی شیطانی قدرت کے دام میں آگیا۔ مغفرت کا طلب گار نہ بنا۔ ملاقاتِ رب کی اُمید نہ رکھی تو پھر اس کا حشر کیا ہو گا۔ یہی کہ وہ اپنے تخریبی اعمال کے سبب تخریب پسند شیطان کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جو اس کی ابدی تباہی اور اس کے ابدی عذاب کا باعث ہو گا۔ کائنات کی سلامتی اور اس کے حفظ و امن کے لئے ہی اُسے خلیفۃ الارض بنایا گیا تھا۔ اُس میں علم اور خلاّقی کی صفات موجود تھیں اور یہ اس کے فرائض میں شامل تھا۔ کہ وہ بھی خالق بن کر اپنے مالک تعالےٰ کو خلاّقِ عظیم ہی نہیں بلکہ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن ثابت کر کے رہے۔ ابدی حیات والی نوری خلقتوں کی ہم نشینی سے کچھ اخذ کر کے خود بھی ارتقاء کرے۔ فلاح و نجات کے اسباب تیار کرے۔ نہیں بلکہ اس معمہ کو سمجھنے کی انتہائی کوشش کرے۔ کہ نوری خلقتوں کے ساتھ اس کی ہم نشینی کا مطلب منشائے ایزدی میں کیا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے انسان کو کائنات میں دعوتِ فکر و عمل غالباً اِسی لئے دی تھی کہ وہ کائنات کی پُرپیچ وادیوں میں نوری انواع کے اعجازات کو بچشم خود دیکھے اور ان سے حسب منشا کام لے۔ "وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا حیرت انگیز اعلان اِسی لئے تھا۔ کہ انسان اِس غور و فکر سے کائنات کی مشینری اور اُس کے کل پرزوں کو بخوبی سمجھ لے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

۴۰ : ۵۷۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا النّاس کے پیدا کرنے سے بڑا کام ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

Marfat.com

گویا آسمانوں اور زمین کی سابقہ امتیں جو نوری بن کر آج بھی کائنات میں جلوہ افروز ہیں انسان کے لئے ایک درس عبرت ہیں۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جلوہ گاہ ہست و بود میں انسانی نوع کی خلافت ارضی آگے چل کر خدا کے نوری محاکمہ میں ایک نئے کلیئے اور نظریے کا باعث بنے گی اور یہ پروٹانز، نیوٹرانز، الیکٹرانز اور سولٹرانز کے ادوار نوری میں ایک نئی نوری توانائی کا اضافہ کرے گی کیونکہ حدیث قدسی سے افشاء ہوتا ہے۔ کہ

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً .... یعنی خدا انسان کی پیدائش سے پہلے فی الحقیقت ایک مخفی خزانہ ہی بنا رہا۔ انسان کو پیدا کر کے اس نے اپنے آپ کو آشکار کر دیا۔

گویا انسانی تخلیق و ارتقاء سے خدا کے اس تمام کارخانۂ حیات کی وضاحت کچھ اس طرح ہو جائے گی۔ کہ اس کی شان خلاقی اور اس کے قائم کردہ نوری محاکمات کے تمام سربستہ راز پوری طرح افشا ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح انسانی نوع بھی خدا کی ایک عظیم آیت ثابت ہوگی۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

۲۵ : ۶ - اے محمد صلعم کہہ دیجئے کہ قرآن عظیم تو علیم و خبیر خدا نے اتارا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کی تمام تخلیقات کے سربستہ راز پوری طرح جانتا ہے۔ (یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ)

نوعِ انسانی کی تخلیق

آئیے! جسم انسانی کو دیکھیں اس کے حصوں اور ان کے کل پرزوں کو دیکھیں۔ آپ بخوبی یہ نتیجہ اخذ کریں گے۔ کہ یہ جسم چار حصوں پر مشتمل ہے۔ اور ہر حصے کے مختلف کردار ہیں۔

اوّل - گوشت - جس میں بالوں کی طرح باریک باریک رگیں اور حیرت انگیز اعصاب موجود ہیں۔

دوم - ہڈیاں - جو جسم کی کائنات کو آپس میں میخوں کی طرح جوڑے ہوئے ہیں۔

سوم - خون - جس میں مختلف قسم کے عناصر کے سالمے اور ایٹم رواں ہیں۔ اس روانی میں نہ صرف حرارت موجود ہے۔ بلکہ جسمانی کائنات میں طاقت و توانائی اسی کے دم سے ہے۔

چہارم - پوست - جو جسمانی کائنات پر مضبوط چھت اور بیرونی حملوں سے اس کی حفاظت میں لگی ہے۔

اب ذرا مزید غور فرمائیں۔

اوّل - سینے سے نیچے کا حصہ جس میں معدہ انتڑیاں اور دوسرے اعضا شامل ہیں۔

دوم - سینہ جس میں خون کی پیدائش اور اسے صاف کرنے کی لیبارٹری لگی ہے۔ اس میں ایک دل ہے جو مسلسل دھڑک رہا ہے۔ کہیں سے خون کو حاصل کر رہا ہے۔ اور کہیں سے خون کو اپنے تمام

Marfat.com

جسم میں تیزی سے دھکیل رہا ہے۔

سوم۔ چہرہ اس میں وہ آلات موجود ہیں جن میں بصارت وسماعت اور ذائقہ اور خوشبو حاصل کرنے کی وہ حیرت انگیز نوری قوتیں آتی جاتی ہیں۔ جن سے ہم کائنات کے مناظر اس کی آوازوں اور اس کے پھلوں اور پھولوں کا مزہ اٹھاتے ہیں۔

چہارم۔ دماغ اور ریڑھ کی ہڈی کا وہ مغز جو تمام جسم سے پوری طرح آگاہ اور حیات کے راز ہائے دروں سے ہر وقت باخبر رہتا ہے اسی میں حیات انگیز نوری تجلیات۔ اسی میں علم وخبر کی ایک لائبریری مستور ہے۔ اسی میں تخیل اور ضمیر کے سمندر انقلاب آفریں ہیں۔ گویا انسانی قدرت اسی میں سے انقلابات سے دوچار ہے۔ یہی ذہن بھی ہے اور یہی قلب بھی خدا نے اس کا نام افئدہ رکھا ہے۔ اسی کا نام صدر یعنی انسانی جسم کا بلند ترین۔ بلند وقار اور بلند کردار حصہ جس کے اشارات اور احکامات بدن کے ہر حصے کو حرکت میں رکھتے ہیں۔ جس کے حکم سے انسانی قدرت قدرتِ سماعت وبصارت سے کام لیکر باشعور اور مفکر بنتی ہے۔ گویا یہ حصہ جسمانی حکومت کا حکمرانِ اعلیٰ ہے۔ اور باقی تمام اعضائے رئیسہ اور آلات اس کی وزارت کے ارکان ہیں۔ اور اپنی سلطنت کو رواں دواں رکھنے میں اس کے ممد ومعاون ہیں۔ قرآنی علم میں خدا نے اسی کا نام قلب وذہن رکھا ہے۔

اگر اس چار کے عدد پر مزید غور وفکر کیا جائے۔ تو جسم کے اندر چار کا عدد حیرت انگیز طور پر طبی راز افشا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) خلطیں چار۔ خون۔ صفرا۔ بلغم۔ سودا

(۲) علم طب حصہ علمی کے چار باب۔ امور طبیعہ۔ حالاتِ بدن۔ اسباب۔ علامات۔

(۳) اعضائے رئیسہ چار ہیں۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ خصیتین

(۴) خانہ ہائے قلب چار ہیں۔ بایاں اذن و بایاں بطن۔ دائیاں اذن و دائیاں بطن۔

(۵) امراض کی تراکیب اربعہ۔ امراضِ خلقت۔ امراض مقدار۔ امراض عدد۔ امراضِ وضع

(۶) کیفیات کی چار حالتیں۔ سردی۔ گرمی۔ خشکی۔ تری۔

(۷) زمانہ ہائے امراض چار۔ ابتداء۔ تزائید۔ انتہا۔ انحطاط

(۸) مادے کی حالتیں چار۔ ٹھوس مائع گیس اور پلازما۔ اور اسی ضمن میں یونانی تصوری کے مطابق مٹی پانی ہوا اور آگ۔

Marfat.com

جسمِ انسانی کے اندر قوتوں اور قدرتوں کا نظام

علم کے تین قوت افزا آلات اور طبِ یونانی و اسلامی

جیسا کہ جلد اوّل میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا نے کسی چیز کے علم کے لئے تین عظیم قوتوں کا اعلان فرمایا ہے۔ جو جسمِ انسانی میں بہترین انداز میں قائم ہیں یعنی :-

(۱) سمع (۲) بصر (۳) افئدہ جو فواد کی جمع ہے۔ اور جس کے معنے قلب و ذہن ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ اعضاء جنہیں ہم کان آنکھ اور مغز یا سر کہتے ہیں سب کے سب محض آلات ہیں جن کے اندر قوتوں اور قدرتوں کی ترتیب ایک حیرت انگیز نظام میں مستور ہے۔ جب تک ان مخصوص قوتوں یا قدرتوں کی تجلّیات جلوہ ریز نہ ہوں یہ آلات ناکارہ برابر ہیں۔ جسمِ انسانی میں ان نوری قوتوں اور قدرتوں کا مقام کہاں ہے۔ یہ ہے وہ سوال جو ہم سب کے لئے بے حد قابلِ غور و فکر ہے۔

یونانی طب کی بحث میں ہم پڑنا نہیں چاہتے۔ جہاں تک ہمارے مطالعے کا تعلق ہے یونانی یا اسلامی حکما نے قوت کی تشریح **تاثیر فی الغیر** کی ہے۔ یعنی کسی دوسرے ذریعے میں سے اثر و احساس کا موجزن ہونا۔ یا جس توانائی سے کوئی فعل سرزد ہوتا ہو اُسے قوت کہا جاتا ہے۔ اس کی تین قسمیں مخصوص ہیں۔

اوّل۔ قوتِ نفسانی دوم۔ قوتِ حیوانی اور سوم۔ قوتِ طبعی

پھر ان قسموں کی ذیلی قسمیں قائم کر کے ہر قوت کے اثرات کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک ان کے ماخذوں کا تعلق ہے اس ضمن میں کہیں تشفی آمیز تشریح نہیں ملتی نیز اگرچہ ان تین قوتوں کی ذیلی قسموں کے نام اور اُن کی تشریح یعنی قوت طبعی کی دو قسمیں قوت شخصیہ اور قوتِ تناسلہ پھر ان کی تحتی قوتیں غاذیہ اور نامیہ مزید برآں قوت تناسلہ کی دو قسمیں مولّدہ اور مصوّرہ بیان کی گئی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس قوتِ نفسانیہ جس کا صحیح نام قوتِ نفسیہ ہونا چاہیئے کی دو قسمیں فاعلہ اور باعثہ پھر شہوانیہ۔ غضبیہ وغیرہ اور مُدرکہ کے تحت۔ مدرکہ بیرونی اور مدرکہ اندرونی۔ مدرکہ بیرونی میں قوتِ باصرہ قوتِ سامعہ، قوتِ شامہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ لامسہ جنہیں حواسِ خمسہ کہا جاتا ہے۔ اور مدرکہ اندرونی کے تحت حسِ مشترک، خیال، وہم حافظہ اور متصرّفہ اور متصرفہ کے تحت قوتِ متخیلہ اور مفکرہ۔ مزید برآں ایک تیسری قدرت حیوانی جو اعضاء میں حیات کا باعث سمجھی جاتی ہے۔ اور اُن میں قوتِ نفسانی کے قبول کرنے کی استعداد پیدا کرتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِن سب کا ذکر طب کی مسلّمہ کتب میں موجود ہے۔ لیکن حیرت انگیز بات جو اس ضمن میں سامنے آتی ہے وہ

Marfat.com

یہ ہے۔ کہ قوتِ بیان یا آواز جس کا حکمتی نام خدا نے صَلۡصَالٍ كَالۡفَخَّار اور صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡن
رکھا ہے۔ نیز خدا نے مندرجہ ذیل آیت میں جس کا واضح ذکر فرمایا ہے۔ یعنی "خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ وَ عَلَّمَهُ الۡبَيَان"
کی تشریح طب یونانی واسلامی کی کسی کتاب میں نہیں مل سکی اگرچہ قوّتِ ناطقہ کا نام ایک ذیلی قوت کے زمرہ میں لیا جاتا ہے لیکن
اُس کی تشریح یہ کی جاتی ہے۔ کہ جو ادراک کے بعد معانی جزئیہ میں تصرّف سے نفس ناطقہ کی خدمت کرتی ہے۔ وہ بھی قوتِ
متصرفہ میں سے ہے۔ اور اُسے قدرتِ متفکرہ بھی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے ہمارا مطالعہ اس ضمن میں ناقص ہو۔ لیکن جو ترتیب
قوتوں کی کتبِ طب میں ملتی ہے۔ اس پر غور کرنے کے بعد ہم کسی نتیجے پر پہنچے بغیر یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے قوتوں یا
قدرتوں کی ترتیب اُن کے بین ماخذ وں سے قائم ہے۔ یعنی قدرت سماعت، قدرتِ بصارت، اور قدرت قلب و ذہن۔ اس
کے بالمقابل انسانی ترتیبِ قوّت اور اس کی تحتی ترتیب بھی فی الحقیقت خدائی ترتیب کے متضاد اور برعکس ثابت ہوتی ہے۔
ہماری نگاہ میں ذہنی توانائیوں کی پیداوار قوتیں جن میں حواس خمسہ کی قوتیں اور قوتِ بیان وغیرہ کے علاوہ اور بھی کئی
قوتیں مستور ہیں سب کی سب ایک صف میں آ نی چاہیں۔ اور سمع و بصر کی دو جدا گانہ قدرتیں جن کا الحاق افئدہ کی قدرتوں
اور قوتوں سے ہے۔ دوسری صف میں مرتب ہونی چاہیئے تھیں۔ یہی ترتیب فی الحقیقت فطری کہلا سکتی تھی۔

غور و فکر کا مقام ہے۔ کہ جب ہم نظریہ فطرت کے تحت کائنات کے ہر جسم کو بنظر غور دیکھتے ہیں۔ تو صاف پتہ چلتا ہے
کہ کائنات کے ایک عظیم کرّے سے لیکر ایک معمولی جانور تک اور ایک خطّے کی حکومت سے لیکر براعظم کی حکومت تک فطرت
و حکمت کا ایک ہی نظام موجزن نظر آتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ کرّوں میں یہ خواص موجود نہیں مختلف درختوں کی اُمتوں
میں یہ نظام نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر حکمت و سائنس سے کام لیا جائے اور عقل و فکر کو کام میں لایا جائے تو صاف
پتہ چلتا ہے۔ کہ تمام خلقتوں میں کہیں پیٹ ہے تو کہیں ہڈیاں اور پہاڑ کہیں جوہروں کے حیرت انگیز ندی نالے اور
سمندر موجزن ہیں۔ تو کہیں کششوں کے عظیم الشان اعصاب اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ سب میں نور اور ظلمت مستور نظر
آتے ہیں۔ کہیں سر اور چوٹیاں اپنے بار آور ثمرات سے جسم کی اصل دُنیا کو پیش کر رہی ہیں اور کہیں ہر جسم کے قطب شمالی اور
قطب جنوبی کو واضح کرتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہے۔ کہ ان سب میں حیات موجزن ہے۔ شعور اور فکر کا اندازہ کسی نوع
سے اُسی وقت ظہور میں آتا ہے۔ جب وہ کسی نئی چیز کی تخلیق پیش کرتی ہے۔ کچھ اپنے سے سوا بنا کر دکھاتی ہے۔ کچھ
معجزات پیش کرتی ہے۔ یہی نئی چیز کی تخلیق کوئی نئی ایجاد اور کوئی نیا معجزہ کسی نوع کی فکری اور شعوری قوتوں کو
پیش کرتا ہے۔ اور انہی صفات سے وہ نوع باقی انواع سے افضل اور اشرف قرار پاتی ہے۔

اگر آج کائنات کی باقی انواع کے بالمقابل انسانی قدرت زیادہ باشعور اور فکر و عمل کا کردار نہ رکھتی تو وہ بھی محض ایک
حیوان ہوتی ایک کرے یا ایک درخت کی حیثیت رکھتی اور اسے خلافتِ ارضی کا یہ اقتدار اعلیٰ میسر نہ ہوتا۔ اگر فی الحقیقت
یہی عقل و فکر اور شعوری حسیات کائنات کے مسائل کا حل پیش کر سکتی ہیں۔ تو پھر یقین کیجئے کہ علم اور حکمت و سائنس

Marfat.com

کے معجزات کا منبع بھی اِسی عقل و فکر اور شعور کی آماجگاہ یعنی افئدہ یا قلب و ذہن میں کہیں نہ کہیں ضرور مستور ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اگر انسان اِس کائنات کی ٹوہ میں لگا ہے۔ اور یہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ بذاتِ خود انسان اِس کائنات کی باقی انواع کی اکثریت پر کیونکر افضل ہے۔ تو چاہیئے کہ پہلے اپنے خواص و صفات کو پوری طرح سمجھ کر باقی انواع میں انہی خواص و صفات کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اور یہ سب کچھ دیکھ لے کہ اُس جیسا فکر و شعور نہ کسی اور نظر آنے والی مخلوق میں موجود ہے۔ اور نہ کوئی اور نوع اِس سرعت اور تیزی سے ایجاد اور صنعت کے فروغ میں پیش پیش ہے۔ تو اسے یقین سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کہ ان تمام نظر آنے والی انواع اور نہ نظر آنے والی انواع کی اکثریت پر یہی انسان سبقت لئے جا رہا ہے۔ اور اسی طرح سے وہ تمام مخلوق میں سے اکثریت پر اپنی فضیلت کا ڈنکہ بجا رہا ہے۔ گویا فضیلت اور اشرفیت محض علم و ہنر اور ایجاد و صنعت پر مدار رکھی ہے۔ اور انسانی اُمّت میں سے بھی جو گروہ یا قوم اس فضیلت اور اشرفیت سے عاری ہے۔ وہ ایک حیوان کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اُسے زمین کی خلافت کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ خدا کا یہ فیصلہ اٹل ہے۔ کہ جو اُمت یا اُمت کے گروہ اس کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم اور انعامات کے راستے پر چل رہے ہیں وہی فی الحقیقت خلیفۃ الارض کہلانے کے مستحق ہیں۔ جن قوموں کو تمکن فی الارض اور زمین میں باقی انواع پر زیادہ سے زیادہ غلبہ حاصل ہے۔ وہی خلیفۃ الارض کہلانے کی سزاوار ہیں۔ گویا اِس ضمن میں ایسی قوم جو سب سے زیادہ اصلح سب سے زیادہ صنعت کار سب سے زیادہ ایجادات میں مستغرق اور سب سے زیادہ امن و سلامتی کے اسباب (ایمان) تیار کر رہی ہے۔ وہی غلبے کی مستحق ہے۔ وہی سرداری کی سزاوار ہے۔ یہ مسئلہ نوعِ انسانی کا ہے نہ کہ انسانوں میں سے کسی ایک بڑھ جانے والی قوم کا۔ ہاں اسلام اپنے ساتھ یہی صالح کردار لایا۔ غلبہ اور استیلاء کے معجز نما قوانین لایا۔ امن و سلامتی کے اصُول لایا۔ حکمت و علم کے خزانے لایا۔ لیکن یہ سب کچھ محض موجودہ نامزد مسلمانوں پر نہیں بلکہ بعد آفرینش سے یہی اسلام خدا کی طرف سے مختلف زبانوں میں ایک ہی پیغام اور خبر لایا۔ حُرمت آدم اور شرفِ انسانیت کی خوشخبری لایا۔ اسلام ہر قریے اور قصبے میں آیا۔ بعد آفرینش سے آج تک اللہ کا ہی دین غالب و اکمل رہا۔ اسی غلبہ اور کمال سے انسانی نوع کی سرداری اس زمین پر قائم رہی۔ جو انسانی گروہ یا قوم اسی اسلام سے وافر حصہ پا گئی وہی تمام دیگر انواعِ کائنات پر غالب اور سزاوارِ خلافت قرار پائی۔ ہادی اور پیغمبر محض دینِ اسلام پھیلانے آئے۔ وہ خدا کا رستہ ہی دکھانے آئے وہ اپنی طرف سے نوعِ انسانی کو محض دینِ خدا ہی دینے آئے۔ اپنی ذات منوانے نہیں آئے۔ بلکہ خدائے حیّ و قیّوم کی بلند ترین حاکمیت کو منوانے آئے۔ اُسی کے دیئے ہوئے قوانین پر چلانے آئے نوعِ انسانی کو خدائی حدود اور ضوابط سے روشناس کرانے آئے۔ خدائی خبر کے ماسوا خدائی علم کے علاوہ اور خدائی قوانین و ضوابط سے پرے ہٹ کر انہوں نے نہ صرف خود کوئی عمل کیا اور نہ ہی کسی کو ایسے خلافِ حق قانون سے روشناس ہونے دیا۔ اس لئے وہ محض پیغام لانے والے اور اُسی پیغام کے اشارات پر عمل کرانے والے منتخب افراد ہی تھے۔ اُن سب کا مطمح نظر محض خدا کے قانون کو رائج کرنا تھا۔

Marfat.com

اس سے کم تر یا زیادہ کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا انہیں ماننے یا نہ ماننے کا سوال اُسی وقت پیدا ہوگا۔ جب ہم میں سے کوئی قوم دینِ خدا جس میں محض غلبہ و استیلا۔ امن و سلامتی یعنی ایمان افروز ماحول حفظ و امن کے اصول و ضوابط اخلاق و اطوار کے بہترین اسلوب اور بلند فکری اور بلند کرداری کے اسباق اور ارتقائے علم و حکمت کے بہترین اصول ہی مضمر تھے سے دُور ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار کرے۔ ایسی قوم حق شناس کی نگاہ میں فی الحقیقت دینِ اسلام کی پابند قرار نہ پائے گی۔ اور اِس طرح وہ نہ صرف نبی یا رسول سے انکار کرے گی بلکہ عملی طور پر اُن کے لائے ہوئے دین سے بھی انکار کی مرتکب شمار پائے گی۔ دوسری صورت میں ایک قوم محض اپنے منہ سے کسی پیغمبر کا اقرار تو کرتی ہے۔ لیکن اُس کے دیئے ہوئے پیغام سے یکسر روگرداں ہے۔ دینِ اسلام کو ایک بے فائدہ اور ناکارہ دین سمجھ بیٹھی ہے فکر و عمل کی کوئی شمع جلانے سے قاصر ہے۔ حدود اللہ کا احترام نہیں کرتی۔ علم اور حکمت سے منہ موڑے جہنم کا راستہ خود ہی اختیار کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔ تو کیا کوئی باسمجھ اور باشعور انسان اُس قوم کے زبانی اقرار کو اپنے پیغمبر کے تسلیم کر لینے پر منتج کرے گا۔ یہی ایک نقطہ بے حد قابلِ غور ہے جس سے انبیاء کے انکار یا اقرار کی صحیح صورت کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوستو! کسی زبانی دعوے اور بے عمل عہد نامے کو اٹھائے پھرنا مسلمانی نہیں۔ نہیں بلکہ فی الحقیقت دینِ اسلام۔ کتاب اللہ اور اپنے پیغمبر سے واضح انکار ہے۔ اس انکار کو اقرار کا درجہ دینا عبث اور بے نتیجہ عہد ہے۔ اس سے اپنے نبی یا رسول کی اتباع ممکن نہیں۔ نبی یا رسول کی اتباع ہی فرضِ دین ہے۔ امورِ دین کو عملی طور پر اپنانا ہی اتباعِ رسول ہے۔ یہی عمل اپنے رسول کے ماننے کے مترادف ہے۔ منہ سے حضرت محمد صلعم کے نام کی رٹ لگا کر اُن کے لائے ہوئے تمام احکام سے روگردانی فی الحقیقت اُن کے انکار کے مصداق ہے۔ فتدبروا۔

ہاں تو تخلیقِ انسان کے ضمن میں علمائے مغرب کی تحقیقات کچھ عرصہ پہلے تک یہی کہتی رہی ہے۔ کہ نوعِ انسانی ایک پرانی مخلوق سے جو غالباً بندر تھی ارتقاء کرتے کرتے اپنی موجودہ شکل و صورت میں آئی ہے۔ اس تھیوری کا اولین ڈھنڈورچی ڈارون تھا جس نے نظریہ ارتقاء پہ کئی جلدیں لکھیں اور نشاء آفرینش سے لیکر ظہورِ انسان تک ہر ذی حیات نوع کی انفرادی اور اجتماعی جدوجہد کی داستان، حفظِ نفس اور ترقی نسل کے متواتر اجتہاد کی سرگزشت۔ جنس قوی کے تغلب، صنفِ ضعیف کے سقوط اور جنس اصلح کی بقا اور تدریجی ارتقاء کی ایک مسلسل روئیداد۔ طبقات الارض اور مٹی میں دبی ہوئی ہڈیوں اور رکازات کے حیرت انگیز مظاہر اور مشاہدات سے پُر ایک طویل داستان قلم بند کی ہے۔ اور انجام کار ڈارون نے یہ لکھدیا۔ کہ چونکہ بندر اور انسان کا ڈھانچہ آپس میں بالکل مشابہ ہے۔ اس لئے مطلب ہے۔ کہ انسان بندر سے ہی ارتقاء کرکے موجودہ شکل و صورت میں آیا ہوگا۔ اس ظن و تخمین کی داستان میں جہاں کئی ایک حقائق پر مبنی ہیں۔ وہاں کئی باتیں تحقیقات اور علمِ فطرت سے ناواقفیت کے باعث محض ظنی تخمینوں اور اندازوں کی بے سروپا تفسیر ہیں۔ بہر حال ہم چونکہ اپنے علم کی بنیاد محض قرآن حکیم تک محدود کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جہاں قرآن حکیم و عظیم اس مسئلہ کی تفسیر یا

Marfat.com

تشریح کرتا نظر آئے گا۔ ہم بہر حال اور بہر نوع حتی الامکان اسی کی پیروی کریں گے۔ اور اپنے ظنی اندازوں کو دُور رکھیں گے۔

مغربی حکماء کے تحقیقاتی اور مفروضیاتی اندازوں کے مطابق ایک ارب سال قبل مسیح جبکہ ہماری زمین ابھی گرم تھی۔ اس وقت بھی حیات کے آثار اُس پر پیدا ہو چکے تھے۔ ارتقاء کے اس اوّلین دور میں زمین اگرچہ گرم تھی لیکن فضا رطوبت کے بغیر زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ یہ ارتقا کی منزل اوّل تھی۔ اس کے بعد زمین کی سطح سرد ہوتی گئی۔ اور نمیاتی حیات نے پودوں کی شکل اختیار کی اور سرطان یا کیکڑے جیسے جسموں کی نمود ہوئی۔ اِن کی تحقیقات ریت کے سخت ٹیلوں اور زمین کے طبقات سے ہوئی۔ پھر حیات سمندروں سے دریاؤں اور جھیلوں تک پہنچی .... زمین پر سردی کے انقلاب ظہور میں آئے دریائی حیوانات اور سمندری نباتات سمندروں سے خارج ہو کر خشکی پر پہنچی۔ بڑے بڑے جنگلات نمودار ہوئے۔ لیکن زمین کے انقلابات نے انہیں اپنی تہوں میں دبوچ لیا۔ اور زمین کے سخت دباؤ کی وجہ سے وہی جنگلات کوئلے میں تبدیل ہو گئے اس دَور کے بعد زمین پر بڑے بڑے رینگنے والے جانور پیدا ہو گئے۔ زمین پر صدیوں تک ان کی حکومت رہی۔ انہی سے اڑنے والی پہلی مخلوق نمودار ہوئی۔ گویا اُس دَور میں رینگنے والی انواع ہی خشکی تری اور فضا کی مالک تھیں۔ یہ دور جب ختم ہُوا۔ تو دودھ پلانے والی انواع کی نمود ہوئی۔ اس دور میں گھوڑے اور ہاتھی محض بلی کے قد کے برابر اور ہاتھی کی اونچائی تین یا ساڑھے تین فٹ سے زیادہ نہ تھی۔ اُس وقت آدمی کی ذات موجود نہ تھی۔ لیکن چھوٹے چھوٹے بندر ضرور موجود تھے۔ جو درختوں پر رہتے اور پھلوں پر گذارہ کرتے تھے۔ بعدہٗ حالات کی تاب نہ لاتے ہوئے بہت سے دودھ پلانے والے جانور مر گئے۔ جو بچ رہے انہوں نے افزائش میں قدم رکھا۔ اب ایک ایسا دور آیا کہ نوعِ انسانی کی ابتداء جدید ترین برفانی دور کے لنگوروں اور بندروں سے ہوئی۔ جب برف شمال سے جنوب کی طرف بڑھنی شروع ہوئی تو کچھ بندر نیچے کی طرف منتقل ہونے شروع ہو گئے۔ انہیں نئے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لہٰذا انہیں غور و فکر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لہٰذا انسان کو نسبتاً عہدِ جدید کی یادگار تصور ہونا چاہیے یہ سب کچھ کہنے کے بعد مغربی تحقیقات یہ کہتی ہے۔ کہ تاہم اس وقت کے چھوڑے ہوئے انسانی آثار اتنے نہیں ملتے جتنے زیادہ قبل کے حیوانات کے ملتے ہیں۔ معمولی ہڈیاں اور جبڑوں کی بناوٹ کہیں کہیں مل جاتی ہے۔ جو عجائب گھروں کی زینت ہیں۔ اس تمام مغربی تحقیقات کا نچوڑ آپ ساتھ والے صفحہ کی تصاویر میں ملاحظہ کریں۔ کہ چھ لاکھ سال قبل مسیح سے انسانی ارتقاء کیونکر شروع ہُوا۔ اور انسان اپنی شکلیں بدلتے بدلتے کہاں سے کہاں پہنچا۔

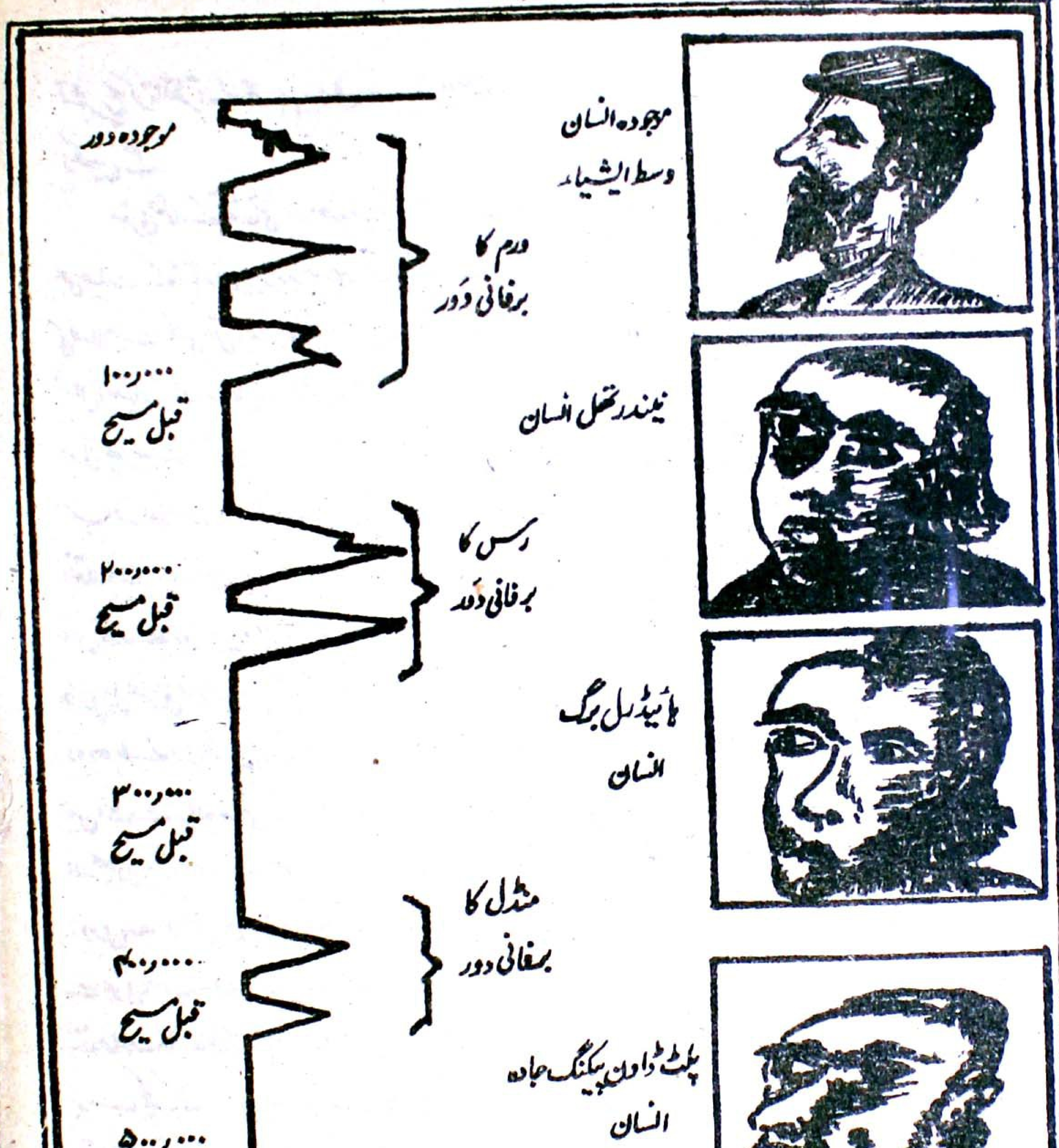

مغرب کی تحقیقات میں ارتقائے انسان

Marfat.com

کروڑوں سال قبل کا اِنسان

Marfat.com

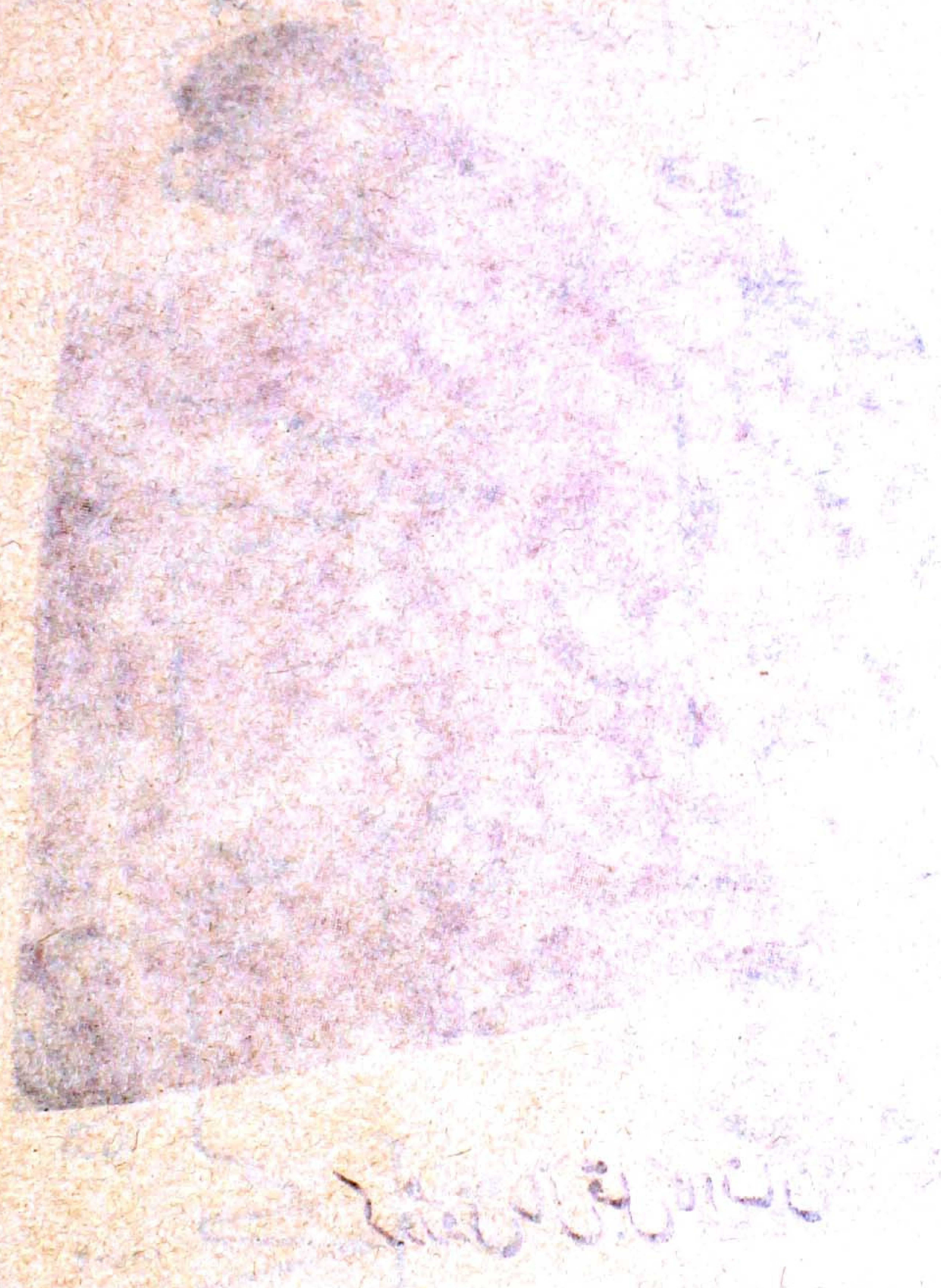

Marfat.com

ارتقائے انسانی

تخلیقِ انسان کے ضمن میں ہم قرآنِ حکیم وعظیم سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں :-

۱ ۳۲ : ۹ - ۴ - لوگو ! خدا تو وہ عظیم وجلیل خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کے اس حیرت انگیز کارخانے کو صرف چھ بڑے مدید الوقت اور طویل المیعاد دنوں میں پیدا کیا - اور اب تختِ سلطنت پر (العرش) جما بیٹھا اس ادارتِ عظمیٰ کو چلا رہا ہے - لوگو ! اس کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے - اور نہ سفارشی ہر جا اُسی کی حکومت چل رہی ہے - اُسی کا قانون ہر جگہ جاری وساری ہے - تو کیا تم اس کارخانہ جہاں اور اس عالم آرا حکومت سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے - وہ ایسا عظیم کار اور بزرگ اعمال خدا ہے کہ ایک عالم آرا قدرتی قانون کے اظہار (الامر) ایک امر مہم پیش کرنے (الامر) اور ایک جلیل القدر فیصلے یا معاملے کو سامنے لانے (الامر) کی تجویز آسمان سے لیکر زمین تک (اپنی قدسیہ قدرتوں کے ذریعے) کر دیتا ہے پھر وہ معاملہ اپنی عظمت اور وسعت کے باعث رفتہ رفتہ اور نامحسوس طور پر ایک مدتِ مدید میں (فی یوم) جس کی مقدار انسانی شمار کے لحاظ سے ایک ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ ہو اُس کی مشیت کی طرف (الیہ) صعود کرتا ہے (یعرج) اور اپنے اٹل زورِ اثر سے کمال کو پہنچ جاتا ہے - گویا اظہار قدرت (الامر) کے لئے اس کی عظیم الشان تجویزیں ہزاروں برس میں جاکر مکمل ہوتی ہیں - اس کے قانون کا عالم انگیز نفوذ صدیوں میں چل کر محسوس ہوتا ہے - اس کی اٹل مشیت قرنوں کے امتداد کے باوجود پوری ہو کر رہتی ہے) یہ ہے وہ ہزاروں برس کے بعد کے حالات کا علم رکھنے والا (عالم الغیب) اور آج کے حال واحوال کا صحیح پرکھنے والا (والشّہادۃ) غالب القوی (العزیز) صاحبِ عفو ودرگذر (الرّحیم) خدا جس کے رحم وتحمل اور کمالِ علم وعمل پر یہ کارگاہِ اکبر چل رہا ہے وہ ایسا صناعِ عظیم ہے - جس نے ہر پیدا کردہ عنصر کو (کلّ شیءٍ) اپنے خواص میں بہتر سے بہتر کر دیا - اور نوعِ انسانی کی تخلیق کی ابتدا (بدأ) مٹی سے (یعنی مٹی کے عناصر سے روئیدگی کی شکل میں کی) پھر رفتہ رفتہ اس بدأ اوّل کی نسل قائم کی (یعنی اُسے سالے میں بدل دیا) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ) جو اس کے حیرت انگیز جوہری سالے (سُلٰلَۃٍ) سے ہوئی اور وہ جوہر (تب) ایک (حیرت انگیز ملکہ) حقیر پانی سے تھا (مِن مَّآءٍ مَّھِیْنٍ) پھر اس میں قرن ہا قرن کے بعد بہترین تناسب قائم کیا اور اسے حیرت انگیز شکل وصورت میں بدل دیا (ثُمَّ سَوّٰىہُ) پھر (اس تمام ارتقاء کے بعد جو وہ بغیر رُوح کے کرتا رہا) اس حیرت انگیز سنواری ہوئی شکل میں اپنی ناپیدا مثال صفات اور اوصاف کا (جو ہماری پیدا کردہ قدسیہ قدرتوں کے اجتماع سے تھا) ایک شمہ

Marfat.com

ڈال دیا۔ اور اُسے اپنی جناب سے قادر اور علم والا بنانے کیلئے اس میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی (وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ یعنی مخصوص متعلقہ روح جو اس کے لئے موزوں تھی یہاں رُوْحِهٖ کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں) تب اُس کو اِن طویل مرحلوں سے گذار کر وہ عظیم الشان نعمائے الٰہی اور اوصاف کبریا کے وہ عدیم المثال مظاہر اور آلات عطا کر دیئے جن کا نام کان آنکھ اور قلب و ذہن ہے (جو اُسی روح کے اعجاز سے نُور حاصل کرتے ہیں) مگر افسوس ہے کہ تم اِن حیرت انگیز نعمتوں کے بعد اِن کی قدر بہت کم کرنیوالے ہو اور انہیں بہت کم صحیح استعمال میں لانے والے ہو (قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○)

گویا یہ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ انسان کی تخلیق میں جس قدر عناصر شامل کئے گئے ہیں وہ سب کے سب بہترین انداز میں پیدا کئے گئے تھے۔ اس آیت سے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا کی آیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اور ضعیف کے صحیح معنے کچھ نہ کچھ سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ پھر اُن مٹی کے عناصر میں سے ایک عظیم الشان عنصر کے ایٹم سے تیار ہونے والے جسم میں جان اور حیات کی بنیاد ڈالی جو رفتہ رفتہ ارتقاء کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ جسم انسانی جسم کی شکل و صورت میں تبدیل ہو گیا۔ (سَوّٰىهُ) پھر اس جسم میں خدا نے اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی۔ جو اس کے لئے مناسب اور مخصوص تھی جس کے اعجاز سے وہ دیکھنے سننے اور غور و فکر کرنے والا بنا دیا گیا۔

گویا جان اس جسم کی کئی اور ایٹموں کی توانائی سے آئی تھی۔ جس سے وہ بدستور ارتقا کرتا اور بڑھتا رہا۔ ایک مخصوص شکل و صورت میں وجود پکڑتا رہا۔ لیکن روح کا اعجاز محض یہ تھا کہ اس ڈھانچے کو سماعت بصارت اور افئدہ کی تمام نوری قدریں بخش دی گئیں۔ خدا کے یہ الفاظ کہ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ حتمی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ جس نوع کو ہم نے بہترین عناصر کے ایٹموں سے شروع کر کے عدیم المثال جوہروں کی نوری تجلیات سے نہ صرف شکل و صورت بہترین بخش دی بلکہ اس میں سمع و بصیر اور افئدہ کے روحانی اعجاز بھی بخش دیئے تھے۔ آج اس نوع کی غالب نا ہنجار اکثریت اپنی عظیم الشان نوع کو ایک حقیر بندر کی نوع کی طرف لوٹانا چاہتی ہے۔ جس میں نہ تو انسان کی حیرت انگیز اور دل کش شکل و صورت موجود ہے اور نہ ہی اس میں وہ روحانی سمع و بصیر اور افئدہ کے کمالات کی کوئی شمہ نظر آتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ نہ تو ایک باشعور نوع ہے۔ اور نہ غور و فکر سے کسی ایجاد کی بنیاد ڈال سکتی ہے۔ سوچیئے یہ کس قدر ناشکری کی بات ہے۔

(۲) ۲۰ : ۵۰-۴۹ - جب فرعون نے حضرتِ موسیٰؑ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ اے موسیٰؑ تیرا رب کون ہے۔ تو حضرتِ موسیٰؑ نے جواب دیا۔ کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے روزِ آفرینش میں انسان کی عظیم تخلیق کے لئے اس کے تمام عناصر کو حیرت انگیز شکل و صورت بخش دی۔ پھر انہیں انسانی شکل و صورت قائم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى)

(۳) ۶ : ۹۹ - وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ط

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝

لوگو! وہی خلاقِ عظیم تو ہے۔ جس نے تم جیسے اشرف الخلق وجود کی ابتداء اور اس کی نشاءِ اوّل محض ایک مؤنث نفس یعنی زندہ ایٹم سے کی جس کی جبلّت ہی وحدت میں تھی۔ پھر اس مؤنث زندہ ایٹم کو ایک عارضی جائے قرار یا ایک مکانِ استقرار سے دوسری جائے قرار میں بدلتے رہے (فَمُسْتَقَرٌّ) (یعنی اس پر مختلف کیمیائی اعمال ہوتے رہے) حتیٰ کہ اُسے آخری مکان قرار اور مستقل جائے استیداع میں (مُسْتَوْدَعٌ) لے جایا گیا۔ (جہاں اس کے ساتھ اُسی عنصر کے ایک نر ایٹم نے وجود پکڑ کر دو نفس یا نر و مادہ ایٹم بن گئے) نوعِ انسانی کی یہی النشاءِ اوّل تھی۔ جو قوم ہمارے (ایٹموں پر کیمیائی) اعمال کو سمجھتی ہے۔ اور ان پر غور و فکر کرتی ہے۔ اُسے ہم نے اپنی قدرت کے یہ اعجوبات اور اعجاز (آیات) ان مختصر لفظوں میں بالتفصیل بیان کر دیئے ہیں۔

۴) ۴ : ۱ - خدا نے ہی انسان کو اس کی نَشَاءِ اوّل میں ایک مؤنث نفس یعنی ایک مؤنث زندہ ایٹم سے پیدا کیا جس کے جبلی خواص وحدت رکھتے تھے۔ پھر (اُسی قسم کے عنصر کے ایٹم یا) نفس سے اس کا نر یا جوڑا بنایا (وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا) پھر اُن دونو (نر و مادہ) ایٹموں کے سالمہ سے تخلیق انسان کی ابتدا کی اور اُن سے (یعنی اُن جیسے ایٹموں سے) بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں اٹھا نکالیں (وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً)

گویا فضاؤں کی سازگاری سے ایٹموں کے اِن حیرت انگیز سالمات سے یکبارگی روئے زمین پر بہت سی عورتیں اور مرد پیدا ہو گئے

۵) ۲۳ : ۱۴ - ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے (یعنی مٹی کے عناصر کے جوہروں کے خلیئے یا سالمے سے) (سُلٰلَةٍ) سے پیدا کیا۔ پھر اُسے ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا دیا۔ پھر نطفے سے لوتھڑے کی تخلیق کی (ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً) پھر لوتھڑے سے گوشت کی تخلیق کی اور گوشت سے ہڈیوں کی تخلیق پھر ہڈیوں پر گوشت پوست چڑھانے کی تخلیق عمل میں لائی۔ پھر اُسے انسانی نوع کی دوسری نئی تشکل و صورت میں اٹھانے کی ابتداء کر دیں گے (ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ) پس خدا جو سب خالقوں سے بہتر خالق ہے بڑا ہی بابرکت ہے۔ پھر اس کے بعد تمہارے لئے اجتماعی موت لکھی گئی پھر قیامت کے دن تمہاری بعثت ہوگی۔ اور ہم نے تمہارے لئے آسمانوں میں سات راستے (جو سات زمینوں میں تمہیں بسانے کے لئے مقرر ہیں) تخلیق کئے (وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ) اور ہم اپنی خلقت کی (ان تدریج تبدیلیوں سے) غافل نہیں ہیں۔ (وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ)

مندرجہ بالا آیات فی الحقیقت بے حد معنی خیز ہیں۔ جو نسلِ انسانی کی تمام ارتقائی سرگزشت کو بالتفصیل

Marfat.com

واضح کرتی ہیں۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ کی تشریح انشاءاللہ باب سوم میں اپنے مقام پر آئے گی۔ جو علمائے فطرت کے لئے بے حد اعجاز انگیز ہو گی۔

(۶ ۳۸ : ۷۲ ۔ جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں مٹی (کے عناصر اور اُن کے ایٹموں) سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اُسے درست کر لوں (یعنی جب اُسے مکمل انسانی شکل و صورت دے دوں) پھر اس میں اپنی طرف سے پیدا کردہ روح (یعنی قدسیہ قدرتوں کے نوری اعجاز سے قوتِ حاکمہ) پھونک دوں تو اس کے آگے فرمانبردار اور سجدہ ریز ہو جانا۔

(اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ)

تو تمام امن پسند قدرتوں نے (ملائکہ) فرمانبرداری اختیار کی مگر تخریب پسند قدرت (ابلیس و شیطان) اکڑ گئی اور فرمانبرداری سے انکار کر گئی۔

(۷ ۲۵ : ۵۴ ۔ اور وہی تو ہے جس نے انسان کو (عناصر اور ان کے ایٹموں کے ملے جلے خلیے اور سلسلے کے محلول) پانی سے پیدا کیا۔ پھر اُسے صاحب نسب اور صاحب قرابتِ دامادی بنا دیا۔

گویا جب انسان کو تمام ابتدائی تخلیقی مرحلوں اور ارتقائی مدارج سے گذار کر انسان مرد اور انسان عورت کی شکلوں میں پیدا کر دیا گیا۔ اور اُس میں نر و مادہ کے مدارج قائم کر دیئے گئے۔ تو اس طرح انسان کو صاحبِ نسل بنا دیا گیا۔ اور اس کے نر و مادہ میں نکاح کا نظام قائم کر کے اُسے صاحبِ قرابتِ دامادی بنا دیا گیا۔ گویا یہ نوعِ انسان کے تخلیقی ارتقاء کا آخری مرحلہ تھا۔ اس آیتِ عظیمہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کا محاکمہ ابتدائے نسلِ انسانی سے شروع ہوا۔ اور بھائی بہنوں کا آپس میں نکاح شروع سے ہی حرام قرار دیا گیا۔ کیونکہ ابتداء میں ہی بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں ایک ہی تخلیقی طریق کار سے یکبارگی پیدا ہوئی تھیں۔

(۸ ۳ : ۲۷ ۔ اُسی خدا نے بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان پیدا کر کے دکھایا۔

(تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ)

خدا کا یہ عناصر اور اُن کے ایٹموں پر وہ حیرت انگیز اور عظیم الشان کیمیائی عمل ہے جس سے تخلیقِ انسان کا اولین آغاز اور اس کی نشاۃِ ثانیہ کا عظیم الشان معجزہ منکشف ہوتا ہے۔ یعنی عناصر جو بے جان تھے۔ اُن سے نفسِ واحدہ یعنی مادہ اور زندہ ایٹم کی پیدائش کی گئی۔ پھر ان ایٹموں کے ارتقائی مدارج کے لئے اُن کے خلیوں اور سالموں کو ایک اعتدالی آب و ہوا کی ضرورت پڑی۔ پھر اُن خلیوں اور سالموں کے انشقاق کے لئے اور ان سے نئی پیدائش کے لئے حرارت کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس طرح جو خلیے اور سلسلے اپنی مقررہ عمر کو پہنچ چکے تھے اُن سے نو پیدائش

Marfat.com

انسانی کی ابتدا ہوگئی۔ لیکن جو ابھی تقویم میں کمزور اور حرارت کو جذب کرنے کی پوری طاقت نہ رکھتے تھے۔ انہیں پھر موت سے ہمکنار ہونا پڑا۔ (تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ) دیا سردی کے بعد حرارت کے کیمیائی عمل نے آئندہ زمین سے تخلیقِ انسان کی جبلت کو ترک کرکے محض ایٹموں کی موت وحیات پر جو نطفہ کے محلول سے ممکن ہوگیا چھوڑ دیا۔ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ حرارت کا یہ اعجاز آج کل کی حرارتی مقدار ۹۸ ڈگری کے بالکل مطابق تھا۔ اور حرارت کی یہی اعتدالی قدریں آئندہ چل کر ایک فطری محاکمے کی صورت میں مستقل ہوگئیں ...... ہم دیکھتے ہیں کہ جسمِ انسانی میں جب تک حرارت کی یہی قدریں قائم رہیں تو انسان پوری صحت میں رہتا ہے۔ اس کی کمی و بیشی ہی انسان کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ تو خدا کے اس اعجاز پر پوری طرح یقین کرنا پڑتا ہے۔

۹) ۶۷ : ۵-۱ ۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ
خدا نے پہلے موت (یعنی مردہ عناصر کو) خلق کیا پھر حیات (اپنی قائم کردہ قدسیہ قدرتوں کے پرتو سے اور مردہ عناصر کے جوہروں میں) پیدا کر دکھائی (یہ حیرت انگیز محاکمہ اس لئے قائم کیا گیا کہ) تم کو (عناصر اور اُن کے ایٹموں کے اعجاز میں) آزمایا جائے۔ تاکہ تم میں سے کون (اُن سے) بہتر اعمال (اور تجرباتِ حکمت و سائنس) سرانجام دیتا ہے۔

موت وحیات کی تخلیق کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ اور حیرت انگیز اس لئے ہے۔ کہ ہر نوع سے اس کا تعلق لازم ہے۔ گویا خدا کے سوا جب کچھ نہیں تھا۔ نہ یہ کائنات تھی اور نہ عناصر یا ان کا مادہ تو خدا نے اَزَلًا ھُوَ یعنی قدرتوں کا اظہار فرمایا۔ اور جیسا کہ جلد اوّل میں کہا جا چکا ہے۔ قدرتوں اور طاقتوں کے اظہار و تموج سے مادے اور عناصر کی پیدائش ہوئی۔ پھر مادے پر از سرِ نو نئی قدرتوں کا پرتو پڑا تو مادے میں حرکت وحرارت پیدا ہوئی۔ یہ سلسلہ ہماری تحقیقات کے مطابق کم از کم چار بار یقیناً جاری رہا۔ اور اس طرح انجام کار مادے اور عناصر سے پھر وہی قدرتیں اور طاقتیں معلق ہوگئیں۔ یعنی ان کے اندر مستور ہوگئیں اُن کے جوہروں میں حیات پیدا کر گئیں۔ اب یہی جوہر حیات انگیز ثابت ہو رہے ہیں۔ الغرض مادے اور اس کے ایٹموں اور خدا کی پیدا کردہ قدرتوں اور طاقتوں کا علم ہی ایک عظیم تر اور فائدہ بخش علم ہے۔ اور اَحْسَنُ عَمَلًا کی حدود بھی فی الحقیقت ان حیات انگیز جوہری مادوں اور نُوری قدرتوں پر مختلف کیمیائی اور طبیعی اعمال پر مشتمل ہیں۔ فَتَدَبَّرُوْا

(۱۰) ۷۱ : ۱۴ ۔ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۔ خدا نے نوعِ انسانی کی تخلیق کو طرح طرح کی مختلف حالتوں اور کئی حیرت انگیز کیمیائی اور طبیعی مراحل سے گذار کر خلق کیا۔

الغرض! مندرجہ بالا دس آیات تخلیقِ انسان کے تمام ارتقائی مرحلوں کو پیش کرتی ہیں۔ نوعِ انسانی کی تخلیق کی ارتقائی منازل کے اسباب، طویل المیعاد مدتیں جن میں یہ حیرت انگیز تخلیق مختلف مراحل سے گذ

Marfat.com

کر معرضِ وجود میں آئی۔ سب کی سب بے حد غور طلب ہیں۔ قرآن کے مندرجہ بالا نظریات کے مطابق اگر مسئلہ ارتقائے انسانی کو تخلیقی لحاظ سے غور و فکر کے بعد دیکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ جس انسان نے اپنی تخلیق میں یہ متعدد اور عظیم الشان مراحل طے کئے ہیں۔ وہ اِس کائنات میں آکر اپنی حیات کے ارتقائی مراحل کس شان سے گزارے گا۔ اور وہ بذاتِ خود کیونکر حیرت انگیز اور معجز نما ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد اُخروی زندگی کے متعلق قبل ازیں حتی المقدور روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ کہ وہ نوری مخلوق بن کر خدا کی قدسیہ قدرتوں میں اضافہ کا باعث بنے گا اور اس تمام کی تمام کائنات پر اس کی سرداری قائم ہو کر رہے گی۔

اب اگر مغربی فلسفیوں کے ظنی اور فکری اوہام کے نظریات کو سامنے لایا جائے۔ تو اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی تک مغرب نے اپنی ذاتی تخلیق و حیات پر کما حقہٗ غور و فکر نہیں کیا۔ اُن کے ڈارون کا یہ کہہ دینا کہ ابتداء میں بندر کی نوع پیدا کی گئی۔ اور انجام کار وہی نوعِ انسانی نوع میں تبدیل ہو گئی۔ ہماری نگاہ میں یہ نظریہ سچائیوں کا منہ اِس لئے چڑھاتا ہے۔ کہ بندر اور انسان تو ابھی تک اس کائنات میں دو مختلف انواع پر مشتمل پھیلے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔ اگر بندر انسان بن چکے ہیں۔ تو پھر بندر کی نوع کا صفحہ کائنات سے نابود ہو جانا اٹل تھا۔ لیکن معاملہ ایسا نہیں۔ اُدھر جب ہم صاف دیکھتے ہیں۔ کہ انسان بولتا ہے۔ (عَلَّمَهُ الْبَيَان) بندر بولتا نہیں۔ انسان وہ کچھ سنتا ہے جو بندر سُن نہیں سکتا۔ انسان کی دُم نہیں۔ بندر کی دم ہے۔ انسان اپنے فہم و شعور سے سوچتا ہے اور پھر اس کے مطابق صحیح لائحہ عمل اختیار کرتا ہے۔ لیکن بندر میں یہ صفات موجود نہیں۔ بندر کو انسان سکھا لیتا ہے لیکن انسان کو بندر نہیں سکھا سکتا۔ انسانی فطرت تخلیق و ایجادات پر قائم ہے۔ بندر میں یہ جبلت موجود نہیں۔ الغرض جس قدر غور و فکر سے کام لیا جائے یہ سلسلہ طوالت اختیار کرتا جائے گا۔ ڈارون کا محض ہڈیوں کے ڈھانچوں کی ترتیب کو دیکھ کر یا بالوں اور کھال کے مشترک عناصری اعجاز کو دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ انسان کوئی جداگانہ مخلوق نہیں بلکہ یہ وہی قدیم بندر ہے۔ جو ارتقائی منزلیں طے کرتے کرتے آج اِس روپ و رنگ تک پہنچ چکا ہے۔ یا انسان کی نشاءِ اوّل بندر ہی تھی۔ تو فطرت و حکمت کے اعجاز کو پوری طرح دیکھنے والا شخص سوائے اِس کے اور کیا کہہ سکتا ہے۔ کہ ؎

بہیں عقل و دانش بباید گریست

قرآنی اطلاعات کو اگر مزید غور و فکر سے دیکھا جائے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ جب انسان موجود ہی نہ تھا۔ اور صرف عناصرِ مادہ اور اس کے جوہروں پر قدرتوں کے تموّج کا دَور تھا۔ تو انسانی نوع کی تخلیق کے لئے اسی مادے اور قدرتوں کو بروئے کار لایا گیا۔ پہلے جوہر یعنی نفسِ واحدہ (مؤنث) پھر اس کے ساتھ نفسِ واحد کی بنیاد (مذکر) پر ان دو قسم کے نر و مادہ نفسوں سے مردوں اور عورتوں کی تخلیق کا مسئلہ اِس قدر عظیم حکمت کشا اور سائنسی راز افشا کرتا ہے۔ کہ بہت بڑے فلسفی اور حکمت شناس کی نگاہیں خلّاقِ عظیم کی اِس عظیم صنعت کے سامنے آسانی

Marfat.com

سے جھک سکتی ہیں.... موجودہ دور میں جبکہ مغربی سائنسدانوں نے ایٹمی اعجازات پر سیر حاصل ریسرچ کر لی ہے۔ اور کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ وہ موت وحیات کے راز کے بے حد قریب جا پہنچے ہیں۔ تو گویا وہ اپنے ڈارون محترم کی اس تھیوری کو ترک نہیں کر سکتے۔ اور اس ضمن میں قرآنی روشنی میں ایک نئی تھیوری کی بنیاد قائم نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۔

یعنی الناس کی انواع کو اللہ تعالےٰ کے طریق فطرت کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ان انواع کو تخلیقی لحاظ سے تبدیل نہیں کیا کرتا۔

مندرجہ معانی آپ کو بالکل نئے اور حیرت انگیز نظر آئیں گے۔ لیکن ہماری تحقیقات کے مطابق اگر ذرا سا غور و فکر کیا جائے تو خدا کا یہ اعلان اس قدر عظیم اور حیرت انگیز انکشافات کا حامل ہے۔ کہ ڈارون اگر زندہ ہوتے تو سر دھن کر رہ جاتے۔ اور اپنی تمام کتب کو جلا کر راکھ کر دینے میں کبھی نہ ہچکچاتے۔

الغرض انسان روزِ آفرینش سے لیکر آج تک خواہ جس شکل وصورت میں رہا ہے وہ ہر تخلیقی مرحلے پر محض انسان ہی کہلانے کا مستحق رہا۔ وہ ایک پُرافتخار اور گرجدار آواز کی قدرت سے نمودار ہوا۔ (صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ) مادے سے تعلق پیدا کر کے مادی دُنیا میں قیام پذیر ہوا۔ پھر زمین سے نمودار ہوا۔ پھر نطفہ میں ملفوف ہو کر جلوہ افروز ہوا۔ پھر نئی جلوؤں کے ساتھ موجودہ جسم میں اپنا رُوپ دھار آیا۔ گویا جس رنگ میں اور جس مقام پر آیا وہ ابتدا سے انتہا تک انسان ہی کہلایا۔ کیونکہ اس ضمن میں خدا کا مطمعِ نظر محض تخلیق انسان ہی تھا۔

مغربی علمائے فطرت کا اگر یہ ظنی فلسفہ مان بھی لیا جائے۔ تو ایک عام قاعدہ کلیہ کو ہر مقام پر برقرار رکھنا پڑے گا۔ یعنی اُونٹ سے گائے۔ گائے سے سؤر۔ سؤر سے مچھلی۔ مچھلی سے مرغ اور مرغ سے درخت سے بندر کی تبدیلی کو ماننا از بس ضروری ہو جائے گا۔ گویا ایک نوع کی دوسری نوع میں تبدیلی کا مضحکہ خیز فلسفہ نہ صرف انسانی نوع کے اشرف المخلوق ہونے کے ساتھ بدترین مذاق ہو گا بلکہ انسان کی ناشکری کا ایک بین ثبوت بھی مہیا کرے گا۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے خدائی قانون کے مطابق اس کائنات میں مختلف امتوں کا قیام فی الحقیقت انواعی حدود کو ترتیب وار اور منظم رکھنے کا ایک مستقل اور ٹھوس لائحہ عمل تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس الارض پر کہیں بندر اپنی خلافت کا ڈھول پیٹ رہا ہوتا اور کہیں سؤر اپنی ڈفلی بجاتا ہوا دکھائی دیتا۔ الغرض کوئی ایک خلیفہ ارض نہ ہوتا جس کا داؤ چلتا دوسرے کو مار کر انا ولاغیری کا اعلان کر دیتا۔ چونکہ یہ نظام فطرت کے مطابق نہیں تھا۔ اس لئے خدا نے انواعی تبدیلی کا نظریہ کسی آسمانی کتاب میں پیش ہی نہیں کیا۔

کائنات میں مزید غور و فکر کے بعد پتہ چلتا ہے۔ کہ جس طرح دریائی ہوائی اور بری جانوروں کی مختلف اُمتیں اور

Marfat.com

اُن کے قبائل روزِ اوّل سے جداگانہ صنفوں میں پیدا ہو رہے ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی نوع کے اندر ہی حیرت انگیز ارتقاء کے بعد مختلف شکلیں اور حالتیں بدل رہے ہیں۔ اسی طرح نوعِ انسانی بھی بتدریج اپنی شکل وصورت، ذہنی اور جسمانی حسیات میں ارتقاء کر رہی ہے۔ گویا ہر نوع کے لئے بہتر سے بہتر تر ہونا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ اور ہر نوع میں قبائل کا نظریۂ تخلیق ہی اپنی اپنی حدود میں ارتقاء پذیر ہے۔ قرآنِ عظیم سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حیوانات کی مخصوص انواع اپنے اپنے آٹھ قبیلوں اور جوڑوں پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ ہر نوع اپنے اپنے دائرۂ حیات میں بہتر ہو رہی ہے لیکن بجز انسان کے اُن میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو زمین کی خلافت کی اہل ثابت نہیں کر سکی۔ ملاحظہ ہو۔

۳۹ : ۶ ۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ
لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ
بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ اُسی صناعِ عظیم تعالیٰ نے تم کو ایک مؤنث نفس سے جس کی جبلت وحدت میں تھی (یعنی ایک ایٹم سے) پیدا کیا۔ پھر اُسی قسم کے عنصر میں سے اُس کا جوڑا یا نر بنایا۔ (یعنی ہمجا پیدا کر دیا) اور خدا نے ہی تمہارے فائدے کیلئے چارپائے نازل کئے۔ جن کے جوڑے آٹھ اقسام کے قبائل پر مشتمل ہیں۔ پھر خدا ہی تم سب کو (یعنی توالد اور پھر تناسل کا طریق کار یکساں رکھ کر) تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق میں بدل کر (ارتقائی مراحل) تین اندھیروں میں پیدا کر دیتا ہے۔ وہی خدا تمہارا پروردگار ہے۔ اُسی کی بادشاہی میں تم سب چل پھر رہے ہو۔ اُس کے سوا کوئی معبود اور مالک الملک نہیں۔ تو پھر تم (کس باطل وہم اور لغو فلسفے کو اپنا کر اپنی انتہائی ناشکری سے اور مالک کی عظیم حکمتوں کو زیرِ غور لائے بغیر) پھرے جا رہے ہو۔

اِس آیتِ عظیمہ پر مزید بحث تو بعد میں دی جائے گی۔ یہاں صرف یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ ہر جاندار حیوان کی تولید کے ضمن میں اس کی تخلیقی ارتقاء کے بعد پھر ماں کے پیٹ میں ارتقاء کے تین مرحلے مقرر ہیں۔ جو بے حد قابلِ غور ہیں۔

ان تین مرحلوں میں کسی جاندار کی شکل وصورت جو اس کی نوع کو جُداگانہ رنگ میں پیش کرتی ہے۔ قائم ہوتی ہے۔

یہ تین مرحلے دراصل تین اندھیرے ہیں۔

اوّل ۔ نطفہ جب رحم میں رکھا جاتا ہے۔ ...... ایک اندھیرے میں ارتقاء

دوم ۔ پھر اُسی سے لوتھڑا لوتھڑے سے بوٹی اور بوٹی سے ہڈیاں بنتی ہیں۔ ...... دوسرے اندھیرے میں ارتقاء

سوم ۔ پھر ہڈیوں پر گوشت پوست اور بالوں و دیگر شکل وصورت
کی تکمیل جس کے بعد اس میں رُوح پھونک دی جاتی ہے۔ ...... تیسرے اندھیرے میں ارتقاء

Marfat.com

اِن تین مرحلوں کو خدا نے اندھیرے ---- اس لئے قرار دیا ہے۔ کہ کوئی نُور سوائے اندھیرے کے پھوٹ نہیں سکتا۔

نیز ان مرحلوں کو اندھیرا اس لئے بھی کہا گیا ہے۔ کہ انسانی آنکھ یا اس کا کوئی خود ساختہ آلہ ماں کے پیٹ میں بچے کے نر و مادہ ہونے کی تشخیص ہی نہیں کر سکتا۔

۳۶ : ۱۷ ۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں یعنی قدرتوں سے بنائیں ان میں سے ہم نے چار پائے بھی پیدا کئے (انعام) اور انسان اُن کے مالک ہیں۔ (فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ)

گویا جن جانوروں کو خدا نے بنایا ہے۔ اور جن میں مفید اور حلال چار پائے بھی شامل ہیں۔ وہ خود کسی صورت میں انسان نہیں اور نہ انسان بن سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان تو اُن کے مالک ہیں۔ جس طرح مالک اور مملوک ایک نوع میں شمار نہیں ہو سکتے اسی طرح انسان بندر یا بندر انسان تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک اور مقام پہ ہر ایک جاندار کے جبلی و فطری خواص کے تحت مختلف نظر یاتی قبائل اور اُن کے اقسام کی تشخیص یوں بیان فرمائی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ط يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ٥

اور اسی خلّاقِ عظیم نے ہی زمین پر دبا ؤ ڈالنے والی ہر جنس کو (عناصر کے ملے جلے محلول کے) پانی سے پیدا کیا۔ پس اُن میں بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں پہ چلتے ہیں۔ (جیسے پرندے اور انسان وغیرہ) اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پہ چلتے ہیں۔ (جیسے بندر گھوڑے بیل اور شیر وغیرہ) (ان کے علاوہ) خدا جیسے چاہتا ہے مخلوقات کو پیدا کرتا ہے۔ بے شک خدا تمام عناصر کے کھیل پر پُوری طرح قادر ہے۔

اَلْمَآءُ کی تشریح قبل ازیں کی جا چکی ہے۔ یہاں یہ دیکھنا مطلوب ہے۔ کہ خدا نے ہر ایک جانور کے چلنے کی جبلت کو جداگانہ انواع کی اقسام پر مشتمل قرار دیا ہے۔ چونکہ بندر چار پاؤں سے چلتا ہے۔ اس لئے بندر کو انسان کا باپ قرار دینا مضحکہ خیز امر ہوگا۔ مزید برآں اِن آیات سے ایک لطیف سا اشارہ جو حیرت انگیز طور پر ذہن میں آتا ہے۔ یہ ہے کہ پرندے اور انسان جن کے دو پاؤں ہیں ایک ہی صف میں شمار ہوئے ہیں۔ لیکن پرندے اُڑتے ہیں اور زمین پہ آکر چلتے پھرتے بھی ہیں۔ مگر انسان محض چلتا دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے گمان غالب ہوتا ہے۔ کہ شاید انسان بھی اپنے ارتقاء کے بعد اُڑنے کے قابل بن جائے خواہ وہ اُس کی ذاتی مشینری سے ہو یا اس کی جبلت اور روحانیت کے فیضِ عام سے ہو یا مرنے کے بعد خلقِ جدید کی صورت میں نُورانی مخلوق بن جانے کے بعد ہی کیوں نہ ممکن ہو۔

ڈارون کی تھیوری میں بندر اور انسان کی سو میں سے تینتیس یا پینتیس شقیں ایسی ہیں جو دونوں میں مشترک ہیں۔ یہ تعداد اور کسی حیوان میں مشترک طور پہ نہیں پائی جاتی اِس لئے اس نے یقین سمجھا کہ انسان پہلے بندر تھا۔ اور جسمانی ارتقاء

Marfat.com

سے آہستہ آہستہ انسان کی موجودہ شکل وصورت میں آگیا۔ ہماری نگاہ میں یہ تھیوری نہ صرف عناصر کے حیرت انگیز اعجاز کے خلاف ثابت ہوتی ہے بلکہ آج کی سائنسی تحقیقات اس امر پر متفق ہو چکی ہے۔ کہ ہر نوع ایک ذرّے کی پیداوار ہے۔ اگر ذرّہ نہ ہوتا کچھ نہ ہوتا۔ ذرہ خواہ کسی عنصر کا ہو اس میں حیات موجود ہے۔ اس لئے اس کی تائید میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ ہر عنصر کا ایک ذی حیات ذرّہ محض ایک ہی نوع پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے ایک نیا اندازہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ کائنات کے ۹۲ پائیدار عناصر ہیں۔ اور یہ ۹۲ عناصر آٹھ مختلف قبائل پر مشتمل ہیں۔ اس لئے قرآن میں ثمٰنیۃ ازواج کا مسئلہ مزید غور طلب بن جاتا ہے اور انواع کائنات کی اقسام بھی ہر ایک دائرہ میں آٹھ آٹھ قبائل پر منقسم کی جا سکتی ہیں۔ بہر حال ان مسائل کو علمی ارتقاء ہی ایک نہ ایک دن حل کر سکے گی۔

مسئلہ ارتقاء کے ضمن میں حضرت علامہ المشرقیؒ نے اپنی شاہکار کتاب تذکرہ میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کتاب حدیث القرآن میں بھی اختصار کے ساتھ اس ضمن میں بے حد پیچیدہ تبصرہ پیش کیا۔ جو کافی غور طلب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ علامہ مرحوم کی وہ آٹھ شقیں یہاں علمی اضافہ کے لئے پیش کر دیں۔

مسئلہ ارتقاء

آٹھ شقیں :-

اوّل - اس عالم کون ومکان اور پہلے زمین وآسمان کے اندر آفرینش کے ابتدائی ایام سے لیکر آج تک ایک ارتقائی اور تعمیری ایک تدریجی اور ترکیبی انقلاب واقع ہو رہا ہے۔ جو تخلیق کا فوری اور بلا واسطہ باعث ہے۔ حرکت اور حرارت اس تکوین کی علل اولیٰ ہیں۔ علت انتہائی وہ علۃ العلل وجود ہے جس نے سب اشیاء کو اپنی جبلت عطا کر کے اپنے اپنے کام پر لگا دیا ہے :

دوم - عالم موجودات کی سب ذی حیات مخلوق بشمولیت نباتات وخوردبینی حیوانات ایک سلسلۂ تکوین کی مختلف کڑیاں ہیں۔ جن کو بقدر اُن کے اعضائے رئیسہ وغیر رئیسہ کی سہولت واشکال ترکیب کے ایک تدریجی سلسلے میں پیوست کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب تکوین آفرینش کے مختلف مراحل میں ایک معین ترتیب سے ہوئی اور بتدریج ہوئی۔ اس نردبان کا کمال اوج انسان ہے۔ جس کے اعضاء کی تقویم سب ادنئے حیوانات سے بہر نوع بہتر ہے۔

سوم - دُنیا ایک عظیم الشان امتحان گاہ جہد وعمل ہے۔ جس میں ہر ذی حیات فرد بطور ایک مجاہد کے ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے دائروں کے اندر ایک لامتناہی کشمکش اور غیر منقطع مزاحمت میں لگے ہیں۔ قیام وبقاء کا تمام تر

Marfat.com

حصر اسی جدوجہد پر ہے۔ ہر جنس نوع اور فرد جغرافیائی اور استطاعتی حدود کے اندر اپنی ہمسایہ مخلوق کے بالمقابل صف آرا ہے۔ فطری اور مقامی موانعات کا مقابلہ کر رہی ہے۔ بہتر اور قوی تر اجناس سے نبرد آزما ہے۔ دشمن سے عہدہ برآ ہونے کی تجویزوں میں لگی ہے۔ کمتر اور کمزور مخلوق پر مسلط ہونے کی سعی کر رہی ہے۔ الغرض اپنی بہبودی اور بچاؤ اپنی تقویت اور دفاع کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس مقام نظر سے عالم حیوانات و نباتات کی سب مجتمعات یافتہ قوی تر اجناس و انواع کی جارحانہ دستبرد کے باعث ایک متصل خوف کے ماحول میں گھری ہیں۔ جس سے بچ نکلنا اور جس کو امن سے بدل دینا ہر زندہ مخلوق کا منتہائے وحید ہے۔"

چہارم ۔ مختلف انواع و اجناس کا ظہور اور قیام، خارجی اور مقامی حال و احوال اور باطنی استعداد و صعود کے متفقہ زیر اثر سے ہوا۔ جو نوعیں اعمال طبیعت کی خارجی مزاحمت کے بالمقابل پوری نہ اتر سکیں مٹتی گئیں۔ جنہوں نے اس کشمکش میں پورا حصہ لے کر اپنے آپ کو مستعد ثابت کیا صعود کرتی گئیں۔ عالم حیات کا سب کون و فساد اسی عالم آرا اصول کے ماتحت ہو رہا ہے۔ حفظ نفس اسی مزاحمت کا محرک اوّل ہے۔ جس نباتی یا حیوانی نوع کا استخلاف زمین کے کسی حصے پر قائم ہے وہ صالح ہے جس کا تمکن فی الارض مٹتا جا رہا ہے وہ غیر صالح ہے جو نوع سب سے متمکن سب سے زیادہ مجاہد اور مستعد سب سے زیادہ تکثر اور ارتقائی اہلیت رکھتی ہے۔ وہی اپنے دائرے کے اندر اصلح ہے۔ اُسی کا بقا قطعی ہے۔ فطرت خود بخود اس کا انتخاب کر کے اس کو بے خوف و خطر کر دیتی ہے۔

پنجم ۔ انسان کی تکوین کمتر مخلوق کے ارتقا سے ہوئی مگر اس انقلاب عظیم کی تکمیل میں قرن ہا قرن گزر گئے حتیٰ کہ ایک نوع کا انتقال اُس سے اگلی نوع میں بھی ہزار ہا برس میں ہوا۔ اسی مدت مدید میں زمین بھی لاانتہا جغرافی اور طبعی کیمیاوی اور تعمیری انقلابات کا مکین رہی اور اب تک ہے۔ ارتقاء کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ جب تک زمین و آسمان موجود ہے جاری رہے گا۔ اس نقطۂ نظر سے بہت ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد انسان اپنی قوتوں صلاحیتوں اور علم و عمل میں ارتقا کرتے ہوئے اس سے بھی بہتر مخلوق بن سکے۔ جو اپنی صفات میں شارع کائنات کی ذات سے قریب تر ہو۔ اس بنا پر زمین و آسمان کی تکوین کا سلسلہ انسانی نقطۂ نظر سے ایک بے پایاں سلسلہ ہے۔ جو ہزار در ہزار بلکہ لکھو کھہا برس سے چل رہا ہے۔ اور ممکن ہے کہ لکھو کھہا برس تک اسی طرح چلتا رہے۔

(نوٹ :۔ بے شک ہمارے تمام سابقہ بیان کی حیرت انگیز طور پر تصدیق کرتی ہے۔ کہ انسان ایک کمتر مخلوق یعنی نادیدنی اور لطیف ترین ذرے سے پیدا ہوا۔ اور قرن ہا قرن کے ارتقاء کے بعد موجودہ تشکل و صورت میں آیا۔ اس کے بعد بھی اُس میں ارتقائی حسیات موجود ہیں۔ اور وہ بدستور ارتقاء کرتا رہے گا۔ لیکن یہ ارتقاء اُسے جس منزل تک پہنچائے گی ہر منزل پر وہ انسان ہی کہلاتا رہے گا۔ فتدبروا)

ششم ۔ نفس واحدہ کے اجتماع اور استعمار سے مختلف نوعیں پیدا ہوئیں لیکن ہر نوعی اجتماع نہ صرف پہلے

Marfat.com

نوعی اجتماع سے بہتر اور صالح تر ہُوا بلکہ ہر ایک صورتِ اجتماع میں بھی اُس کے اپنے دائرے کے اندر صلاح اور ارتقاء کی تجویز قائم رہی۔ حتیٰ کہ وہ صنف بذاتِ خود اَوجِ کمال کو پہنچ گئی۔ گویا ارتقاء ایک شجر ہے جس کی متعدد متفرع شاخیں ہیں۔ اگرچہ اصل ایک ہی ہے۔ مختلف شاخیں اپنے اپنے خطوں پر پُھولتی پھلتی گئیں بلکہ شاخ در شاخ ہو گئیں۔ اُن پر مختلف پُھول لگے جو اس شق کی صالح ترین انواع ہیں۔ بعض شاخیں اور پتے جھڑتے گئے جو غیر صالح انواع کی مصداق ہیں۔ اسی تنے کی بلند ترین شاخ انسان ہے جس کی کئی ایک فروع ہیں۔ جو بلحاظ اختلافِ لون و نسل اور امتیاز فہم و ادراک ایک دوسرے سے قوی تر ممیز تر ہے۔ جس قوم بالنسل کی حکومت صورتاً اور معناً اس زمین کے بر و بحر پر قائم ہے وہی آج اصلح ہے اور اس عظیم الشان درخت کی چوٹی پر متمکن ہونا اُسی کا طغرائے امتیاز ہے۔

(نوٹ۔ اس شق میں انسانی نوع کا باقی انواع سے مختلف ہونا خط کشیدہ الفاظ سے بالکل ظاہر ہے۔ ارتقائی انداز میں اگرچہ ہر نوع اپنے اپنے مقام اور دائرے میں ارتقاء کر رہی ہے۔ لیکن انسان اپنے ارتقا میں سب انواع سے بلند تر نوع ہے۔ اِسی لئے اُسے استخلاف اور تمکن فی الارض حاصل ہے۔ نیز اگرچہ مخلوق کی ابتداء نفسِ واحدۃ (یعنی ایک مؤنث ایٹم جس کی جبلت وحدت میں تھی) سے ہوئی لیکن یہ نفسِ واحدۃ ہر نوع کی تخلیق کے لئے جداگانہ تھا۔ حضرت علامہؒ کے یہ الفاظ "نفسِ واحدۃ کے اجتماع اور استعمار سے مختلف نوعیں پیدا ہوئیں" سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ تمام انواع کی جداگانہ رنگ میں تخلیق کے لئے علیحدہ علیحدہ خواص و صفات کے نفوسِ واحدہ کا ایک اجتماع اور استعمار قائم فرمایا گیا۔ اجتماع کا لفظ ہی ہمارے مدعا کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ جو تخلیق اور ارتقائے انسانی کے متعلق ہماری طرف سے بیان شدہ سابقہ تشریح کی ایک بیّن دلیل ہے۔)

ھفتم۔ طبقات الارض کی تہوں میں میلوں کی گہرائی پر دبی ہوئی ہڈیاں نہ صرف اُس مخلوق کی یادگار ہیں جو انسان سے پہلے اِس زمین پر بس رہی تھیں بلکہ زمین کے اُن طبعی اور جغرافی مقامی اور تخلیقی انقلابات کی سلسلہ وار سرگزشت ہیں۔ جو نشاءِ آفرینش سے ہوئے اور آج تک ہو رہے ہیں۔ گویا زمین کے تہ در تہ طبقے کتابِ فطرت کے مرتّب اوراق اور ان کی ہڈیاں وہ ناقابلِ محو حروف ہیں جن کی وساطت سے ماجرائے زمین کا سلسلہ وار پتہ لگ سکتا ہے۔ اسفل طبقے اعلےٰ طبقوں سے لامحالہ قدیم تر ہیں۔ اور اُن کے باقی ماندہ آثارِ تکوین کے تدریجی سلسلے کی صحیح سند ہیں۔ اِن آثار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ شجرِ ارتقاء کی ابتداء سب سے نیچے طبق میں اُن نہایت ابتدائی حیوانات سے ہوئی جو محض ایک خورد بینی مضغۂ گوشت تھے۔ مگر سطحِ زمین کے نزدیک کے اعلیٰ طبق میں فرعی ارتقاء اُس شد و مد سے ہُوا کہ بڑے بڑے جسیم اور زور آور حیوان (جن کے ڈھانچے آجکل کے بڑے بڑے حیوانوں سے بھی کئی گنا بڑے ہیں) روئے زمین پر مدّتوں کثرت سے آباد رہے۔ اُن کا بالآخر سطحِ زمین سے محو ہو جانا اور بقایا ہر ضعیف جنسوں کا لکھو کھہا برس سے جاری رہنا اِس امر کی دلیل ہے۔ کہ مزاحمتِ حیات میں جسمی زور یا جارحانہ قوّت ہی کفایت نہیں کرتی بلکہ صلاحیتِ بقا اِن کے

Marfat.com

سوا کچھ اور شے بھی ہے۔ یہ صلاحیت فطرت کی اٹل قوتوں کا جو بقا کی راہ میں حائل ہیں اور جو ہر مخلوق کے بالمقابل بقدر اُس کی بساط کے نبرد آزما ہیں مستعدی سے مقابلہ کرنا ہے۔ اگر چیونٹی کی نسل باوجود اپنے ضعیف جسم کے ایک مدتِ مدید سے اس زمین پر متمکن ہے درانحالیکہ وہ عظیم وجلیل میمتھ جو موجودہ ہاتھی سے کئی گنا بڑا تھا تباہ ہو چکا ہے۔ تو اس کا باعث لامحالہ یہی ہے۔ کہ چیونٹی نے موانع طبیعت کا مقابلہ زیادہ مستعدی اور کامیابی سے کیا ہے۔

(نوٹ :- اس شق سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جو مخلوق زمین کے بطن میں کئی میلوں کی گہرائیوں پر دفن پڑی ہے۔ وہ یقیناً انسانی نوع کی تخلیق سے پہلے اسی زمین پر کسی نہ کسی زمانے میں موجود تھی۔ اور اُس کا زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہو جانا فی الواقع کسی عظیم انقلابات اور قیامتوں کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔ مزید تشریح تخلیقِ قمر کے ضمن میں بابِ سوم میں دی جائے گی)

ہشتم۔ (الف) کرۂ فلک کے اس ناپیدا کنار محیط میں جس کی وسعت قطعاً ناقابلِ مساحت ہے۔ لاانتہا عظیم وجلیل کرّے ہول انگیز فاصلوں پر ہر طرف پھیلے ہوئے اپنے اپنے مداروں پر چل رہے ہیں۔ منظار اللّون کی اس ناقابلِ انکار شہادت نے آج یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچا دی ہے۔ کہ اِن سب مجامع عوالم کی ترکیب اجزا میں وہی مشترک عناصر اہویۂ اور فلزات شامل ہیں جو زمین پر موجود ہیں۔ نہ کوئی نیا عنصر یا فلزی اور ہوائی مرکب اب تک اُن کے کسی حصّے میں داخل ثابت ہوا۔ اس مشاہدے سے لامحالہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آسمان کے سب دُور اور نزدیک کرّے بشمولیت زمین آفرینش کے محض ابتدائی مراحل میں۔ ایک مشترک ہیولائے فضائی تھے۔ جس کے مختلف حصّے علیحدہ علیحدہ ہو کر (طارق المرکز قوّت کے اثر سے) ٹھوس اجسام بن گئے۔ اور نئے مداروں پر پھیلنے لگے۔ طبعی نقطۂ نظر سے فطرت کی وحدت اس بنا پر ایک آشکارا امر ہے جس کے لئے کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہیں۔

(ب) اجرامِ فلکی سے قطع نظر کر کے پھر اگر تمام عالمِ حیات کی طرف نظر دوڑائی جائے تو فطرت کا طالبِ علم لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے۔ کہ ماہیّتِ حیات کا لحاظ سب روئے زمین پر ایک ہے اس کا کیف وحال سب مخلوق میں اصلاً ایک ہے۔ اس کے لازمات اور ماجریات تاثرات اور محسوسات ایک ہیں۔ پانی اس کا ایک مشترک اور عالم گیر قوام ہے۔ جس کے بغیر اس کا قائم رہنا محال ہے۔ ارتقائے حیات کے مختلف منازل میں یہی وہ شے ہے۔ جو ہر حال میں موجود ہے۔ اسی بنا پر حیات کی روئے زمین پر وحدت بھی ایک بدیہی امر ہے۔

(ج) مشاہدۂ فلک نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہیولائے فضائی سب کا سب ابھی ختم نہیں ہوا۔ بلکہ مختلف شکلوں میں بعض مجامع النجوم کے گرداگرد فضائے اثیری میں چل چکر کھا رہا ہے۔ اس بنا پر تخلیقِ عالم کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا۔ بلکہ روز بروز نئے کرّے وجود میں آ رہے ہیں۔ یا پرانے نسیاً منسیاً ہو کر ہیولائے فلک بن رہے ہیں۔ الغرض یہ سب تعمیر وشکست ایک بے پایاں سلسلہ ہے۔ جس کا کوتاہ نظر انسان کے محدود علم کی رُو سے اٹل نتیجہ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ تمام کائنات

Marfat.com

فطرت ایک ہے۔ اس کی علتُ العلل ایک ہے۔ صورتِ اتحاد ایک ہے نسخۂ حیات ایک ہے۔ رازِ حیات ایک ہے۔ نظم ونسق اور مطاع تعبِ بے مثال ایک ہے۔

الغرض! یہ ہیں وہ عظیم الشان آٹھ شقیں جو حضرت علاّمہ ممدوح نے مسئلہ ارتقاء کا مغز قرار دی ہیں۔ لیکن ان سے بھی اس امر کی کہیں تصدیق نہیں ہوسکتی کہ ڈاروِن کا مسئلہ ارتقاء فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ یا موجودہ نوعِ انسانی نے بندر سے ارتقاء کرکے صعود حاصل کیا ہے۔

مغربی حکمأ کی طرف سے جانوروں کی نوع بندی چلنے کی جبلّت کی بجائے دُودھ کی غیر مشترک جبلّت پر صریحاً غلط ہے۔

قرآنِ عظیم وحکیم نے جانوروں کی نوع بندی اُن کے چلنے کی جبلّت اور خصلت پر قائم کی ہے۔ لیکن مغربی حکماء کے نظریات اس کے برعکس ہیں۔ انہوں نے اِن کی نوع بندی دودھ کی غیر مشترک جبلّت پر رکھی ہے حالانکہ پرندے اور اکثر دریائی جانور انڈے دیتے ہیں۔ دودھ نہیں دیتے۔ اور جو جانور دُودھ دیتے ہیں انڈے نہیں دیتے۔ لہٰذا انواعی لحاظ سے جبلّتوں کا اختلاف بالکل ظاہر ہے حضرت علاّمہ المشرقی نے اپنی کتاب حدیث القرآن کے صفحہ ۲۱۰ اور ۲۱۵ پر مغربیوں کی اس تھیوری کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا تھا۔

"طبقات الارض کے ذریعے سے مستنبط ہوا ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش سے اِس وقت تک ہزار دو ہزار حیوانی اجناس بلکہ انواع بھی کشمکشِ حیات سے نامکمل مقابلے یا عدم صلاحیت کے بواعث روئے زمین پر ناپید ہوتی گئیں۔ اور ان کی جگہ صالح تر اجناس و انواع نے لے لی .... (مغربی ماہرین طبقات الارض اور علمِ حیوانات کے نظریات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔) کہ زمین پر پہلے بہ اعتبار اعضائے بدن ادنیٰ قسم کی مخلوق ظاہر ہوئی پھر وہی مخلوق اُسی ایک ہی سلسلہ توالد وتناسل سے اعلیٰ قسم کے اعضائے بدن والی مخلوق میں ارتقاء کرتی گئی حتیٰ کہ چار پیروں والے انسان کا ظہور ہوا۔ (پھر مندرجہ ذیل آیت پیش فرماکر مغرب کی مندرجہ بالا تھیوری کو غلط قرار دے دیا۔

۲۴ : ۶ - ایک خدا نے سب حیوانات کو ایک ہی پانی سے پیدا کیا۔ پھر اُن حیوانات میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں۔ کچھ اُن میں وہ ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو شے مناسب سمجھتا ہے پیدا کرتا ہے۔ ہم نے بے شک اور بالتحقیق روشن کردینے والی آیات اتار دی ہیں۔ اور اللہ جس کو مناسب سمجھتا ہے سیدھے رستہ پر لے جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں انہوں نے لکھا کہ (مغربیوں کے نظریات کے تحت) کہ خدا نے انسان کو چار

Marfat.com

ٹانگوں والی مخلوق میں داخل کر کے گویا دودھ پلانے والے جانوروں کو سب سے اعلیٰ مخلوق میں شامل کر کے انسانی اعضاء کی ارتقاء کی تقسیم بعینہٖ اُسی ڈگر پر کی ہے جس ڈگر پر آج فطرت کے عالم (یعنی مغربی محقق) اِس کو کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں حالانکہ سرسری نظر سے دیکھا جائے تو انسان دو ٹانگوں والی مخلوق نظر آتا ہے۔ اور دو ٹانگوں والی مخلوق ہی سرسری نظروں میں افضل سمجھی جانی چاہیئے تھی۔ صرف یہی ایک نکتہ تیرہ سو ستر برس پہلے کے قرآن کے منجانب اللہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا۔"

مندرجہ بالا اقتباسات کے مطابق ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت علامہؒ نے مغربیوں کی طرف سے دودھ دینے والی حیوانی جبلّت کے نظریہ کے تحت حیوانات کی صف بندی کو حیوانات کے چلنے کی جبلّت کے تحت صف بندی کے بالمقابل پوری شدومد سے ٹھکرایا۔ یہ اس لئے کہ دودھ پلانے والی صفت حیوانات میں غیر مشترک تھی۔ لیکن چلنے کی جبلّت سب میں مشترک تھی۔ لہٰذا ڈارون کے نظریۂ تخلیق وارتقاء کو کہ انسان بھی فی الحقیقت چار پاؤں پر چلنے والا اور دودھ دینے والا ایک حیوان ہی ہے۔ اِسی لئے وہ بندر سے ارتقاء کر کے انسانی شکل میں آیا۔ قرآن عظیم و حکیم اسے صریح طور پر غلط قرار دے چکا ہے۔ مزید برآں علامہ ممدوح نے تذکرہ جلد اوّل کے صفحہ ۲۹-۲۸ پر پھر مندرجہ ذیل سطور دیکر مغرب کی تھیوری کو غلط قرار دے دیا تھا۔

"قرآنِ حکیم نے اِس آیت کریمہ (یعنی آیت استخلاف) میں آفرینش کی بقا و فنا اور اقوام کے عروج و زوال کا وہ مہتم بالشان کلیہ بیان کر دیا ہے جس کی طرف پہلی شق یورپ کے طبعی فلسفی طبقات الارض کی مسلسل تفتیش و تفحّص کے بعد ابھی ابھی پہنچے ہیں۔ غیر ناطق حیوانات میں چونکہ ایمان کی انسانی طریق پر گنجائش نہیں اور عمل مقتضائے طبیعت ہے۔ اس لئے فطرت کے حال و احوال کا ان کی ضروریاتِ زندگی سے تطابق یا تخالف پذیر ہونا ہی ان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت ہے۔ اور وہی جنس قوی تر یا صالح تر ٹھہرے گی جس کے وسائل دفاع کا توازن (جو فطرت نے اُس کو سپرد کئے ہیں) قدرت کی خارجی اور اندرونی طاقتوں کے ساتھ قائم رہے گا۔ مگر مجامع انسانیہ کی حالت جن کے ہر فرد کی ادنٰے ضرورت بھی تدبیر و عمل کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی قطعی مختلف ہے۔ ان کے تحفظ و ارتقاء کا مسئلہ بے حد مشکل اور بدرجہا پیچیدہ تر ہے۔"

الغرض انسانی نوع اگرچہ دودھ پلانے والی انواع سے ایک ہے۔ لیکن چلنے کی جبلّت میں اس کا شمار اُڑنے والے پرندوں میں ہو گا۔ کیا عجب کہ آئندہ والی انواع سے کوئی نوع اس قدر عظیم ارتقاء کر رہی ہو کہ آگے چل کر انسانی خلافت کے بعد خلافتِ ارضی اُس کی جھولی میں پڑے۔ یا دو پیروں پر چلنے والا انسان کسی آنے والے دور میں پرندوں کی طرح اُڑنے لگے اُس کے ارتقاء کا یہ مرحلہ فی الحقیقت حیرت انگیز ہو گا۔

Marfat.com

کائنات کی لِمْ تک پہنچنے کیلئے انسان کو کن صفات کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

۱۔ ۱۸ : ۵۱-۵۰ - وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ .... قَوْمًا بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا

ترجمہ :- اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کی تعظیم و فرمانبرداری میں سجدہ ریز ہو جاؤ۔ تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ اِس لئے کہ وہ جنّات کی تخریب پسند اور شرانگیز مخلوق میں تھا۔ تو اپنے پروردگار کے حکم سے انورانی نیوکلس اور اس کے دائرہ کار یعنی (الملاء الاعلیٰ سے) باہر ہو گیا۔ (اب اے انسانو! کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ اور شیطان کی دوستی ظالموں کے لئے خدا کے نزدیک بڑا بدل ہے۔ (ایسے انسانوں کو کیا ہو گیا ہے۔ نہیں بلکہ وہ سوچتے بھی نہیں کہ) ہم نے اُن (تخریب پسندوں یعنی شیطان اور اس کی ذرّیت کو) نہ تو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت ہی حاضر ہونے کو کہا اور نہ ایسے نامنجار شیطان دوست انسانوں کے نفوس یعنی ایٹموں) کی تخلیق کے وقت ہی حاضر ہونے کے لئے بلایا تھا۔ اور خدا ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

(آیت کے الفاظ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ بے حد قابلِ غور و فکر ہیں)

ہمارے بعض علمائے کرام نے اس آیت کے معانی یوں کئے ہیں۔

"یعنی میں نے اُن کو نہ تو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرتے وقت بلایا تھا اور نہ خود اُن کے پیدا کرنے کے وقت" .... گویا اَنْفُسِهِمْ کی ضمیر کو انسانوں کی طرف نہیں بلکہ شیطان اور اس کی ذرّیت کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ جو اس لئے صریح غلط ثابت ہوتی ہے۔ کہ جو مخلوق ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ اُسے اس کی پیدائش کے وقت بلانا یا حاضر کرنا اصل مطلب کو صریح طور پر بے معنی بنا دیتا ہے۔ لہٰذا اَنْفُسِهِمْ کی ضمیر فی الحقیقت اُن بداعمال انسانوں کے نفسوں کی طرف ہی ہو سکتی ہے۔ جن کی پیدائش فی الحقیقت شیطان اور اس کی ذرّیت کے بعد ہوئی۔

بہرحال تفسیر خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کی یہ اطلاع کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت کسی بُرے اور تخریب پسند

Marfat.com

عنصر کو شریک کار یا مددگار نہیں بنایا گیا۔ نہیں بلکہ انسان کی تخلیق کے وقت بھی شیطان یا اُس کی تخریب پسند ذریت کو نہ تو بلایا گیا۔ اور نہ اُنہیں حاضر ہونے کا کوئی حکم ہی دیا گیا۔ اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے۔ کہ زمین و آسمان اور خود انسان کی تخلیق فی الحقیقت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی تھی۔

اگر مغرب آج ایٹمی توانائی کے پُرامن استعمال کی بجائے اور تسخیر کائنات کے فائدہ بخش اور ارتقاء پذیر جذبہ کے برعکس اس رازِ حیات کو پھر موت سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔ نہیں بلکہ جس کی تخلیق نہایت ہی پاکیزگی اور تخریبی طاقت کی عدم موجودگی میں ہوئی تھی۔ آج تخریبِ کائنات کی طرف لپکنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اُس نے اپنی پاکیزہ تخلیق کو تخریب و فساد میں بدلنے کی خود کوشش کی ہے۔ نہیں بلکہ وہ خود اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔ مزید برآں آیت مندکرہ بالا سے یہ اہم نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے۔ کہ علم فطرت کے ہر عالم یا سائنس دان کو اپنے غور و فکر میں اور تجربات اور مشاہدات میں مکمل پاکیزگی درکار ہے۔ کیونکہ نوع انسانی کی تخلیق ہی نہیں بلکہ اس کی اس زمین پر آمد اور زندگی بھی پاکیزگی سے ہمیشہ ہمکنار ہونی چاہیئے جب تک ہم میں اکلِ حلال نہ ہوگا۔ پاکیزہ غور و فکر کی نمود نہ ہوگی۔ ہماری تمام کوششیں ناکار برار اور بے نتیجہ ثابت ہوں گی۔ ممکن ہے مغربی علمائے فطرت اِس نقطے کو پوری طرح سمجھتے ہوں۔ اور اپنے غور و فکر میں پاکیزگی کو حتی الامکان عمل میں لاتے ہوں۔ لیکن جب ہم ہیروشیما کی داستان استہلاک اور دنیا کی تباہی کے لئے ان علماء نے آج تک جو مال و سامان اکٹھا کر رکھا ہے۔ دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے۔ کہ انسان ہی بالآخر تخریبِ کائنات کا پیش رو بن کر اپنی نوع کی فنا کے لئے خود دستک دے رہا ہے۔ پوری انسانیت کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے ؎

وہ فکرِ گستاخ جس نے عُریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اُسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں اُس کا ہے آشیانہ

۲ ۴۵ : ۲۳ - جو صرف اپنی خواہشات کا بندہ بن گیا۔ تو اللہ نے اُس کے علم پر اُسے گمراہ کر دیا۔ اور اس کی روحانی اور حقیقی سماعت۔ نگاہ اور قلب و ذہن کی تمام طاقتوں کو بند کر دیا۔

۳ ۷۰ : ۴۰ - انسان جس سے پیدا ہوا ہے۔ اُسے خوب سمجھ رہا ہے۔ اور مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم ہم طاقت رکھتے ہیں کہ ان سے بہتر نوع زمین پر بدل دیں اور ہم اس سے عاجز نہیں۔

۴ ۷۵ : ۱۳ - انسان تو وہ ہے جو اپنے نفس (یعنی تخلیقی ایٹم کی چھان بین کر کے اُس پر) غور کرنے والا ہے اور اس کی کُن فکاں پر گواہ بن جانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کے مفہوم کے بعد ہم جب خدا کا یہ اعلان دیکھتے ہیں کہ ہم نے نوعِ انسانی کے لئے زندگی کا طریق اور لائحہ عمل محض اسلام کی صورت میں پسند کر لیا ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ خدا ہمیں پوری سلامتی چاہتا ہے۔ تخریبی مذہب سے ڈراتا ہے۔ اور جب انسان سے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ انسان کو اپنی حیات مکمل امن و سلامتی اور

Marfat.com

غلبے سے گزارنی چاہیئے۔ ورنہ تخریب سے نہ تو یہ نوع امن و سلامتی سے ہمکنار رہ سکتی ہے۔ اور نہ اسے غلبے کی ایک معمولی شمہ بھی میسر آسکتی ہے۔ اُدھر جب ہم مغرب کو دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے امن کے دعوؤں کے ساتھ ساتھ تخریب کائنات کی ہنگامہ آرائی۔ نوعِ انسانی کی تباہی اور امن و سلامتی کے بحال رکھنے کے لئے ایک فساد انگیز اور تخریب آمیز غلبے کی شیطانی بنیاد کھڑی کردی ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ اُس کے ذہنی فکر میں پاکیزگی قطعاً نہیں اس میں نوعِ انسانی کی سلامتی کا ادعا قطعاً نہیں وہ نہ صرف کائنات کو بھسم کرنے کے ارادے باندھ چکا ہے۔ بلکہ اِس ہلاکت کا شکار وہ خود بھی ہونے والا ہے۔ اگر مغرب کے ارادے اِسی قدر مذموم اور ہلاکت خیز ہیں۔ تو مشرقوں اور مغربوں کے خدا نے بھی قسم اٹھا رکھی ہے۔ کہ ہم اس بدکردار ہو جانیوالی نوع کو ہلاک اور نابود کر دینے میں ادنیٰ سی پرواہ نہیں کریں گے۔ نہیں بلکہ تخلیق کے قدیم اصولوں کے مطابق اور خلقِ جدید کے نظریات کے تحت اِس نسلِ انسانی کو روئے زمین سے معدوم کر کے اُس کی جگہ ایک نئی اور بہتر مخلوق پیدا کر دیں گے۔

لہٰذا کائنات کی لم تک پہنچنے کے لئے دو اہم امور کو زیرِ نظر رکھنا بہت ضروری نظر آتا ہے۔ یعنی

اوّل۔ اِس زمین سے تخریب و فساد کی ہر کوشش کو طاقت۔ محبت اور اصلاح یعنی مکارمِ اخلاق سے نیست و نابود کر دینا ہوگا۔

دوم۔ پاکیزگی کے اصولوں کو اکلِ حلال اور امن و سلامتی کے کردار سے تخریب پسند اقوام کو روشناس کرانا ہوگا۔ اور گستاخیٔ فکر و کردار کے نتائجِ بد سے آگاہ کرنا ہوگا۔

ہماری نگاہ میں دینِ اسلام کی تمام تر تبلیغ کا مرکز یہی دو اہم اعمال ہیں۔ جن سے امن و سلامتی اور ایمان کی جڑیں مضبوط ہو سکتی ہیں۔ اور نوعِ انسانی کی ارضی خلافت بھی بحال رہ سکتی ہے۔ نہیں بلکہ نوعِ انسانی کے ہاتھوں تسخیر کائنات کی مہم بھی سر ہو سکتی ہے۔

؎ فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا
اقبالؒ

Marfat.com

نوعِ انسانی کا ظہور اور اُس کے تدریجی ارتقاء کے مظاہر اور نتائج

اس باب کے شروع میں ہم نے ایک آیتِ قرآنی کی مفصل تشریح کی ہے۔ یعنی (۴ : ۲۸) وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ○ علماء نے ضعیف کے معنے محض کمزوری کے لئے ہیں۔ لیکن ہم نے اس کے معنے کمزوری میں بڑھنے اور قوت میں دوچند ہونے یا انتہائی قوت کے بعد پھر کمزوری میں دوچند بڑھنے کے کئے ہیں۔ گویا ضعیف کے معنے محض بڑھنے اور ترقی کرنے کے ہیں۔ شروع میں نوعِ انسانی محض جڑی بوٹی کی طرح اُگتی رہی۔ لیکن اس میں ارتقاء کے خواص اور قوت و ہیئت میں بڑھنے کی جبلّت موجود تھی۔ جڑی بوٹی کے مرحلہ سے نکلا تو چلنے پھرنے والی تخلیق میں آیا۔ پھر عقل و دانش سے ہمکنار ہو کر بولنے والا بن گیا۔ اب قد اور عمر کی زیادتی سے ہٹ کر عقل و دانش اور قدرت و طاقت کے مرحلے میں جا داخل ہوا ہے۔ اس کے بعد کیا ہو گا؟ اُسے ارذل العمر سے ہمکنار ہونا پڑے گا۔ اور انجام کار اپنی نوع کی اجتماعی موت کو دعوت دیگا۔ پھر اس کی تخلیق نئے سرے سے ہو گی۔ قیامت قائم ہو گی۔ اور جزا و سزا کا میدان گرم ہو گا۔ قرآن کے بغایت مطالعہ کے بعد یہ تمام مراحل دو اور دو چار کی طرح ثابت ہوتے ہیں۔

علمائے مغرب کا کہنا ہے۔ کہ زمین کی اقطاری فضا اس کے ارد گرد چھ سو میل کی بلندی تک پھیلی ہوئی ہے۔ چھ سات میل اوپر تک تو یہی ہوا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ مگر اس سے اُوپر کی فضا میں بہت لطیف گیسیں ملتی ہیں۔ جن میں سانس لینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ اتنی بلندی پر جب کوئی پہنچتا ہے۔ تو ایک ہی وقت میں جل کر خاکستر بھی ہو سکتا ہے۔ اور منجمد بھی۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ ہم زمین پر سورج سے براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ گرمی حاصل کرتے ہیں۔ یعنی سُورج کی شعاعوں سے ہوا گرم ہو جاتی ہے۔ پھر اُس سے حرارت زمین والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر خلا میں ہوا اس قدر لطیف ہے کہ وہ گرم نہیں ہوتی اور درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے پچاس ساٹھ درجے گر جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ بلند فضاؤں میں سُورج کی گرم شعاعوں کو جذب کرنے کے لئے کوئی عنصری مواد موجود نہیں ہوتا۔ لیکن دوسری طرف شعاعوں کی تیزی بھی کم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کوئی آدمی فضا میں چلا جائے تو وہ ٹھنڈک کی وجہ سے منجمد ہو جائیگا۔ مگر اس کی کھال شعاعوں کو جذب کر کے جل جائے گی۔ علمائے مغرب کے ان نظریات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ نوعِ انسانی کو ایک کرّے سے دوسرے کرّے تک پہنچنے کے لئے نہ صرف اپنی جسمانی ہیئت میں مناسب تبدیلیاں کرنا پڑیں گی۔ بلکہ یہ معلوم بھی ہوتا ہے۔ کہ جب افزائش علم و دانش اور حکمت کے ایک ایسے بلند مقام تک پہنچ جائے گی تو نہ صرف انسانی

Marfat.com

فطرت خود بخود تجربات حکمت کے تحت ان رکاوٹوں کا ازالہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی بلکہ خلاقِ عظیم تعالیٰ کی طرف سے خود بخود اور بتدریج ایسی اعضائی اور جسمانی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی جائیں گی جو نامحسوس طور پر نوعِ انسانی کو اس قابل بنا دیں گی۔ کہ وہ انجام کار تسخیرِ کائنات کی اہل بن جائے۔

نوعِ انسانی کی قدیم تاریخ بتا رہی ہے۔ کہ حضرت نوحؑ کی عمر کتنی سو سال تھی۔ اصحابِ کہف بھی اس ضمن میں حیرت انگیز مثال رکھتے ہیں۔ اس وقت ناتوانی سے بڑھنے والی جسمانی لحاظ سے بھی کافی بھاری بھرکم ہوگی جسمانی طاقت میں بھی ایک مثال رکھتی ہوگی۔ لیکن آج جب ہم اس نوع کو دیکھتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کا قد صرف ساڑھے پانچ فٹ کی اوسط کے برابر رہ گیا ہے۔ بلکہ عمر بھی اوسطاً باسٹھ تریسٹھ سال تک جا پہنچی ہے۔ اس لئے کیا عجب ہے۔ کہ عمر اور قد کا تبدریج گھٹتے جانا اس نوع کو یہاں تک پہنچا دے کہ انسان محض ایک ایٹم کی صورت میں رہ جائے۔ اس کا علمی اور ذہنی ارتقا اس قدر فزوں تر ہو کہ جو کام وہ آج اپنی ساٹھ سالہ عمر میں نہیں کر سکتا۔ اُسے چند لمحوں کے اندر کر گذرے۔

آج جبکہ دنیا کی جنگ انسان کے جسمانی زور سے ہٹ کر ذہنی اور علمی ارتقاء کے محور پر لڑی جا رہی ہے۔ اور انسان چاہتا ہو۔ کہ وہ آرام کرسی پر بیٹھ کر ہزاروں میل دور ایک معمولی بٹن کے دبانے سے اپنے دشمن کو ہلاک کر دے اور وہ فاتح عالم بن کر اَنَا وَلَاغَیْرِیْ کا ڈنکا بجا دے۔ تو یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ انسان کے جسمانی ادوار کی وہ آخری کڑیاں نزدیک آ چکی ہوں۔ جن سے اُس کی جسمانی حالت ایک نادیدنی فتنہ میں تبدیل ہو جائے اور اس کی عمر کی مقدار ایک لمحہ بھر رہ جائے۔ ایک وقت تھا۔ جب انسان مٹی چاٹ کر اور درختوں کے پھل اور پتے کھا کر پیٹ بھرا کرتا تھا۔ لیکن آج وہی انسان اجناس کے جوہر نکال کر اور اُن کی ایک چٹکی کھا لینے سے زندہ رہنے کی تمنا اور جستجو پیدا کر رہا ہے لہٰذا جوں جوں انسان اپنے وجود کے لئے خوراک کی کم مقداری پیدا کر رہا ہے۔ توں توں اپنا قد کم اور عمر بھی بتدریج کم کرتا جا رہا ہے۔ ان تمام واقعات سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان مختلف اجناس کے جوہر نہیں بلکہ خالص آسمانی رزق جس کی تشریح اپنے مقام پر دی جا چکی ہے۔ استعمال کرنے کے قابل بن رہا ہے۔ اس کی جسمانی ہیئت میں بتدریج تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور اس کا علمی اور ذہنی ارتقاء کمال تک پہنچ رہا ہے۔ گویا ایک طرف وہ اپنے جسم اور عمر کی کمی کو بارِ خاطر لانے کے لئے تیار نہیں اور دوسری طرف علمی اور ذہنی ارتقا سے دوچار رہنا پسند کر رہا ہے اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ یہ کہ وہ ایک نہ ایک دن محض ایٹم کی طرح رہ جائے گا۔ لیکن اس کے ذہن رسا کی وسعت اس قدر ہوگی کہ وہ آسمانوں سے ماتھا پائی اور مختلف کروں تک رسائی ایک معمولی کام سمجھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی بتدریج ارتقاء کو اس آیت سے یوں واضح فرمایا ہے۔

۷۳ : ۱۷۔ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ کَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا ۔

اے لوگو! اگر تم ہمارے بھیجے ہوئے قرآن اور رسول کی لائی ہوئی آیات کی عظیم الشان خبروں کو سننے سے پرہیز کرتے ہو اور ایسے دن سے انکار کرنے پر آمادہ ہو جس دن تم پیدا ہوتے ہی دجوانی کے تمام انداز و کردار کو پا کر بوڑھے

Marfat.com

ہو جاؤ گے تمہارے اس عظیم الشان ارتقاء کے بعد کیا ہوگا؟ آسمان پھٹنے والا بن جائے گا۔ اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

گویا انسان کے اس ارتقائی معراج کے بعد ہی قیامت آئے گی۔ اور تخلیق جدید کا سماں پیدا ہوگا۔

وَھُوَ الْمُراد،

آدم

طلسمِ بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن
زمانہ صبحِ ازل سے رہا ہے محوِ سفر
مگر یہ اس کی تگ و دو سے ہو سکا نہ کہن
اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ انساں نہ روح ہے نہ بدن

اقبالؒ

Marfat.com

کیا
یہ کائنات
خُداداد علم اور حکمت و سائنس
کی
گرفت میں
ہے؟

Marfat.com

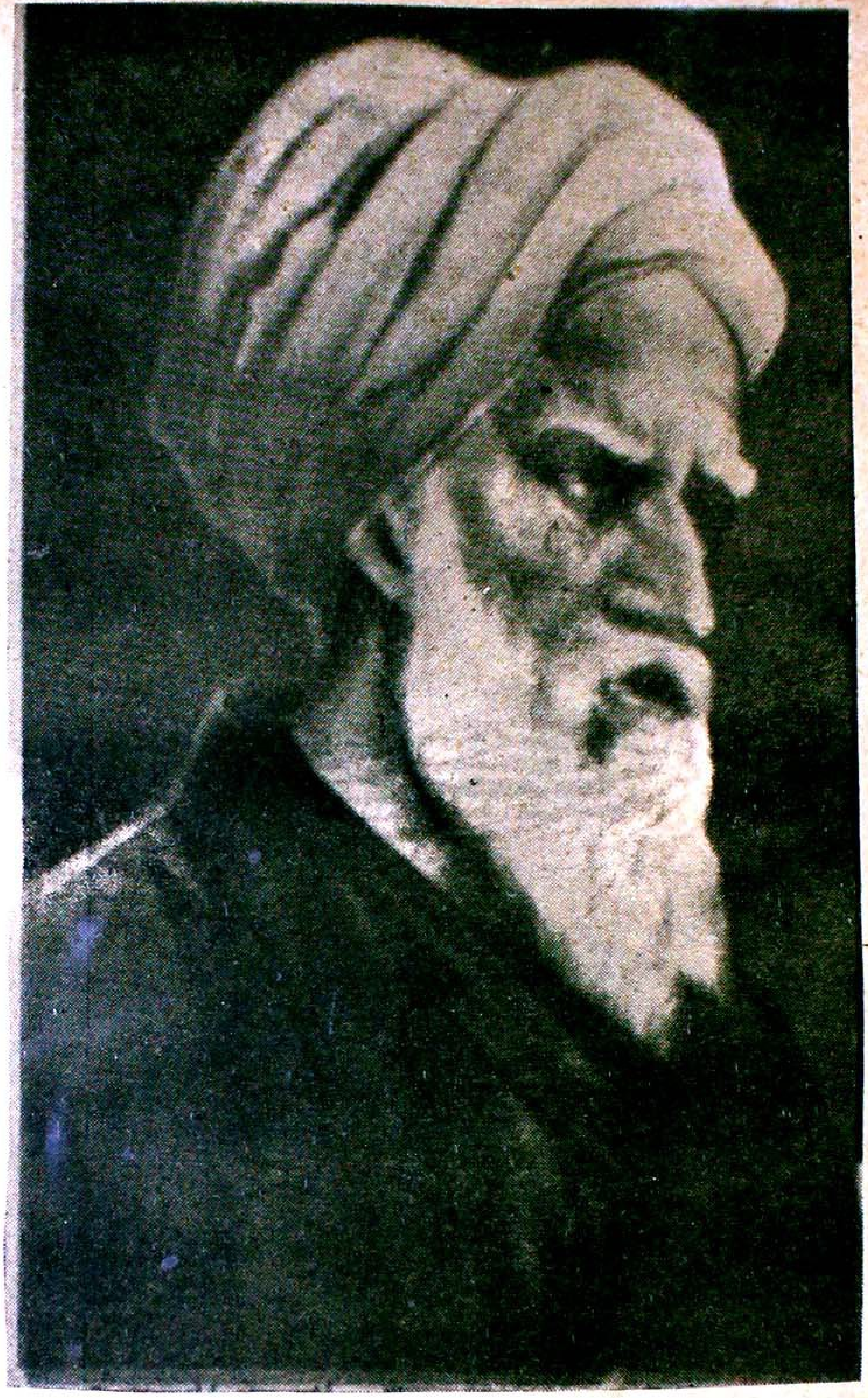

دنیائے اسلام

کا

عظیم سائنسدان

ابوعلی الحسن ابن الحسن ابن الہیثم (۹۶۵ - ۱۰۳۹ء ش)

اوّلین مُسلمان ماہرِ طبیعات۔ ہئیت دان۔ ریاضی دان اور علم بصریات کے امام، عظیم ترین طبیب۔ مظاہر فطرت مثلاً نور والوان، اشعۂ نور کے انعکاس وانعطاف، اغلاط بصری، شفق، قوس قزح، ہالہ، مرایا، قوّتِ ثقل تحرکات خلا، فضا وکثافت یعنی علمِ فلکیات کے بارے میں اپنی توجیہات کے ذریعے اُنہوں نے سائنس کی دُنیا میں وُہ سنگِ بنیاد رکھا جس پر بعد کے سائنس دانوں نے علم حکمت وسائنس کی بُنیادیں تعمیر کیں۔ (حکمۃ القرآن دہلی)

Marfat.com

Marfat.com

اِنسان کی آخری ارتقائی منزل
تسخیرِ کائنات
کیوں ہے؟

(۷ : ۴۰) جن لوگوں نے ہماری آیتوں یا کائناتی اعجازات کو جھٹلایا اور اُن سے سرتابی کی یا اُنہیں سمجھنے کی کوشش تک نہ کی۔ اُن کے لئے تو (تسخیرِ کائنات کے ضمن میں) آسمان کے (وہ مخصوص دروازے جو ایک کرّے سے دوسرے کرّے کے درمیان واقعہ ہیں) ہرگز نہ کھولے جائیں گے یہاں تک کہ وہ کرّہ جنت میں بھی (جو اسی طرح کی ایک زمین ہے۔) داخل ہونے سے قاصر رہیں گے۔ ایسے (بے عمل اور بے کار لوگوں کا) جنتی کرّے میں پہنچنا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا ممکن نہیں۔ (گویا سوئی کے ناکے کی مثال جو حقیقت میں ایک دروازے کی مانند ہے یہاں انتہائی طور پر معنی خیز ہے) اور گناہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ٥

(قرآنِ عظیم)

Marfat.com

○

دے ولولۂ شوق جسے لذّتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج
مُشکل نہیں یارانِ چمن! معرکۂ باز
پُرسوز اگر ہو نفسِ سینۂ دُرّاج
ناوک ہے مُسلماں! ہدف اس کا ثریّا
ہے سرّ سرا پردۂ جاں نکتۂ معراج
تو معنئ وَالنَّجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

اقبالؒ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۴۵ : ۱۳)

ترجمہ

اور تمہارے لئے اللہ نے ہر اس نوع اور چیز کو جو آسمانوں اور زمین کے اندر موجود ہے مسخر کر دیا ہے۔ یہ عظیم الشان خوشخبری ایسی قوم کے لئے ہی اعجاز انگیز ثابت ہو سکتی ہے۔ جو شمس و قمر اور افلاک سے لاتعداد دیگر کروں اور اُن کی مخلوقات کو زیر اثر لانے اُن پر تسلط قائم کرنے اور اُن سے حسب منشا کام لینے کے لئے ہر آن غور و فکر میں لگی رہتی ہے۔

روز آفرینش سے لیکر آج سے چودہ سو سال قبل تک نوعِ انسانی کے لئے جس عظیم الشان خبر کو خدا نے کسی پیغمبر پر ظاہر نہیں کیا تھا انجام کار ارتقائے انسانی کے انتہائی معراج کے پیش نظر کائنات کے اُس آخری پیغمبر پر ایک ایسا پیغام نازل فرمایا جس میں مطلع کیا گیا کہ انسان بے شک اس زمین میں کسی سابقہ نوع کا خلیفہ ہے۔ لیکن اس کے مقدر میں ایک ایسا انعام لکھا جا چکا ہے۔ جس کا نتیجہ اس ساری کائنات پر حکمرانہ قبضہ ہوگا یہ شمس و قمر اور افلاک کے لاتعداد عظیم کرے اس کے تسلط میں ہوں گے۔ وہ اِس زمین سے نکل کر مریخ اور مشتری نیز کائنات کے ہر کرے میں پہنچ کر دم لے گا۔ خلائی اور افلاکی انواع کو زیر اثر لا کر اُن سے بیگار لیگا جو چاہے گا۔ اُن سے کام لیگا۔ اور اس کائنات کی کثیر مخلوق پر فضیلت حاصل کر کے رہے گا۔

بظاہر یہ حیرت انگیز خوشخبری کسی بے علم اور بے حکمت قوم کے لئے محض لا حاصل اور ناممکن النتائج نظر آئے گی۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم (معاذ اللہ) نہ قرآن کو جھوٹا تصور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور نہ پیغامِ وحی کو بے مطلب اور بلا مقصد تصور کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ قرآن الہامی کتاب ہے۔ خدا کی طرف سے آخری پیغمبرؐ کی جانب آخری پیغام ہے۔ اس کا کوئی لفظ بدلا نہیں جا سکتا۔ اِس کی خبریں حتمی اور یقیناً سچی ہیں۔ اس کا ہم تک پہنچانے والا یقیناً امین ہے اس نے کلامِ خدا میں اپنی طرف سے حتیٰ کوئی ردوبدل نہیں کیا نہیں بلکہ اپنے پیغام اور قانون کا محافظ خود خدا ہے۔ کسی نوع میں یہ مجال نہیں کہ اس میں خفیف سا ردوبدل کر سکے۔

اگر یہ سب کچھ عین حقیقت اور واقع الامر ہے۔ تو ہمیں کامل غور و فکر سے یہ دیکھنا ہوگا کہ معاملہ تسخیر کیونکر حل ہوگا۔ نیز اس کی حدود کیا ہیں۔ اِس مشکل ترین عنوان کی تشریح کے لئے ہمیں متذکرہ بالا آیت کے حقائق و معارف کو پیش نظر

Marfat.com

رکھنا ضروری ہے۔ اور یہ دیکھنا ہے۔ کہ جمیعًا منہُ کے عظیم الشان الفاظ سے مراد کیا ہے۔ کیا کائنات، دُنیا اور کتاب مبین یا صحیفۂ فطرت کے الفاظ فردًا فردًا آیت متذکرہ بالا کے مصداق ٹھہر سکتے ہیں؟ مزید برآں تسخیر کا لفظ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ شامل کرنے سے اِس آیت کے جملہ حقائق پوری طرح عیاں ہو سکتے ہیں جبکہ تسخیر کے لغوی معنے مطیع و منقاد کر لینا یا کسی کو اپنے قبضے میں رکھ کر اُس سے بیگار لینا ہیں۔ کائنات کائنہ کی جمع ہے جس کے معنے ہر وہ نئی پیدا ہونے والی چیز جو پہلے نہ دیکھی گئی ہو۔ دنیا جہان یا نزدیک کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ لفظ ادنیٰ کا مؤنث ہے۔ اور کتابِ مبین یا صحیفہ فطرت کے معنے ہیں ظاہر لکھی ہوئی یا منقش لوح جس میں پیدائشوں کے مظاہر موجود ہوں۔ الغرض یہ چاروں الفاظ اگرچہ بے حد دلکش اور بظاہر ہم معنی نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو قرآنِ حکیم و عظیم میں سوائے کتاب مبین کے نہ تو کائنات کا لفظ موجود ہے۔ اور نہ تسخیرِ دنیا کا کہیں پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ سماء الدنیا کے الفاظ قرآن میں موجود ضرور ہیں۔ اس لئے اِس پیچیدہ مسلکے کا عنوان منتخب کرنے میں پُوری احتیاط سے کام لینا ہوگا۔

متقدمین نے کتابِ مبین کے عام فہم معنے کائنات کئے ہیں۔ کیونکہ خدا کی ہر ایجاد و تخلیق جو روزِ آفرینش سے پہلے موجود نہیں تھی ایک محدود مقام میں جسے ہم کم علمی کے باعث لامحدود سمجھ رہے ہیں۔ موجود پاتے ہیں۔ نیز یہ عظیم الشان انعام بھی جو سالقہ کسی امت کے مقدر میں نہ آیا پہلی بار قرآن کے نزول کے بعد ظہور میں آیا ہے۔ اس لئے اگر معنوی لحاظ سے کتابِ مبین کی تشریح کائنات کی جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ یہی کائنات نوعِ انسانی کے ہر فرد نے اپنی تولید کے بعد پہلی بار دیکھی روزِ آفرینش سے لیکر آج تک کروڑہا سال کے بعد بھی ہماری آنکھیں لذتِ نظارہ سے بدستور مست ہیں اور اس کے خلاقِ عظیم کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لہٰذا ہم بھی معنوی پہلو کے مطابق کائنات کو کتابِ مبین کے مترادف قرار دیتے ہیں۔ اور اِس باب کا عنوان تسخیرِ کائنات منتخب کرتے ہیں۔

تسخیرِ کائنات

آیئے اب تسخیرِ کائنات کے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کریں قرآنی آیات کے مطابق جو کچھ ابھی تک اِس کا مطلب لیا جا چکا ہے وہ مندرجہ ذیل تین نظریات پر مشتمل ہے۔

اوّل۔ تسخیرِ کائنات کا مطلب یہ ہے۔ کہ کائنات کی موجودات سے جن میں عظیم فلکی کرّے اور اُن کی گوناں گوں خلقتیں شامل ہیں محض ایسا فیض حاصل کیا جاتا رہے جو اُن سے خود بخود اور بغیر ہماری تگ و دو کے پہنچ رہا ہے۔ اس بغیر طاقت آزمائی اور بغیر علمی و حکمتی کاوش کے ہم تک پہنچنے والے فوائد کا نام تسخیر رکھا جائے اور اُن کے ماخذوں کو معاذاللہ قابلِ تعظیم و سجود قرار دیا جائے۔ کیونکہ فائدہ پہنچانے والا فی الحقیقت قابل تعظیم و تکریم تصور ہوتا ہے۔

دوم۔ تسخیرِ کائنات کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کتابِ مبین میں ہر پیدا شدہ مخلوقِ خدا کو انجام کار مطیع و منقاد بنا کر

دم لیں انہیں اپنے احاطۂ قدرت میں لاکر اپنی خواہشات کے مطابق اُن سے کام لیں۔ ان شمسی اور قمری انواع اور ان میں بسنے والی لاتعداد مخلوق ہو، نیز ان لاتعداد اور مختلف الاثرات کرّوں کو ایک مقررہ ترتیب سے چلانے والی اُن قوتوں اور اُن سے پیدا ہونے والی اشعاع امواج لہروں اور کششوں پر قبضہ جما کر اُن سے حسب مطلب کام لیں انہیں بیگار کے طور پر استعمال کریں۔ نہیں بلکہ اُن سے کام لیکر خدائے خلّاق کے بعد ہم بھی ایک کم تر خالق بن کر دکھائیں۔ اور اس محدود کائنات کو جسے آج تک اپنی کم علمی اور بے حکمتی کے باعث لا محدود تصوّر کرتے چلے آئے ہیں پوری طرح دیکھ لیں۔ اور اس پر تسلط جما لیں۔

سوم۔ تسخیرِ کائنات کا مطلب یہ ہے۔ کہ اِس کائنات میں آباد تمام مخلوقات جن عناصر سے تقویم میں آئی ہے۔ اس پر کماحقہٗ علمی قبضہ جمایا جائے اُن کی ماہیت کو سمجھ کر ان سے حسب مطلب کام لئے جائیں۔ یہ اس لئے کہ ان کی ماہیت معلوم کر لینے کے بعد ہی ہم کائنات کی ہر نوع کی چھان بین کر سکتے ہیں یا اُسے اپنے قبضۂ قدرت میں لا سکتے ہیں عناصر کے اثرات اور خواص کے علم کے بعد اُن سے بنی ہوئی خلقتوں سے بے دھڑک یا پھر حفاظتی تدابیر اختیار کر کے حسب ضرورت کام لینے پر قادر ہو سکتے ہیں۔

اب ہم ان تین نظریات کو ترتیب وار پیش نظر رکھ کر ہر ایک پر فرداً فرداً غور و فکر کرتے ہیں اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان میں سے کونسا نظریہ خدا کی اطلاعات کے عین مطابق ہے۔

اوّل۔ قرآن عظیم و حکیم سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ قریب میں جس طرح ہندوؤں نے چند فلکی کرّوں کو دیوتاؤں کا نام اس لئے دے رکھا تھا کہ اُن سے انہیں خود بخود اور بغیر تگ و دو کے فیض حاصل ہوتا تھا۔ یعنی سُورج کو اندر دیوتا اور چاند کو چندرماں دیو کہا کرتے تھے اِسی طرح زمانہ قدیم میں قوم نوح نے پانچ چند کرّوں کو دیوتاؤں کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔ اپنے گھروں میں اُن کے فرضی اور خود تراشیدہ بُت بھی سجا رکھے تھے۔ یہ اس لئے کہ انہیں حکمت کی رُو سے اپنا روزی رساں سمجھتے تھے وہ اپنے شعور سے اِس نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔ کہ ان کی حیات یا اُن کی کھیتی باڑی کی افزائش فی الحقیقت محض شمس اور قمر کے حیرت انگیز اعجازات سے ہو رہی ہے۔ اس لئے انہی کو اپنا رب اور دیوتا سمجھ بیٹھے تھے۔ چونکہ حقیقی رب جو اِن حیرت انگیز کرّوں کا خالق تھا۔ ان کی کم علمی و برائے نام ارتقاء کے باعث اُن کے شعور سے ماوراء تھا۔ اِس لئے اُس کی تلاش لا حاصل نظر آئی۔ قرآن عظیم کی آیت ۷۱ : ۲۳ اِس حقیقت کو پیش کرتے ہوئے اُن ستاروں کے نام حسب ذیل پیش کرتی ہے۔

(۱) وَدّ (۲) سواع (یعنی چاند) (۳) یغوث (سورج) (۴) یعوق (جسے زمانہ حاضرہ میں عیوق کہا جاتا ہے) (۵) نسرا

اِس خبر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ اُس دور کی انسانی تحقیق شمسی نظام کے ستاروں کی تلاش میں اسس

Marfat.com

مرحلے تک جا پہنچی تھی کہ ہمارے فلک کے شمسی نظام میں محض یہی پانچ ستارے قید ہیں جو اس کے ارد گرد ایک ٹھوس نظام میں چکر لگا رہے ہیں یہی وہ ستارے ہیں جن سے رزق کی افزائش اور انسان کی پرورش ہو رہی ہے ظاہر ہے کہ رزق تو یقیناً آسمان سے ہی نازل ہوتا ہے (۴۰ : ۱۳) و (۵۱ : ۲۲) لیکن رزق کے اسباب پیدا کرنے والے کی بجائے اگر اسباب کو ہی خدا مان لیا جائے تو یہ کفر ہوگا اور کفرانِ نعمت بھی۔ خدا نے اس عظیم محاکمے کو حسب ذیل آیت میں پیش فرمایا ہے۔

۴۱ : ۳۷ - لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَہُنَّ ط

یعنی رات اور دن سورج اور چاند تو خدا کے ہی اعجاز سے قائم ہیں تو اے انسانو! سورج اور چاند کو اپنا رب سمجھ کر ان کی تعظیم بجا لانے سے فائدہ ہی کیا ہے یہ سجدہ ریزی اور تعظیم و تکریم تو محض اُسی خدائے بلند و برتر کے لئے مراد ہے جس نے ان آیاتِ عظیمہ کو پیدا کر دکھایا۔

الغرض آج بھی اگر اِس ارتقا یافتہ زمانے میں ہم ان کرّوں اور ستاروں کو محض اِس لئے قابلِ تعظیم و تکریم سمجھیں کہ اُن سے ہمیں براہِ راست اور بغیر ذاتی تگ و دو کے فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ تو اس کا مطلب تسخیر نہیں ہوگا بلکہ محض زمانہ قدیم کی تقلید ہوگی۔ اس لئے ہم اس نظریے سے قطعاً متفق نہیں۔ اور اپنے غور و فکر کو دوسرے نظریات کی طرف مبذول کرنے پر مجبور ہیں ؎

عجب نہیں کہ بدل دے اِسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دُنیا

اِس سے پہلے کہ ہم دوسرے نظریے پر بحث کریں۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم لفظ تسخیر کے قرآنی معنے تلاش کریں۔ تاکہ غور و فکر کے بعد اِس امر کا فیصلہ کر سکیں کہ صحیح راہ کدھر ہے۔ لیجئے قرآن حکیم و عظیم کی مندرجہ ذیل آیات کو بنظرِ غور دیکھئے :۔

۱ ۴۳ : ۱۳ - اور جس خدا نے ہر ایک کے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے لازم ہو جاتا ہے۔ کہ اپنے پروردگار کے احسانات کو یاد کرو اور یہ کہا کرو کہ وہی پاک ذات ہے جس نے یہ سب کچھ ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے (سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا) اور ہم میں طاقت کہاں تھی کہ ہم از خود انہیں اپنے بس میں کر لیتے۔ (یہ سب کچھ اسی خدا کے عطا شدہ علم حکمت و سائنس کا کرشمہ ہے کہ ہم نے بڑے بڑے جہاز ہوائی اور سمندری از خود بنا لئے ہیں اور سواری کے طاقتور جانوروں کو اپنی حکمت سے زیر اثر بنا کر اُن سے سواری کے کام لے رہے ہیں) اور ہم تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے ہی والے ہیں اور (منکرینِ حق نے تو) اس کا (یعنی قدرت تسخیر کا) صرف ایک جزو ہی اُس کے بندوں کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ (وَجَعَلُوْا لَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ جُزْءًا) بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔ (یہ اس لئے کہ انسانوں کی کثرت اپنی کم علمی سے محض اُن فوائد کو ہی جو انہیں خود بخود کائنات

Marfat.com

سے حاصل ہو رہے ہیں تسخیر کا جزو شمار کرتی ہے اور اس طرح تسخیرِ کائنات کے عظیم الشان انعام کا مضحکہ اڑا کر اپنی صریح ناشکری کا ثبوت بہم پہنچا رہی ہے)

متقدمین نے اپنے تراجم میں وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا کے معنے یہ کئے ہیں:۔

"کہ انہوں نے اُس کے بندوں میں سے اس کے لئے اولاد مقرر کی ہے۔" یعنی جُزْءًا کے معنے اولاد کئے ہیں اور لَهُ کی ضمیر خدا کی طرف لوٹا دی ہے۔ لیکن ہم نے لَهُ کی ضمیر قدرتِ تسخیر کی طرف لوٹائی ہے۔ کیونکہ ما سبق واقعات میں سَخَّرَ لَنَا هٰذَا کے الفاظ موجود ہیں اور آیات میں در پیش مسئلہ محض تسخیر کا ہے۔ اور جُزْءًا کو قدرتِ تسخیر کا ایک حصہ یا مقدار سمجھنا ہوگا۔ مزید برآں "ناشکرے" کے الفاظ صریح طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ کم فہم لوگ اصل مسئلہ تسخیر پر غور و فکر ہی نہیں کرتے اور جو فوائد کائنات سے انہیں خود بخود حاصل ہو رہے ہیں اپنی کم علمی کے باعث انہی کو تسخیرِ کائنات کے مترادف سمجھتے ہیں۔ بہرحال معاملہ خواہ کچھ ہی ہو آیت متذکرہ بالا میں سَخَّرَ لَنَا هٰذَا کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں۔

۲ ۱۶ : ۱۴ ۔ اور وہی تو ہے جس نے سمندروں کو تمہارے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اُن سے تازہ گوشت (یعنی بغیر ذبح کے) کھاؤ اور اس سے حسب پسند زیور نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ تاکہ تم خدا کے فضل سے معاش تلاش کرو اور شکر گذار بنے رہو۔ اسی نے زمین میں پہاڑ بنائے (جن میں کشش آمیز عناصر کی کثیر تعداد موجود ہے) جن سے زمین ادھر ادھر جھکتی نہیں اور اُس سے دریا اور ان پر (تجارتی) راستے بنا دیئے تاکہ تم ان سے (کاروبار کے لئے) راہیں پا سکو (یعنی بڑے بڑے بیڑے چلا کر اپنی تجارت کو فروغ دے سکو) (لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) اور ان کی علامات بھی صاف صاف دکھا دیں (کہ علمی مشاہدات کے مطابق کہاں پانی گہرا ہے اور کہاں ہمارے جہاز نہیں چل سکتے) مزید براں لوگ ستاروں سے بھی (اپنی معیشت و ارتقاء اور تسخیرِ کائنات کے لئے) راہیں تلاش کرتے ہیں (هُمْ يَهْتَدُونَ)

گویا ایک لطیف اشارے کے مطابق ستاروں کے راستوں کی تلاش سے تسخیرِ کائنات کی دشوار گذار منزلیں طے ہونی ممکن ہیں۔

۳ ۴۵ : ۱۲ ۔ اَللّٰهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ؃

اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کیا (یعنی اس امر کا پابند کر دیا) کہ اس میں خدا کے اظہارِ قدرت کے کرشمے سے جہاز تیرتے پھریں اور کہ تم اپنے کاروبارِ تجارت کو فروغ دے سکو (فضلہ) نیز کہ تم (اس کے اس عظیم الشان انعام کا) شکریہ بھی ادا کر سکو۔

Marfat.com

(۴) ۳۱ : ۲۰ - اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ
عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ درحقیقت خدا نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے مسخّر کر دیا ہے (یہ آخری اور عظیم ارتقائی انعام ہونے کی وجہ سے) اُس نے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پہ ختم کر دی ہیں۔ (اس کے باوجود) لوگوں میں ایسے بھی ہیں۔ جو اللہ سے (اس عظیم انعام کے حصول میں) ایک دوسرے مخالف علم کے ساتھ جس میں نہ صحیح رہبری ہے اور نہ صحیفۂ فطرت یعنی کائنات کا صحیح علم موجود ہے جھگڑتے ہیں (اور تسخیر کائنات کے لئے صحیح علم حکمت سے کام نہیں لیتے)

(۵) ۱۴ ، ۳۳ - اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ
بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝

خدا تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس پانی کے ذریعے پھلوں سے تمہارے لئے رزق نکالا اور تمہارے لئے ان (خلائی اور سمندری) کشتیوں (یعنی ہوائی و سمندری جہازوں اور راکٹوں) کو مسخر کر دیا جو خدا کے اظہارِ قدرت سے (خلائی اور زمینی) سمندروں میں تیر رہی ہیں نیز تمہارے لئے دریا بھی مسخر کر دیئے اور سورج اور چاند بھی (یعنی تمام فلکی کرّے) مسخّر کر دیئے جو اسی طرح چل رہے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو بھی مسخر کر دیا گیا (یعنی جب چاہو رات اور دن کو اپنے حکمتی اعجاز سے خلا میں پھر کر دیکھ سکو اور ان سے لطف اٹھا سکو)

(۶) ۲۲ : ۶۵ - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ
بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(اے نوعِ انسانی) کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے (یعنی تمام عناصر اور ان سے تقویم شدہ انواع) مسخر کر دیا۔ اور کشتیوں کو (جو خلاؤں اور زمینی سمندروں میں) اُسی کے اظہارِ قدرت سے تیر رہی ہیں اور آسمان (کی برفانی ٹھوس اور بلا شگاف چھت) کو پکڑے رکھتا ہے کہ وہ زمین پر گر نہ جائے (یا آسمانی کرّوں کو اپنے اپنے ادوار میں قید رکھ کر چلائے رکھتا ہے تاکہ وہ زمین پہ گر نہ جائیں) اگر اس

Marfat.com

وقت تک کہ اُس کے حکم سے (ایسا ہو سکتا ہے) بے شک اللہ انسانوں پر بالضرور نہایت ہی رحمت اور رافت کرنے والا ہے (کہ ایسے ہلاکت خیز واقعے کو ہونے نہیں دیتا)

۷) ۳۱ : ۲۹ - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

کیا تُو نے (اِس حیرت انگیز حکمتی عمل کو) نہیں دیکھا کہ خدا رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے۔ (جس کا نظارہ خلائی ایٹمی جہاز سے بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔) اور اسی نے (رات اور دن کے اظہار کے لئے) سُورج اور چاند کو مسخّر کر رکھا ہے۔

یہ سب ایک وقتِ مقررہ تک (فضائے آسمانی میں) تیر رہے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تمہارے اُن اعمالِ حکمت سے (جن سے تم خلائی جہازوں میں سوار ہو کر اللہ کے اِن حیرت انگیز کارناموں کو عنقریب صرف ۹۰-۱۰۰ منٹ کے بعد بخوبی دیکھنے والے ہو) اچھی طرح باخبر ہے۔

۸) ۲ : ۲۹ - هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ وہ محسنِ عظیم ہے۔ جس نے اس زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے ہی لئے پیدا کیا۔ پھر وہ (آسمانی نعمتوں کو انسان کے سپرد کرنے کے لئے) آسمانِ دنیا کی جانب پوری طرح مستعد اور متوجہ ہو گیا۔ پھر (اسی آسمانِ دُنیا کو) سات برابر حصوں میں تقسیم کر کے سات آسمانوں کی حدود متعین کر دیں (جن میں سات ہی شمسی نظام بنا دیئے گئے) اور وہ (اس قدر عظیم و وسیع صنعتوں کا جال بچھانے کے لئے) تمام عناصر سے بخوبی واقف ہے۔

۹) ۵۳ : ۳۱ - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا اس لئے ہے۔ کہ وہ (بے علم اور بے حکمت انسان کو جو آسمان و زمین کے عناصر سے کام لینے کے عادی نہیں اور جن سے یہ تمام کارخانہ کائنات بنایا گیا ہے۔ اُن عناصر سے بے علم و بے عمل انسانوں کو اُن کی غفلت اور بے توجہی کی سزا دے یا (اُن عناصر پر حکمتی تجربات کرنے اور) بہترین اعمال سرانجام دینے والوں کو زمین و آسمان کی وہی تمام اشیاء بطور انعام دے دے (جیسے کہ دنیاوی حکومتیں بہادر اور اچھے عمل کرنے والے افراد کو جاگیریں انعام میں بخشا کرتی ہیں) گویا تسخیر کا انعام عناصر پر حکمتی اعمال سرانجام دینے والوں کے لئے وقف ہے۔

Marfat.com

(۱۰) ۱۶ : ۱۲ - وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ o

خدا نے ہی تمہیں علم اور حکمت بخش کر جس سے تم خلائی جہاز بنا کر ۹۰۔۔۹۰ منٹ کے بعد رات اور دن کو قبل از میعادِ مقررہ مشاہدہ میں لا سکتے ہو لہٰذا اِسی انداز سے) رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ نیز (نہ صرف مندرجہ بالا حکمتی اعجاز سے بلکہ دیگر حکمتوں سے تمہارے لئے) سُورج اور چاند کو بھی مسخّر کر دیا گیا ہے مزید برآں دیگر نجوم یا ستارے بھی جو خدا کے اظہارِ قدرت کے طفیل اپنے اپنے ادوار میں پکڑے ہوئے ہیں تمہارے مسخّر (اِس طرح کر دیئے گئے ہیں کہ تم اِن تمام کو اپنے حلقۂ تسلط و حکومت میں لیکر ان پر اپنے تحکم کا ڈنکہ بجاؤ) بے شک اِن تمام حکمتی کارناموں میں محض عقل و شعور رکھنے والی قوم کے لئے اعجازات مستور ہیں۔

(۱۱) ۷ : ۵۴ - اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط

بے شک تمہارا رب فی الحقیقت وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر تختِ سلطنت قائم کر دیا وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ اور وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور سورج اور چاند اور نجوم اُسی کے اظہارِ قدرت سے مسخر کر دیئے گئے ہیں۔ ہوشیار رہو مخلوق بھی اُسی کی ہے اور اس میں اظہارِ قدرت بھی اُسی کا ہے (لیکن یہ سب کچھ تمہاری تسخیر میں ہے۔)

(۱۲) ۲ : ۱۶۴ - اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ o

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں (جس میں دن کے اعجاز اور رات کے اعجاز مختلف اثرات کے تحت واقع ہوتے ہیں۔ یعنی دن بیداری کے اور رات نیند اور آرام و سکون کے اثرات پیدا کر دیتی ہے) اور ان کشتیوں میں (جو فضائے آسمانی میں بادلوں کی طرح اور زمینی سمندروں میں) تیرتی ہیں جن سے لوگ بے شمار نفع اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آسمان سے اتارے ہوئے پانی کے ساتھ جو حیرت انگیز اثرات اور طاقتیں نازل ہوتی ہیں پس اُن سے ہی زمین کے مردہ عناصر میں حیات پیدا ہو جاتی ہے اور زمین پر تمام دباؤ ڈالنے والی انواع کے پھیلاؤ سے اور گیسوں کے حیرت انگیز ہیر پھیر میں

Marfat.com

اور اس بادل میں جو آسمانی خلا کی مخصوص بلندی سے نیچے اور زمین کے اُوپر قید رہتا ہے۔ اور مخصوص بلندی سے اُوپر جا ہی نہیں سکتا (سب کے سب تمہارے لئے حیات بخش ہیں) یہ تمام کارہائے نمایاں محض صاحبِ شعور قوم کے لئے ہی حیرت انگیز اعجازات کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔

(۳) ۳۲ ، ۳۰ - اِن سوال کرنے والے اور قناعت سے بیٹھ رہنے والے غریبوں کو آپ کے مسخر کر رکھا ہے مندرجہ بالا پیش کردہ آیات سے جو اہم نقاط سامنے آتے ہیں حسب ذیل ہیں :-

جَمِیْعًا مِّنْہُ سے مراد وہ تمام عناصر جو کائناتِ ارضی و سماوی میں موجود ہیں۔ یا اُن عناصر سے تقویم میں آنے والی انواع شامل ہیں۔

(۱) سَخَّرَ لَنَا هٰذَا سے مراد ایسی تسخیر ہے کہ ہم جس طرح اپنی سواری کے جانوروں کو اپنے قبضہ میں رکھ کر اُن سے حسب منشا کام لیتے ہیں۔ اُسی طرح اُن اشیاء اور انواع سے بھی جو آیات بالا میں مذکور ہوئی ہیں کام لیا جائے

(۲) سمندروں سے تازہ گوشت اور زیورات کی تلاش کے لئے اُن کی تسخیر پہاڑوں سے معدنی عناصر کی تلاش اور تجارتی راستوں کی تلاش کے لئے دریاؤں کی تسخیر اور سمندروں کے پانی اور اُن میں موجود تمام انواع کی علمی تشریح اور علم نجوم کی تحقیقات کے فوائد سب کے سب تسخیر کے زمرے میں شامل ہیں۔

(۳) تسخیر بحر اور تسخیر فلک کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے۔ بحر سے مراد زمینی سمندر ہی نہیں بلکہ ایسی خلائیں بھی ہیں جن میں بڑے چھوٹے ستارے اور کرے تیر رہے ہیں۔ اور فلک سے مراد صرف سمندری کشتیاں یا جہاز ہی نہیں بلکہ وہ تمام کرے جن میں حیات موجود ہے۔ اور اُن پر جاندار انواع سوار ہو کر خلاؤں میں اپنے اپنے ادوار میں تیر رہے ہیں بھی شامل ہیں۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

اول۔ ۳۶ : ۳۸ - وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا۔ یعنی شمس کا عظیم کرہ اپنے نکتۂ استقرار کی جانب ایک مختصر سے دور میں تیر رہا ہے۔

یہی تَجْرِیْ کا لفظ اُن کشتیوں کے متعلق بھی استعمال ہوا جنہیں ہم سمندروں میں تیرتے دیکھتے ہیں۔ اس لئے تَجْرِیْ کا لفظ ہی ہماری مندرجہ بالا تشریح کو معنی خیز بنا دیتا ہے۔

دوم۔ ۳۶ : ۴۲ - وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝

اور ایک اعجاز اُن کے لئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی ذُرّیت کو (ارضی کرے کی) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ انسان کے لئے ویسی ہی چیزیں (مثلاً سمندری جہاز۔ خلائی جہاز۔ ریلیں موٹریں اور دیگر ایسی گاڑیاں جن میں

Marfat.com

بیٹھ کر انسان سفر کرتا ہے) پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

آیت مندرجہ بالا میں فلک کے لفظ کی تشریح خدا نے خود وضاحت سے فرمادی ہے۔ یعنی فلک (کشتی) سے مراد ایسے کرّے بھی ہیں جن میں آبادی موجود ہے۔ اور جاندار مخلوق اُن پر سوار ہو کر سفر کے چکر میں ہے۔

سمندروں اور فضائی خلاؤں میں ہمارے ہوائی اور سمندری جہازوں یا دیگر فلکی کرّوں کا تیرنا محض خدا کے امر یعنی اس کے اظہارِ قدرت سے ہے۔ اس لئے انسان پر لازم ہے۔ کہ خدا کی تمام قدرتوں کو پہچان کر اور اپنے قبضہ میں لا کر تسخیر کائنات کا سفر اختیار کرے۔ نیز خدا کی قدرتیں اور طاقتیں ہی انسان کے لئے فضل کے دروازے کھولتی ہیں۔ اور انسان فضل کے حصول کے بعد خدا کا مشکور بندہ بن سکتا ہے۔

(۴) تسخیرِ کائنات کا انعام ہی ایسا ظاہری اور باطنی انعام ہے۔ جو ارتقائے انسانی کی آخری منزل اور معراج انسانی کے مترادف ہے۔ اور اس کا حصول تبھی ممکن ہے۔ کہ خدا کی قائم شدہ حکمت و سائنس سے صحیح رہبری حاصل کی جائے۔ اور صحیفۂ فطرت کا پوری طرح مطالعہ اور مشاہدہ کر کے حکمتِ بالغہ کی راہ اختیار کی جائے۔

(۵) مندرجہ بالا امور کے علاوہ متذکرہ بالا آیات میں رات اور دن کی تسخیر شامل ہے جس سے صاف مراد یہ ہے۔ کہ ویسے تو دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن معمول کے مطابق ہر بارہ گھنٹے کے بعد واقعہ ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر انسان بیک وقت رات اور دن کو اپنی گرفت میں لانا چاہے تو ایسے خلائی جہاز تیار کرے جس میں بیٹھ کر کئی کئی دن محض ۸۸-۹۰ منٹوں کے بعد ہر بار دن اور رات کے مظاہر دیکھ سکے۔ اور اُن سے فوائد حاصل کرے۔ تاکہ یہ ایجاد اس کے بعد تسخیر کائنات میں بھی کام دے سکے۔

(۶) مَا فِی الْاَرْضِ سے مراد تمام زمینی عناصر اور ان سے بنی ہوئی مخلوق ہے۔ مزید برآں یُمْسِكُ السَّمَآءَ اور تَقَعُ عَلَى الْاَرْضِ سے مراد کائنات کی ایسی کششیں یا میزانی طاقتیں ہیں۔ جن سے کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے مقام یا دائرہ سفر میں پکڑی ہوئی ہے۔ یہ کششوں کی مخلوق محض اسی کام کے لئے خدا کی طرف سے پیدا کی گئی ہے اور خدا جب چاہے گا۔ ان کششوں میں موت کے آثار پیدا کر دے گا۔ اور کائنات فنا کے گھاٹ اتر جائے گی۔ انسان کو حکم ہے کہ ان میزانی کششوں کو خسارے میں نہ لایا جائے۔ کیونکہ اس طرح وہ خود بھی فنا کا شکار ہو سکتا ہے۔ (وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ)

(۷) یُولِجُ الَّیْلَ اور یُولِجُ النَّهَارَ سے زمین کی محوری اور دوری گردشیں مراد ہیں۔ جن کے طفیل زمین میں رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات نمودار ہو جاتی ہے۔ نیز یہ اعجاز بھی شمس و قمر کے وجود سے ہیں۔ مزید برآں ہماری زمین اور دیگر شمسی اور قمری کرّے سب کے سب کشتیوں کی مانند فضائے آسمانی میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے اس منظم اور ترتیب شدہ سفر سے ہی رات میں دن اور دن میں رات داخل ہو جاتی ہے۔ بے شک آج ہم خلائی

Marfat.com

جہازوں کی وساطت سے خدا کی اس کارسازی کو بخوبی دیکھ رہے ہیں. لیکن خدا نے اس اہم خبر کو آج سے چودہ سو سال پہلے اس آیت میں حیرت انگیز طور پر افشا کر دیا تھا۔

(۸) اس کائنات کے تمام ۹۲ پائیدار عناصر اور ان کے علاوہ دیگر تمام ناپائیدار عناصر محض نوع انسانی کی تحقیق کے لیئے اور اُن سے عجیب و غریب کام لینے کے لئے ہمارے ملک کئے گئے ہیں تاکہ ان کے اعجازات کو اپنے تجربات میں لاکر تسخیر کائنات کی دشوار گذار منزل سر کی جا سکے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ کا اعلان محض اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ اس کے بخشے ہوئے علم وحی کے ارشادات سے ہی عناصر کی صحیح تحقیقات ممکن ہے۔

(۹) يَجْزِيَ سے مراد بہترین اعمال کے بدلے میں انعام یا صلہ عطا کرنا اور اَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ سے مراد حکمت و سائینس کے کارہائے نمایاں ہیں جن سے خیر و برکت کے اعمال سرزد ہوتے ہیں جس طرح حضرت سلیمانؑ اور داؤدؑ نے عظیم سلطنت پیدا کی اور عناصر سے کام لے کر اپنی قوت و سطوت کو بنائے رکھا اور ان کے ایسے اعمال کو خدا نے (وَاَعْمَلُوا صَالِحاً (۳۴ : ۱۰) کے انداز میں بیان کیا۔ نیز حکمتی کارنامے ہی خیر و برکت کے حصول کا ذریعہ ہوا کرتے ہیں۔ (وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْراً كَثِيْراً)

(۱۰) وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهِ سے مراد ایسے تمام کرّے جن پر روئیدگی کے آثار موجود ہیں۔ ایسے ذرات پیدا کرنے پر قادر ہیں جیسے نیوٹرانز وغیرہ مُسَخَّرَاتُ سے مراد یہ ہے کہ ایسے کرّوں میں جن کی فضاؤں میں آکسیجن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن جیسی گیسیں عام موجود ہیں۔ جن سے حیات کی نمو لازم ہے اور ایسے کرّوں کو مناسب حیات فضاؤں میں اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ ان کی تسخیر سب سے پہلے کی جائے۔ بِاَمْرِهِ میں ان قدرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ جو فاصلہ طاقت اور رفتار حرارت کشش اور روشنی وغیرہ کی حیرت انگیز نسبتوں پر منتج ہوتی ہیں۔

(۱۱) ان آیات کی تشریح معانی میں ہی کر دی گئی ہے بہرحال مَاءً سے مراد آکسیجن اور ہائیڈروجن گیسیں ہیں جن کے سالمے سے پانی نمودار ہوتا ہے۔ یہی گیسیں عناصر اور ان سے بنے ہوئے سالموں میں حیات پیدا کرنے کا اعجاز رکھتی ہیں۔ تصریف الرِّيَاح سے مراد چند گیسوں کا دوسری گیسوں کے ساتھ ہیر پھیر کا اعجاز مقصود ہے جن سے انواع کی حیات اور دیگر عناصر میں طبیعی اور کیمیائی اعمال خود بخود پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بخارات کو ایک خاص بلندی پر برقرار رکھ کر بادل بنتے ہیں۔ (السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ)

(۱۲) تسخیر کے صحیح معنے کسی کمزور طاقت کا کسی زور آور طاقت کے پنجۂ اقتدار میں گرفتار ہو جانا یا تابع فرمان ہو جانا ہیں۔

ان تمام تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ تسخیر فی الحقیقت ایک ایسی قدرت و طاقت سے وابستہ ہے جس سے کم تر طاقتوں اور قدرتوں کو اپنے قبضہ میں لاکر ان سے حسب منشاء کام لیا جا سکتا ہے۔ اگر انسان سے اس تمام کائنات کا مسخر ہونا مقدر ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ انسان بھی بذات خود خدا کی ایک عظیم ترین طاقت و قدرت کا نام ہے اور یہ نام محض اس عنصری ڈھانچے کا نہیں

Marfat.com

بلکہ سمع بصر اور افئدہ کی شعوری طاقتیں جس عظیم قدرت سے پیدا ہوئی ہیں اسی کا نام انسان ہے اگرچہ آج ہم بظاہر یہی دیکھتے ہیں کہ انسان محض عناصر کا پتلا ہے لیکن کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ جس زمانہ میں عناصر میں یا ان کے ایٹموں میں یہ عظیم ترین قدرت ودیعت نہ ہوئی تھی اس وقت بھی انسانی قدرت کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود تھی۔ اور تخلیقات کی فہرست میں خدا کے ہاں انسان کا نام کہیں نہ کہیں ضرور لکھا تھا۔

نتائج اور ہماری حکمتی تگ و دو

الغرض جو فیصلہ کن نتائج مندرجہ بالا آیات سے پیدا ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) کہ تسخیر کا مطلب فی الحقیقت کائنات کی ہر چیز کو مطیع و منقاد بنا لینے اور ان سے حسب منشاء کام لینے کے مترادف ہے۔

(۲) تسخیر کا مطلب کائنات کے ہر کرّے کو اپنے تصرف میں لانے کے مترادف ہے۔

(۳) تسخیر کائنات تمام عناصر اور ان کے خواص اور دیگر اعمال کو پوری طرح سمجھنے سے ممکن ہے۔

(۴) تسخیر کے لئے عناصر سے حیرت انگیز سامان زلیست اور اسباب ارتقاء تیار کرنا اور حکمت و سائنس سے کام لینا از بس ضروری ہے۔

(۵) تسخیر کی مہم کو سر کرنے کے لئے انسانی طاقت میں وہ مخصوص استعداد موجود ہے جس سے نہ صرف کائناتی کروں تک پہنچنا ممکن ہے بلکہ وہاں کی آب و ہوا اور ان کی فضاؤں کو حسب حال اور مطابق حیات بنا لینا بھی اس کے بس میں ہے۔

(۶) انسانی وجود بذات خود ایک مخصوص قدرت و طاقت ہے۔

(۷) تسخیر کائنات کے لئے انسان کو سب سے پہلے قدرت متحفظ کی تحقیق و تلاش اور اسے اپنے قبضے میں لانا ضروری ہے۔

(۸) مندرجہ بالا تمام شقوں کو بروئے کار لانے کے لئے ایک مخصوص علم کی ضرورت ہے اور وہ علم وحیٔ خدا کے ارشادات سے ان کے بعد تجربات و مشاہدات ٹھوس حکمتی نظریات سے اور انجام کار اپنی تمام ضروریات زلیست کو حکم خداوندی کے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق بنانے سے حاصل ہوتا ہے۔

اندریں حالات ہم چاہتے ہیں کہ اس عظیم تر اور انتہائی پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے کے لئے قرآن عظیم و حکیم پر مزید نگاہ تفکر اور شعور و تدبر کو کام میں لائیں اور ایک ایسے نظام سے اس کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کی کوشش کریں جس سے یہ مسئلہ نہ صرف پوری طرح سمجھ میں آجائے بلکہ اس کے حل کی کوئی صورت بھی نکل آئے لہٰذا اب ہم مندرجہ بالا آٹھ شقوں کو افقی ترتیب کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

اوّل۔ علم کیا ہے؟

علم کے معنے کسی چیز کو کما حقہٗ جاننا کسی معاملے کو قوت ادراک و شعور سے پہچاننا کسی معاملے کا عین حقیقت نظر آنا کسی نظریئے

پر کامل یقین ہونا کسی طاقت و قدرت کو پہچاننا اُسے محسوس کرنا اس کے حقائق سے آگاہ ہونا کسی پیچیدہ مسئلے کو پوری طرح معلوم کر لینا۔ فکر و شعور سے کسی ایک چیز کا دوسری چیز سے مختلف یا متمیز ثابت کر لینا۔

ان معانی کے بعد علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علم ہے جو خدا سے براہ راست وحی کے ارشادات سے حاصل ہوتا ہے اگرچہ ایسے اشارات انسانی فکر و شعور کی پیداوار نہیں ہوتے لیکن انہیں سمجھنے کے لئے مشاہدات تجربات اور دیگر حکمتی اعمال کی ضرورت لاحق ہے۔

دوسرا علم وہ ہے جو خدائی اشارات کی روشنی میں ہمارے سمع و بصر اور قلب و ذہن کے غور و فکر سے شعور و ادراک میں پیدا ہوتا ہے نیز مشاہدات و تجربات اور حکمتی اعمال سے ظہور میں آتا ہے قرآن کی روشنی میں علم کی جو تشریح کی جا سکتی ہے وہ حسب ذیل آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ۲۷ : ۸۴ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

یہاں تک کہ جب تمام آ جائیں گے تو خدا فرمائے گا کیا تم نے میرے (حکمتی) اعجازات کو ... جھٹلایا نہیں تھا اور تم نے تو ان پر علم کے زور سے احاطہ کیا ہی نہیں تھا۔ بھلا تم کیا اعمال کرتے رہے تھے (گویا تم نے کوئی حکمتی مشاہدات تجربات اور اعمال سر انجام دیئے ہی نہ تھے)۔

(۲) ۴ : ۱۶۶ ، ۱۱ : ۱۴ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ لیکن اے محمدؐ خدا نے جو علم (وحی کے ذریعے) آپ پر نازل فرمایا ہے۔ اس کی نسبت تو خدا خود گواہ ہے کہ اس نے یہ علم اپنے ہی علم سے نازل فرمایا ہے۔ نیز خدا کی تمام پیدا شدہ توانائیاں یعنی ملائکہ بھی اس پر گواہ ہیں۔

(۳) ۷ : ۵۲ اور ہم نے ان کے پاس کتاب (یعنی صحیفہ فطرت یا کائنات) پہنچا دی ہے جسے علم و دانش سے بھرپور کر دیا ہے۔ (فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ) اور وہ امن کے دعویداروں کے لیئے ہی سراپا راہ ارتقاء و فلاح پیش کرنیوالی اور رحمت بھی ہے۔

(۴) ۸ : ۵۳ یہ اس لئے کہ جو نعمت خدا کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک اس کے افراد اپنے نفسوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اس وقت تک خدا اس نعمت کو بدلا نہیں کرتا تو خدا تو سننے والا اور علم والا ہے۔

(۵) ۱۱ : ۱۵-۱۴ اگر وہ تمہاری طرف توجہ نہ کریں تو آپ یہی جانتے رہو کہ یہ علم کی کتاب تو خدا کے علم سے ہی اتری ہے۔ (اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ) یا خدا کا علم لیکر اتری ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو آپ کو اسلام سے بغل گیر رہنا چاہیئے (جو دنیا و آخرت میں فلاح و سلامتی کا دعویدار ہے) اور جو لوگ محض دنیا کی زندگی اور اسے ہی بنا سنوار کر رکھنے کے طالب بنے رہیں تو ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا کرتے ہیں اور اس میں ان سے کوئی حق تلفی نہیں کی جاتی لیکن ... ایسے یک طرفہ لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ ہی ہے۔

(۶) ۱۷ : ۸۹ اور ہم نے اس قرآن حکیم میں انسانوں کے لیئے تمام حکمت آموز باتیں مثالوں کے ساتھ طرح طرح سے بیان کر دی ہیں مگر اکثر لوگوں نے انہیں انکار کے سوا قبول نہ کیا۔

Marfat.com

(۷) ۱۷ : ۴۶ - اور جب تم قرآن حکیم کا علم پڑھتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت یعنی اپنے انجام پر ایمان نہیں رکھتے حجاب پر حجاب ڈال رہتے ہیں اور ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ علم حاصل نہ کر سکیں یا اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں پر ثقل پیدا کر دیتے ہیں اور جب تم قرآن میں سے اپنے پروردگار کا ذکر کرتے ہو. تو وہ بدک جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں.

(۸) ۲۲ : ۴۶ کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی. اگر کی ہوتی تو ان کے دل (علم سے سرشار ہو جاتے یا ایسے ہو جاتے) جن سے سمجھ سکتے اور کان ایسے ہوتے جن سے سن سکتے بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں بے نور ہو جاتے ہیں (الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ کے معنی پیشانیوں کے اندر ذہنی شعور مراد ہیں. کیونکہ جس کا نام ہم نے دل رکھا ہوا ہے. وہ تو محض خون کو ادھر ادھر چلاتے رکھنے کا ایک آلہ ہے. صدر کے معنی جسم کا بلند سامنے کا حصہ ہیں اور قلب کے معنے عقل سمجھ بوجھ ہیں. یا جن سے تخیلات کا انقلاب برپا ہو)

(۹) ۲۲ : ۱۵ - جو شخص یہ گمان کرتا ہے. کہ خدا اسے اس کے علمی اور عملی میدان میں انجام کار اس دنیا میں امداد نہیں فرماتا تو اسے چاہیئے کہ اوپر کی طرف سے آسمان سے ایک رسی باندھلے پھر اس سے اپنا گلہ گھونٹ لے پھر دیکھے کہ جس بے امیدی کے غصے میں وہ گرفتار تھا کیا یہ تدبیر اس کے لئے کارگر تھی؟

(۱۰) ۲۳ : ۱۱۵ - کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے.

(۱۱) ۲۷ : ۴۰ - کتاب فطرت کا علم رکھنے والے ایک نے کہا کہ میں بلقیس کا تخت آنکھوں کی جھپک میں لا سکتا ہوں. (عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ) نوٹ :- گویا صحیفہ فطرت یا کائنات کا علم ایک حیرت انگیز علم ہے جس سے کسی فرد میں یہ حیرت انگیز قدرت پیدا ہو جاتی ہے جو ایک لمحے میں عظیم کام سرانجام دے سکتا ہے.

(۱۲) ۲۷ : ۱۵ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا ؕ اور ہم نے داؤد ؑ اور سلیمان ؑ کو علم (حکمت و سائنس کا) عطا فرمایا (جس کے حیرت انگیز مظاہر حسب ذیل تھے :-

(ا) انہیں جانوروں کی بولیوں کا علم حاصل ہو گیا.

(ب) تمام عناصر اور ان کے مادوں سے واقفیت پیدا ہو گئی. (وَ اُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ).

(ج) حضرت سلیمان ؑ نے نظر نہ آنے والی مخلوق اور نظر آنے والی مخلوق نیز پرندوں کے لشکر جمع کئے اور ان کی علیحدہ علیحدہ پلٹنیں قائم فرمائیں.

(د) وہ چیونٹیوں کی کلام سن سکتے تھے.

(ہ) پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو غائب پایا جب وہ آگیا تو حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا کہ تجھے سخت سزا دوں گا یا تجھے ذبح کر دوں گا. یا پھر ان سزاؤں کے بالمقابل بچنے کے لئے کوئی ثبوت محفوظ (بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ) پیش کرو) ہدہد نے جواب دیا کہ وہ تو ایک عورت کی خبر لایا ہے جو بادشاہ ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اسکا ایک بڑا تخت بھی ہے گویا ہدہد جیسے

Marfat.com

ایک پرندے سے نہ صرف ہمکلام ہوئے بلکہ پرندوں کو خبروں کے حصول کا ایک ذریعہ بھی بنا لیا۔

(س) پرندوں سے پیغام رسانی کا کام بھی لیا۔

(ش) وہ بہت قوت کے مالک تھے اور ہر ایک کو اپنی شدت کشش کے طفیل اپنے بس میں کر لیتے تھے۔ (اولوا باسٍ شدید)

(ص) انکو عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ یعنی ایک قوی ہیکل جن (ایک نظر نہ آنے والی طاقت) پر بھی تصرف تھا۔

(ض) حضرت سلیمان ؑ نے بالکل قلیل وقت میں تخت بلقیس کو اٹھوا لیا اور اس عظیم قوت مملکت کو صحیح طور پر استعمال کرنے کا حق بھی ادا کیا یعنی خدا کے شکر گزار بھی بنے رہے۔ بلقیس نے حاضر ہو کر سلیمان ؑ کی علمی عظمت کا اقرار کیا اور وہ فرمانبردار ہو گئیں۔

نوٹ: (تخت کا اٹھوا لینا معاذ اللہ چوری کے مترادف نہ تھا بلکہ بلقیس پر اپنے اعجاز کو پیش کرنا مقصود تھا تاکہ وہ ایمان لائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا)۔

(ط) حضرت سلیمان ؑ نے حکمت و سائنس کے علم سے اپنے محل کا فرش شیشے سے تیار کر رکھا تھا۔

(۳) ۳۴ : ۱۰ ہم نے اپنی طرف سے حضرت داؤد علیہ السّلام کو علم و فضل عطا فرمایا۔

اس علم کے مظاہر حسب ذیل تھے :۔

(ا) ان کے حق میں پرندوں کو اور پہاڑوں کے عناصر کو مسخر کر دیا گیا۔

(ب) لوہے جیسی سخت دھات کو نیز دیگر دھاتوں کو انہوں نے حکمت و سائنس کے تجربات سے موم بنا دکھایا (جیسے کہ آج سائنس کے علم سے صاف یہ حکمتی اعمال نظر آ رہے ہیں)

(ج) لوہے سے کشادہ زرہیں یعنی آہنی لباس اور بڑے بڑے زنجیر بنا دکھائے۔

(د) ان کے ان حکمتی اور علمی اعمال کو اعمال صالح قرار دیا گیا۔ (۱۰ اَعْمَلُوْا صَالِحًا)

(ہ) حضرت سلیمان کو ہواؤں اور گیسوں کا علم بخشا گیا جن کی حکمت و سائنس سے ایک مہینے کا سفر صبح کے وقفے میں اور ایک مہینے کا طویل سفر شام کے وقفہ میں کر لیتے تھے یا حکمت و سائنس کے حیرت انگیز ذرائع سے ہوا کو ہی صبح کے وقت ایک ماہ تک اور شام کو ایک ماہ تک حسب پسند سمتوں میں چلائے رکھنے پر قادر تھے۔

نوٹ: یہ حکمتی عمل یقیناً تسخیر کائنات کے لئے ابتدائی عمل ثابت ہوتا ہے۔

(ن) انھوں نے تانبے کی دھات سے حیرت انگیز کمالات پیدا کئے گویا انھوں نے تانبے کا چشمہ پانی کی طرح رواں کر دکھایا۔

(س) چھپی ہوئی طاقتیں (جن) ان کے زیر اثر کر دی گئیں جن سے وہ کام لیا کرتے تھے۔

(ش) انھوں نے دنیا میں جو مشکل سے مشکل کام کرنا چاہا حکمت و سائنس کے حیرت انگیز اعجاز سے سرانجام دے لیا۔

(ص) انھوں نے فن انجنیئری سے بڑے بڑے قلعے دھاتوں کے علم سے بڑے بڑے مجسمے آبپاشی کے لئے بڑے بڑے تالاب اور دھاتوں سے ایسی دیگیں بنا ڈالیں جو وزنی ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ پڑی رہتی تھیں۔

Marfat.com

نوٹ :- حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کے علم کی مندرجہ بالا قرآنی تشریح صاف طور پر حکمت وسائنس کے عظیم الشان اعجازات کو پیش کرتی ہے۔

(۱۴) ۳۸ : ۲۷ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں اُن میں ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی باطل پیدا نہیں کیا (گویا ان سب سے حکمت وسائنس کے نفع بخش علوم کی داغ بیل صاف ثابت ہوتی ہے)۔

(۱۵) ۳۸ : ۳۵ حضرت سلیمان کو ایسی عظیم الشان بادشاہی اور مملکت بخشی گئی جس کی مثال ان کے بعد کسی سے نہیں دی جا سکتی۔

نوٹ :- گویا حکمت وسائنس کے تجربات اور مشاہدات کے لئے ایک عظیم سلطنت کی ضرورت ہے کیونکہ اس علم میں کثیر صرف زر کی ضرورت ہے جو وسیع مملکت کے بغیر ممکن نہیں۔

(۱۶) ۳۸ : ۳۶ کائنات کی ہواؤں اور گیسوں کو ان کے مسخر کر دیا گیا۔ ان سے جہاں چاہتے کما حکمت عملی سے بآسانی پہنچ جاتے۔ (گیسیں بھی کائنات کے عناصر میں شامل ہیں)

(۱۷) ۳۸ : ۳۷ انہوں نے اپنی علمی قوت اور حکمتی اعجازات سے بڑے بڑے شیطان خصلت دیوہیکل مزدوروں کو یوں زیر فرمان بنا رکھا تھا کہ وہ ان کے لئے بطور مزدور اور کاریگر کام کر کے بڑی بڑی عمارات تعمیر کرتے اور سمندروں میں غوطے لگا کر حیرت انگیز عناصر اور اشیاء لا کر پیش کرتے اور جو ان کا کہا نہ مانتے انہیں زنجیروں سے جکڑ کر قید کر لیتے۔

(۱۸) ۲۴ : ۴۴ حضرت موسیٰؑ کو خدائی علم حکمت سے نوازا گیا جس سے انہوں نے مندرجہ ذیل حکمتی اعمال پیش فرمائے۔

(ا) لاٹھی کو اژدہا بنا لینا (یعنی عناصر میں حیات کا ثبوت پیش کرنا)۔

(ب) اس لاٹھی کا منکروں کے خود ساختہ تخریبی حکمت وسائنس سے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل جانا۔

(ج) لاٹھی کو دریا میں پھینک کر پانی کو دو حصوں میں بانٹ لینا اور اپنے گذر کے لئے خشک رستہ بنا لینا۔

(د) ۲۸ : ۱۴ حضرت موسیٰؑ کو علم یعنی حکمت وسائنس میں کمال عطا فرمایا گیا۔

(ر) ید بیضا یعنی اپنے ہاتھ میں بجلی کے برقیروں کو رواں کر کے اسے تجلی ریز بنا لینا۔

(س) خوف غیر اللہ کو دُور کرنے کے لئے بازوں کو اپنی طرف سکیڑنے کا حکمتی عمل۔

(ش) ۲ : ۱۲ پہاڑ پر لاٹھی مار کر چشمے بہا دینے کا علم بخشا گیا یا پہاڑی عناصر کے حیرت انگیز اعمال سے ۹ حکمتی کمالات واعجازات پیش کرنا۔

(۱۹) ۵ : ۱۱ حضرت عیسیٰؑ کے حکمتی اور علمی اعجازات بھی حیرت انگیز ہیں جن کا قرآن میں یوں ذکر ہوا ہے :-

(ا) جھولے میں باتیں کر لینا۔ (ب) کتاب اللہ کے علم سے مٹی کے عناصر سے پرند بنا کر اسمیں گیسوں کا عمل پھونک کر پرندوں کیطرح اُڑا لینا (موجودہ دور کے ہوائی جہاز اسی حکمتی اعجاز کا نتیجہ ہیں)۔

(ج) حکمت کے اعجاز سے مادر زاد اندھوں کو اچھا کر لینا۔

(د) کوڑھی کو تندرست کر لینا۔ (ہ) غیر طبعی موت کو حکمتی عمل سے ٹال دینا۔

Marfat.com

(س) بنی اسرائیل کے ہاتھوں ظلم سے بچ نکلنا۔ (ش) آسمان سے خوانِ نعمت حاصل کر لینا۔

(ص) چھونے یا مس کرنے سے لاعلاج امراض کا علاج کر لینا جسکی وجہ سے ان کا نام مسیح رکھا گیا۔

(۲۰) ۳۵ : ۲۸ ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمان سے مینہ برسایا تو اس سے طرح طرح کے رنگوں اور ذائقوں کے میوے پیدا کر دیئے اور پہاڑوں میں حیرت انگیز عناصر کو پیدا کر دیا جو سرخ اور سفید رنگوں کے قطعات پر مشتمل ہیں اور بعض کالے سیاہ ہیں۔ (یہاں سیاہ پتھروں کی تخصیص معنی خیز ہے جو حجرِ اسود پر علمی تجربات سے بخوبی واضح ہو سکتی ہے) انسانوں، جانوروں اور چارپائیوں کے بھی کئی رنگ ہیں۔ ان حیرت انگیز کرشمہ سازیوں کو دیکھ دیکھ کر صرف علمائے فطرت یعنی حکمت و سائنس میں کمال رکھنے والے ہی ارتقاء پیدا کرتے اور ان سے کچھ حکمتی اعجازات اخذ کرتے ہیں۔ بے شک خدا ہی غالب اور بہ الفام علم و حکمت بخشنے والا ہے۔

نوٹ :۔ علماء کی صحیح تشریح جو آیت بالا میں بیان کی گئی ہے اس قدر معنی خیز ہے کہ اسے فکر میں لانے کے بعد ہمارے وہ اصحاب جو اپنے منہ سے علمائے اسلام کہلاتے ہیں عبرت حاصل کر سکتے ہیں اور آئندہ علماء کہلانے کے اس وقت تک مستحق نہیں بن سکتے جب تک کہ وہ کائنات کی موجودات میں ان کے رنگوں ذائقوں ان کے فوائد اور خصائل کی ٹوہ لگا کر اور پہاڑوں کے عناصر کی چھان بین کر کے ان پر حکمتی تجربات سے استفادہ اٹھا کر نظریۂ خدا کے مطابق سچے علماء نہیں بن سکتے اور اس خوفِ خدا کے باعث کائنات میں اپنے حکمتی اعمال سے امن و سلامتی بحال رکھنے کی پیہم کوشش جاری نہیں رکھتے خدا کے یہ الفاظ یعنی اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ان کے لئے ایک ابدی عبرت سے کچھ کم حیثیت نہیں رکھتے۔ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ؕ

(۲۱) ۱۰ : ۱۰۱ ۔ قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ

کہدو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ان کے مشاہدات اور تجربات میں لگے رہو اور جو لوگ امن و سلامتی کے مدعی نہیں بنتے ان کے لئے آیات اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے

(۲۲) ۱۰ : ۶ ۔ سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور سالوں کے شمار کے لئے چاند کی منزلیں مقرر کر دی گئیں یہ سب ٹھوس حقائق پر مبنی ہیں یا علمی محاکمات ہیں۔ رات اور دن کے اختلافات یعنی ان کے آگے پیچھے آنے جانے کے انداز میں اور جو کچھ زمینوں اور آسمانوں کے اندر عناصر اور عناصر سے پیدا کیا گیا ہے ان سب میں متقیوں کے سمجھنے کے لئے بڑے بڑے اعجازات ہیں۔ (آیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ)۔

(۲۳) ۷ : ۹۷ اگر شہروں میں آباد لوگ امن و سلامتی کے داعی بنے رہتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انھوں نے تکذیب کے سوا کچھ نہ کیا لہذا ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے انہیں پکڑ لیا۔

نوٹ :۔ گویا بڑے بڑے شہروں کے باشندے دیہاتیوں کی نسبت سلامتی چاہنے میں زیادہ پیچھے رہتے ہیں علم رکھنے کے باوجود تخریبی اور شر انگیز حرکتیں کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور جس قدر آسمانی اور زمینی عذاب آتے ہیں۔ ان کا شکار ہونے والوں میں اکثریت شہری لوگوں کی ہوتی ہے ان آیات سے کچھ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں ہلاکت انگیز اور تخریبی سائنس سے ہوائی حملے اور ان سے بم باریوں کے

Marfat.com

عذاب بھی اکثریت کے ساتھ بڑے بڑے شہروں پر اسی لیے نازل ہوتے ہیں۔ اس لیے خدائی اشارات کے مطابق شہریوں کو دیہاتیوں کی نسبت اور زیادہ باہوش اور امن پسند رہنا ضروری ہے اور حفاظت اور امن وسلامتی کی جملہ تدابیر کو بہت زیادہ اختیار کرنا چاہیئے

(۲۴) ۲ : ۱۶۴ بے شک آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے میں (علم ہیئیت کو سمجھنے کے لئے) اور کشتیوں اور جہازوں میں جو خلاؤں اور پانیوں میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جسے خدا (زمین سے اٹھاکر) آسمان سے برساتا ہے اور اس سے زمینی عناصر کو مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ (حکمتی علم وسائنس کو سمجھنے کے لئے) اور ہواؤں کے خواص اور ان کے ہیر پھیر میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان ایک مخصوص بلندی میں قید رہ کر گھرے رہتے ہیں۔ (علم فلکیات کو سمجھنے کے لئے) ایسے حکمتی اعجاز ہیں جو خدا کی طرف سے محض عقلمندوں اور باشعور انسانوں کے لیئے ہی حکمت وسائنس کے عجیب وغریب نشانات اور اعجازات ثابت ہو سکتے ہیں۔

(۲۵) سورۃ ۸۶ ۔ قطرہ منی پیٹھ درسینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

گویا مخفی اٹیم تخلیقی (نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ) ہڈیوں میں قرار پاکر اور قطرہ منی میں مستور ہو کر رحم مادہ میں پہنچتے ہی نئی تخلیق کا باعث بنتا ہے۔

(۲۶) ۴۱ : ۹ اے پیغمبر کہدو کیا فی الحقیقت تم ہی ہو جو کھلا کفر اور اعلانیہ انکار اس پاک ذات سے کر رہے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور پھر تم اس کے سوا اور خدا بنا کر ان کے خود ساختہ قوانین پر چل رہے ہو۔ جہانوں کا پروردگار تو ایسا ہے (جو حیرت انگیز علم طاقت اور حکمت وسائنس کا مالک ہے) جس نے زمین پر پہاڑوں کی ہولناک چوٹیاں بنادیں اور اس زمین میں لاتعداد نعمتیں پیدا کر دیں اور اسے بابرکت بنا دیا۔ اور چار طویل المعیاد دنوں کی مدت میں ہی اس میں غذاؤں کی مناسب تعداد مقرر کر دی۔ اور یہ غذائیں یعنی عناصر اور معیشت کی تمام چیزیں ایسی ہیں جو سب تلاش کرنیوالوں کے لیئے یکساں طور پر میسّر آسکتی ہیں۔ (سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ) (گویا یہ سب کچھ ہماری شانِ ربوبیت کا مظہر ہے) پھر وہ خدا آسمان واحد کی طرف متوجہ ہوا۔ حالانکہ وہ اس وقت دھوئیں کی مانند (ایک ہیولہ ہی تھا) اسے اور زمین کو کہا کہ دونوں چار و ناچار فرمانبرداری کے لئے آگے بڑھو تو دونوں نے کہا کہ ہم فرمانبردار بن چکے ہیں۔ پھر ان میں دو طویل المعیاد دنوں کے اندر فیصلہ کر دیا کہ یہ اس واحد آسمان کے سات (آسمانی حصے یا) آسمان ہوں گے۔ اور ہر آسمان میں (زمینی کرّے مقرر کر کے) اس کا قانونِ حکمت وفطرت اس دھڑلے سے نافذ کر دیا کہ بمنزلہ وحی ہو گیا (یعنی ان میں وحی کا سلسلہ نافذ کر دیا) اور تمام آسمانِ دنیا کو مشعلوں سے منور کر کے زینت بخش دی۔

اور ان میں حفاظت کے طور پر (ایک حیرت انگیز میزان یعنی کششوں کا) نظام بھی قائم کر دیا تو اب بچشمِ حیرت دیکھو کہ) صاحب کبریا صاحب عزّت اور مالک علم وخبر خدا کی اندازہ دانی کا یہ عظیم الشان مظہر ہے۔

Marfat.com

۲۷) ۷۵ : ۱۴ ۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَۃٌ
بلکہ انسان تو اپنے تخلیقی نفس یا ایٹم کو (اپنے مشاہدات اور تجربات سے خود) دیکھ لے گا یا اس کی پہچان کرے گا۔

۲۸) ۴۶ : ۱۵ ۔ انسان چالیس سال کی عمر میں پختہ کار ہوتا ہے شعور میں کامل ہوتا ہے۔

۲۹) ۳۲ : ۹ ۔ انسان مٹی سے (طین) (یعنی ارضی عناصر کے پسے ہوئے ذروں سے) پیدا کیا گیا۔

۳۰) ۲۳ : ۱۱۵ ۔ انسان کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا گیا (عَبَثًا)

۳۱) ۱۷ : ۲۰ ۔ اور جو شخص آخرت کا طلب گار ہو یا انجام کو نگاہ میں رکھے اور اس میں جتنی کوشش کرے اور جس قدر ہمت رکھتا ہو محنت کرے بشرطیکہ وہ سلامتی اور امن کا مدعی بھی ہو (فَهُوَ مُؤْمِنٌ) تو ایسے لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ ہم ان کو اور ان کے سب کو اپنی مدد سے انعامات اور مختلف عنایات عطا فرماتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں۔

۳۲) ۱۷ : ۱۹ ۔ ہم نے قرآن میں ہر قسم کی حکمت آموز باتیں اور ہدایات واضح طور پہ بیان کر دی ہیں۔ مگر اکثر لوگوں نے انہیں سمجھنے سے انکار کر دیا اور قبول نہ کیا۔

۳۳) ۱۶ : ۸ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ خدا تو وہ چیزیں بھی پیدا کرتا ہے۔ جن کا تمہیں علم تک نہیں۔ (یا جس طریقے پر پیدا کرتا ہے اسے تم صحیح طور پہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتے)

۳۴) ۱۶ : ۹ ۔ اور اسی نے زمین سے طرح طرح کی مختلف چیزیں مختلف رنگوں کی پیدا کی ہیں۔ یعنی جڑی بوٹیاں اور نباتات پھل عناصر اور ان سے مختلف خلقتیں۔ درخت پتھر وغیرہ وغیرہ) ان میں نصیحت پکڑنے والوں کے لئے کئی اعجازات موجود ہیں)

۳۵) ۱۶ : ۱۲ (تسخیر کائنات کے لئے) ستاروں کے راستوں کی تلاش (ان کی محوری اور مداری گردشوں کی حدود کا علم اور ان کی فضاؤں کی تحقیقات وغیرہ ہدایت کے معنی خیز لفظ میں مستعمل ہے)

۳۶) ۱۶ : ۹۷ ۔ جو شخص اعمالِ صالح کرے گا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ امن وسلامتی کا مدعی بھی ہو (فَهُوَ مُؤْمِنٌ) تو ہم اس کو دنیا میں پاکیزہ زندگی سے سرفراز رکھیں گے۔ (یعنی مرد اور عورتیں دونوں سائنسدان بن سکتی ہیں)
نوٹ:۔ اعمالِ صالح کی تعریف حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عملی اعمال کے ضمن میں ہو چکی ہے۔ (اِعْمَلُوْا صَالِحًا)

۳۷) ۱۳ : ۴ ۔ پانی (یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن) کے ساتھ سے ہر قسم کے پھل اور ان کے ذائقے بھی مختلف بنا دیئے سمجھنے والوں کے لئے (ان گیسوں اور فلکی اشعاع اور لہروں میں) نشانات و اعجازات مضمر ہیں۔
نوٹ:۔ گویا پھلوں کی قسمیں اور ذائقے بدلنے کے لئے انسان ان گیسوں فلکی شعاعوں اور لہروں سے بعد تجربات کئی اعجاز از خود بھی پیدا کر لینے پر قادر ہے۔

۳۸) ۱۲ : ۹۲ ۔ حضرت یوسفؑ کے کرتے نے حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں میں اجالا پیدا کر دیا۔

۳۹) ۱۱ : ۲۰ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔ انبیاء کے حالات اور حکمت کارنامے بیان کرنے کے لئے جناب سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ

Marfat.com

صلعم کے قلب و ذہن کی قدرتوں میں اضافہ کرکے مضبوط بناتا رہا ہے۔

گویا انبیاء کے حکمتی کارنامے بے حد قابل غور اس لئے ہیں کہ یہ انسانی ارتقاء اور تسخیر کائنات کی مہم میں بے حد ممد و معاون ہیں۔

(۴۰) ۱۰ : ۵۸ ۔ لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت (مَوْعِظَةٌ) اور دلوں کی بیماریوں کی شفا (یعنی شعوری قدرتوں میں تخریب سے بچاؤ کا انتظام) اور مومنوں کے لئے حکمت کی شاہراہیں (ہدایت) اور رحمت (یعنی ارتقاء اور تسخیر کائنات کی راہوں میں کامیاب ہونے کے وسائل لیکر) آپہنچی ہے۔ لہٰذا اس سے خوش ہو جاؤ اور کسی اور چیز کے پیچھے نہ پڑو جو تم (بے فائدہ اور بلا مقصد) جمع کر رہے ہو۔

(۴۱) ۱۰ : ۶۱ ۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین یعنی صحیفہ فطرت میں موجود ہے۔

(۴۲) ۵۰ : ۴ ۔ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝

ہمیں معلوم ہے کہ زمین ان میں جتنا کم کرتی جا رہی ہے اور ہمارے پاس اس حیرت انگیز کمی کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک کتاب یعنی صحیفۂ فطرت موجود ہے۔

نوٹ:۔ یہ آیت بے حد معنی خیز ہے اس میں مِنْهُمْ کی ضمیر بھی بے حد حیرت انگیز ہے ارض سے کسی عنصر یا وزن کا کم ہو جانا اور اس وزن کی کمی کو کائنات کی پنہائیوں میں محفوظ کئے رکھنے کا حیرت انگیز اعلان موجودہ دور کے سائنسی تجربات کی تصدیق کرتا ہے کہ مادہ جب تک کائنات میں موجود ہے فنا نہیں ہوتا خواہ لاکھوں من لکڑی کو جلا دیا جائے اور زمین پر اس کی ایک رتی بھر راکھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن لاکھوں من وزن اس کائنات میں پہنچ کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ گویا مادّہ محض اپنی شکل و صورت تبدیل کرتا ہے۔ یا پھر قوت و طاقت میں بدل جاتا ہے۔

(۴۳) ۵۱ : ۲۱ ۔ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝

اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سے اعجاز ہیں نیز تمہارے ذاتی جوہروں میں بھی (ویسے ہی اعجاز موجود ہیں) تو پھر تم (یہ اعجازات اپنے تجربات اور حکمتی مشاہدات سے) دیکھتے کیوں نہیں اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے (یعنی رزق اور تسخیر کائنات کے جملہ وسائل آسمان کی پنہائیوں میں ہی موجود ہیں) تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم! یہ (تمام خبریں) اسی طرح قابل یقین ہیں جس طرح تم بات کرتے ہو۔

نوٹ! یہ آیات بے حد قابل غور ہیں۔ جو خدائی حکمت و سائنس کے بے مثال محکمات پیش کرتی ہیں۔

(۴۴) ۵۳ : ۴۵ ۔ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝

اور وہی (عناصر کے جوڑوں اور مادوں سے) ہر ایک کے نر اور مادہ کے جوڑے پیدا کرتا ہے۔ (اور یہ حیرت انگیز حکمت عنصری مادوں کے مختلف نطفوں کے سالمات سے ہے جیسے) نطفہ قائم ہوتا ہے۔ (اور جوڑوں میں نر و مادہ کی اقسام اسی مادے سے قائم ہو جاتی ہیں) جو مادہ کے رحم میں ڈالا جاتا ہے۔

Marfat.com

(۴۵) ۵۶ : ۶۰ ۔ ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا تو کیا تم اسے سچ نہیں سمجھتے کیا تم نے ابھی تک اُس (نطفے کا مشاہدہ اور اجزائے ترکیبی کا تجزیہ و تحقیق) نہیں کی جو تم ڈالتے ہو۔ کیا اُس کی تخلیق تم کرتے ہو یا ہم ہی اس کے خالق ہیں ہم نے تم میں موت ٹھہرا دی (لہٰذا موت سے پہلے اس کی تحقیق کر لو) اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کی اور نوع تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم جانتے نہیں اٹھا دیں اور تم نے (اِن مشاہدات نفس سے) اپنی پہلی تخلیق کو تو سمجھ ہی لیا ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں۔ (وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ)

نوٹ:۔ یہ آیات حکمت و سائنس اور ارتقاء و تسخیر کائنات کے ضمن میں بے حد معنی خیز ہیں۔ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ جب ہم نے ابھی تک اپنی نشاء اوّل کو ہی نہیں سمجھا جو زمین کی مرہون منت ہے تو نشاء ثانی اور کسی اور جہان یا کرے میں اپنی تبدیلی جو ایک طرح کی تسخیر ہے بھی ممکن ہے کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں قرآن عظیم و حکیم کی اس قسم کی تمام آیات ابھی تک تشنہ تفسیر و تشریح ہیں۔ ان کی مکمل تشریح اس وقت تک شعور میں سچائی پیدا نہیں کر سکتی جب تک تسخیر کائنات کے ضمن میں حکمت و سائنس کو پوری طرح تجربات اور مشاہدات میں نہ لایا جائے۔

(۴۶) ۵۷ : ۹ ۔ وہی خدا تو ہے جو اپنے بندے پر آیات بینات نازل فرماتا ہے تاکہ وہ اُن کے ذریعے تمہیں بے علمی کے اندھیروں سے نکال کر علم حکمت و سائنس کی روشنیوں سے ہمکنار کر دے۔ (یا تمہیں کائناتی توانائیوں کا مکمل علم بخش دے)

(۴۷) ۵۷ : ۱۷ ۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

جان لو یا اس حکمت کا علم حاصل کر لو کہ اللہ یقیناً ارضی عناصر کو اُن کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے یہ معجزات فی الحقیقت اس لئے تم پر واضح کئے جا رہے ہیں کہ تم عقلمند بن جاؤ (اور اس حیرت انگیز حکمت خداوندی سے کچھ سبق سیکھ کر زندگی عمل میں اور عناصر کے سائنسی علم میں کمال پیدا کر لو)

(۴۸) ۵۷ : ۲۲ ۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

کوئی مصیبت زمین اور اس کے ذاتی عناصر میں اور خود تمہارے ذاتی ایٹموں میں نہیں پہنچتی قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو اور اس کے محرکات اور علل پہلے سے ہی صحیفۂ فطرت میں صاف طور پر مندرج پائے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہ آیت بھی حکمت کے لحاظ سے بیحد قابل غور ہے۔ اس سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ مصائب کے علل اور محرکات کی چھان بین کر کے پھر کائنات میں غور و فکر کر کے اُن کا علاج اور مداوا تلاش کیا جا سکتا ہے تاکہ تسخیرِ کائنات کی مہم میں وہ مصائب پیش نہ آ سکیں۔

(۴۹) ۵۷ : ۲۵ ۔ ہم نے اپنے پیغمبروں کو بینات دیکر بھیجا اور اُن پر صحیفۂ فطرت کا علم بھی نازل فرمایا نیز اس علم کے علاوہ انہیں کائنات

Marfat.com

کی عظیم مقناطیسی اور دیگر وزنی کششوں کا علم بھی بخشا ۔ (اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ) اور حدید یعنی مقناطیسی فولاد بھی نازل کیا جس میں ہیبت ناک کشش مجادلہ و تحفظ موجود ہے ۔ (فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ)

نوٹ : یہ آیت بھی تسخیرِ کائنات کی مہم کی عقدہ کشائی کرتی ہے نیز لوہے کے خواص اور اُس سے ہر مشینری اوزار کی ایجاد بھی ثابت ہوتی ہے گویا لوہا ایجادات کے لئے اوّلین عنصر ہے ۔ مقناطیسی طاقت کی تشریح اپنے مقام پر آئے گی ۔

(۵۰) ۹ : ۱۲۶ ۔ کافروں کا ہر سال ایک یا دو بار ابتلا میں مبتلا ہو جانا یقینی ہے ۔ (يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ)

نوٹ : گویا جب کبھی کسی قوم میں مصیبت یا ابتلا کا دور آئے تو اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں قوانین فطرت و حکمت سے کہیں نہ کہیں انحراف ضرور ہے ۔ قومی کفر کی نشان دہی کا یہ اعجاز بالکل حیرت انگیز ہے ۔

(۵۱) ۸ : ۴۵ ۔ جہاد میں مقابلہ کے لئے ثابت قدم رہنا اور خدا کے قوانین کو مدّنظر رکھنا دلی مراد اور فتح حاصل کرنے کی بڑی حکمت ہے ۔

(۵۲) ۷ : ۱۳۳ ۔ فرعونیوں پر عذابِ الٰہی طوفان ٹڈیوں کی طرح اُچھل کر چلنے والی طاقتوں اور مینڈکوں اور خونی جراثیموں کی صورت میں آیا ۔

نوٹ : گویا کائنات کی جو طاقتیں ان جانوروں کی طرح چلنے پھرنے اور رواں رہنے کے خواص رکھتی ہیں اُن سب میں عذاب لانے کی حکمت و سائنس موجود ہے ۔

(۵۳) ۶ : ۱۳ ۔ رات اور دن میں آنے جانے والی علیحدہ علیحدہ خلقتیں (یعنی شمسی اور قمری توانائیاں اُن کی حیرت انگیز شعاعیں موجیں رو دیں اور کششیں اور دیگر طاقتیں وغیرہ ۔)

۶ ـ ۵۹ ہر خشک و تر چیز صحیفۂ فطرت میں موجود ہے (اور ان کی حکمتوں کے لئے تجربات اور مشاہدات ضروری ہیں ۔

(۵۵) ۶ : ۶۳ ۔ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔

یعنی خشکی اور تری کے مردہ طبقات (DEAD ZONES) جو انسان کو کئی مشکلات میں مبتلا کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے برقی اور ریڈیائی لہروں کا گذر ممکن نہیں ۔ نیز تمام آلات وائرلیس اور ریڈیو سیٹ بے اثر ہو جاتے ہیں ۔

(۵۶) ۶ : ۹۶ ۔ جاندار کو بے جان سے اور بے جاندار کو جاندار سے نکالنے کا مطلب بے حد قابلِ غور ہے ۔ حکمت کے لحاظ سے کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ عناصر فی الحقیقت بے جان ہیں ۔ لیکن جب وہی عناصر ذرات میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ایٹم بن جاتے ہیں تو ان میں جان موجود ہو جاتی ہے ۔ انہی ایٹموں سے نئی تخلیق قائم ہوتی ہے ۔ جو انجام کار موت کے بعد عناصر میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔

(۵۷) ۶ : ۹۹ ۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور جب پکتی ہیں تو اُن کے پکنے پر نظر کئے رکھو ۔ (اور اس تمام مظاہرہ میں حکمت کی تلاش کیا کرو ۔) اس میں اسلام کے مدّعیوں (مومنین) کے لئے قدرت کے بہت سے

Marfat.com

نشانات واعجازات مضمر ہیں

۵۸) ۶ : ۱۲۵ ۔ خلائے آسمانی میں پہنچنے سے (وزن ختم ہوجانے کے باعث) سینہ تنگ اور گھٹا ہوا سا ہوجاتا ہے۔

نوٹ! گویا خلائی سفر میں یہ حیرت انگیز اعجاز حکمتِ خدا کی تحقیقات کے ضمن میں بے حد قابلِ غور ہے۔ حکمت سے ہی ان عوارضات کا علاج ممکن ہے۔

۵۹) ۵ : ۳ ، ۵ : ۸۸ ۔ حلال چیزیں استعمال کرنا کیوں ضروری ہیں؟ جب تک حلال و حرام کی حکمتِ بالغہ کا علم نہ ہو اس وقت تک حلال و حرام کی تحقیقات ممکن نہیں۔ اسی لئے حکمتی تجربات سے ہی حکم خداوندی کی تعمیل صحیح طور پر ممکن ہے۔

۶۰) ۱۶ : ۳۵ ۔ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط

اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم نہ ہی اس کے سوا کسی عنصر کو موجب تعبد سمجھتے اور نہ ہمارے بڑے ہی، اور نہ (اس کے علم کے) سوا ہم کسی عنصر کو حرام ٹھہراتے۔

۶۱) ۶ : ۱۰۱ - ۱۰۲ ۔ خدا نے ہی تمام عناصر کو پیدا کیا (وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ) اور وہ ہر عنصر کا علم رکھتا ہے۔ ایسے ہی اوصاف رکھنے والا خدا تمہارا واحد پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر عنصر کو پیدا کرنے والا ہے۔ پس وہی لائق تعبد ہے۔

۶۲) ۶ : ۹۱ ۔ اور ان لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کرنا چاہیئے تھی نہ کی جب انہوں نے یہ کہا کہ خدا نے بشر پر عناصر سے کچھ اتارا ہی نہیں (یعنی بشر کو علم عناصر دیا ہی نہیں گیا) (إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ) کہو وہ کتاب جو موسیٰ پر اتاری گئی تھی کس نے نازل کی تھی۔ جو لوگوں کے لئے موجب نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق پر نقل کر لیا۔ اب اس کے کچھ حصے تو ظاہر کرتے ہو اور کچھ چھپاتے ہو۔ اے یہودیو! تم کو وہ حکمتی اعمال سکھائے گئے جنہیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔

نوٹ! گویا عناصر کا حکمتی علم خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے جو علوم فطرتی ہے۔

۶۳) ۶ : ۱۱۱ ۔ اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی اُن سے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام عناصر اُن کے سامنے (ان کے علم کے لئے) لاکر جمع بھی کر دیتے (وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا) تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔

نوٹ! اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ یعنی حیرت انگیز اشعاع موجیں رو ئیں اور کششیں مردہ جسموں میں جان ڈال سکتی ہیں۔ اور عناصری جوہروں میں توانائی بھی پیدا کر دیتی ہیں۔

۶۴) ۶ : ۱۵۴ ۔ ہاں پھر سن لو کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اُن لوگوں پر جو نیکوکار ہیں حکمت و سائنس کی نعمت پوری کر دیں اور اس میں ہر عنصر کی تفصیل اور تشریح (وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ) اور ہدایت اور (حکمت کی) رحمت تھی تاکہ ان کی امت اپنے پروردگار سے ملاقات کے لئے (دنیا میں) امن و سلامتی پیدا کئے رکھے۔

Marfat.com

(۶۵) ۶۵ : ۳ ۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۔

خدا نے ہر عنصر کا ایک وزنِ مخصوص اور کمیت کے اندازے مقرر کر دیئے ہیں ۔

(۶۶) ۱۵ : ۲۱ ۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ٥

اور ہمارے ہاں ہر عنصر کے خزانے ہیں اور ہم نے تو ہر ایک کو مخصوص اندازۂ وزن و کمیت کے ساتھ اُتارا ہے ۔ اور یہ سب کچھ علم سے ہے (مَعْلُوْمٍ)

(۶۷) خدا کی نعمتوں کو حاصل کرنے اور اس کا شکرگزار بننے کا اوّلیں وسیلہ وضو ہے ۔ (یعنی جسمانی پاکیزگی کے بغیر نہ تو حکمت و سائنس کی نعمتوں کا کما حقہٗ حصول ممکن ہے ۔ اور نہ کوئی حکمتی عمل صحیح طور پر تکمیل پذیر ہو سکتا ہے)

(۶۸) ۳ : ۷ ۔ آیاتِ متشابہات میں حکمت و سائنس کے کمالات کا راز مخفی ہے ۔ جو لوگ علم یعنی حکمت و سائنس کے محاکمات میں پوری دستگاہ رکھتے ہیں ۔ وہ اِن آیات سے امن و سلامتی کی راہیں پیدا کرتے ہیں ۔

گویا آیاتِ متشابہات کی صحیح تفسیر اور تشریح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ علمِ وحی کی روشنی میں حکمت و سائنس کے علم میں کمال نہ پیدا کر لیا جائے ۔

(۶۹) ۲ : ۱۳۸ ۔ کہہ دو کہ ہم نے خدا کا رنگ اختیار کر لیا اور کیا خدا سے بہتر رنگ کسی کا ہو سکتا ہے ؟ اور ہم تو اُسی کی نوکری چاکری کا دم بھرتے ہیں ۔

نوٹ ! یہاں رنگ کا لفظ بے حد معنی خیز ہے ۔ جو تمثیلاً بیان کیا گیا ہے ۔ گویا خدا جو صناعِ عظیم ہے ۔ اس کی تخلیقات اور ایجادات ہی اس کی نیرنگیاں ہیں ۔ لہٰذا انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی صنّاع اور خلّاق بن کر دکھائے ۔

(۷۰) ۲ : ۱۷۳ ۔ حرام چیزوں اور اعمال کی حکمت و سائنس کی تلاش ضروری ہے ۔ تاکہ فطرتی طور پر خدا کے احکام کی تعمیل صحیح طور پہ ہو سکے ۔

(۷۱) ۱۸ : ۳۹ ۔ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

حکمت و سائنس کا کوئی عمل کیا جائے تو پہلے اِس آیت کے مطلب کو پُوری طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے ۔

(۷۲) ۳۱ : ۱۱ ۔ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥

یہ تمام گوناں گوں مخلوقات تو خدا نے پیدا کر دکھائی ہے ۔ پس اے انسانو ! مجھے بتلاؤ اور دکھاؤ کہ تم نے اس کے سوا کیا خلق کیا ہے ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ (خدائی حکمت کی روشنی میں کوئی نئی تخلیق کا معرضِ وجود میں نہ لانا ہی) اِن بھولے بھٹکے ظالموں کی صریح گمراہی ہے ۔

گویا کسی ایجاد و تخلیق کا عمل نہ کرنا صریح گناہ ہے ۔ یہ آیت ایجاد و تخلیق کے ضمن میں بے حد معنی خیز ہے ۔

Marfat.com

(۳) ۳۱ : ۱۲ ۔ اور ہم نے لقمان کو حکمت یعنی معجزاتِ سائنس بخش دیئے تاکہ وہ (خدا کی موجودات سے کماحقہٗ فیض کے کام لے کر) اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔

(۴) ۳۱ : ۱۵ - ۱۳ ۔ حضرتِ لقمان نے اپنے فرزند کو نصیحت فرمائی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا نیز خدا کا اور اپنے ماں باپ کا (ان کی خدمت کر کے) شکر بھی ادا کرنا۔ کیونکہ جس انسان کو ماں پیٹ میں تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھتی ہے پھر اُسے دودھ پلاتی ہے۔ اور آخر کار دو برس میں اس کا دودھ (حکمتی اصُول کے مطابق) چھڑانا پڑتا ہے۔ ان سب کا (عوضانہ یہی ہے) کہ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک ضرور روا رکھا جائے۔

(۵) ۳۱ : ۱۶ ۔ حضرت لقمانؑ نے بچے کو یہ نصیحت فرمائی کہ (علم حکمت و سائنس ایسا عظیم علم ہے) کہ اگر رائی کے دانے کے برابر یا چھوٹے سے چھوٹا کوئی ایٹم یا ذرّہ ہی کیوں نہ ہو اور وہ بھی کسی پتھر کے اندر مخفی پڑا ہو یا آسمان میں ہی کیوں نہ مخفی ہو یا زمین میں کہیں موجود ہو۔ خدا (اس حیرت انگیز علم کے ذریعے) اُسے (انسان کے ہاتھوں) ضرور برآمد کرا کر رہے گا۔ (یعنی حکمتی تجربات اور مشاہدات کے ذریعے ہر ذرّے کو حیرت انگیز اعجازات میں استعمال کیا جائیگا) بے شک خدا حیرت انگیز طور پر باریک بین اور (ان ہیبت ناک بلکہ حیات انگیز ایٹموں کی جو تمہیں دکھائی نہیں دے سکتے گا) وہی خبر رکھنے والا بھی ہے۔
(لَطِيفٌ خَبِيرٌ)

نوٹ: گویا انسان کو عناصر کے جوہروں یا ایٹموں کی تحقیقات کے لئے پتھروں کے جوف میں آسمانوں کی پہنائیوں میں اور زمین کے دیگر عناصر کو زیر کار لانا پڑے گا۔ اور ان کے دیکھنے کے لئے لطیفٌ خبیر کی حیرت انگیز مثال کو زیر نظر رکھ کر بے حد پیچیدہ آلات تیار کرنا پڑیں گے۔ جن کی ضرورت خدا کو نہیں۔ نیز اس آیتِ عظیمہ میں یہاں اللہ کے الفاظ صاف طور پر واضح کرتے ہیں کہ اُسی خدا کے عطا شدہ علمِ حکمت و سائنس کے ذریعے انسان کو کائنات کے تمام مخفی جوہروں کا علم حاصل ہو کر رہے گا۔

(۶) ۳۱ : ۲۰ - اے ابنِ لقمان کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو خدا نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں (یعنی صاف طور پر نظر آنے والے حکمتی اعجازات اور سائنسی معارف اور نہ دیکھے جانے والے (لیکن محسوس ہونے والے حکمتی محاکمات و نشانات) بھی تم پر واضح طور پر پوری کر دیئے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں (یعنی گلہ کرتے ہیں کہ خدا کی طرف سے انہیں کچھ بھی عطا نہیں ہوا) یہی وہ لوگ ہیں جو نہ علم حکمت رکھتے ہیں۔ نہ ہدایت نہ کتاب روشن یعنی صحیفۂ فطرت کا کھوج اور اس میں مشاہدات و تجربات کے لئے غور و خوض ہی کرتے ہیں۔

(۷) ۶ : ۳۸ ۔ اور زمین میں جو چلنے پھرنے والے حیوان یا دو پروں سے اڑنے والے پرندے ہیں ان کی بھی تم لوگوں کی طرح مخصوص جماعتیں اور اُمتیں ہیں۔ ہم نے کائناتِ فطرت میں کسی عنصر کو واضح کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

نوٹ: گویا حکمت و سائنس کے جملہ وسائل واضح طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں کہ چلا کس طرح جاتا ہے اور اڑنے میں کیا حکمتیں کار فرما ہیں (گویا عناصر اور ان کے ایٹموں کے تناسب کا ہی ایک اعجاز ہے)

Marfat.com

(۸۵) ۳۶ : ۳۶ وہی صناعِ عظیم تو ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود اُن کے ایٹموں کے اور اُن کے بھی جن کی ابھی تک اُنہیں (بوجہ عدم ارتقائے علمی) خبر تک نہیں ہوسکی سب کے نر و مادہ بنائے۔ (اَزْوَاج)

(۸۶) ۵۱ : ۴۹ - وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ط

اور ہم نے ہر عنصر کا جوڑا جوڑا بنایا (یعنی ہر عنصر اور اس کا ہمجا عنصر بھی پیدا کیا جس کی تحقیقات محض علمِ حکمت و سائنس سے ممکن ہوسکے گی) یہ عظیم محاکمہ تمہارے لئے سبق آموز نصیحت اور غور و فکر کا موجب ہے۔

نوٹ: گویا عناصر اور اُن کے ہمجا عناصر میں حیرت انگیز کمالِ خدا موجود ہے۔ اور ذکر کا مطلب یہاں فی الحقیقت تجربات اور مشاہدات کے بعد کچھ مفید حکمتی نتائج حاصل کرنا یا اُن سے حکمتی سبق حاصل کرنا ہے۔

(۸۷) ۲ : ۱۷۵ - یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت (یعنی حکمتی شاہراؤں) کے بالمقابل گمراہی (یعنی بے علمی) اور مغفرت کو چھوڑ کر عذاب خرید کر لیا ہے۔ پس اب اُن کے پاس کوئی ایسی چیز (یا حکمتی اعجاز) نہیں جس سے وہ آگ کے عذاب کا جم کر مقابلہ کرسکیں۔ (فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ)

نوٹ: گویا ہدایت، یعنی حکمتی شاہراؤں کے بالمقابل ضَلٰلَۃَ یعنی بے علمی سے گمراہی اور عذاب کے بالمقابل مغفرت کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکمتی شاہراہیں یعنی ہدایت اور مغفرت یعنی گناہگاری اور تخریب کی غلاظتوں سے محفوظ رہنے سے آگ کا جم کر مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

مغفرت کے صحیح معنے ہیں تخریبی اعمال سے بچنے کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا جو محض صالح اور حکمتی اعمال سے ممکن ہیں۔

(۸۸) ۵۵ : ۳۳ - يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ہ

اے نہ دکھائی دینے والے گروہ اور اے دکھائی دینے والے گروہ اگر تم میں قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کے ذراتی کناروں (اقطار) سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ مگر تم ایسا اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ تمہارے پاس قدرت متحفظہ موجود نہ ہو۔ (سُلْطَان)

نوٹ: سلطان کے لفظ کے صحیح معنے قدرتِ متحفظہ کے ہیں۔ جو قدرتِ عزرائیل کا حکمتی اعجاز ہے۔ اگر انسان اس قدرت کے تحفظ میں آجائے تو وہ زمین کے کناروں کو پھاند کر آسمانی کرّوں میں سے ایک کے بعد دوسرے کرّے میں بخیر و خوبی پہنچ سکتا ہے اور تسخیرِ کائنات کی مہم طے ہوسکتی ہے۔

(۸۹) ۷ : ۴۰ - جن لوگوں نے ہماری آیتوں یا کائناتی اعجازات کو جھٹلایا یعنی اُن پر عمل پیرا نہ ہوئے اور اُن سے سرتابی کی اُن کے لئے (تسخیرِ کائنات کی مہم کو سر کرنا ممکن نہیں) کیونکہ اُن کے لئے آسمان کے (وہ مخصوص دروازے جو ایک کرّے سے دوسرے کرّے کے درمیان یا اُن کی اپنی اپنی کشش ثقل یا قدرتِ میزانیہ کے درمیان واقع ہیں) ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ کرّہ جنت میں بھی داخل ہونے سے قاصر رہیں گے۔ اُن کا اس جنتی کرّے میں پہنچنا ایسے ہی مشکل ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے

Marfat.com

میں سے نکل جانا ناممکن ہے۔ اور گنہگاروں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

نوٹ! اَبْوَابُ السَّمٰوَاتِ کے الفاظ اور سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گذرنے کی مثال یہاں بے حد معنی خیز اور اور قابلِ غور ہے۔

(۴۳) ۱۲ : ۱۵ ۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ ...... الخ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

اور جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے۔ چار و ناچار اور بہر حال خدا کے حضور میں سجدہ ریز ہے۔ نہیں بلکہ ان کے سائے بھی صبح و شام سجدہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اُن (بے علم اور بے حکمت افراد سے) پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کا پروردگار کون ہے (وہ تو کیا بتا سکیں گے) تم ہی کہہ دو کہ وہی خدا ہے۔ پھر اُن سے پوچھو کہ تم نے خدا کے (قوانین فطرت کو) چھوڑ کر ایسوں کے (خود ساختہ قوانین پر اپنا انحصار رکھ کر) انہیں کیوں کارساز بنا رکھا ہے۔ جو خود اپنے ذاتی نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ بھی ان سے کہہ دو کہ کیا اندھا (بے علم و بے نور فرد) اور آنکھوں والا (یعنی عالم اور نور دیدہ فرد) برابر ہو سکتا ہے۔ یا اندھیرا (بے علمی) اور اُجالا (بذاتِ خود علم) ہی برابر ہو سکتا ہے؟ بھلا اُن (بے علم افراد نے) جن (بظاہر علم حکمت سے مَس رکھنے والوں) کو خدا کے ہم پلہ بنا رکھا ہے (سے تو پوچھو کہ) کیا انہوں نے خدا کی کسی تخلیق کے عین مطابق کوئی تخلیق (از خود کی ہے یا خدا کے بنائے ہوئے عناصر کے ماسوا کوئی ایسا عنصر بنا دکھایا ہے جو اس کائنات میں پہلے موجود نہیں تھا) جس کے سبب انہیں خدا کی اصل تخلیق مشتبہ ہو گئی ہے (یعنی وہ زعمِ باطل میں یہ سمجھ چکے ہیں کہ فلاں عنصر انہوں نے اپنی حکمت سے اور کائنات کے موجودہ عناصری اجزا سے کچھ حاصل نہ کرتے ہوئے ذاتی طور پر ایجاد کر لیا ہے۔ تو یہ ان کی صریح بے علمی ہے) اُن سے کہہ دیجئے کہ تمام عناصر (خواہ اُن کا علم انہیں ہو چکا ہے یا ابھی اُن کی تلاش باقی ہے سب کے سب) کا خالق محض وہی یکتا و قہار خدا ہے۔

(خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۝ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝)

نوٹ:۔ گویا انسانی حکمت و تخلیق کا سلسلہ خدا کے پیدا شدہ عناصر سے شروع ہوتا ہے۔ عناصر کی تخلیق انسانی قدرت سے ناممکن ہے۔ نیز اگر حکمت و سائنس سے کسی نئے کائناتی عنصر کو معلوم کر لیا جائے تو یہ سمجھنا چاہئیے کہ وہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ کسی سائنسدان کی ذاتی تخلیق نہیں بلکہ وہ اُس کی تحقیقات کا نتیجہ ہوگا۔

(۴۴) ۳۵ : ۴۰ ۔ مجھے دکھاؤ تو سہی کہ جن (سائنسدانوں کو تم ایسا سمجھتے ہو کہ انہوں نے خدا کے پیدا شدہ عناصر کے ماسوا کوئی نیا عنصر ذاتی طور پر بنا لیا ہے۔ اور اس طرح انہیں) تم خدا کا شریکِ کار تصوّر کرتے ہو (انہی سے پوچھ لو کہ) کیا انہوں نے زمین سے (اس کے ذاتی عناصر کے ماسوا کوئی نیا عنصر) پیدا کر دکھایا ہے۔ یا آسمانوں (کے اندر پیدا شدہ عناصر کے

Marfat.com

ماسوا کسی مزید عنصر کی تخلیق ہیں) ہی ان کی کوئی شرکت ہے یا وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی اور کتاب (یعنی خدا کی کائنات کے بالمقابل کسی ذاتی کائنات کی) کوئی سند پیش کر سکتے ہیں (اس کائنات میں رہ کر تو خدا کے پیدا شدہ عناصر سے ہی واسطہ پڑ سکتا ہے۔ اور کسی نئے عنصر کی تخلیق انسانی حکمت سے بالکل ناممکن ہے۔)

نوٹ! مندرجہ بالا آیات سے یہ امر قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انسان از خود کوئی جدید عنصر تیار نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہ تمام عناصر اپنی فطرت اور نظریات میں ایک دوسرے سے وزن کمیت اور خواص میں بالکل جُدا جُدا ہیں۔ یا ہر عنصر اپنی نوعیت میں یکتا ہے۔ انسانی حکمت و سائنس کی ابتداء خدا کے بنائے ہوئے عناصر سے ہوتی ہے۔ جس کے بعد وہ بھی ایک ادنیٰ ترین خالق بن سکتا ہے۔ ہم نے علم کی تشریح میں قرآنِ حکیم و عظیم کے بحرِ بیکراں سے مندرجہ بالا تابدار موتی مشتے از خروارے پیش کئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان خدائی اشارات میں اُن آٹھ شقوں کے مفصل جوابات بخوبی مل سکتے ہیں جو اس ضمن میں میر فہرست پیش کئے گئے ہیں تسخیر کائنات کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا جس کی علمی نشان دہی قرآن حکیم سے ہی حاصل نہ کی جاسکتی ہو۔ البتہ وہ پانچ محاکمات جن کا علم ہماری استعدادِ فطرت سے بعید ہے قرآن حکیم کی رُو سے حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ قیامت کب آئے گی۔

دوم۔ مینہ برسے گا یا نہیں اور وہ بھی کس مخصوص مقام پر۔

سوم۔ حاملہ کے پیٹ میں نر بچّہ ہے یا مادہ

چہارم۔ کل کیا ہو گا۔

پنجم۔ کس زمین اور کس مقام پر کسی کو موت آئے گی۔

خدائی اشارات کے مطابق ہمارے نزدیک یہ ایک حتمی نظریہ قرار پا چکا ہے۔ کہ جن مراحل یا واقعات کا علم انسانی فطرت سے بعید تھا۔ خدا نے انہیں بتانے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی اور جو مراحل انسانی قدرت کے بس میں تھے اُن کا کما حقہٗ علم و حل اسی کائنات کے اندر دے دیا گیا ہے۔ نیز انسانی سمع بصر اور افئدہ اس قابل ہیں کہ اُن مراحل کا پوری طرح علمی طور پر احاطہ کر سکیں۔ اگر تسخیر کائنات انسانی فطرت کا ایک عظیم معراج ہے۔ تو اس کا علم بھی یقینی طور پر خدائی اشارات میں بکمال و تمام موجود ہے۔

دوم۔ قدرتِ متحفظّہ (۷)

قدرتِ متحفظہ میں دو قسم کی طاقتیں مستور ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے اندرونی نظام کو پوری سلامتی سے رواں دواں رکھے اور دوسری یہ کہ اپنے اندرونی نظام کو بیرونی اور مخالف طاقتوں کے حملوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ گویا حفاظت اور مدافعت کا مجموعی نام قدرت متحفظہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمیں تسخیر کائنات کی مہم کو سر کرنے کے لئے کائنات کی خلاؤں میں پہنچنا ہے۔ اس کے مختلف الاثرات کو اپنے قبضے میں لینا ہے۔ گرمی اور سردی۔ غذا اور حیات کی اُلجھنوں سے دوچار ہونا ہے۔ تو ہمیں اوّلین

Marfat.com

فرصت میں اس عظیم قدرت کی تلاش کرنا ہوگی۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک یہ بات برملا کہدیتا ہے۔ کہ عزرائیل ہماری روحوں کو قبض کرتا ہے۔ اور ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ لیکن پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ قدرتِ قدسیہ اس قابل بھی ہے کہ جب تک ہمیں موت کے گھاٹ اُترنا نہ چاہیئے تو ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ اور جب مارنا چاہے تو مار دیتی ہے۔ گویا اسی قدرت سے ہمارا تحفظ بھی ہے۔ اور یہی قدرت ہمیں ایک وقتِ مقررہ تک بیرونی حملوں سے حفظ و امان میں رکھنے کی اہل بھی ہے۔ جن طاقتوں سے ہماری مشعلِ حیات فروزاں ہے۔ اُن پر جو قدرت بطور حفیظ مقرر ہے۔ ہماری نگاہ میں اُسی کا نام قدرتِ متحفظہ ہے۔ قرآنِ عظیم کے اشارات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اس طاقت و قُدرت کو اپنے بس میں کر لینا انسانی فطرت میں شامل ہے۔ خواہ وُہ ایک وقتِ مقررہ کے لئے ہو یا دوام کے لئے لیکن شرط یہ ہے۔ کہ خدائی قانونِ فطرت و حکمت کے اصولوں اور ضابطوں کو ہر آن زیرِ نظر رکھا جائے۔ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خُودی (خودی بمعنے نفس یا اٹیم تخلیقی)
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

آئیے علم کے ضمن میں پیش کردہ آیاتِ خدا کی فہرست کے ۱۸ نمبر پہ پیش کردہ آیت کو از سرِ نو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کی اطلاع کے مطابق سُلطان ایک ایسی قدرت ہے۔ جس سے ہم زمین کے کناروں کو پھاند کر بخیر و خوبی باہر نکل سکتے ہیں۔ اور کائنات کے تمام ستاروں پر پہنچ سکتے ہیں۔ ہمارے متقدمین نے سُلطان کے معنے دلیل اور سند کئے ہیں۔ حالانکہ نہ دلیل سے اور نہ کسی سند سے کوئی قدم آگے بڑھ سکتا ہے۔ اگر قدم آگے بڑھ سکتا ہے۔ تو محض طاقت اور قدرت سے۔ مزید برآں اگر ہمارے نبی صلعم فی الحقیقت آخر الزمان ہیں تو پھر اُن کے بعد آج ہمیں نہ تو کوئی نئی شخصیت نئی دلیل دے سکتی ہے۔ اور نہ سند عطا کر سکتی ہے۔ پھر تسخیرِ کائنات کی مہم سر کیونکر ہوگی۔ مزید غور فرمائیے کوئی دلیل یا کوئی سند بغیر وحی کے ممکن نہیں۔ اور اگر وحی نبوّت بند ہے۔ تو آج یہ دلیل اور سند کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟

سُلطان کے قرآنی معنے

۱۔ ۵۵ : ۳۳۔ اے گروہِ جنّ و انس تم (اپنے تمام آلات اور اسباب سے) اِس امر کی کوشش کر دیکھو کہ تم زمین کے کناروں سے (جو خلائے آسمانی کے نیچے زمین کے ارد گرد باریک ذرّات اور قطروں کی پرِ وزن تہ سے ڈھکے ہوئے ہیں) (اَقْطَارِ) باہر نکل بھاگو۔ اگر نکل سکتے ہو تو بے شک نکل بھاگو۔ یاد رکھو تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے ہاں مگر سُلطان (یعنی قدرتِ قدسیّہ عزرائیل کی قوتِ متحفظہ) کے حصول سے ہی تمہارے لئے ایسا ممکن ہے۔ اِلَّا بِسُلْطَانٍ)

نوٹ:۔ گویا انسان میں یہ اہلیّت موجود ہے۔ کہ اگر وہ چاہے کہ زمین سے نکل کر کہیں کسی اور کرّے میں پہنچنے کی تگ و دو کرے تو وہ قدرتِ سُلطان کو اپنے قبضے میں لیکر ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ گویا سُلطان ایک قدرتِ متحفظہ ہے۔

۲۔ ۵۱ : ۳۸۔ اور ہم نے (اکیلے اور بغیر دیگر امدادیوں کے) موسیٰؑ کو فرعون کے پاس (جو بہت جابر اور قاہر حکمران

Marfat.com

تھا) سُلطان مبین عطا کر کے بھیجا۔

نوٹ۔ گویا موسےٰ ؑ کو ایک حیرت انگیز قدرتِ متحفظ عطا کی گئی جس کی وجہ سے وہ فرعون کے سامنے محفوظ و مامون رہے۔

۳) ۱۷ : ۷۹ ۔ اے پروردگار مجھے اپنی محبت سے ہی مدینے میں کامرانی کے ساتھ داخل فرما اور مجھے اپنی محبت سے ہی مکے سے (دشمنانِ مکہ کے خطرہ کے باعث) سرخروئی سے نکالنا۔ اے خدا اپنے ہاں سے میرے لئے سلطان کو (یعنی قدرت متحفظہ کو) امدادی بنا دیجئے (سُلْطَانًا نَّصِيْرًا)

۴) ۶۹ : ۲۹ ۔ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ (ہائے) میری تمام قوتِ متحفظہ خاک میں مل گئی۔ ہلاک ہو گئی یا جاتی رہی۔

نوٹ :- اِس آیت میں سُلطان کے معانی دلیل یا سند قطعاً ثابت نہیں ہوتے۔

۵) ۵۲ : ۳۸ ۔ کیا اُن کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ آسمانی باتیں سُن سکتے ہیں۔ (یا دیگر کروں کے حالات سے واقفیت پیدا کر سکتے ہیں) اور اگر کسی سیڑھی کے بغیر کوئی فرد آسمان پر پہنچ کر سُننے کی قدرت رکھتا ہے۔ تو وہ شخص کسی قوتِ متحفظہ کے زور پر ہی ایسا کر سکتا ہے۔ (بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ)

۶) ۵۳ : ۲۳ ۔ اور اُن کے ساتھ تو کوئی قوتِ متحفظہ اُتاری ہی نہیں گئی (سُلْطَان)

۷) ۴۴ : ۱۹ ۔ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ

حضرت موسیٰ ؑ کو فرعون کے بالمقابل ایک ظاہر قوتِ متحفظہ دے کر بھیجا گیا۔ (جس کی وجہ سے وہ اُس کی ہر گزند سے محفوظ رہے)

۸) ۴۰ : ۲۳ ۔ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ

یعنی موسیٰ ؑ کو کئی معجزات کے ساتھ ساتھ ایک ظاہری قوّتِ متحفظہ بھی دیکر بھیجا گیا۔

۹) ۴۰ : ۳۵ ۔ وہ خدا کے معجزات کے ساتھ مجادلہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی قوتِ متحفظہ نہیں۔

۱۰) ۴۰ : ۵۶ ۔ اور جو لوگ سوائے قوتِ متحفظہ کے جو عطا کی جاتی ہے۔ کسی غیر قوّت کے ساتھ اللہ کے معجزات سے مجادلہ کرتے ہیں۔ (بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اٰتٰىهُمْ)

۱۱) ۲۷ : ۳۰ ۔ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْهِم مِّنْ سُلْطَانٍ ۔

اور ہماری طرف سے تو تم پر کوئی قوت متحفظہ قائم ہی نہ تھی۔

۱۲) ۳۷ : ۱۵۶ - ۱۵۷ ۔ اَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور اللہ پر بہتان باندھنے کے بعد (کیا تم بچ سکتے ہو) بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے پاس (سزا سے بچ نکلنے کے لئے) کوئی قوّتِ متحفظہ ہے؟ اپنی سچائی میں کوئی کتابی سند یا قانونِ وحی کا ثبوت پیش کرو؟

Marfat.com

۱۳) ۳۴ : ۲۱ - اوراس کی کوئی قوتِ متحفظہ اُن کے سامنے نہ تھی۔ (وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ)

۱۴) ۳۰ : ۳۵ - اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ہ

کیا ہم نے اُن پر کوئی قوتِ متحفظہ نازل فرمائی ہے۔ (جو ہماری جبروت اور طاقتوں کے سامنے) ایسا گستاخانہ کلام کرتے ہیں۔ کہ ہو جاؤ اس کے ذریعے سے مشرکوں میں سے (یعنی بے خوف وخطر ہو کر مشرک بنتے جاؤ)

نوٹ :- اس آیت میں اَنْزَلْنَا کا لفظ بے حد معنی خیز ہے۔

۱۵) ۲۷ : ۲۱ - ھُدھُد کے متعلق فیصلہ ہوا۔ کہ یا تو اُسے ذبح کر دیا جائے گا یا وہ ہم سے کسی قوتِ متحفظہ کے بل پر ہی بچ سکتا ہے۔

۱۶) ۲۸ : ۳۵ - خدا نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ ہم تمہارے بازو بھائی سے مضبوط کریں گے۔ اور تم دونوں کو قوتِ متحفظہ عطا فرمائیں گے۔ (وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا) اور ہماری اس اعجاز نمائی کے بعد فرعونی لوگ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے اور تم اور تمہارے پیرو ہی ہمیشہ غالب رہیں گے۔ یہ سب کچھ اللہ کے معجزات سے ہے۔

۱۷) ۲۳ : ۴۵ - موسیٰؑ کو قوتِ متحفظہ کے ساتھ بھیجا گیا۔ (بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ)

۱۸) ۲۲ : ۷۱ - جنکو خود کوئی قوتِ متحفظہ عطا ہی نہیں ہوئی اور نہ اس کے متعلق انہیں کوئی حکمتی علم ہے۔ یہ لوگ خدا سے پرے ہٹ کر ایسوں کی عبودیت اختیار کرنے والے ہیں۔ جو قوتِ متحفظہ سے آشنا ہی نہیں۔ (مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا)

۱۹) ۱۸ : - لَوْلَا يَأْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ط فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ہ

ہماری قوم کے ان لوگوں نے خدا کے سوا معبود بنا رکھے ہیں (تو اس عظیم کفر کے بعد) اگر وہ اس پر کوئی (سزا سے بچ نکلنے کیلئے) قوتِ متحفظہ پیش نہیں کرتے تو پھر بڑا بے انصاف کون ہو گا۔ جو خدا پر جھوٹ افترا کرے۔

۲۰) ۱۷ : ۳۳ - اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کے لئے اس حد تک قوتِ متحفظہ عطا کر دی ہے۔ کہ وہ (عدالت کے روبرو) قتل کے قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ (وگرنہ زیادتی کی صورت میں اُن کے لئے کسی عدالت میں تحفظ کا کوئی قانون نہیں ہونا چاہیئے)

۲۱) ۱۷ : ۶۵ - اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ط وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ہ

اے تخریبی طاقت (شیطان) میرے بندوں کے بالمقابل تیرے پاس کوئی قوتِ متحفظہ قطعاً نہیں۔ اور اُن کے لئے تو تیرا رب ہی کارساز کافی ہے۔

۲۲) ۱۶ : ۹۹ - جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے رب پر توکّل کر لی۔ اُن کے بالمقابل شیطان کے پاس کوئی قوتِ متحفظہ نہیں۔ (اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ) ہاں جو گ

Marfat.com

اس کے دوست بن جاتے ہیں۔ اور اس کے طفیل مشرک بن جاتے ہیں۔ اُن پر تو شیطان کا ہی زورِ تحفظ کام کرتا ہے۔

(۲۳) ۱۴ : ۱۱۔ خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور پیغمبروں نے کہا کہ ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر تمہارے سامنے سُلْطَان یعنی کسی قوتِ متحفظہ کا اظہار از خود کریں۔ اور مومنوں کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

(۲۴) ۱۴ : ۲۲۔ قیامت کے روز شیطان صاف صاف کہدے گا۔ کہ اے انکار کرنے والو! میرا تو تم پر کسی قسم کا سُلطان نہیں تھا۔ (یعنی میرے پاس تو تمہارے بچاؤ کے لئے کوئی قوتِ متحفظہ تھی ہی نہیں) جس کے طفیل میں تمہاری مدد کر سکتا۔ میں نے تو تمہیں گمراہی کی طرف بلایا تھا۔ اور تم خوشی خوشی میری طرف چلے آئے۔

نوٹ:۔ اِس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیطانی قدرت محض تخریبی قدرت ہے۔ جو تحفظاتی کام میں نہیں آسکتی۔ نیز وہ خود کسی کو اپنی طرف نہیں بلاتی بلکہ تخریب پسند خود ہی اس تخریبی توانائی کو اپنا کر بُرے بن جاتے ہیں۔ گویا انسان تخریب کو جان بوجھ کر اختیار کرتا ہے۔ حالانکہ اسے بخوبی علم ہوتا ہے۔ کہ یہ فی الحقیقت بے راہ روی اور گمراہی ہے۔

(۲۵) ۱۲ : ۴۰۔ لوگو! جن کی تم ماسوا خدا کے پرستش کرتے ہو وہ تو صرف نام ہی نام ہیں۔ اور وہ تمہارے باپ دادا نے از خود رکھ لئے ہیں۔ خدا نے تو ان کے ساتھ کوئی قوتِ متحفظہ نازل ہی نہیں کی۔

(۲۶) ۱۱ : ۹۶۔ مُوسیٰ کو خاص قوتِ متحفظہ اور معجزات دے کر بھیجا گیا تھا۔

(۲۷) ۱۰ : ۶۸۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے۔ اے افترا پردازو! تمہارے پاس تو اُس کے اعجازات کے بالمقابل کوئی (بچاؤ کے لئے) قوتِ متحفظہ موجود ہی نہیں۔ اس لئے تم خدا کی نسبت بے ڈر ہو کر ایسی بات کہتے کیوں ہو جسے جانتے نہیں۔ (سُلْطَانٍ بِهٰذَا)

(۲۸) ۷ : ۳۳۔ خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ کسی چیز کو تو کوئی قوتِ متحفظہ از خود حاصل ہی نہیں۔

(۲۹) ۷ : ۷۱۔ حضرت ھُودؑ نے کہا۔ کہ اے لوگو! تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے از خود رکھ لئے ہیں۔ جن کے ساتھ خدا نے کوئی قوتِ متحفظہ نازل ہی نہیں کی۔ (مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ)

نوٹ:۔ یہاں مِنْ کا لفظ بے حد معنی خیز ہے۔

(۳۰) ۶ : ۸۱۔ کیا تم الہیوں کے ساتھ شریک بناتے ہو جن کے ساتھ تمہارے لئے کوئی قوتِ متحفّظہ نازل ہی نہیں کی گئی۔

(۳۱) ۴ : ۹۱۔ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اُن لوگوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے ہم نے تمہارے وجود کے ساتھ قوتِ متحفظہ قائم کر دی ہے۔ (وَ اُولٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا ٥)

(۳۲) ۴ : ۱۴۴۔ اے اہل ایمان مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے لئے اللہ کی طرف

Marfat.com

سے لبطور ظاہر قوتِ متحفظہ بنے رہیں۔ (یعنی تم اُن کی غلامی میں رہو) (اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا)

(۳۳) ۳ : ۱۵۱ - ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ وہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ (اور تعجب تو یہ ہے) کہ اِن کے ساتھ (اُن کی بداعمالیوں کی سزا سے بچاؤ کے لئے) کوئی قوتِ متحفظہ نازل ہی نہیں کی گئی۔ (مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا)

دوستو! غور فرمائیے! کیا آپ اِس ساری کائنات میں اس شمس و قمر اور ان کروڑہا ستاروں اور سیّاروں کو فی الحقیقت بے ربط اور بے ہنگم سمجھ رہے ہو۔ جو اربہا سالوں سے ایک ٹھوس نظام اور مستحکم ترتیب سے اپنی اپنی راہوں پر مسلسل چل رہے ہیں۔ آپس میں ٹکرا کر فنا نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے سے ایک ایسے مقررہ فاصلے پر اور اس قدر صحیح راستوں پر رواں دواں ہیں کہ اپنی ہستی فنا کر دینے کے درپے ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ ان کے باہمی تحفظ کا نظام کیونکر ہے اگر معمولی غور کرتے تو تمہیں ضرور یقین ہو جاتا کہ ان تمام کو بحفاظت رکھنے کے لئے خدا کی طرف سے ضرور کوئی نہ کوئی کششوں اور توانائیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور ساری کی ساری کائنات اُن ہیبت ناک وزنی کششوں کے طفیل ہی محفوظ چلی آ رہی ہے۔ قرآن حکیم و عظیم کو دیکھیے لیجئے آپ کو ہر جگہ کائنات پر غور و فکر کا سبق ملتا ہے۔ یہ اس لئے کہ خدا کی طرف سے جو نظامِ تحفظِ کائنات قائم ہے۔ اس کی کڑیوں کو اپنے علم اور علم کے بعد تجربات سے یکے بعد دیگرے پہچانتے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اِس کائنات میں فی الواقع کئی عظیم وزنی کششیں اور بہت سی حیرت انگیز توانائیاں لشکروں کی صورت میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان تمام وزنی کششوں اور دیگر مختلف توانائیوں سے جو حفظ و امن اور مدافعت کا نظام قائم ہوتا ہے۔ خدا نے اُسی کا نام سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ رکھا ہے۔

آئیے اَب قدرتِ متحفظہ کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ جہاں تک غور و فکر کا تعلق ہے۔ قدرتِ متحفظہ کی عظیم جزو قدرتِ قدسیہ عزرائیل سے وابستہ ہے۔ جو ہر جاندار کی موت و حیات کی حفاظت پر مامور ہے۔ غور کیجئے اگر یہ قدرت ایک لمحے کے لئے ہمارے بس میں آ جائے تو ہم زمین کو پھاند کر چاند پر بخیر و خوبی پہنچ سکتے ہیں۔ جب موت اپنے قبضے میں ہو گی۔ تو پھر کون سی رکاوٹ باقی رہے گی۔ جو ہمارے آڑے آئے گی۔ تخریبی قدرتوں سے مدافعت اور سلامتی کا تحفظ ہر آن ہمارے بس میں ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب تک ہمارے وجود میں اس قسم کی عظیم الشان توانائیاں موجود نہ ہوں گی ہم اپنی سلامتی اور اپنے وجود کے تحفظ کو برقرار کیونکر رکھ سکیں گے یہ ہے۔ وہ سوال جو محض حکمت اور سائنس کے تجربات سے حل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس ضمن میں قرآن حکیم و عظیم میں جابجا اشارات ملتے ہیں۔ لیکن ان اشارات سے کچھ اخذ کرنا اس وقت تک ممکن نظر نہیں آتا۔ جب تک کہ ہم تجربات اور مشاہدات کی دُنیا آباد نہ کریں۔

Marfat.com

کیا آپ کو معلوم ہے؟

کہ

۱۔ بخار کا جم کر مائع بننا تکثیف کہلاتا ہے۔ (CONDENSATION)

۲۔ بھاپ پانی کا بخار ہے۔

۳۔ ٹھوس مائع گیس اور آمیزے ان کے بعد پلازمہ وغیرہ مادے کے خواص ہیں۔

۴۔ حرارت برق روشنی اور اندھیرا مادہ نہیں کیونکہ وہ نہ تو مختلف شکلوں میں پائی جاتی ہیں اور نہ جگہ گھیرتی ہیں۔ نہ تولی جاسکتی ہیں۔ نہ شکر اور دودھ کی طرح ڈبوں میں بند کی جا سکتی ہیں۔ حکمت کے انداز میں انہی کا نام توانائیاں ہیں۔

۵۔ مادے میں توانائی سے ہی تغیر پیدا ہوتا ہے۔ حرارتی توانائی سے پانی ٹھوس سے مائع میں اور مائع سے گیس میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

۶۔ نوری توانائی رنگ کو پھیکا کر دیتی ہے۔ اور کیمرے کی فلم پر تصویر بنا دیتی ہے۔

۷۔ برقی توانائی سے بجلی کے پنکھے کا موٹر چلنے لگتا ہے۔ یا تار کے ذریعے آواز کو میلوں تک پہنچایا جا سکتا ہے یا ہزاروں میل کی دوری پر پیش آنیوالے واقعات کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔

۸۔ کوئلے اور تیل کی کیمیائی توانائی سے مکان گرم اور ریلیں چلتی نظر آتی ہیں۔

۹۔ غذا کی کیمیائی توانائی جسم کو چلاتی اور حرکت میں رکھتی ہے۔

۱۰۔ میکانی توانائی۔ جس سے حرکت پیدا ہوتی ہے۔ یا حرکت میں تبدیلی نمودار ہوتی ہے۔

۱۱۔ حرکی توانائی۔ کسی متحرک شے کی میکانی توانائی حرکی توانائی کہلاتی ہے۔ اس سے ہبوطِ ارض دریا کے سیلابی پانی یا تندباد کی ہوا سے جو تباہی آتی ہے۔ وہ محض حرکی توانائی سے ہوتی ہے۔ اسے ناپا جا سکتا ہے۔ مثلاً ۴۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی گاڑی میں حرکی توانائی کی مقدار ۲۰ میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر گاڑی سے دوچند ہوگی۔ لیکن یہ درست نہیں بلکہ حرکی توانائی اس صورت میں ۲ × ۲ یا چار گنا اور ۶۰ میل کی رفتار پر اس کی توانائی ۳ × ۳ یعنی نو گنا ہوگی۔

۱۲۔ رفتار کے بڑھنے سے توانائی بھی سرعت سے بڑھتی ہے۔ اس تیز رفتاری سے تصادم بھی تباہ کن ہوگا۔

۱۳۔ قوی توانائی جو کسی چیز کو چلانے کے لئے صرف کی جاتی ہے اور ایک بار چلانے کے بعد وہ خود بخود کچھ عرصے تک چلتی رہتی ہے۔ گویا اُس چیز میں ایک توانائی بھر دی جاتی ہے۔ جو اُسے آئندہ چلائے رکھتی ہے۔ اسے انگریزی سائنس میں (POTENTIAL ENERGY) کہتے ہیں۔ نیچے لڑھکنے سے قوی توانائی حرکی توانائی میں تبدیل ہوتی چلی جاتی ہے۔

Marfat.com

جب زمین پر چیز گرتی ہے۔ تو حرکی توانائی اسے پاش پاش کر دینے کا کام کرتی ہے۔ نیز ہوا میں موجیں پیدا کر کے آواز کی صورت میں تبدیل ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ ڈینامیٹ میں کیمیائی توانائی کا ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ لکڑی کو جلانے سے جو حرارت نکلتی ہے وہ بھی توانائی کی شکل ہے۔

۱۵۔ ایک توانائی دوسری توانائی میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔ جیسے میکانی توانائی سے کیمیائی توانائی یا حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ حرارت کسی بیرونی طاقت سے کسی چیز پر رگڑ دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو مقدار رگڑ پر خرچ ہوتی ہے وہی مقدار حرارت پیدا کرتی ہے اس طرح حرارت بھی ناپی جا سکتی ہے۔

۱۷۔ ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار پانی کو جوش دینے والی حرارت پیدا کرتی ہے۔

۱۸۔ توانائی ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔ لیکن کبھی پیدا یا فنا نہیں کی جاسکتی۔ کائنات میں بل کھاتے ہوئے جراثیم سے لیکر چھٹنے والے ستاروں تک ہر چیز میں یہی اصول قائم ہے۔

۱۹۔ مادہ اور توانائی میں فرق۔ توانائی اشیاء کو زندگی اور عاملیت عطا کرتی ہے۔ اس کی مجموعی مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔ لیکن مادہ اشیاء یا عناصر سے تقویم میں آتا ہے۔

۲۰۔ جوہر کا تصور تقریباً تین ہزار سال پرانا ہے۔ ناقابلِ تقسیم ذرّے کو ایٹم یا جوہر کہا جاتا ہے۔ جوہر تولا اور ناپا جاسکتا ہے۔ نیز جوہر ہمیشہ حرکت میں رہتے ہیں۔

۲۱۔ روشنائی کے ایک نقطے میں کاربن کے تقریباً تین پدم جوہر پائے جاتے ہیں۔

۲۲۔ نظریۂ جوہر مغربی سائنس کی رُو سے ڈیڑھ سو برس سے قائم ہوا۔ لیکن علم وحی کی روشنی میں اس نظریہ کی بنیاد قرآن حکیم وعظیم کے نزول سے ثابت ہے۔ جیسے کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔

۲۳۔ عناصر۔ کائنات کے پائیدار عناصر ۹۲ ثابت ہوئے ہیں۔ اور اب تک ناپائیدار عناصر کو شامل کرنے کے بعد ان کی تعداد یکصد تین تک پہنچ چکی ہے۔ یہ سائنسدانوں کا تحقیقاتی نتیجہ ہے۔

۲۴۔ پتھر لکڑی ربڑ دودھ وغیرہ بہت سے عناصر کے مجموعے ہیں۔ جنہیں کیمیائی مرکب کہا جاتا ہے۔

۲۵۔ زمین سمندر اور ہوا کی معمولی اشیاء میں تقریباً ۸۰ عناصر ثابت ہو چکے ہیں۔

۲۶۔ نمک فی الحقیقت سوڈیم دھات اور کلورین گیس کا مجموعہ ہے۔

۲۷۔ آکسیجن کا عنصر روئے زمین پر سب عناصر سے زیادہ ہے۔

۲۸۔ قشرۃ الارض کا تین چوتھائی حصّہ تین عناصر کے مرکبات پر مشتمل ہے۔ یعنی آکسیجن سلیکان اور ایلومینیم

۲۹۔ دو یا دو سے زیادہ عناصر کا باہمی ربط یا رشتہ قائم کرنے سے مرکب بنتا ہے۔

۳۰۔ سالمہ۔ ایک عنصر کے معین جوہروں کی تعداد دوسرے عنصر کے معین جوہروں کی تعداد کے ملنے سے یا مرکب

Marfat.com

ہونے سے سالمہ بنتا ہے۔ اس طرح مخلوط ہو جانے کے بعد جوہروں کا وزن وہی رہتا ہے۔ جو علیحدگی کی حالت میں ہوتا ہے۔

۳۱۔ آکسیجن اور ہائیڈروجن گیسوں کو ملا کر اُن میں شرارہ گذارنے سے دھما کا پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ گیس عام پانی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ گویا پانی کا ہر سالمہ ہائیڈروجن کے دو جوہروں اور آکسیجن کے ایک جوہر کے ملنے سے بنتا ہے۔ لہٰذا جوہروں کے اوزان بھی بخوبی معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

۳۲۔ علمِ کیمیا، علم طبیعات سے مختلف ہے۔

۳۳۔ قوتِ تجاذب جو کسی چیز کو دوسری چیز کی طرف کھینچ کر لاتی ہے۔ یعنی کشش

۳۴۔ سالمات سے خلیے اور خلیے کے بعد حرکت نمودار ہو جاتی ہے۔

۳۵۔ ٹھوس جسم میں جوہر اور سالمے ایک باقاعدہ ترتیب سے ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ کسی مائع سے جو سالمے نکل جائیں وہ بخار بن جاتے ہیں۔ حرارت سے سالمے مائع بن جاتے ہیں۔ اور اپنی ترتیب کو چھوڑ کر آزاد ہو جاتے ہیں، بخار ایک گیس ہے۔ اس عمل کو عمل تبخیر کہا گیا ہے۔ بخار کے کسی انفرادی سالمے کا راستہ بے ترتیب اور ٹیڑھا ہوتا ہے۔

۳۶۔ سالموں میں حرکت قائم رکھنے کے لئے کائنات کی برقی قوت کام کرتی رہتی ہے۔

۳۷۔ جوہروں سے بھی چھوٹے ذرّے موجود ہیں۔

۳۸۔ برق میں دو طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک قسم کی قوت چیزوں کو ایک دوسرے سے دُور ہٹاتی ہے۔ اور دوسری قسم کی قوت ایک دوسرے کے قریب کھینچتی ہے۔

۳۹۔ ایک ہی قسم کے برقی بار ایک دوسرے سے دُور ہٹتے اور متضاد قسم کے بار ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں۔ یعنی دو مثبت بار دار اشیاء ایک دوسرے سے دُور ہٹیں گی۔ اور دو منفی بار دار اشیاء کا بھی یہی حال ہوگا۔ لیکن مثبت اور منفی بار دار اشیاء ایک دوسرے کو کھینچتی ہیں۔

۴۰۔ برق کو تاروں سے گذارنے سے مفید کام لئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً برق موٹروں کو چلاتی ٹیلیفون میں کام دیتی ہے عمارتوں کو روشن کرتی ریڈیو، ریڈار اور ٹیلی ویژن میں اسی کے معجزات کام کرتے ہیں۔ مزید تجربات سے تسخیر کائنات کی مہم میں بھی اس سے کئی اسباب تیار کئے جا سکتے ہیں۔

۴۱۔ آسمانی بجلی بھی ایک بڑا برقی شرارہ ہی ہے۔

۴۲۔ سالمات کو اپنے راستے سے منحرف کیا جا سکتا ہے۔

۴۳۔ برقی شعاعیں فی الحقیقت باردار ذرّوں کی قطاریں ہیں۔ جو مقناطیس اور برقی قوت سے ایک طرف جھک جاتی ہیں۔ یہ ذرّے منفی بار کی مقدار میں یکساں ہوتے ہیں۔ ان ذرّوں کا نام الیکٹران یا اسرافیلی قدرت کے ذرّات ہیں۔

Marfat.com

۴۴۔ برقی رَو جو بلب کو روشن کرتی ہے۔ برقیوں کے ایک غول پر مشتمل ہے۔ جو تانبے کے تاروں کے جوہروں میں سے اپنا راستہ نکال لیتا ہے۔ برقیے اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ لیمپ کو روشن کرنے کے لئے فی سیکنڈ ۱۸ سنکھ سے بھی زیادہ گذرنے چاہئیں۔

۴۵۔ الیکٹران جوہر کا ہی حصّہ ہیں۔ جوہر خود تعدیلی ہیں ان میں منفی بار اکثریت میں موجود ہے۔ لیکن ہر جوہر میں مثبت بار اور منفی بار یکساں ہے۔ البتہ مثبت بار یعنی جبرلی قدرت کی توانائی کے ساتھ میکانیلی قدرت کی توانائی بھی ایک ہی مقام پر جمع رہتی ہے جسے نیوکلس یا مرکزِ اجتماع کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ان قدرتوں کا نام مغربی حکماء نے پروٹان اور نیوٹران رکھ لئے ہیں۔

الغرض قدرتِ متحفظہ کی تلاش وتحقیق کے لئے کائنات کی مزید قدرتوں کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ تاکہ انسان کسی مقام پر کسی خاص قدرت سے کام لے سکے اور دوسرے کسی خاص مقام پر کسی مخالف قدرت سے بچاؤ کا انتظام کر سکے۔ ان تجربات کے بعد سفری ایندھن کا درجہ ہے۔ جو شق ۴۷ میں بیان ہوگا۔

سوم۔ انسان بذاتِ خود ایک طاقت قدرت کا نام ہے

طاقت یا قدرت کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے بے حد غور وفکر کی ضرورت ہے۔ طاقت حرکت وحرارت روشنی اور توانائی میں مضمر ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر طاقت دوسری طاقت کے یا تو زیر اثر ہے۔ یا اس پر مسلّط ہے۔ نظامِ کائنات پر غور کرنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ کئی قدرتوں اور طاقتوں کے باہمی میل جول سے رواں ہے ان میں سے اگر ایک طاقت ناپید ہو جائے۔ تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ درہم برہم ہو جائے شمس وقمر کے عظیم کرّے تہس نہس ہو جائیں۔ لہٰذا اگر انسان اِس خاکی وجود میں اپنا مسکن رکھتے ہوئے کائنات کی دوسری طاقتوں اور قدرتوں سے مل کر حرکت وحرارت روشنی اور توانائی کا منبع ثابت ہو رہا ہے۔ تو اس کی وجہ صریح طور پر یہی ہے۔ کہ اس خاکی وجود میں ایک خاص قسم کی قدرت مخفی ہے۔ جو اسے رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ ہماری نگاہ میں اسی کا نام انسان ہے۔ اس ضمن میں قرآنِ عظیم کی چند آیات سے اس مفہوم کو بہت حد تک واضح کیا جا چکا ہے۔

چہارم۔ تسخیر کی مہم کو سر کرنے کیلئے انسانی طاقت میں وہ مخصوص استعداد موجود ہے۔ جس سے نہ صرف کائنات کی سیر ممکن ہے بلکہ ہر مقام کی فضا اور آب وہوا کو حسبِ حال اور مطابقِ حیات بنایا جا سکتا ہے

آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ انسان نہ صرف خلاؤں میں سفر کرنے کے قابل بن چکا ہے۔ بلکہ اپنے نزدیکی کرّے

Marfat.com

قمر پر پہنچنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ چاند تک پہنچنے کے لئے جو حکمتی اسباب اَب تک تیار ہو چکے ہیں۔ اُن سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ایک راکٹ اپنے آلات کے ہمراہ چاند کی سطح پر پہنچ کر زمین کو اپنے پیغامات پہنچا سکتا ہے۔ اور اپنی زندگی کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ تو کل انسان بھی وہاں پہنچ کر اپنے وجود کے آلات کو بحفاظت کام میں لانے پر قادر ہو گا۔ اور علیٰ ھٰذا القیاس چاند سے نکل کر مریخ مشتری اور زحل میں اور آئندہ آنے والے کرّوں تک بھی پہنچنا اُس کے لئے کوئی مشکل کام نہ رہے گا۔

قرآن عظیم کی اس حیرت انگیز اطلاع کو ہم روزمرّہ ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی غور نہیں کیا۔ کہ اس خبر میں کیا رازِ پنہاں ہیں۔ اور اس سے وہ کون سی عظیم خبریں ملتی ہیں جو ہمارے لئے امام اور باعثِ رہبری ثابت ہو سکتی ہیں۔ آیئے اس عظیم خبر کا مطالعہ از سرِ نو حکمتی انداز میں کریں۔ تاکہ کچھ سمجھ میں آ سکے۔ کہ یہ واقعہ کیونکر ہُوا۔ اور کیسے طے پایا۔

۱۷ : ۱ ۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا
الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے (محمد صلعم) کو ایک رات میں (ارضی) مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے لیکر کائنات کے دوسرے سرے کی ایک بہت دُور کی مسجد تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتوں کے طواف جاری کر رکھے ہیں تاکہ اپنے بندے کو یہ مظاہر اور عظیم الشان اعجاز دکھلا دیں (جو تسخیر کائنات کی مہم میں درپیش ہیں) بے شک وہی تو اُن حکمتی باتوں کو جو تسخیر کائنات کے ضمن میں کی جاتی ہیں۔) سُننے والا اور وہی (اُن حکمتی اسباب کو جو تسخیر کائنات کے لئے ایجاد کئے جا سکتے ہیں) دیکھنے والا ہے۔

متقدمین نے مَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰی سے مراد بیت المقدس لیا ہے۔ لیکن فی الحقیقت اقصیٰ کے معنے بے انتہائی دور کے ہیں۔ اَقۡصَآءُ جمع ہے قَصِیٌّ جس کے معنے انتہائی دوریوں کے ہیں۔ اَلۡقُصۡوٰی کے معنی آخری حد تک دُور کے ہیں۔ لہٰذا اس لفظ سے کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ یہ دوسری مسجد فی الحقیقت اس زمین پر نہیں تھی جس پر مسجدِ حرام واقع ہے بلکہ یہ مسجد بہت دُور کسی اور کرّے میں یا کائنات کے کسی الگ مقام پر واقع تھی۔ جہاں تک اپنے بندے کو خدا نے سیر کرائی۔ سُبۡحٰنَ کے لفظ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ سیر فی الواقع کوئی محیّر العقول سیر تھی جس پر خدا نے اپنی پاکی کا اظہار فخریہ طور پر فرمایا ہے۔ حَوۡلَہٗ کے معنی ہیں کسی طاقت یا قدرت کا کسی مرکز کے اردگرد حرکت کرتے رہنا مسلسل تغیر میں رہنا۔ ایک مقام سے حرکت کر کے پھر اُسی مقام تک پہنچتے رہنا۔ گویا یہ انتہائی دوریوں پر واقع مسجد ایسی تھی جس کے اردگرد خدا نے اپنی برکتوں سے کئی طاقتوں کو مسلسل چکر میں لگا رکھا تھا یعنی وہ طاقتیں اس کے گرداگرد گھوم رہی تھیں یا طواف کر رہی تھیں۔ نیز یہ تمام مظہر فی الحقیقت خدا کے اعجازات کا ایک عظیم الشان نشان تھا۔ مسجد کے معنے عجز و نیاز کا وہ مقام جہاں خدا کی کبریائی کے سامنے سرِ تسلیم خم ہو جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس کی کسی موجودہ مسجد سے منسوب کرنا اس لئے غلط ہے کہ مسجد حرام سے پہلے کسی معبد کا نام خدا نے مسجد نہیں رکھا۔ اور بیت المقدس میں پہلی مسجد حضرت عمرؓ نے جا کر تیار کروائی جس کا نام مسجد عمر رکھا۔ موجودہ

Marfat.com

مسجد جس کا نام آج کل مسجد اقصیٰ ہے۔ غالباً عباسیوں نے تیار کروائی اور اس کا نام از خود مسجد اقصیٰ رکھ دیا۔ اس لئے بعد میں لکھی جانے والی تفسیروں نے اِس مسجد کو قرآن کی اس مسجد اقصیٰ کا نام دے دیا ہے۔ جو فی الحقیقت بہت ہی دُور کائنات کے دوسرے سرے پر واقع ہے۔ قرآن میں اقصی المدینہ کے الفاظ بھی یہی افشا کرتے ہیں۔ کہ مدینہ کے بالکل دوسری طرف یعنی ایک سرے سے دوسرے سرے کی طرف۔ لہٰذا اصل مسجدِ اقصیٰ یقیناً کائنات کے دوسرے سرے پر ہی واقع ہو سکتی ہے۔ (مفصل معراج نبوی کے عنوان میں دیکھیں)

الغرض ہم جب مسجد حرام یعنی کعبہ مکرّمہ کو دیکھتے ہیں۔ تو صاف نظر آتا کہ اس کے گرداگرد بھی ایک عظیم قوت وطاقت جس کا نام خدا نے انسان رکھا ہے۔ طواف کرتی نظر آتی ہے۔ اور خدا کے حضور میں یا قانون خدا کی تعمیل میں سرنیاز خم کئے تسلیم و رضا کا پیکر ثابت ہو رہی ہے۔ گویا کعبے کے گرداگرد انسانی قدرت کا یہ حکمتی انداز ثابت کرتا ہے۔ کہ مسجد اقصیٰ بھی کوئی ایسا ہی مقام یا مرکزہ ہے جہاں کوئی نہ کوئی اور قدرت اسی طرح مسلسل طواف میں لگی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تشریح کہاں تک درست اور حقائق کے نزدیک ہے۔ ہم سب کا اتّفاق ہے کہ اس آیت سے معراج نبوّتؐ ثابت ہوتا ہے۔ آیئے اب حدیث نبویؐ سے آیت کی تشریح کے لئے کچھ امداد حاصل کریں۔ ممکن ہے ہم معراج کی حقیقت سے کچھ نہ کچھ مزید واقفیت حاصل کر سکیں۔

معراج نبوّت حکمتی اور علمی انداز میں

صحیح بخاری کتاب پیدائش حدیث ۴۳۰۳

حضرت مالک بن صعصعہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ایسے حال میں کہ میں کعبہ کے پاس خواب اور بیداری کے مابین حالت میں تھا۔ دیکھتا ہوں:۔

وَذَكَرَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ
الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيمَانًا وَأُتِيتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُونَ الْبَغْلِ
وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقِ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيلَ حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا............ (الخ)

ترجمہ:۔ اور آپ نے ایک رجل یعنی سواری سے مستغنی طاقت کا ذکر فرمایا جو دو رجلین یعنی دو سواری سے مستغنی طاقتوں کے درمیان واقع تھی۔ پس میرے پاس سونے جیسے چمک و دمک رکھنے والے ایک تمثیلی طشت کو لایا گیا جو علم حکمت اور امن وامان کی طاقتوں یعنی ایمان سے پُر تھا۔ پھر میرا بدن گلے سے پیٹ کے نچلے حصے تک چاک کیا گیا (گویا وجود کا یہ حصہ بظاہر چاک شدہ نظر آیا) اس کے بعد میرا پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد پیٹ کو (اسی حکمت وایمان سے (جو طشت نما منظر میں نمایاں تھا) بھر دیا گیا اور میرے پاس ایک دابہ جس کا رنگ سفید چمکدار اور قد خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا اور جو براق تھا۔ (یعنی برقی طاقتوں سے پرواز کر سکتا تھا) لایا گیا۔ پس میں ایک مرکزی اور طاقت ور قدرت قدسیہ (جبریل) کے زور پر (مَعَ جبریل) روانہ ہوا۔

Marfat.com

یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا تک پہنچے۔

صحیح بخاری کی ایک اور حدیث جو باب ثانی میں ہے کو بھی یہاں پیش کرنا خالی از حکمت نہ ہوگی۔ یعنی ابوذرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھول گئی۔ اس حالت میں کہ میں مکہ میں تھا یعنی ام ہانی کے گھر میں تھا۔ سو آسمان سے جبرئیل اترا اس نے میرا سینہ چاک کیا (فرج صدری) پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر وہ ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا۔ پھر اسے میرے سینے میں گرایا پھر اس کو ملا دیا اور جوڑ دیا اور اس پر مہر کر دی تاکہ وسوسہ شیطان یعنی تخریبی قدرت کے اعمال سے محفوظ رہے۔ پھر جبرئیلؑ نے میری رہبری کی یا ہاتھ پکڑا سو مجھے آسمان دنیا تک لے چڑھا۔۔۔۔ (الخ)

ان واقعات کے بعد آسمانی ابواب اور مختلف کروں میں بسنے والی مخلوقات کے حالات وغیرہ درج ہیں۔ جو روایتی اختلافات سے پُر ہیں لیکن آخر میں یہ لکھا ہے۔ کہ جبرئیل قدرت کی رہبری سے میں سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچا اور وہ منظر طرح طرح کے نورانی رنگوں کے کروں سے چمک رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

ان دو احادیث کی جہاں تک تطبیق ممکن ہے اور ان سے جو اشارات واضح ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

اوّل:۔ وہ تین سواری سے مستغنی طاقتیں کیا تھیں۔ ان میں سے درمیانی کی حقیقت کیا تھی؟

دوم:۔ سونے کا طشت کیا تھا؟

سوم:۔ طشت میں حکمت وایمان کو کیونکر رکھا گیا تھا جبکہ کسی ظرف میں علمی حاکمات کا جمع کرنا نظریہ فکر سے باہر ہے۔

چہارم:۔ گلے سے پیٹ کے نیچے حصے تک کا چاک کئے جانا کیونکر اور کیسے ہوا؟

پنجم:۔ پھر اس وجود کو زمزم کے پانی سے دھویا جانا کیسے تھا؟

ششم:۔ پھر اس وجود میں حکمت وایمان کا پُر کئے جانا کیسے ہوا جبکہ حکمت وایمان کوئی اشیاء نہیں جو کسی جسم میں پُر کی جا سکتی ہیں۔

ہفتم:۔ برقی دابہ کی تشریح کیونکر ممکن ہے جو کسی ذومرہ طاقت کے طفیل آسمان دنیا تک لے پہنچا۔

ہشتم:۔ چھت کیسے کھلی اور اس کی مرمت ہوئی یا نہ ہوئی۔

نہم:۔ سیر کیونکر ہوئی۔

دہم:۔ سدرۃ المنتھیٰ کا منظر کیونکر تھا۔ اس کی تشریح کس طرح ممکن ہے۔

ان سوالات کی تشریح سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ ماجرا کس حالت میں ہوا ظاہر ہے کہ اس کا جواب رسالت مآب صلعم نے خود ہی دے دیا ہے یعنی یہ کہ اس وقت خواب اور بیداری کے مابین حالت میں تھے۔ اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ یہ حالات اور واقعات انہیں فی الحقیقت ۔۔۔۔۔ وحی میں پیش آئے۔ کیونکہ وحی کے نزول کے وقت بھی حضور صلعم کی حالت اسی طرح ہو جایا کرتی تھی۔ گویا یہ حیرت انگیز علمی انکشاف تھا۔ جس سے خلا کے نورانی حاکمات کی وضاحت مقصود تھی اور جس سے تسخیر کائنات

Marfat.com

کی مہم کو سر کرنا ممکن تھا۔ یہ فی الحقیقت نوعِ انسانی کے معراج کی ایک عظیم الشان اور معجز نما علمی داستان ارتقاء تھی۔ جو حضور کے نوشتے کے نوری صفحات میں مندرج تھی اور اس کا انشاء جناب رسالت مآب صلعم پر ان حیرت انگیز قدرتوں کے عظیم الشان مظاہر سے ہوا جو چار قدرتوں پر مشتمل تھے اور انجام کار اس وحی حکمت و ایمان کے زور پر وہ اس قابل بنے کہ آسمان دنیا کی سیر کر سکیں۔ چنانچہ انھوں نے یقیناً سیر کی۔ اپنے جسم اطہر کے ساتھ کی جس کے ساتھ قدرت متحفظہ اور انگیم کائناتی قدرتوں کی امداد شامل تھی۔ جیسے کہ قرآن حکیم و عظیم کی اطلاع سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا سے واضح ہے۔ ہمیں معراجِ جسمانی یا معراجِ روحانی کے دو نظریات پر بحث مطلوب نہیں کیونکہ عوام نہ تو جسمانی کا مطلب سمجھتے ہیں۔ اور نہ صحیح طور پر روحانی کی حقیقت سمجھتے ہیں (اسے باب اول میں کماحقہ پیش کیا جا چکا ہے) ہمیں جن حقائق کا علم مطلوب ہے۔ وہ ہیں چار قدرتیں اور ان کے حکمتی مظاہر جن سے کائنات کی سیر ممکن ہے۔ بہر حال ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مندرجہ بالا سوالات کی عام فہم تشریح حکمت و ایمان کی روشنی میں پیش کریں تاکہ اس کی تائید یا ان پر تنقید کا بازار گرم ہو سکے۔

اوّل:۔ وہ تین مرد فی الحقیقت انسانی نوع کے مرد نہ تھے بلکہ خدائے قدوس کی تین قدسیہ قدرتیں تھیں۔ جن کا نام میکائیل، جبرائیل اور اسرافیل ہے۔ اگر مرد ہوتے تو رسالت مآب نے ان کے نام بھی بتائے ہوتے اور درمیانی مرد کی تشبیح قدرت قدسیہ جبریلی سے دی جس کی نشست محاکمہ نور (یعنی نیوکلس) کے عین درمیان میں ہے۔ اس لیے تمام علمی اور حکمتی منظر کے غیب کو افشا کرنے کے لیے وہی قدرت سب سے پہلے آگے بڑھی۔

محجل کے معنی ہیں ایسی طاقت جو سواری سے مستثنیٰ ہو۔ گویا یہ تین طاقتیں سواری کی محتاج نہیں تھیں بلکہ اپنی تیز رفتاری میں بذاتِ خود حیرت انگیز تھیں۔

دوم:۔ اس درمیانی قدرت نے ایک بیضوی طشت نما محاکمہ اور منظر پیش کیا۔ جو بظاہر سونے کی طرح چمک دمک رہا تھا اور اس سے نور کی سنہری موجیں روئیں شعاعیں اور کششیں نکل رہی تھیں۔ گویا وہ جبریلی قدرت میکائیلی قدرت اور اسرافیلی قدرت کے نوری نظام کا ایک حیرت انگیز حکمت آموز اور ایمان افروز منظر تھا جو حضور کو ایک طشت کی شکل میں دکھائی دے رہا تھا۔

سوم:۔ حقیقت نما محاکمۂ نور فی الحقیقت خدا کی سچی حکمت و سائنس اور امن و سلامتی کے تمام نوری نظریات اور وسائل پر مشتمل تھا۔ گویا وہ نوری توانائیوں کا ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ اگر فی الحقیقت وہ سونے کا طشت ہی ہوتا تو لعبد میں حضور کے گھرانے میں ایسا طشت موجود ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور کو نہ تو سونے کی ضرورت تھی اور نہ سونے کے کسی طشت کی۔

چہارم:۔ اس محاکمہ نور کی شعاعیں حضور کے بدن سے اس طرح پار ہوتی رہیں جیسے کہ ان کا مبارک جسم چاک کر دیا گیا ہو۔ گویا وہ ایکسرے میں استعمال ہونے والی توانائیوں کی طرح کی توانائیاں ہی تھیں۔ جو جسم کو شفاف اور اس کے اندرونی اعضاء کو

Marfat.com

واضح طور پر دکھلائی رہی تھیں۔

پنجم :۔ اس محاکمۂ نور کی شعاعیں موجیں رو میں اور کششیں جسم میں اس طرح عمل پیرا تھیں۔ جیسے حضورؐ کے اندرونی وجود کو آبِ زمزم سے دھویا جا رہا ہو۔

ششم :۔ اس محاکمۂ نور کی تجلیات سے خود حضور کا وجود بھی ایک نوری وجود بن گیا۔ اسی نور سے علم و عرفان حکمت و سائنس اور امن و سلامتی کی امواج سلسبیل جلوہ نما ہوئیں اور کائناتِ خدا میں سیر کرانے کا موجب بنیں اور یہی محاکمۂ نور انجام کارِ خدا کی عظیم الشان وحی کا موجب ثابت ہوا۔

ہفتم :۔ دابہ کے معنی ہیں مَنْ یَدُبُّ عَلَى الْاَرْضِ یعنی ایسی مخلوق جو زمین پر دباؤ ڈالے۔ خواہ وہ ان کی قدرتوں کے اعجاز سے ہو یا کسی جاندار سے۔ دَابَّہ فی الحقیقت براق یعنی برقی قوتوں کا ایک اجتماع تھا جس میں عزرائیلی قدرت کی کششیں اور توانائیاں کام کر رہی تھیں۔ اور جنکا نام حکمتی انداز میں خدا نے سُلطان رکھا ہے۔ نیز جس کے طفیل کائناتِ خدا کی سیر ممکن ہے۔ یہ ایک قدرتِ متحفظہ تھی۔ جس کے ساتھ قدرت قدسیہ جبریل و میکائیل اور اسرافیل شامل تھیں۔ قدرتوں کے اس اشتراک کے طفیل حضورؐ کی لامحدود سیر میں نہ تو آسمانی رکاوٹیں آڑے آئیں اور نہ آفاتِ سماوی درپیش ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ جس کے بس میں قدرتِ متحفظہ ہو اُسے کون گزند پہنچا سکتا ہے۔ اور جس کے پاس جبریل و میکائیل کی قدرتیں ہوں اس کی علمی انتہا کو کون سمجھ سکتا ہے۔ نیز جس کے قبضۂ قدرت میں قدرتِ اسرافیل آجائے اُسے آسمانی گردوں کی سیر سے کون روک سکتا ہے۔ وہ جہاں چاہے بے خوف و خطر جائے۔ اور شمس و قمر کی مخلوقات کو بچشم خود دیکھ لے۔

ہشتم :۔ قدسیہ قدرتوں کی نوری شعاعیں حضورؐ کے بدن کی طرح چھت سے بھی پار ہو گئیں اور حضورؐ کو یوں معلوم ہوا کہ جیسے مکان کی چھت اٹھا دی گئی ہے لیعنی اُن کی نگاہیں زمین سے لیکر فلک الافلاک تک جا پہنچیں اور اس طرح تمام کائنات کو بچشم خود دیکھنے کے قابل بن گئے۔ ورنہ حقیقت میں نہ تو حضورؐ نے اِس منظر کے بعد چھت کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ اور نہ اُن کے جسم پر سینہ کے چاک ہونے کے بعد سلائی کے نشانات ہی کہیں موجود تھے۔ اور نہ ان واقعات کی کوئی شہادت مل سکتی ہے۔

نہم :۔ سیر اسی دابہ سے ہوئی جس کے بس میں قوتِ سلطان تھی۔

دہم :۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فی الحقیقت کوئی بیری کا درخت نہیں تھا۔ بلکہ وہ کاملِ تر نوری محاکمہ کی ایک بالتفصیل شکل و صورت تھی۔ اگرچہ سدرہ کے معنی ایک درخت کے ہیں جس کے پھل چمک دمک رہے ہوں۔ اور گرد اگرد جھوم رہے ہیں۔ اور منتہیٰ کے معنی انتہا کیا ہوا۔ یا تمام کیا ہوا۔ گویا سدرۃ المنتہیٰ علم و حکمت اور ایمان کا ایک حیرت انگیز تمثیلی درخت تھا۔ جو خدا کے انوار کے تمام محاکمات کو پورے کمال اور اتمام سے بالتفصیل پیش کر رہا تھا۔ یہ منظر مقدوری فاصلوں سے انتہائی دوری پہ تھا۔ گویا یہی مقام مسجدِ اقصیٰ تھا جس کا ذکر خدا نے قرآن عظیم و حکیم میں فرمایا تھا۔

الغرض ارتقائے انسانی کا یہی مرحلہ انجام کار وحی خدا کے نزول کا باعث ثابت ہوا۔ یہی وہ عظیم مقام تھا جو کسی برگزیدہ

Marfat.com

انسان کے ورثے میں آسکتا تھا۔ اور کیا عجب کہ خدا کی نگاہ میں اسی کا نام مقامِ محمود ہو جہاں پہنچ کر جنابِ رسالت مآب صلعم نے کُلّھم خدائی انوار کی حکمتوں کو بخوبی سمجھ لیا۔

الغرض جہاں تک اِن احادیث کے ظاہری معنوں کا تعلق ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ لیکن ہمیں ان کے حکمت آموز معنوں کی طرف توجہ دینا ہوگی۔ کیونکہ اس معراجِ نبوت میں انتہائی انعام حکمت وایمان بتایا گیا ہے۔ گویا یہ تمام مناظر اور انکشافات فی الحقیقت حکمت وسائنس اور امن وسلامتی کے عظیم الشان انکشافات ہی تھے۔ جن کا تعلق محض نوری محاکے سے تھا۔

سورۃ النجم کی جو آیات معراجِ نبویؐ کے ضمن میں وارد ہوئی ہیں۔ اُن کی تشریح انشاءاللہ حکمتی لحاظ سے اپنے مقام پر پیش کی جائے گی جس سے واضح ہوگا کہ معراجِ مقدس کے تمام مظاہر فی الحقیقت نورِ خُدا کی تجلیاں اور آیاتِ کبریٰ کے وہ عظیم الشان مظاہر ہی تھے جو حکمتِ خداوندی اور امن وسلامتی سے پُر تھے۔

ہر مقام کی آب وہوا کو حسبِ حال بنا لینا کیونکر ممکن ہے

یہ مسئلہ علمی اور حکمتی ارتقاء کے ساتھ وابستہ ہے۔ تاریخِ عالم بتاتی ہے کہ روزِ آفرینش میں انسان محض سورج سے تپش اور سایہ دار درختوں سے ٹھنڈک حاصل کرنا ہی آسائش کے وسائل سمجھا کرتا تھا۔ اس کے بعد آگ کی ایجاد ہوئی اور برفانی چوٹیوں سے ٹھنڈک کے ذرائع اختیار کئے گئے۔ جوں جوں حکمتی اور علمی ارتقاء بڑھتا رہی۔ حرارت اور سردی کے وسائل کی حیرت انگیز تلاش بھی بڑھتی گئی۔ آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نہ آگ کی ضرورت اور نہ برف کی تلاش ضروری سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ اِن وسائل کے بالمقابل گرمی کو روکنے کے لئے کولر اور سردی کو روکنے کے لئے ہیٹر کی حیرت انگیز ایجادیں ظہور میں آچکی ہیں اور کیا عجب کہ انسان کی علمی اور حکمتی ارتقاء آج کے بعد کچھ اور ہی قسم کے وسائل سامنے لائے بادلوں کو قبضے میں لے لے اور سورج کی شعاعوں کو جمع رکھ کر اور روزمرہ کی زندگی کو حسبِ حال بنا کر نئے معجزات پیش کر دے۔ حکمت وسائنس کا علمی ارتقاء آج ایسے حیرت انگیز اعجازات پیش کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ جن سے خودکار آلات چل رہے ہیں۔ شمسی اور قمری توانائیوں سے جو بالکل نئے انداز میں حاصل کی جارہی ہیں۔ آب وہوا کو حسبِ حال بنا لینے میں کمال پیدا کیا جاچکا ہے۔ اس لئے کیا یہ ممکن نہیں کہ آگے چل کر تسخیرِ کائنات کے ضمن میں اِس قسم کی رکاوٹوں کا کماحقہٗ سدِّباب کر لیا جائے۔

انسان کی تحقیقات میں ابھی تک جو رکاوٹیں درپیش نظر آتی ہیں۔ وہ بے حد پیچیدہ ہیں۔ خلاؤں میں بے وزنی اور شعاعِ شمسی کی شدت کے اثرات۔ ایسی دھاتوں کی تلاش جو خلائی سفر میں مفید اور تحفظ کا کام دے سکیں ایسا

Marfat.com

ایندھن جو خلا کے طویل سفروں کے لئے کافی ہو۔ وزن میں کم ہو لیکن کام زیادہ سے زیادہ دے سکے۔ ایسی خوراک جو بے وزنی حالت میں حیات کے لئے موزوں ہو۔ اور کم وزن اور کافی مدّت کے لئے استعمال ہو سکے۔ ایسی گیسوں کے انجماد کا ذخیرہ جو حیاتِ انسانی کے لئے ضروری ہے۔ وغیرہ وغیرہ سائنسدان تجربات میں لگے ہیں۔ عجب نہیں کہ وہ بہت جلد اِن مشکلات کا حل دریافت کر لیں۔ اور کائنات کے کسی نہ کسی کرّے میں پہنچ کر تسخیر کے مسئلے کو آسان بنا دیں۔

کچھ لوگ سمجھنے ہی کو تیار نہیں ہیں
یہ ورنہ کوئی عقدہ دشوار نہیں ہے

پنجم۔ تسخیر کیلئے عناصر سے حیرت انگیز سامانِ زلیست اسبابِ ارتقا اور کائنات کی سیر کیلئے ایندھن تیار کرنا اور حکمت و سائنس سے کام لینا ازبس ضروری ہے

تسخیرِ کائنات کے لئے جہاں حیات اس کے لوازمات اور آلات واسباب سفر نیز اِن آلات کو رواں دواں رکھنے کے لئے کئی حیرت انگیز ایندھنوں کی ضرورت لاحق ہے۔ وہاں اِن اسباب کو تیار کرنے کے لئے حکمت و سائنس کے علم کی اولین ضرورت بھی لاحق ہے۔ آج حکمتی معجزات چاند زہرہ مریخ پر پہنچنے کے لئے راکٹوں کی صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ بے شمار سیّارے خود کار آلات سے مزین کائنات کی کھوج لگانے کے لئے خلاؤں میں مسلسل رواں دواں ہیں۔ چاند اور مریخ کی تصویریں اتار کر زمین پر بھیج رہے ہیں۔ کئی ستاروں اور کرّوں کی فضاؤں ان کی سطح کے حالات زمین والوں تک صحیح صورت میں پہنچا رہے ہیں۔ گویا شعورِ انسانی کا ارتقاء خلائی کرّوں اور ستاروں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کئی معجزات پیش کر رہا ہے۔ ایسے ایندھن ایجاد کئے جا چکے ہیں۔ جن کی قلیل مقدار کئی مہینوں تک آلات کو چلائے رکھتی ہے۔ ایسی توانائیوں کی حقیقات کی جا چکی ہے۔ جن سے لامتناہی سفر پلوں میں کٹ رہے ہیں۔ لیکن تسخیر کائنات کے ضمن میں کسی ابتداء کو انتہا سمجھ لینا شعور کی کمی کا باعث ہوگا۔ ابھی حکمت و سائنس کے ایسے معجزات سامنے آنے والے ہیں۔ جن سے انسان ایک مقام سے دوسرے مقام تک بغیر کسی آلے کے پہنچ سکے گا۔ یہی ایندھن اور یہی توانائیاں اپنے وجود سے بتوسط کر کے اِس قابل بن سکے گا کہ وہ مصنوعی ایجادات سے بے نیاز ہو جائے۔ یہ ارتقاء فی الحقیقت معراجِ انسانی کی ابتداء ہوگی۔ آج ایٹمی دور کی تجلیاں ہمارے شعور کو چکا چوند کر رہی ہیں۔ کل شاید اسی ایٹم سے وہ کام لیا جائے گا جس کا آج ہمارے شعور میں گمان تک نہیں ہو سکتا۔ بہر حال یہ نظر آ رہا ہے۔ کہ ایٹم کا وجود فی الحقیقت حیات کا رازدار ہے اس میں وہ توانائیاں موجود ہیں۔ جو کہ در حقیقی کو جو دن میں پانچ میل زیادہ سے زیادہ سفر کر سکتی تھی۔ چند گھنٹوں کی

Marfat.com

ایٹمی شعاعوں کے طفیل اٹھائیس میل فی یوم تک اُڑا سکتی ہیں۔ امریکہ میں ایٹمی توانائی کے گھروں میں حیات کی تحقیقات زوروں پر ہے۔ پودوں میں توانائی کی افزائش پیدا کر کے من بھر غذا کو ٹنوں میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔ نہیں بلکہ ایٹمی توانائی سے سیر بھر جنس کو ٹنوں کے وزن میں حاصل کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ حکمت و سائنس کے معجزات اس امر کی نشاندہی نہیں کرتے کہ آگے چل کر ایک رتی بھر غذا عمر بھر کے لئے کافی بنالی جائے یا انسان بغیر کھائے پئے اپنی حیات کو برقرار رکھنے پر قادر ہو جائے۔ آئیے حکمت و سائنس نے ایٹم کے متعلق آج تک جو تحقیقات کی ہے۔ اُسے دیکھیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ

(۱) عناصر میں تابکار عناصر وہ ہیں جو اپنی شعاعیں خود بخود خارج کرتے ہیں۔ جیسے ریڈیم اور یورینیم وغیرہ۔ ان عناصر سے مختلف قسم کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔ بعض شعاعیں ایسی ہیں جن کو ایک کاغذ کا ٹکڑا بھی روک سکتا ہے۔ علمائے مغرب نے اُن کا نام الفا شعاعیں رکھ لیا ہے۔ بعض ایسی ہیں کہ ان میں توانائی تو کم ہوتی ہے لیکن یہ سو گنا فاصلہ طے کر سکتی ہیں، اُن کا نام ب شعاعیں رکھ لیا گیا ہے۔ اور بعض شعاعیں ایسی ہیں جو چیزوں کے اندر دھنس جاتی ہیں۔ اُن کا نام گاما ریز یا الف ب کے بعد ت شعاعیں رکھا گیا ہے گویا الفا شعاعیں مثبت ذرات سے اور ب شعاعیں منفی ذرات کے دھارے ہیں۔ جو برقیے کہلاتے ہیں۔ ہر الف ذرے سے دو برقیے خارج ہوتے ہیں۔ اور قدرتِ خدا سے ہر عنصر میں یہی فطرت قائم ہے۔ ان کے علاوہ دو اور قسموں کے ذرے بھی مشاہدے میں آچکے ہیں۔ جن کے نام بدیئیہ اور عدلیہ رکھا گیا ہے۔

(۲) تابکار عناصر ٹوٹ پھوٹ کے بعد انجام کار سیسے کے جوہر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اسی سے ہر عنصر کی عمر کا تعیّن کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ریڈیم کی نصف عمر ۱۵۶۰ برس ہے۔ اور اس کی تابکاری کی رفتار ایک مستقل پیمانے پر قائم ہے۔ جو روزِ آفرینش سے بالکل صحیح انداز سے چل رہی ہے۔ نیز اس پر کسی قسم کی کوئی برقی بار بھی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

(۳) ایک اونس ریڈیم سے جتنی توانائی خارج ہوتی ہے وہ دس ٹن معدنی کوئلہ کو جلانے سے حاصل ہونے والی توانائی کے برابر ہے۔ اس کا نام جوہری توانائی ہے۔

(۴) جوہر کا مرکزی قلب نوات سے موسوم ہے اور جوہر کا مثبت بار دار مرکز ایک انچ کے سو کھرب ویں حصے کے برابر بھی نہیں ہوتا۔

(۵) جوہر کے اندر خالی مقامات ہوتے ہیں جن میں سے ذرے گزر سکتے ہیں۔ نیز جوہر کا برقی طور پر تعدیلی ہونا ضروری ہے۔ الیکٹران مرکزے کے ارد گرد طواف کرتے رہتے ہیں۔

(۶) جوہر کے بیرونی حصے کی حفاظت کا انتظام بھی قائم ہے۔ جو دوسرے جوہروں کو بہت نزدیک آنے سے روکتا ہے۔ ہاں الف ذرے کی طرح اس کا کوئی مخالف الاثر بیرونی ذرہ اگر اس میں دھنسا دیا جائے۔ تو نوات میں پہنچ سکتا ہے۔

Marfat.com

(۷) ہر قسم کا جوہر اپنا الگ راستہ اختیار کئے رکھتا ہے۔

(۸) ہر جوہر میں اس کا ہمجا موجود ہے جو کمیت میں فرق رکھتا ہے۔ اب تک مجموعی طور پر ایک ہزار سے زیادہ ہمجاؤں کی دریافت ہو چکی ہے۔ گویا دو سے لیکر ۱۰ تک مختلف قسموں کے جوہروں کے آمیزے ثابت ہو چکے ہیں۔

(۹) ہر جداگانہ عنصر کے تمام جوہروں میں برقیوں کا بیرونی خول ایک سا ہوتا ہے۔ لیکن ہر ہمجا کے نوات میں فذروں کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔

(۱۰) بھاری پانی جس میں ہائیڈروجن کا وزنی ہمجا موجود ہوتا ہے ایک گیلن بھاری پانی کا وزن معمولی پانی کے وزن سے تقریباً ایک پونڈ زیادہ ہوتا ہے۔ مغربی سائنسدانوں کے تجربات میں بھاری پانی نے جوہری بم یا ایٹم بم کی تیاری میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔

(۱۱) جوہروں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ عمل کیمیا سے اس نظریے کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱۲) انشقاق جوہر عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

(۱۳) روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار تین صد میل فی سیکنڈ ہے۔ (۱,۸۶,۳۰۰)

(۱۴) رفتار کے بڑھنے کے ساتھ وزن کے بڑھنے کا بھی تعلق ہے۔ اسے نظریۂ اضافیت کا نام دیا گیا ہے۔

(۱۵) مادہ توانائی میں اور توانائی مادے میں تبدیل کی جا سکتی ہے۔ گویا توانائی بھی مادے کی شکل میں منجمد کی جا سکتی ہے۔ یہ تبدیلیاں ریاضی کے ایک فارمولے کی پابند ہیں یعنی

توانائی = غائب ہونے والے مادے کی کمیت یا مقدار + رفتار۲

یعنی کَ کمیت = تَر۲ رفتار

(۱۶) کسی نوات کے اصل نیوٹران سست رفتار ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس باہر سے تیز رفتار نیوٹرانوں کو لیکر اگر زور سے نوات کے اندر دھکیلا جائے تو نوات کا انشقاق ممکن ہے۔

(۱۷) باہر کے دوسرے نیوٹرانوں کی رفتار بھی حکمتی اعمال سے کم کی جا سکتی ہے۔ اور اس طرح یورنیم کے نوات کا انشقاق ممکن ہے جس سے۔ اسے ۱۰۰ گنا زیادہ توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۱۸) انشقاقِ نوات سے دو قسم کے مظاہر پیدا کئے جا سکتے ہیں:۔

اوّل۔ یکدم انشقاق کے بعد اردگرد کے دیگر ایٹموں کا انشقاق ممکن ہو سکتا ہے۔ اور تباہی پھیل سکتی ہے۔

دوم۔ انشقاقِ نوات کے بعد اس عمل میں ایک مسلسل اور آہستگی پیدا کی جا سکتی ہے۔ جس سے مسلسل توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ جو حیات کے لئے باعثِ افزائش ہے۔ اسے زنجیری تعامل کا نام دیا گیا ہے۔

(۱۹) قدرتی یورنیم تین ہمجاؤں کا آمیزہ ہے۔ جن کا وزن ۲۳۴ - ۲۳۵ - اور ۲۳۸ ہے۔ لہٰذا اس میں بھاری

Marfat.com

یورینیم ۲۳۸ ہوگا۔

(۲۰) تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ ۲۳۵ یورینیم سُست رفتار نیوٹرانوں کو جذب کر کے شق ہو سکتا ہے اور ۲۳۸ تیز رفتار نیوٹرانوں یا عدلیوں کو جذب کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد جوں کا توں رہتا ہے۔

(۲۱) زنجیری تعامل کے لئے ان ہر دو قسموں کو علیحدہ علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲۲) ۲۳۸ یورینیم میں ب ذرہ داخل کرنے سے وہ ایک نئے بھاری عنصر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جسکا نام نپتونیم (NEPTUNIUM) رکھا گیا ہے۔ یہ بھی ایک تابکار مگر ناپائیدار عنصر ثابت ہوا ہے۔ اس سے ایک برقیہ خارج ہو جاتا ہے۔ اور پھر ایک اور عنصر (ناپائیدار) پلوٹونیم (PLUTONIUM) میں تبدیل ہو جاتا ہے۔
پلوٹونیم کا نوات بھی ۲۳۵ کی طرح عدلیئے کی ضرب پڑنے پر پھٹ جاتا ہے جس سے توانائی کی کثیر مقدار خارج ہوتی ہے۔

(۲۳) عدلیوں کی رفتار کو سُست یا تیز کرنے کیلئے کیڈمیئم (CADMIUM) دھات کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔

(۲۴) عدلیوں کی تعداد کو گائیگر یعنی شمار کنندے آلے سے شمار میں لایا جا سکتا ہے (Geiger counter) جس میں تیز رفتار ذرہ یا ج شعاع کے گذرنے سے ٹک ٹک کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

(۲۵) نیوکلیئری الیکٹرک ایجاد جسے ہم توانائی عمّالہ کہتے ہیں اس میں تیز رفتار عدلیوں کو ۲۳۸ یورینیم سے ٹکرا کر پلوٹونیم تیار کیا جاتا ہے۔ اس طرح یورینیم کا بیشتر حصّہ جو خود انشقاق سے بے کار ہو جاتا ہے کاربن بن جاتا ہے۔ عمّالے میں انشقاق کے وقوع پذیر ہونے سے حرارت پیدا ہوتی ہے جس کا دفیعہ ضروری ہے۔

(۲۶) جب کوئی عدلیہ کسی نورت کو بذریعہ انشقاق پھاڑتا ہے تو بے شمار مزید انشقاقات وقوع میں آتے ہیں جو عظیم دھماکا پیدا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک سے توانائی خارج ہوتی ہے۔ اسی کا نام جوہری بم رکھا گیا ہے۔

(۲۷) ہمارا سورج تقریباً ایک کروڑ سنکھ اسپی طاقت (HORSE POWER) کی شرح سے روشنی اور حرارت خارج کر رہا ہے۔

(۲۸) زمین سورج سے ۹,۳۰,۰۰,۰۰۰ (کروڑ لاکھ) میل دور ہے۔

(۲۹) سورج کا مادہ بیشتر ہائیڈروجن پر مشتمل ہے۔

(۳۰) بلند تپش پر ہائیڈروجن کے چار جوہر عملِ گداخت سے باہم مل کر ہیلیم کے ایک جوہر + توانائی میں تبدیل ہوتے ہیں۔

(۳۱) بھاری عناصر انشقاق سے ہلکے عناصر میں بٹ جاتے ہیں۔ اور اس طرح بہت سی توانائی حاصل ہوتی ہے نیز سب سے ہلکے عناصر عمل گداخت (FUSION) سے اپنے سے بھاری عناصر میں تبدیل کئے جا سکتے

Marfat.com

ہیں۔ اور اس طرح توانائی کی بہت زیادہ مقدار حاصل کی جا سکتی ہے۔ درمیانی عناصر اس قسم کی تبدیلی سے توانائی کی بہت کم مقدار مہیا کرتے ہیں۔ گداخت میں ہائیڈروجن درکار ہوتی ہے۔

(۲۳) ہائیڈروجن بم میں غالباً ہائیڈروجن ۳ کی قلیل مقدار ہائیڈروجن ۲ میں ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔ یورینیم کا انشقاقی بم بیچ میں رکھ کر ہائیڈروجن ۲ اور ہائیڈروجن ۳ کے آمیزے کو داغنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اصل مسالے کو داغنے میں فتیلے کا کام دیتا ہے۔ بہرحال اس کا صحیح نسخہ صرف اُن سائنسدانوں کو ہی معلوم ہے۔ جو اس ضمن میں کام کر رہے ہیں۔

الغرض نواتی توانائی یا تسخیرِ کائنات کے لئے پہلا ایندھن دریافت کیا جا چکا ہے۔ جس کے معجزات آج دُنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ ابھی تک سائنسدانوں نے تابکار لوہا۔ تابکار کوبالٹ۔ تابکار سونا۔ اور کئی اور تابکار ہمجا تیار کر لئے ہیں۔ تابکار مادوں سے کام لینے والا شخص حفاظتی لباس پہنتا ہے۔ جو حکمتی تجربات سے تیار ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے قدرتِ سلطان یا قدرتِ منحفظہ کی تحقیقات بھی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ تابکار اشعاع سے بیمار خلیوں کا علاج کیا جا رہا ہے۔ اِن سے غذائی اجناس کے اُگانے کا کام بھی لیا جا رہا ہے۔ گویا نواتی توانائی حیات کی موجد ثابت ہو رہی ہے۔ مزید برآں تابکار کاربن سے اشیاء کی عمروں کے تعین کا ایک حیرت انگیز فارمولا تیار کیا جا چکا ہے۔ جس میں تابکار ہمجاؤں سے کام لیا جاتا ہے۔ ارتقائے انسانی کی رفتار سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ انسان نے پہلے آگ سے پھر بھاپ سے پھر برق سے کام لیا اور آج ایک نئے دروازے پر کھڑا ہے۔ جو جوہری دَور کو افشا کرتا ہے۔ معاملہ کچھ یہیں ختم ہوتا نظر نہیں آتا بلکہ انسانی ارتقاء انجام کار اُس مرحلے پر پہنچ کر دم لے گی جس کے طفیل جناب رسالتِ مآبؐ نے خدا سے براہِ راست حکمتی فیض حاصل کر کے تمام کائنات کی سیر کی تھی۔ صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

ششم۔ تسخیرِ کائنات کا مرحلہ طے ہونا عناصر اُن کے خواص اور دیگر اعمال کو پُوری طرح سمجھنے سے ممکن ہے

اگر فی الحقیقت حیاتِ انسانی کا منتہائے مقصود اور مرحلہ ارتقاء انجام کار یہی ہے۔ کہ وہ کائنات کی تسخیر کر کے رہے تو سمجھنا چاہیئے کہ انسان خود کس قسم کی طاقت اور قدرت کا نام ہے۔ جو خدا کی کسی عظیم قدرت سے معلّق ہو کر عناصری مادے کی طرف لپکی اور اُس میں سرایت کر گئی۔ اُس مادے کی تقویم جس میں اُس قدرت کے انجذاب کی طاقت موجود تھی کیونکر ہوئی۔ حکمتِ خداوندی سے ظہور میں آنے والا علم ہی اس کا صحیح جواب دے سکتا ہے۔ لیکن اسی علم کے طفیل ہم یہ ضرور سمجھتے ہیں۔ کہ عناصر کے حیرت انگیز معجزات محض تجربات اور مشاہدات کے صالح اعمال سے ہی ظہور میں لائے

Marfat.com

جاسکتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں یہی ایک ایسی روحانیت ہے۔ جس سے انجام کار خاک کا یہ پتلہ کسی نہ کسی ڈھب سے اپنی ذاتی حقیقیوں سے واقف ہوسکتا ہے۔ قدرتِ انسانی کو کائناتی عناصر کے علم کی ایک عظیم امانت اسی لئے عطا کی گئی تھی۔ کہ وہ اِن سے کماحقہ کام لے اور نہ صرف اپنے آپ کو پہچان لے بلکہ کائنات کی تسخیر پر قادر بن سکے۔ خدا نے اس عظیم امانت کا ذکر قرآنِ عظیم میں یوں فرمایا ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ
اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

ترجمہ:۔ اور ہم نے (تسخیرِ کائنات کے لئے عناصر کی حکمت و سائنس کی عظیم علمی) امانت کو آسمانوں اور زمین نیز پہاڑوں پر (جہاں عناصر کا پھیلایا جانا موزوں اور مناسب سمجھا) بالکل ظاہر بچھا بچھا کر (عَرَضْنَا) پیش کر دیا۔ پس اُن تمام نے (یعنی کائنات کے تمام عناصر یا دیگر طاقتوں نے جو تانیث میں ہیں) (بذاتِ خود تسخیرِ کائنات کے علمی اور حکمتی محاکمات کو عمل میں لانے سے نفرت کر کے) اپنے ذمہ لینے سے انکار کر دیا۔ (اَبَيْنَ صیغہ مؤنث میں آیا ہے نیز اگرچہ پہاڑ بھی زمین کا ہی حصّہ تھے لیکن اُن کی واضح تخصیص سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ کائنات کے عناصر کے خزائن محض تین اہم مقامات سے مختص ہیں یعنی آسمان زمین اور پہاڑ اِس لئے پہاڑوں کا نام زمین سے علیحدہ لے لیا گیا) اور سب کی سب (طاقتیں) (تسخیرِ کائنات کے اس علمی محاکمے سے) ڈر گئیں۔ (اَشْفَقْنَ مِنْهَا میں پھر صیغہ مؤنث استعمال ہوا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس سے مراد خدا کی نگاہ میں عناصر کی وہ تمام قدرتیں طاقتیں اور قوتیں مراد ہیں۔ جو اُن کے جوہروں یا ایٹموں کے اندر مستور تھیں اور وہ تنہا تسخیرِ کائنات سے عاجز تھیں لیکن) انسانی قدرت نے (تسخیرِ کائنات کی مہم کو سر کرنے کا ذمہ) اپنے سر لے لیا۔ (گویا انسانی قدرت نے اِس علمی معراج کو تسخیرِ کائنات کے لئے اپنے ذمہ لیا) (اَب اگر وہ اپنی خداداد استطاعت اور قدرت سے حکمتی کام نہ لے اور تسخیرِ کائنات کے لئے اپنے قدم آگے نہ بڑھائے تو) بے شک وہ (اس عظیم الشان علم و فن سے) اندھیرے میں رہنے والا (ظَلُوْمًا) اور اپنے آپ کو اُس سے بے خبر اور ناواقف بن جانے والا ثابت کر رہا ہے (جَهُوْلًا) (گویا اس عظیم امانت کا نااہل ثابت ہو رہا ہے نیز نااہلیت کی بنا پر ہی کوئی امانت واپس لے لی جاتی ہے)

ہم نے اِن آیاتِ عظیمہ کے معنوں کے ساتھ ساتھ کسی حد تک اُن کی تشریح بھی کر دی ہے۔ جو ہمارے علماء کے لئے بے حد غور طلب ہے مزید برآں امانت کا لفظ یہاں اس قدر معنی خیز ہے کہ اس کا صحیح مطلب بغیر کامل غور و خوض کے پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کچھ یوں واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ امانت محض عناصر اور ان کے طاقتور جوہروں کے حکمتی علم کی تھی۔ اور وہ اسماء بھی جو حضرت آدم کو سکھائے گئے تھے فی الحقیقت اِن عناصر کے نام ہی تھے۔ جنہیں خدا نے اس کائنات کے آسمانوں زمین اور زمین کے پہاڑوں پر موزونیت کے مطابق پھیلا کر پیش کیا تھا۔ کیونکہ اِن آیات

Marfat.com

میں عَرَضَ اور آدمؑ کے ضمن میں وارد شدہ آیات میں عَرَضْنَا کے مشترک الفاظ یہی حقیقت ثابت کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ امر صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے انسانی حکمت و سائنس کی بنیاد محض عناصر پر قائم فرمائی اور خود خدا نے بھی کائنات کی ہر چیز کو اِن عناصر سے ہی بنا دکھایا۔ اس لئے ہم برملا کہنے میں حق بجانب ہیں کہ خدا کی وہ امانت جو انسانی طاقت نے محض اہلیت کی بنا پر قبول کی تھی عناصری حکمت و سائنس کے علم پر ہی مختص تھی جس سے تسخیرِ کائنات کا مرحلہ قابل حل تھا۔ مزید برآں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ عناصر خواہ نابکار ہی کیوں نہ ہوں، بذاتِ خود اپنی جوہری توانائی کو پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ جب تک کہ کوئی بیرونی طاقت اُن کے ساتھ شامل نہ ہو۔ لہٰذا عناصری جوہروں کی توانائی کو افشا کرنے کے لئے ایک تیسری طاقت کی ضرورت تھی۔ جو انسان کی صورت میں وجود میں لائی گئی۔ انسانی قدرت میں یہ اہلیت موجود تھی کہ وہ عناصری علم کی امانت کو اپنے ذمہ لیکر خلّاق عظیم کے راز ہائے دروں کو جو حکمت و سائنس سے تعلق رکھتے تھے کائنات میں افشا کر دے۔ اور ان سے بڑی بڑی ملوں عظیم کارخانوں بڑے بڑے آلات اور برقی اور مقناطیسی جنریٹر تیار کر دکھائے۔ کائنات میں عمل پیرا تمام قدرتوں طاقتوں اور قوتوں کا بخوبی مشاہدہ کر کے انہیں اپنی ایجادات میں زیر کار لانے کا حیرت انگیز حکمتی کارنامہ پیش کرے۔ عناصر سے جوہروں کی تلاش اور جوہروں سے جوہری توانائی پیدا کر کے حیات کا راز تلاش کرے۔ بلکہ بالآخر نئی نئی توانائیاں ایجاد کر کے اُن کی طاقتوں اور قوتوں سے تسخیرِ کائنات کی منزلیں طے کرنے کے قابل بن سکے۔

غور فرمائیے! تسخیرِ کائنات کا مشکل ترین اور پُر خطر مرحلہ کیونکر سر ہوگا۔ ہماری بداعمالیوں اور بے علمی کے طفیل آج کل کی بے کیف مسجدوں اور موجودہ دَور کی بے رُوح نمازوں سے یہ منزل کیونکر طے ہوگی۔ کوئی بے روح عمل روحانیت پیدا نہیں کر سکتا اور روحانیت یعنی توانائی کے کمال کے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ دینِ اسلام۔ دینِ قیم یا دینِ فطرت کے تمام اعمال میں ایک علمی کیف اور توانائی سے بھرپور روح مستور تھی۔ جو آج مفقود نظر آتی ہے۔ جو قوم آج علمِ حکمت و سائنس سے پوری طرح نابلد اور ناآشنا بن چکی ہو اور کئی صدیوں سے ایک معمولی ایجاد بھی عمل میں نہ لا سکی ہو وہ تسخیرِ کائنات کی مہم کو سر کرنے کے قابل یا اُس خداداد امانت کی اہل کیونکر متصوّر ہو سکتی ہے۔ اس کے برعکس تعجب اِس حالت پر ہوتا ہے کہ یہ قوم جو بزعمِ خود مسلمان کہلا رہی ہے استعمال کی ہر چیز غیر قوموں سے جنہیں اپنے نظریہ کے مطابق کافر سمجھتی ہے شب و روز خرید کر کے استعمال کر رہی ہے اور خود اس قدر نااہل ہے۔ کہ اپنا کوئی حکمتی اعجاز کسی دوسری قوم کے سامنے پیش کرنے سے عاجز ہے غور فرمائیے کہ ایسی قوم سے یہ عظیم معرکہ تسخیرِ کائنات کیونکر سر ہو سکے گا۔

كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ

ترجمہ:۔ ہرگز نہیں یہ تو ایک قابلِ نصیحت و عبرت سبق ہے جو چاہے اس سے نصیحت و عبرت پکڑے۔

امانت کا مطلب کیا ہے؟

مذکورہ صدر آیت میں الفاظ عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ آئے ہیں۔ عَرَضْنَا کے معنے ہم نے پھیلایا منتشر

Marfat.com

کر کے پیش کیا۔ اور امانت کے معنے خیانت کی ضد ہیں۔ یعنی پُورے اعتماد اور کامل راستبازی سے واپس کی جانے والی چیز۔ اس قرآن الفاظ کے معنے صاف طور پر یہی ہوں گے۔ کہ ہر ایسی چیز جو کسی کی ذاتی نہیں ذاتی طور پر ایجاد شدہ نہیں اُس کی اپنی اگائی ہوئی یا بنائی ہوئی نہیں۔ بلکہ اُس کے پاس محض حفاظت کے لئے کسی طرف سے ایک خاص مدّت اور خاص شرائط پر رکھی گئی ہو۔ اور جس کی واپسی یا تو اس کی نا اہلیت یا عدم راستبازی کی وجہ سے ضروری ہو جائے یا کسی دیگر وجوہ کی بناء پہ اُسے واپس لوٹانا پڑے۔ ہمارے نزدیک علم حکمت محض خدا کی دین ہے جو یا تو نا اہلیت کی بنا پر چھین لی جاتی ہے یا مرنے کے بعد پاس نہیں رہتی۔ عناصر جو انسان کے ذاتی پیدا کردہ نہیں بلکہ اُن کی پیدائش محض خدا کی طرف سے ظہور میں آئی روح جو اس جسم خاکی میں موجود ہے ہماری ذاتی پیدا کردہ نہیں بلکہ موت کے بعد اس جسم سے خود بخود پُوری مقدار اور کمیت کے ساتھ خارج ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی چیز کا خود بخود قبضۂ انسان میں آجانا اور اس کا خود بخود پھر واپس لوٹ جانا اور دوسری طرف کسی چیز کا برضائے خود حاصل کر لینا۔ اور اُسے برضائے خود واپس کر دینا۔ نیز کسی ایسی چیز کا اس کے اصل وارث یا مالک کے طلب کرنے پر ہو بہو واپس کر دینا تین ایسے اعمال ہیں جو مختلف اقسام پر مشتمل نظر آتے ہیں۔ اوّل قسم امانت میں شامل نہیں۔ کیونکہ وہ برضائے خود و باقرار خود حاصل نہیں ہوئی۔ دوسری قسم امانت کے ملا بین ہے۔ یعنی ایک چیز کو برضائے خود باقرار خود حاصل تو کیا گیا۔ لیکن بغیر طلبی کے واپس کر دیا گیا۔ اور اس طرح نا اہلیت کی بناء پر امانت کی مقررہ شرائط کو پورا نہ کیا گیا۔ تیسری صورت میں امانت قرار پائی ہے۔ جسے اگرچہ بذاتِ خود ایک اقرار کے مطابق حاصل تو کر لیا گیا۔ لیکن جب تک اس کی حفاظت کی جاتی رہی وہ اپنے پاس رہی جب اس کی حفاظت ممکن نہ رہی تو اس کے اصل مالک نے اُسے زبردستی چھین لیا۔

اب ذرا خدا کے اُن الفاظ پر توجہ فرمائیے۔ جن میں یہ ارشاد ہُوا ہے۔ کہ ہم نے ایک ایسی چیز کو بطور امانت اپنی مخلوق کو دینا چاہا۔ وہ امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پھیلا کر پیش کر دی گئی۔ لیکن تمام کائناتی امتوں میں سے کسی نے اس امانت کو اپنی حفاظت میں نہ لیا بلکہ محض انسانی امّت نے بے خوف و خطر اسے اپنے ذمہ لینے کا اعلان کر دیا۔ یہ اس لئے کہ اس میں اس عظیم امانت میں خیانت نہ کرنے اور اسے بحفاظت قائم رکھنے کی اہلیّت فطرتاً موجود تھی۔ اِن حقائق سے جو امور واضح ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ کہ خدا کی امانت کی آماجگاہیں محض آسمان زمین اور پہاڑ ہیں۔

دوم۔ کائنات کی کوئی مخلوق اِس امانت کی حفاظت اور اُن کی نگرانی کی اہلیت پیش نہ کر سکی۔ لیکن محض انسانی قدرت نے اس بارِ عظیم کو اٹھانے پر آمادگی ظاہر کی۔

سوم۔ انسانی قدرت میں فطرتاً وہ اہلیّت موجود تھی جس سے خدا کی اِس امانت کی پُوری طرح حفاظت کی جا سکتی تھی۔

چہارم۔ وہ فطرتی اہلیّت محض حکمتی علم سے وابستہ تھی۔ جو انسان میں اس کی قدرتِ سماعت قدرت بصارت اور قدرت قلب و ذہن سے ودیعت شدہ تھی۔

Marfat.com

اندریں حالات اگر ایک شخص انسان کہلا کر حکمتی علم سے بے راہ اور ناآشنا ہو جائے یعنی ظلوماً جہولاً بن جائے تو یہ امانت اس کے پاس کیونکر محفوظ رہ سکتی ہے لازم ہے کہ ایسے نااہل شخص سے یہ امانت چھین کر خدا کسی اور اہل کے سپرد کر دے گا۔ جو اُسے پوری حفاظت سے رکھے گا۔ اور کسی تخریبی عمل سے امانت میں خیانت کا مرتکب نہ ہوگا۔ امانت کا مادہ امن ہے۔ اور ایمان کا مادہ بھی یہی ہے اس لئے اِن دو لفظوں کے اصل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایمان اور امانت کا صحیح مفہوم فی الحقیقت کائناتِ خداوندی میں امن و سلامتی کو بحال رکھنا ہے۔ آج ہم بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔ کہ یہی عناصر اور اُن کے جوہر نہ صرف باعثِ حیات بن رہے ہیں۔ بلکہ اُن پر تخریبی اعمال انہیں قتل کائنات کا باعث بھی بنا رہے ہیں۔ عناصر کے یہ حیرت انگیز متضاد اعمال ایک ہی فیصلے کے طالب ہیں۔ یعنی خدا کی اس عظیم الشان امانت کے لئے حفظِ امن کے وسائل مہیا کئے جانے ضروری ہیں۔ یا اس میں خیانت اور تخریب سے کام لینا موزوں ہے اگر آج کوئی قوم اس امانت میں خیانت کی مرتکب ہو رہی ہے۔ تو وہی ظلوماً جھولاً کی صف میں شامل ہے۔ اور اگر کوئی اس امانت کی حفاظت سے پہلوتہی کر رہی ہے۔ تو وہ بھی ظلوماً جھولاً کی مصداق ہے۔ وھوالمراد

کیا الارض فی الحقیقت چند عناصر ہی کا اجتماع ہے

انسان اور انسانی جسم کا فرق محض یہ ہے کہ انسان ایک مخصوص قدرت کا نام ہے۔ اور جسم جو اس قدرت کی آماجگاہ ہے محض عنصری ہے اس لئے سمجھنا چاہیئے کہ انسانی قدرت کے ذاتی وجود سے پہلے عناصر کی تخلیق ہوئی۔ لیکن انسانی وجود کو تخلیق کر کے کائنات کے تمام عناصر کو یا عناصر سے تقویم میں آئی ہوئی جملہ مخلوق کو انسانی قدرت کے حوالے کر دیا گیا۔ یا انہیں انسان کے مسخر کر دیا گیا تاکہ وہ اُن سے کام لیکر کائنات کی نہ صرف سیر کر سکے بلکہ اُسے تسخیر میں لا کر بالآخر ملاقاتِ رب سے فیض یاب ہو سکے قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

۲ : ۲۹ ۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (ق) ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ط وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

وہی خلاق عظیم خدا تو ہے جس نے تمہارے مفاد اور کام کاج کے لئے الارض کے تمام عناصر پیدا کر دیئے (جن سے زمین و آسمان کی اور اُن میں پھیلی ہوئی تمام خلقتوں کی تخلیق ہوئی) اس کے بعد وہ آسمانِ واحد کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر اُسے سات برابر حصوں میں بالترتیب تقسیم کر دیا اور خدا تو عظیم اور زبردست علم و حکمت کا مالک ہے (جو کما حقہٗ تمام عناصر کو جانتا ہے۔ (وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)

گویا خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا سے مراد وہ تمام عناصر اور اُن سے تخلیق کی ہوئی خلقتیں ہیں۔ جو زمین میں موجود ہیں۔ اور یہی عناصر انسانی قدرت کے حق میں مسخر کر دئے گئے ہیں۔ یا انسان کو انہیں امانت کے طور پر

Marfat.com

سپرد کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ عطا کرنے کے بعد اُسے خَلِیْفَةُ الْاَرْضِ کا خطاب دے کر زمین کی حاکمیت سپرد کر دی گئی۔ اس آیت سے آگے آنے والی آیات پر غور فرمایئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

۲ : ۳۰ - وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ

(اے محمد صلعم) جب تیرے رب نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں زمین میں (سابقہ نوع کی حاکمیت کو بدل کر اس کا نیا) خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ (اور اس کے لئے انسان یا نوعِ آدم کو منتخب کر رہا ہوں) تو ملائکہ نے جواب دیا کہ تو ایسی نوع کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جس کے افراد زمین میں خرابی اور کشت و خون کا موجب بنیں گے۔ اور ہم بھی تیری تعریف کے ساتھ تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں۔ تو خدا نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

گویا انسانی قدرت کو جامۂ بشریت و آدمیت میں لانے کے بعد تمام عناصر ارضی پر اس کے تسلّط کا سوال پیدا کر دیا گیا۔ نیز ملائکہ کی طرف سے جہاں کسی حد تک خلافت کے لئے ذاتی خواہش کا علم ہوتا ہے۔ وہاں خدا کے جواب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ کوئی نوع اُسی وقت تک منصبِ خلافت پر متمکن رہ سکتی ہے۔ جب تک کہ اُس میں تخریب اور قتل و غارت کے عوارضات پیدا نہیں ہوتے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ خلافت کے منصب کی عطائیگی سے قبل نوعِ انسانی موجود تھی۔ اور ملائکہ اُس کے افعال و احوال بخوبی دیکھ چکے تھے۔ نیز یہ بھی کہ نوعِ انسانی کو کسی دوسری نا اہل نوع کی معزولی کے بعد خلافتِ ارضی عطا ہوئی تھی۔ (خلافت کے معنے یہی ہیں)۔

۲ : ۳۱ - وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

اور اس نے آدم کو سب کے (یعنی مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کی فہرست میں جو عناصر آ سکتے تھے) نام سکھائے (تا کہ نوعِ انسانی اور نوعِ ملائکہ کے ذاتی علم کی قدروں اور قوتوں کو دونوں پر واضح طور پر ظاہر کر دیا جائے تو اس آزمائش کیلئے انہی عناصر کو جن سے ملائکہ بذاتِ خود ظہور میں آتے تھے) ملائکہ کے سامنے پھیلا کر پیش کر دیا گیا۔ (ثُمَّ عَرَضَهُمْ اور عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ کے عین مطابق) پھر فرمایا مجھے بتاؤ کہ ان کے نام کیا ہیں۔ یہ کیا کیا ہیں اور ان کے خواص کیا ہیں۔ (هٰۤؤُلَآءِ) اگر تم (خواہش خلافتِ ارضی کے ضمن میں) سچے ہو۔

گویا ملائکہ کی قدیم نوع اور انسان کی نووارد نوع کے درمیان عناصر کی تشخیص اُن کے اسماء اور ان کے خواص کے متعلق ایک علمی اور امتحانی صورت پیدا کر دی گئی۔ اور چونکہ یہ دونوں انواع عناصر کی پیداوار تھیں اس لئے اُن کا اوّلیں امتحان بھی اُن کے ذاتی وجود کی حقیقتوں سے رونما ہوا۔ یہ سوال کہ یہ اسماء آدم کو کس طرح سکھائے گئے اس کا جواب جُدا ہے جو موزوں مقام پر دیا جائے گا۔ نیز اگر ملائکہ فی الحقیقت عناصر سے بے علم تھے۔ تو عناصر کی تشخیص اور اُن کے ناموں کا علمی محاکمہ اُن کے ساتھ کیوں پیدا کیا گیا ایک مزید جُدا سوال ہے۔ اس کا جواب بھی موزوں مقام پر دیا جائے گا۔

Marfat.com

۲ : ۳۲ - ملائکہ نے کہا اے خدا تو پاک ہے جس قدر محدود علم ہمیں بخشا گیا ہے ہمیں اس کے سوا کچھ معلوم نہیں بیشک تو ہی صحیح اور مکمل علم رکھنے والا اور حکمت و سائنس سے پوری طرح آگاہ ہے۔

گویا ملائکہ کے پاس یہی علم تھا کہ وہ عناصر سے جنم لیتے ہیں۔ یا عناصر سے ہی کہیں مُرسلات۔ مُعقِّبات۔ مُقسِّمات مغیرات۔ نازعات۔ ناشطات۔ ناشرات۔ فارقات اور مُبشّرات وغیرہ کی صورت میں یعنی موجوں روؤں شعاعوں اور کششوں کی شکل میں پھوٹ کر کائناتِ خداوندی میں اپنا اعجاز پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ تو وہ اپنے ماخذین کے نام جانتے تھے۔ اور نہ ان کے حکمتی خواص سے واقف تھے۔ اس کے بعد انسان کی باری آئی تو اس نے اپنی شعوری قدرتوں سے جو علمی طور پر بذریعہ وحی اُس میں داخل کی گئی تھیں اور عناصر کے حکمتی علم کی امانت اپنے سر لے چکا تھا۔ سے کام لیکر امتحان کیلئے سامنے آیا۔

۲ : ۳۳ - قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۖ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۙ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۙ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

تب خدا نے آدم کو حکم دیا کہ تم اِن تمام (عناصر) کے نام بتاؤ جب اُس نے اِن کے ناموں پر پوری روشنی ڈالی تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں (یعنی زمین و آسمان کے عناصر کی خفیہ طاقتوں اور قوتوں) کو پوری طرح جانتا ہوں۔ اور اے ملائکہ (یعنی اے موجو نعو - شعاعو اور کششو!) تم کائنات میں (لاشعوری طور پر) جسے ظاہر کر دیتی ہو اور جسے پوشیدہ کر لیتی ہو میں ہی اُس کا علم رکھتا ہوں۔ (گویا تم علم و شعور کی کمی کی وجہ سے جو کچھ خود بخود ظاہر کرنے اور چھپانے کا عمل کرتے رہتے ہو ایسا حیرت انگیز ہے کہ اِس کا علم تمہیں بذاتِ خود ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ تم فی الحقیقت لاشعور ہو) (تابیات یعنی ایک مستقل عمل کے تابع)

مندرجہ بالا آیاتِ خدا سے ملائکہ اور نوعِ آدم کی خصوصیات کا حیرت انگیز طور پر علم ہوتا ہے۔ نیز اس باہمی امتحان سے کچھ یوں بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسانی شعور میں خدا کی وحی کو محفوظ رکھنے کی خصوصیّت موجود ہے اور ملائکہ میں یہ شعور موجود نہیں نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ نوعِ آدم اور نوعِ ملائکہ دونوں عناصر کی ہی پیدائش ہیں۔ آج بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو جو افراد شعور رکھتے ہوئے علمی محاکمات کو عمل میں لانے سے کوتاہی کر رہے ہیں۔ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اُن کا بدن اور اُن کے اعضاء محض عناصر سے ظہور میں آئے چہ جائیکہ کہ وہ اُن عناصر کے نام بتا سکیں جو اُن کے ذاتی وجود میں کارفرما ہیں۔ تو انہیں فی الحقیقت انسان کا لقب دینا حقیقت کو جھٹلانا ہو گا۔

الغرض یہ امانتِ خداوندی فی الحقیقت عناصری علم اور ان کی حکمت و فطرت کا علم ہی تھا۔ جو ازل سے نوعِ آدمؑ نے از خود قبول کیا۔ اب یہ ابنِ آدم کا کام ہے کہ وہ اِن عناصر پر اپنے احسن اعمال سے ثابت کر دے کہ روئے زمین پر فی الحقیقت

وہی خلافت کا صحیح حقدار ہے۔

۲ : ۱۸ - اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝

بے شک جو کچھ اِس زمین پر (عناصر اور ان کے ایٹموں کے حیرت انگیز اعجاز سے) ہے وہ اس کے لئے آرائش اور خوبصورتی محض اِس لئے ہے۔ کہ ہم نوعِ انسانی کی آزمائش کریں کہ (آیا وہ عناصر اور اُن کے ایٹموں سے سلامتی اور امن، ارتقاء اور تسخیر کائنات کے دروازے وا کرتی ہے یا) اُس میں سے کون کون (اُن پر نظریاتی تجرباتی اور مشاہداتی) عمدہ اعمال کرتا ہے۔

۷۱ : ۱۳-۱۴ - مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝

اَے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ سے وقار کی اُمید نہیں رکھتے حالانکہ تمہیں (اُسی بے مثال خدا نے) تخلیق کے کئی حیرت انگیز اور معجز نما مرحلوں اور طور طریقوں سے گذار کر پیدا کیا۔ (اس لئے تمہاری یہ بہترین تخلیق ہی تمہارے لئے وقار کی ضامن ہے)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا معانی عام مترجمین کے معانی سے کسی حد تک مختلف ہیں لیکن جہاں تک غور و فکر کام کرتا ہے یہی معانی صحیح اور درست معلوم ہوتے ہیں۔

۶۷ : ۲ - نِ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

لوگو! وہی مالک الملک اور صاحبِ اختیار خدا ہے جس نے اجتماعی موت و حیات کے قانون (یعنی کائنات کے مردہ عناصر سے زندہ جوہروں یا نفسوں کی پیدائش کے حتمی فیصلہ) کو نافذ کر رکھا ہے۔ تاکہ اِس بات کی آزمائش کرے کہ تم میں سے کون کون (عناصر اور اُن کے جوہروں یا ایٹموں یا ان کے سالموں کی حکمت و سائنس کو سمجھنے کے لئے تجربات مشاہدات اور نظریات قائم کرنے کا) بہترین عمل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ شارعِ کائنات بڑا زبردست ہونے کے ساتھ ساتھ توبہ گذار قوم کے اجتماعی عیوب پر بڑا پردہ پوش بھی واقعہ ہوا ہے۔

نوٹ:۔ موت اور حیات کے دونوں الفاظ کسی متنفس یا جسمانی نوع کی صورت میں نہیں آتے اس لئے یقین کرنا چاہیئے کہ پہلے موت پیدا ہوئی اور پھر حیات اسی سے نمودار ہوئی گویا حیات سے پہلے جو کچھ تھا موت سے دوچار تھا پھر حیات کی نوید جانفزا سے ہر ایک میں زندگی ابھر آ گئی۔ یعنی بے نور عناصر نور سے بہرہ ور ہو گئے۔

۲۸ : ۶ - وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

جو حکمت و سائنس کے اعجازات تمہیں عناصر سے عطا کئے گئے ہیں وہ تو فی الحقیقت تمام دُنیا یعنی موجود کائنات کی حیات کا سرمایہ اور اُس کی آرائش اور خوبصورتی کا مظہر ہیں اور (اُن کے علاوہ) جو براہِ راست اللہ کی طرف سے (اسکی عظیم الشان

Marfat.com

قدرتوں اور طاقتوں کی) عطا ئیگی ہے۔ وہ تو فی الحقیقت بے مثال خیر و برکت کی حامل اور بہت پائیدار (اور عناصر کی فنا کے بعد بھی) باقی رکھی جائے گی۔

نوٹ:۔ اِس آیت میں حیوٰۃ الدُّنیا کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں۔ یعنی اس دُنیا کو تسخیر کرنے کیلئے یہی عناصر حیٰوۃ کے ضامن ہیں۔

عِلم الاشیاء

؎ اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دُوں وجودِ حضرتِ انسان نہ روح ہے نہ بدن (اقبالؒ)

ہم مختصراً اُوپر بیان کرچکے ہیں۔ کہ انسان بذاتِ خود ایک قدرت کا نام ہے جو ایک پُرافتخار گرجدار آواز جس میں چمک بھی تھی (صلصال) سے پیدا ہوئی اور ایک مخصوص عنصر کے خمیر یافتہ اور بدبودار گدلے کیچڑ پر کسی عظیم قدرت کے پَرتو سے پیدا ہوئی۔ آپ کو شاید معلوم ہو کہ آواز محض موجوں لہروں رَو، تیز شعاعوں اور کششوں کے ارتعاش کا نام ہے۔ یہ بذاتِ خود کوئی عنصر نہیں بلکہ محض قدرتی عمل ہے۔ جیسے آگ بذاتِ خود کسی عنصر کا نام نہیں اور محض عمل سے منسوب ہے۔ اِس لئے یقین رکھنا چاہیئے کہ آواز بھی ایک عظیم طاقت کا مظہر ہے۔ یہی آواز آنِ واحد میں عظیم الشان عمارتوں اور بڑے بڑے محلوں کو پیوندِ زمین کر سکتی ہے۔ لہٰذا اُسی گرجدار آواز کی قدرت عناصری ڈھانچے سے منسلک ہوئی اور اُس ڈھانچے کا نام خدا نے آدم اور آدم کے بشرے یا خوبصورت چہرے کی وجہ سے بشر رکھا۔ یہ سب مرحلے اِنس یعنی دکھائی دینے والی نوع کے ہیں۔ آدم یا بشر کی تخلیق کے بعد اُسے خلافتِ ارضی عطا ہوئی اور اس کی سرشت میں روزِ اول سے عناصر اور اُن کے ناموں نہیں بلکہ ان کے خواص کو بھی افشا فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ آدم آج کسی عنصر کا نام سونا کسی کا چاندی کسی کا لوہا اور کسی کا یورینیم از خود رکھ چکا ہے نیز ان کے اوزان اور رفتاروں کی پیمائشیں بھی از خود قائم کرچکا ہے۔ ملائکہ سے دو بدو ملاقات فی الحقیقت اُن کے اعمال و کردار سے تعارف ہی تھا اور ملائکہ کی سجدہ ریزی انہیں آدم کے زیرِ اثر اور زیرِ حکم لانے کے مترادف تھی۔ ملائکہ اور آدم کا علمی مقابلہ صرف اِس لئے ہُوا کہ ملائکہ میں آدمؑ کی ذاتی انسانیت کے بالمقابل زور آزمائی کا جذبہ باقی نہ رہے۔ بلکہ وہ سب کے سب انسان کے کسب و عمل میں کام آتے رہیں۔ اور انجام کار وہی انسان خدا کی کائنات کو تسخیر کرے۔ نیز خدا کے حکمتی علم سے اس قدر بہرہ ور ہو جائے کہ وہ اس عظیم و برتر خالق تعالےٰ کے رُوبرو پہنچ کر دو بدو ملاقات کرسکے جس کی توصیف فَوْقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ (یعنی خدائے پاک ہر صاحب علم سے بالا و بلند تر علم رکھنے والا) ہے۔ انسانی نوع کی ان تمام ارتقائی کڑیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں وہ عظیم الشان علمی استعداد ودیعت شدہ ہے۔ جس سے یہ تمام مراحل بخیر و خوبی سرانجام پائیں گے۔

سب سے پہلا سبق یا سب سے اوّلیں امانت جو آدم کے مقدر میں آئی وہ علم الاشیاء تھی۔ یہ علم ہر فرد کے بہترین عرصۂ حیات میں ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ عمر کے باشعور اور پختہ دَور سے فائدہ نہ اٹھانے والا اس علم کا مستحق قرار نہیں پاتا۔

Marfat.com

کیونکہ ارذل العمر میں پہنچ کر تو ہر شخص اپنے تمام حاصل شدہ علم کو بھی بھلا بیٹھتا ہے۔ خدا اس کے متعلق یوں مطلع فرماتا ہے۔

۱۶، ۷۰۔ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۝

تم میں سے بعض نہایت طویل اور خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں تاکہ اس کے بعد علم الاشیاء کو سمجھ ہی نہ سکیں۔

نوٹ:۔ اِس آیت میں لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا کے الفاظ بے حد معنی خیز ہیں جن کے صحیح معنے محض یہی ہیں کہ علم الاشیاء سے بے بہرہ ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے:۔

أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ط

کیا انہوں نے زمین اور آسمانوں کی کائنات میں حیرت انگیز طاقتوں یعنی سورج کی تابکاریوں چاند کی توانائیوں ستاروں کی جگمگاہٹ پر کبھی غور نہیں کیا۔ (یہی تو وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ کی مصداق ہیں) اور عناصر کی حیرت انگیز تخلیق پر بھی نظر تفکر و تحقیق کیوں نہیں اٹھائی اور ان خلقتوں کو بھی نہیں دیکھا جنہیں خدا نے عناصر سے ہی پیدا کر دکھایا۔ (خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ)

پھر اطلاع بخشی کہ:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ ...... الخ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝

ہم عنقریب ابن آدم کو اطراف عالم میں اور خود اُن کے ذاتی نفسوں یا جوہروں میں بھی اپنی طرف سے عظیم الشان قدرتوں کے اعجاز دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ (علم حقائق الاشیاء ہی) حق تھا۔ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر عنصر اور اس کے مادے پر گواہ اور ہر عنصر اور اس کے مادے پر حکمتی انداز میں احاطہ کئے ہوئے ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے کی اِن عظیم الشان پیشگوئیوں سے قرآن عظیم و حکیم کا منجانب اللہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ جبکہ آج کی دُنیا عناصر اور اُن کے مادوں سے نہیں بلکہ کائناتی قدرتوں سے بھی یہاں تک آشنا ہو چکی ہے کہ ریڈیو ٹیلی ویژن ایٹم برائے حیات اور ایٹم برائے فنا کی ایجادات کو علم الاشیاء کے طفیل معرض وجود میں لا چکی ہے اور "عنقریب" کے خدائی الفاظ اِس دَور پر حیرت انگیز طور پر منطبق ہو رہے ہیں۔ لیکن ہماری دانست میں سَنُرِيهِمْ کی حد یہیں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ جب تک تسخیر کائنات کی مہم سر نہیں ہو گی خدا کی یہ اطلاع مکمل طور پر باعث تصدیق نہ بن سکے گی۔ کتاب اللہ کے ارشادات سے ایسا نظر آتا ہے۔ کہ ایک طرف اشیاء ہیں۔ اور دوسری طرف اُس کی پیدا کردہ قدرتیں یا طاقتیں ہیں جن کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اشیاء کے لئے موت ہے لیکن قدرتیں یا طاقتیں عناصر کی موت کے بعد بھی باقی رہنے والی ہیں۔ یہی قدرتیں اور طاقتیں عناصر میں پہنچ کر روح کا اظہار کرتی اور عناصر سے انخلا کے بعد عناصر

Marfat.com

کو موت کے گھاٹ اُتارتی ہیں۔ مادہ اور رُوح کی تخصیص یہیں سے ہوتی ہے۔ روح کا محل نفس ہے اور نفس عنصر سے ہے۔ اِس لئے ہماری نگاہ میں اِس حیات میں نہ رُوح مادے سے جُدا ہے اور نہ مادہ رُوح سے ماوراء ہے۔

جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز دُعا

" رَبَّنَا اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ هِیَ "

ترجمہ :۔ اے ہمارے رب ہمیں عناصر کے حقائق (خواص و اعجازات) سے آشنا فرما کہ وہ کیا کیا ہیں اور کیسے کیسے ہیں

جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں حقائق الاشیاء یا علم الاشیاء سے گہری دلچسپی تھی۔ رَبَّنَا کے صیغہ جمع سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضورؐ عناصر کے اسرار و حقائق کے متعلق جمیع مسلمانانِ عالم کی توجہ کو مرکوز کرنا چاہتے تھے۔ نیز یہ کہ اپنی وفات کے بعد آنے والے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا تاکیدی عمل پیش کرنا چاہتے تھے جس میں نہ صرف ارتقائے انسانی کا راز مستور تھا بلکہ تسخیرِ کائنات کی مہم سر ہو سکتی تھی۔

علم حقائق الاشیاء عناصر کی ابتدائی حکمت سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے لئے تجربات و مشاہدات کی طویل منزل درپیش ہے۔ حضور کا کام اُمت کے مفکرین اور علمائے حکمت و فطرت کو اس علم کی طرف توجہ دلانا تھا۔ اور چونکہ تجربات و مشاہدات کا کام کافی سرمائے سے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ لہذا حضورؐ کی نگاہ میں اُمت اسلامیہ کے لئے ایک مضبوط اور وسیع سلطنت کا قائم کر دینا بھی ضروری تھا۔ قرآن حکیم وعظیم میں جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمانؑ کو خدا نے حکمت عطا فرمائی تھی تو ساتھ ہی ساتھ اِس حکمت و سائنس میں تجربات اور مشاہدات کے لئے ایک ملکِ عظیم کی سلطنت بھی بخشی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد بنی اسرائیل کو بھی حکمت و سائنس کے تجربات کیلئے ایک وسیع سلطنت قائم کرنا پڑی۔ اور رسالت مآب صلعم نے بھی اپنے دورِ حیات میں دو اہم فرائض سرانجام دیئے۔ اوّل۔ قرآن حکیم کی حفاظت کا انتظام جس میں حکمت و فطرت کے لاتعداد نظریات و ارشادات موجود تھے۔ اور دوسرا ایک مضبوط سلطنت کا قیام۔ ان دو فرائض کے لئے رسالت مآب نے تمام عمر جہاد فی سبیل اللہ میں گذار دی۔ ایک اہم سوال جو ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر حکمت و سائنس کا علم بہت اہم اور ضروری تھا۔ تو رسالت مآب صلعم نے اِس کے لئے فوری طور پر کوئی تجرباتی درسگاہ خود کیوں قائم نہ فرمائی۔ اور یہ مرحلہ اُمت کے لئے کیوں چھوڑ گئے۔ آیئے اِس کا جواب قرآن حکیم وعظیم سے حاصل کریں۔ ملاحظہ ہو:۔

۵: ۱۰۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۤءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (۲)
وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝

مومنو! ابھی عناصر کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (اُن کے حقائق) تم پر (ابھی) ظاہر کر دیئے جائیں (تو

Marfat.com

ممکن ہے) کہ تمہیں (اُن کے اچھے اور بُرے اعمال کے ڈر سے) بُرے محسوس ہوں (اور آئندہ جا کر عناصر کے عظیم الشان حقائق سے کلیتاً انکار ہی کر جاؤ جیساکہ قبل ازیں ایک قوم کر چکی ہے) اور اگر دورانِ نزولِ قرآن (عناصر) کے متعلق استفسار پر اصرار کرو گے تو ان کی ماہیت بتائی بھی جاسکتی ہے (لیکن فی الحال) خدا نے اُن سے درگذر ہی کیا ہے۔ اور خدا تو بہت بڑا پردہ پوش اور حقائق کو بڑی بردباری سے کافی دیر بعد ہی افشا کرنے والا ہے (غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ) یقیناً تم سے پہلے بھی (ایک جلد باز) قوم نے عناصر کے متعلق اِسی قسم کا سوال کیا تھا۔ پھر (جب انہیں عناصر کے حقائق اور اسرار بتائے گئے) تو (اُن کے ہیبت ناک اعمال کی وجہ سے) اُن سے انکار کر گئے۔ (یعنی اِس عظیم علم کے حصول سے انکار ہی کر گئے)

۳ : ۱۷۹ ۔ لوگو! جب تک خدا ناپاک سے پاک کو الگ نہ کر دے گا۔ (یعنی اچھے اور بُرے خواص کے عناصر کو حکمتِ علم سے جُدا جُدا نہ کرے گا) خدا اپنے ماننے والوں کو ایسی مخلوط حالت میں جیسی کہ اب ہے ہرگز نہ بہنے دے گا۔ نیز اُس وقت تک تم کو (عناصر کی) غیبی قوتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔ البتہ غیبی قوتوں کو خدا اپنے پیغمبروں پر ضرور واضح کیا کرتا ہے؟

حضرتِ شعیبؑ کی قوم کے حالات قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر واضح فرمائے گئے ہیں۔ اِن میں سے تین مقامات کم از کم ایسے ہیں جن کا یہاں ذکر کردینا مناسب ہے۔ اگرچہ سرسری نگاہ سے اِن کا تعلق حکمت و سائنس کے ساتھ نظر نہیں آتا۔ لیکن اِن آیات میں استعمال شدہ چند الفاظ ایسے ہیں جن کے معنے بے حد قابلِ غور ہیں۔

اوّل ۷ : ۸۵ ۔ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥

لوگو! تمہارے سامنے (کائنات میں الکیل اور المیزان کا حیرت انگیز) اعجاز تمہارے رب کی طرف سے ہی قائم ہو چکا ہے۔ پس تم بھی الکیل اور المیزان کو (اپنے روزمرّہ کے اعمال میں) پُورے حساب سے رکھا کرو۔ اور انسانوں کو اُن کے عناصر سے نقصان نہ پہنچایا کرو۔ اور (عناصر برائے حیات کی صورت میں) اصلاح پانے کے بعد (اُن سے) تخریبِ کائنات ارضی کی طرف قدم نہ بڑھاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم امن و سلامتی کے دعویدار ہو۔

دوم ۱۱ : ۸۵ ۔ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ٥ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ٥

حضرتِ شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ المکیال اور المیزان میں نقص نہ آنے دینا۔ مَیں تو تمہیں سلامتی اور خیر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور (عناصر برائے فساد کی صورت میں مکیال اور میزان کے غلط استعمال سے) مجھے تمہارے بارے میں

ایک ایسے دن کا خوف ہے جس میں عذاب تمہیں گھیر لیگا۔ (گویا اسی دُنیا میں انہیں مکیال اور میزان کے غلط استعمال سے ایک ہیبت ناک عذاب گھیرے گا) اور اے قوم (مکیال اور میزان کے غلط استعمال کی ہلاکت خیزیوں کو سمجھ بوجھ کر اپنے روزمرّہ کے کاموں میں بھی) المکیال اور المیزان کو پورے حساب اور انصاف سے کام میں لایا کرو اور انسانوں کو اُن کے عناصر سے نقصان نہ پہنچایا کرو (اور عناصر برائے حیات کی صورت ہیں) اصلاح پانے کے بعد (اُن سے) تخریب ارض کی طرف قدم نہ بڑھاؤ۔

سوم:- ۲۶ : ۱۸۴۔ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

دیکھو! کیل کو (اپنے روزمرّہ کے اعمال میں) پورے حساب سے رکھا کرو اور (انسانیت کو) نقصان اور گھاٹا پہنچانے والوں میں سے نہ بنو اور انسانوں کو اُن کے عناصر سے نقصان نہ پہنچایا کرو۔ اور زمین میں (اُن عناصر کی مہلک قوتوں سے) فساد برپا نہ کرتے پھرو (یعنی تخریبِ کائنات کا باعث نہ بنو۔)

مندرجہ بالا تین مقامات میں جو الفاظ مشترک اور بے حد معنی خیز ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کَیْل اور مِکْیَال

(۲) مِیزَان اور وَزْن

(۳) تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ

(۴) بِالْقِسْطِ اور بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ

(۵) فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ

ہم ان کے عام معانی اور حکمت و سائنس کے نظریات کے تحت قائم کردہ معانی حسب ذیل تشریح سے پیش کرتے ہیں:۔

اصل معانی جو قرآنی حکمت کے تحت ثابت ہوتے ہیں	عام معانی	الفاظ
وہ طاقتور شئے جس کے صرف اگلے حصّے میں کشش کی طاقت ہو۔ جس طرح الیکٹرک میگنٹ (ELECTRIC MAGNIT) (یعنی بجلی کی مقناطیسی قدرت) جو لوہے کی ٹلّوں میں استعمال ہو رہا ہے اور بجلی کا بٹن دبانے سے اس کے اگلے سرے میں مقناطیس کی ہیبت ناک قوت نمودار ہوجاتی ہے اور پورے زور کے ساتھ کروڑوں ٹن وزن ایک مقام سے اٹھا	ناپ کا پیمانہ جسے عام اصطلاح میں گز اور جریب وغیرہ کہا جاتا ہے جو ناپ کے لئے صرف آگے بڑھنے کی طاقت رکھتا ہے پیچھے نہیں ہٹتا۔ گویا اس کے اگلے سرے کو ہی نگاہ میں رکھا	کَیْل اور مِکْیَال

Marfat.com

الفاظ	عام معانی	اصل معانی جو قرآنی حکمت کے تحت ثابت ہوتے ہیں
	جاتا ہے۔	کر اور پھر بٹن دبانے سے دوسرے مقام پر وزن کو چھوڑ دیتی ہے۔
میزان اور وزن	ترازو جس کے دونوں سروں میں وزن کسی کی طاقت یکساں موجود ہو اور درمیان سے کوئی وزن نہ اٹھائے	وہ طاقتور عنصر جس کے دونوں سروں میں بوجھ اٹھانے کی حیرت انگیز کشش موجود ہو جیسے عنصری مقناطیس جس کی سلاخ میں خدا کی طرف سے ایک شمالی قطب اور دوسری جانب جنوبی قطب قائم ہے۔ اور دونوں سروں سے یکساں بوجھ اٹھانے کی قسمت کشش رکھتا ہے۔ لیکن درمیان سے ایک معمولی ذرہ بھی نہیں اٹھاتا۔ المیزان کے لفظ کی قرآنی تشریح سورہ الرحمٰن میں یوں واضح ہوتی ہے۔ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ آسمانوں کو ادھر ادھر پھیلا کر بلند کرنے کے بعد اُن میں میزان (یعنی ایک حیرت انگیز کشش مقناطیسی) قائم کر دی گئی (المیزان کے معنے ترازو کرنے سے جو بات صریح غلط ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ کائنات میں کسی مقام پر ترازو کی شکل نظر نہیں آتی) تاکہ (اے کائنات میں بسنے والو) تم اپنی حدود قیام سے ادھر ادھر لڑھک نہ جاؤ اور وزن (یعنی اپنی اپنی کششوں کو) بالکل درست رکھ سکو (اور اپنی تخریب سے) اس میزان کو کم ہرگز نہ کرو۔ (ورنہ تمہاری آماجگاہ یعنی الارض بھی تباہ ہو جائے گی)
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ	اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو۔	اور انسانوں کو ان کے عناصر سے نقصان نہ پہنچایا کرو۔ تَبْخَسُوا کے معنے صحیح یہ ہیں کہ "تم نقصان نہ پہنچاؤ"۔ اور أَشْيَاءَهُمْ کے معنے اُن کے عناصر یعنی یہ سب کے سب عناصر جو نوعِ انسانی کے لئے یکسانیت کے ساتھ فوائد بہم پہنچاتے ہیں یا تمام بنی نوعِ انسان اُن کے فوائد میں یکساں طور پر حقدار ہیں وَزَنُوا کا لفظ کیل کے ساتھ استعمال فرمایا گیا ہے یعنی یک طرفہ کشش کو پورے انصاف اور صحیح حساب سے رکھا کرو۔ تاکہ نوعِ انسانی کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ علیٰ ھذا القیاس میزانی کششوں کو بھی عدمِ توازن میں نہ آنے دو۔

Marfat.com

الفاظ	عام معانی	اصل معانی جو قرآنی حکمت کے تحت ثابت ہوتے ہیں
فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ	ملک میں فساد نہ کرتے پھرو۔	اِن کششوں کے عدم توازن یا اُن کے اندازوں میں عدم انصاف اور عدم حساب فی الحقیقت تخریب کائنات کا باعث بن سکتا ہے۔ فساد کے معنے شر اور تخریب کے ہیں۔ اور الارض کے معنے ہیں زمین کے تمام عناصر جن پر ان ہیبت ناک کششوں اور ان کی مخفی قدرتوں کے اثرات کئی ایک مہلک مناظر پیدا کر سکتے ہیں۔

اِن الفاظ کی مندرجہ بالا حکمتی تشریح کے بعد جب ہم صاف طور پر دیکھتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی قوم علم الاشیاء حاصل کرنے کے بعد جب باوجود اپنے نبیؑ کے بار بار ڈرانے کے تخریب سے باز نہ آئی تو خدا نے اُن پر اِن ہیبت ناک کششوں کے عدم توازن کے طفیل اِن کی سرزمین میں زلزلے کا عذاب نازل فرما دیا۔ (فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۰ یعنی قوم شعیبؑ کو بھونچال نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

غور فرمائیے! کہ اللہ تعالیٰ نے اُس اطلاع کے ضمن میں جو آیت ۱۰۱ ۵ میں اُوپر بیان کی گئی ہے قوم شعیبؑ پر کس قدر حیرت انگیز تاریخی شہادت قائم کی ہے۔ مندرجہ بالا آیات سے حکمتی طور پر صاف واضح ہوتا ہے کہ جو قوم عناصر کو پُر امن اعمال کے بجائے تخریبی اعمال پر استعمال کرتی ہے۔ اور کائناتی کششوں کو بجائے امن و سلامتی کے تخریب کے لئے استعمال میں لاتی ہے۔ یا اُن میں کمی کرنے کی کوشش کرتی ہے وہ زلزلوں کی گڑگڑاہٹ یا ارضی رفتار کی زوردار حرکت کا شکار ہو جاتی ہے (رَجْفَةٌ)

ارتقائے انسانی کے زمانے

علم کی عطائیگی کے ضمن میں اگر ارتقائے انسانی کے مختلف مرحلوں کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو اُس کی تمام عمر فقط آٹھ مرحلوں پر منقسم کی جا سکتی ہے۔ یعنی :-

مرحلہ اوّل	یہ زمانہ رحم مادر کا ہے۔	اس کی عمر نو ماہ اور ۹ دن ہے۔
مرحلہ دوم	اِس کا زمانہ ایک سال سے پانچ تک ہے جسے زمانہ بچپن کہا جاتا ہے	اس میں خدا کی طرف سے انسان کو علم البیان عطا ہوتا ہے جیسے عَلَّمَهُ الْبَیَانَ اس پر شاہد ہے۔
مرحلہ سوم	۵ سال سے ۱۸ سال تک	اِس میں علم الحروف ذالا مداد جو محض قلم کا محتاج ہے عطا ہوتا ہے۔ اور انسان بلوغت کو پہنچتا ہے۔ جیسے عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

Marfat.com

		اس پر شاہد ہے۔
مرحلہ چہارم	غور و فکر تفقہ و تدبر اور جستجوئے علم کائنات کا زمانہ	اس میں تمام انبیائے نبوت کے اعلان سے پہلے تنہا مقامات پر پہنچ کر کائنات فطرت کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ اور انجام کار اس جستجوئے علم فطرت اور تفکر و تفقہ کے بعد خدائے تعالےٰ سے علم کتاب و حکمت کے حقدار ٹھہرتے رہے۔
مرحلہ پنجم	۰ ۴ سے ۶۳ سال تک	علم حکمت و سائنس اور کتاب خدا کی معرفتوں کے اعجازات کا انکشاف حقائق الاشیاء کے مخفی رازوں کا علم اور معجزات کا ظہور۔
مرحلہ ششم	۶۳ سال سے اس عرصہ تک جہاں فہم و فراست کا بحال رہنا ممکن ہے۔	اس میں علم حکمت و سائنس کے ساتھ ساتھ عناصر اور قدرتوں کے محاکمات اور ان کی فیصلہ کن تصویروں کا انضباط شامل ہے جو تجربات کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
مرحلہ ہفتم	ارذل العمر۔ جس کا چکر محض مرحلہ ششم میں ہوکر ختم ہو جاتا ہے۔ اور موت کے بعد نئی حیات کی تابکاری وجود میں آتی ہے۔	جب انسان اپنی فہم و فراست کو بالکل کھوکر پھر بچپنے کی طرف لوٹ آتا ہے۔ کوئی تدبر اور غور و فکر نہیں رکھتا نہ کچھ کرنے کے قابل رہتا ہے۔
مرحلہ ہشتم	حیات بعد الموت	جس کی حیثیت کا کماحقہٗ علم آگے چل کر ہوگا۔ یا اس کی تشبیہہ تابکار عناصر سے جو آٹھویں قبیلے میں آتے ہیں دی جاسکتی ہے۔

گویا انسانی قدرت کے ساتھ جن جن عناصر ارض نے تقویم پائی اور رشتہ جوڑا ان کی بتدریج ارتقاء اور بتدریج علمی ترقی مخصوص زمانوں اور عمروں کے ساتھ ہو رہی ہے۔ یہ ترتیب ہماری طرف سے از خود قائم نہیں بلکہ فطرت کے اصولوں اور ضابطوں کے تحت کی گئی ہے۔ اگر ہر فرد غور و فکر کا عادی ہو تفقہ و تدبر کو سامنے رکھے۔ جو کام کرے اُن کے نتائج کو دیکھتا جائے۔ کوئی کام عبث اور بے نتیجہ نہ کرے۔ اور اپنے فعل و کردار میں صلاحیت پیدا کرتا جائے تو وہ اپنی زلیست کے تمام مراحل کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن کیا ایک بیٹا اپنے باپ سے اور طالب علم یعنی شاگرد اپنے استاد سے علم میں سبقت لے سکتا ہے؟ کیا نئی امت کسی سابقہ امّت سے نئی قوم اپنی سابقہ قوم سے علم میں بڑھ سکتی ہے؟ نہیں بلکہ ایک آنے والا نبی سابقہ انبیاء پر اور اس کی نئی امت سابقہ امتوں پر حکمت و سائنس یا علم فطرت میں فوقیت حاصل کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہمیں علم فطرت سے ہی تلاش کرنا ممکن ہے۔

Marfat.com

ہم روزمرّہ نئے نئے مشاہدات دیکھ رہے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو انواعِ حیوانات کی کشمکشِ حیات جس میں ہماری انسانی نوع بھی شامل ہے۔ میں صرف جسمانی زور اور اس کی جارحانہ مدافعانہ قوتیں ہی کسی نوع کے قیام کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کے ارتقاء کا اصل راز صلاحیتِ کردار اور استعدادِ فہم و فراست پر ہے۔ کائنات میں انتہائی غور و فکر پر ہے۔ ایک مسلسل سعی اور پیہم مجاہدہ میں ہے۔ فطرت کے موانعات کے بالمقابل بے مثال صبر و استقلال میں ہے۔ اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کے استعمال میں ہے۔ حفظِ نفس کے بعد حفظِ کائنات میں ہے۔ استخلاف فی الارض اور غلبۂ اُمّت میں ہے۔ انہی اصولوں پر فطرت کے ضابطے مرتب ہیں۔

غور فرمائیے کہ ایک شخص اپنی صلاحیتوں اور دُوررس فہم و فراست سے ایک درخت کا بیج اپنی کامل حکمت سے زمین میں بو دیتا ہے۔ اُسے علم ہے کہ فلاں مہینہ یا مدّت تک اِس سے ننھی شاخ پھوٹ نکلے گی۔ پھر فلاں مدت کے بعد اس کی کونپل ایک مضبوط تنے کی شکل اختیار کرلے گی اس کے بعد اس کی مزید شاخیں اور اس پر لاتعداد پتے پیدا ہو جائیں گے۔ پھر فلاں مدتِ مقررہ کے بعد اس کی شاخوں پر پھول اور پھل نمودار ہو جائیں گے۔ پھر ایک مُعیّنہ مدّت کے اندر ثمر پختہ اور استعمال کے قابل بن جائیں گے۔ تب کہیں وہی قدیم بیج اپنے جیسے لاتعداد اور بیج مہیا کر کے عوام الناس کے لئے ٹھنڈی چھاؤں اور لذیذ ثمرات کا باعث بنتا رہے گا۔ اگرچہ اوّلین بیج کو بونے والا شخص اس وقت موجود نہ ہوگا۔ لیکن اس کی پُشتیں جنہوں نے اُس شجر کی مسلسل اور پیہم حفاظت اور آبیاری کی ہوگی اُس کے فوائد کے مزے اُڑائیں گی۔ سمجھ لیجئے کہ یہی حال کسی نبی یا اس کی اُمّت کا ہے۔ نبوت کا کام خدائی حکمت و سائنس کے ذریعے نسلِ انسانی کے لئے تمام صلاحیتوں کا ایک بیج بونا ہے۔ اس کے بعد یہ اُمّت کا کام ہے۔ کہ اس بیج سے پیدا ہونے والے درخت کی کماحقہٗ حفاظت اور آبیاری کرتی رہے۔ پھر نسلاً بعد نسلاً اُسے سنبھالا دے کر انجام کار اس کے لذیذ پھل اور اس کی جنّت نشان چھاؤں کا مزہ اٹھائے۔ انسانی عمر بھی اِسی قانونِ فطرت پر قائم ہے۔ یہ ایک شجر ہے جو مخصوص مدتوں کے بعد بتدریج ارتقاء کر رہا ہے اللہ تعالےٰ اِن ارتقائی مرحلوں کو اپنی کتاب میں طرح طرح سے یوں بیان فرماتا ہے۔

(۱)۔ انسان کی ذاتی قدرت ایک آواز سے پیدا ہوئی جو ارضِ کائنات کے کسی مخصوص عنصر کے چمکدار گارے سے اور پھر گارے میں خمیر سے اور پھر خمیردار گارے کے خشک ہو جانے سے (مِن حَمَاءٍ مَسْنُوْن) پھر اُس قوام پر کسی بیرونی قدرت کے اثرات سے اس طرح پیدا ہوئی جیسے ایک مٹی کے مٹکے کے کسی بیرونی دباؤ سے یکدم ٹوٹنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ (صَلْصَال) وہ بیرونی قدرتوں یعنی موجوں لہروں شعاعوں اور کششوں کے ارتعاش کا ایک اعجاز تھا۔ (آواز) جس سے ایک مبالغہ آمیز فخر کرنے والے کی گرجدار آواز کی طرح (صَلْصَالٍ کَالْفَخَّار) ایک گونج اٹھی جو ایک نئی قدرت کا باعث بن گئی۔ یہی قدرتِ انسانیہ عنصر کے جوہر یا نفس سے متعلق ہوئی اور آدم اور بشر کی صورت میں اپنے نفس کے ساتھ آدھمکی۔ اِسی آواز میں آدم کے جملہ خواص کے اعجاز موجود تھے۔ جو عالِم آدمیّت و

بشریت میں آکر اس ارضی پتلے میں فہم و ادراک۔ سماعت و بصارت وغیرہ کے عظیم الشان معجزات کا موجب بنی۔ اس کے بعد اُسے علم بیان اور پھر علم الحروف والا عداد قلم کے حکمت کشا اعجاز سے بخشا گیا۔ یہی نہیں بلکہ اُسے حکمت و فطرت کا علم بھی بخش دیا گیا۔ جسے انسانی قدر بذاتہٖ سنبھال دے سکتی تھی۔ ہمیں چاہیئے کہ خدا کی ان آیات پر مزید غور و فکر کریں۔ اور اس حیرت انگیز ارتقائے انسانی کو مزید سمجھنے کی کوشش کریں۔

۹۶ : ۵-۲۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ:۔ جس نے قدرتِ انسانیہ کو ایک دوسری قدرت سے) مُعلّق کر کے پیدا کیا۔ (قرآن حکیم و عظیم کو) پڑھو اور تمہارا پروردگار (اس کتاب اللہ کی رہنمائی میں) بڑا کریم ہے جس نے انسان کو (علم بیان کے بعد) علم قلم سے بھی نوازا (جس سے حروف اعداد اور لکیریں یا نقشے رقم کئے جاتے ہیں) (اور علم حکمت و سائنس کو حفاظت تحریر میں لا کر) انسان کو وہ علم فطرت عطا فرما دیا جس کا اُسے پہلے علم نہ تھا۔

پھر فرمایا:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

کہہ دو کیا تم نے اُنہیں (یعنی اصنام و دیوتوں) دیکھا ہے جنہیں خدا کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ تو سہی انہوں نے کون سی نئی زمین (یا زمین کا عنصر از خود) پیدا کیا ہے۔ نیز کیا اُن کی آسمانوں (کی تخلیق میں) کوئی شرکت دیکھی ہے۔ اس صحیفۂ فطرت سے پہلے کوئی اور کائنات تو دکھاؤ یا علم سے (اُس کے) کوئی آثار یا نشان ہی دکھا دو اگر تم اپنے دعووں میں کوئی ذرا سی صداقت بھی رکھتے ہو۔

گویا قانونِ فطرت کے لحاظ سے اِس دُنیا میں حیاتِ انسانی محض سات مرحلوں پر منضبط ہے۔ اور آٹھواں اُس کی تابکاری کا مرحلہ ہے۔ جس سے تخلیقِ جدید یا حیات نو ظہور میں آتی ہے۔ یہ سات مرحلے فی الحقیقت فاطرِ ارض و سمٰوٰت کی اُن حیرت انگیز حکمتوں اور صنعتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جن سے اُس ذاتِ باری تعالیٰ نے سات آسمان سات زمینیں (جو انسانی بقاء حیات کے لئے موزوں ہیں) سات رنگ اور سات آواز کی قسمیں نیز سات ہی مخصوص دن (یعنی چھ پیدائش کائنات کے اور ساتواں پیدائش انسانی کا جس کے مطابق نوعِ انسانی نے روزِ آفرینش سے لیکر آج تک ہفتے کے سات دن ہی مقرر کر رکھے ہیں) اور علم الحروف یعنی علم ابجد میں ۴ + ۳ حروف پر مشتمل علیحدہ علیحدہ قبائل بھی صاف نظر آتے ہیں۔ پیدا کر دیئے۔ اس کائنات کی فنا کے بعد آٹھواں دن (یوم قیامت یعنی کھڑا ہونے کا دن) ظہور میں آئے گا۔ اور پھر خدا کی سلطنت اِن آٹھ کے اعداد پر قائم ہو جائے گی۔ اِس ضمن میں خدا یوں مطلع فرماتا ہے:۔

Marfat.com

۶۹ : ۱۷ - وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ

یعنی قیامت کے دن رب العالمین کے چاروں طرف توانائی ہی توانائی ہوگی۔ اور وہ دن اُن پر آٹھواں ہوگا۔ (یا یہ معنے بھی لئے جا سکتے ہیں کہ اُس دن خدا کی نورانی سلطنت محض آٹھ کے عددی محاکے پر قائم نظر آئے گی) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

الغرض۔ علم البیان کے بعد خدا نے انسان کو قلم کا علم عطا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ قلم سے یا تو علمِ ابجد کے حروف کی تحریر یا علم ریاضی کے اعداد یا علم حکمت والجبری کے ڈیزائن معرضِ تحریر میں لائے جا سکتے ہیں۔ گویا کائناتِ فطرت کی نقاشی محض قلم کے اعجاز سے ہی وابستہ ہے۔ لہٰذا ہم پہلے حروفِ ابجد اور اعداد کو لیتے ہیں۔

حروفِ ابجد اور اعداد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

۹۶ : ۱ - اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۚ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کا نام لیکر (قرآنی وحی کے حروف کو) پڑھو جس نے (اس تمام کائنات کو) پیدا کر دکھایا پھر انسانی قدرت کو (کسی اور قدرت کے ساتھ عناصری تعلق سے) پیدا کیا۔ قرآن کو پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے انسان کو (علمِ بیان کے بعد) علمِ قلم بھی عطا فرمایا (یعنی حکمت و سائنس کے علم کو حقائقِ تحریر میں لانے کا) انسان کو وہ علم بھی سکھایا جو وہ پہلے جانتا ہی نہ تھا۔ (گویا اس انعام سے پہلے انسان موجود تو تھا لیکن اُسے یہ علم حاصل نہیں تھا جو اب دیا گیا ہے)

گویا یہ حروف و اعداد کی تحریر کا علم قلم سے عطا فرمایا گیا۔ لیکن ایک سوال یہ پیش ہوتا ہے کہ روزِ آفرینش میں یہ حروف اور اعداد فی الحقیقت تھے کس زبان میں؟ اور کیا وہ زبان اب بھی موجود ہے۔ اگر اسے تاریخی محاکمہ بنایا جائے تو ہمیں کوئی قدیم تاریخ حاصل نہیں اس مسئلے کا حل صرف ایک ہی نظریہ سے ممکن ہے۔ جو ہماری نگاہ میں لاجواب ہے۔ دُنیا میں آج کوئی ایسی زبان موجود نہیں جس کا ہر لفظ عربی زبان کی طرح اپنے پیچھے سہ حرفی مادہ رکھتا ہو۔ یعنی اپنا مصدر اور ماخذ ایک لاجواب ترتیب کے مطابق چھپائے پھرتا ہو۔ مزید برآں انسان کو اولین سبق عناصر کا ملا اور عناصر کی تقویم محض مادے سے ہے۔ اور اسی مادے سے کائنات میں جس اوّلین بشر کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اُسے اپنے پیچھے مادہ رکھنے والی زبان بھی عطا کی گئی تھی اور وہ محض عربی ہی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

پاکستان کے چند مشہور سائنسدان

روسی کیمیا دان جنہوں نے
عناصر کا دوری جدول
انیسوی صدی میں
مرتب کیا

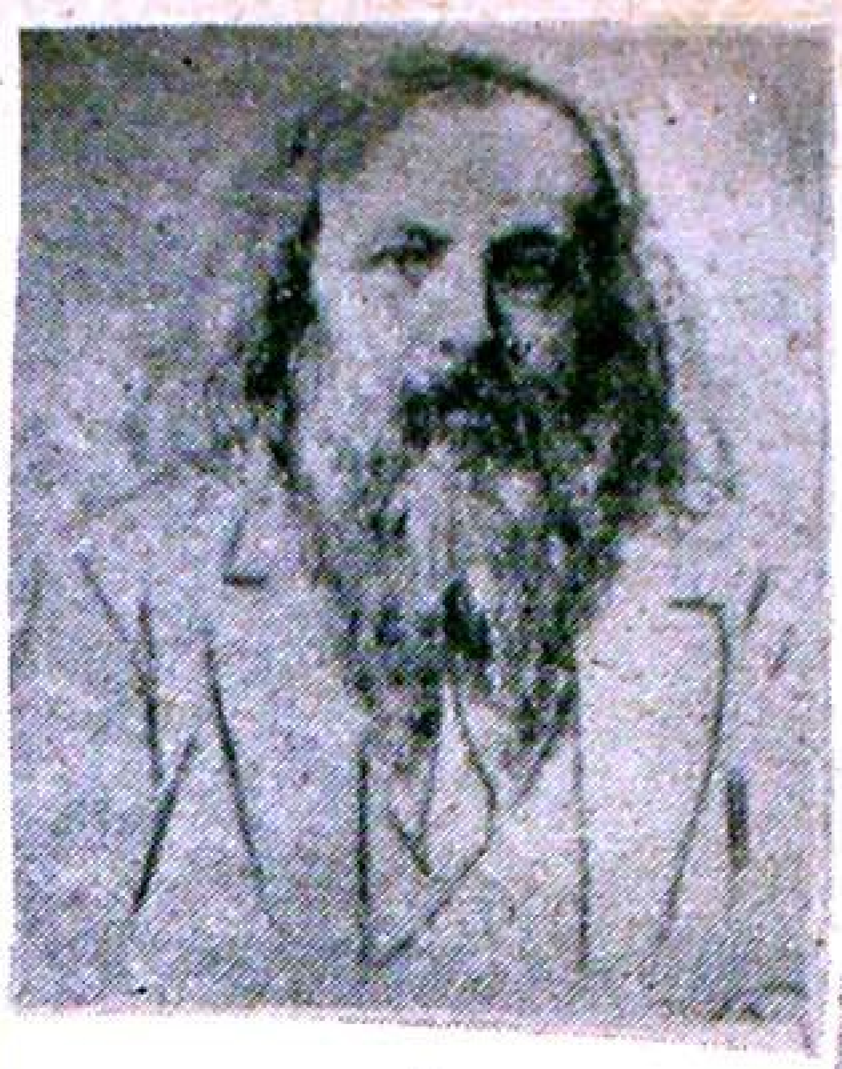

مینڈلیف

ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی ایف۔آر۔ایس

پروفیسر عبدالسلام

ڈاکٹر شفقت حسین صدّیقی

ڈاکٹر احمد کمال مرکزی تجربہ گاہ میں
تحقیقاتی کام میں مشغول ہیں

ڈاکٹر عشرت حسین عثمانی
چیئرمین پاکستان جوہری
کمیشن۔ اسلام آباد

ڈاکٹر ایم شفیع احمد ڈائریکٹر (SUPARCO)
خلائی سائنس ڈویژن

Marfat.com

Marfat.com

عربی زبان ہی حکمت و سائنس کے راز افشا کرسکتی ہے!

الغرض نوع انسانی میں سے اوّلین خلیفۃ ارض کو جہاں عناصر کا حیرت انگیز علم بخشا گیا۔ وہاں اُسے زبان بھی معجزنما عطا کی گئی جو عناصر کی حیرت انگیز حکمت کو نہ صرف افشا کرتی ہے بلکہ عناصر اور مادہ کی طرح قدیم بھی ہے۔ مغربی علمائے فطرت یہ ثابت کر چکے ہیں کہ عناصر اور مادہ کی پیدائش فی الحقیقت زمانہ قدیم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ہم اس مسئلہ کو یوں سمجھتے ہیں کہ عربی زبان بھی جس میں عناصر اور ان کے مادوں کا علم مخفی ہے تمام زبانوں سے قدیم ہے۔ اس زبان میں ہر لفظ کا ایک سہ حرفی مادہ اس کی اصل یا جڑ یا مصدر کہلاتا ہے۔ گویا اس زبان کا ہر لفظ ایک مادے کی پیداوار ہے۔ اس لئے عقلی طور پر اس بات کا اقرار کرنا ضروری نظر آتا ہے کہ مادے کی طرح عربی زبان بھی قدیم ترین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

۱۔ ۱۳ : ۳۷ ۔ اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝

ہم نے اس قرآن کو بھی عربی زبان میں نازل فرمایا (یہ اس لئے کہ انسان کو عقلمند بنانے کی زبان بھی محض عربی ہے) تاکہ تم (اِس زبان کے علم کے بعد) عقلمند بن جاؤ۔

۲۔ ۱۳ : ۳۷ ۔ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا ؕ

اور زمانہ قدیم کے طریق کار کے مطابق (کذالک) ہم نے یہ قانون اور حکمت کی کتاب بھی عربی زبان میں ہی نازل فرمائی۔

۳۔ $\frac{26}{11}$ ۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ ؕ وَاِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ؕ

یہ پیغام قرآنی بھی رب العالمین کی طرف سے روح الامین جیسی عظیم غیبی قدرت کے ذریعے واضح عربی زبان میں ہی نازل کیا گیا ہے۔ اور اولین یعنی قدیم ترین صحائف میں بھی یہی زبان استعمال کی گئی تھی (اِنَّهٗ کی ضمیر یا تو خالصتاً زبان عربی کی طرف ہے یا پیغام عربی پر دلالت کرتی ہے جس سے عربی زبان کا قدیم ترین اور اوّلین زبان ہونا اظہر من الشمس ہے۔

قرآن عظیم ہمارے درمیان سب سے سچی اور عظیم تاریخ ہے اور اُس نے خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ عربی زبان فی الحقیقت قدیم ترین زبان ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس بشر یا آدم کو اوّلیں طور پر خلیفۂ ارض بنایا گیا تھا۔ اُسے زبان عربی عطا فرما کر عرب کے موجودہ خطّے میں ہی مقام سلطنت بخشا گیا تھا۔ اس لئے جہاں عربی زبان قدیم ثابت ہوتی وہاں جزیرۃ العرب بھی اپنے نام سے قدیم ثابت ہوتا ہے۔ اَن گنت انبیاءؑ کے بعد دنیا میں آخری نبیؐ پھر عرب کے خطہ میں ہی تشریف لایا اُسے عربی زبان میں ہی کتابِ خدا حاصل ہوئی۔ لہٰذا خدا کے آخری نبیؐ کو پھر وہی قدیم یا اوّلین زبان عطا فرمائی گئی۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ عربی زبان ہی اوّل و آخر کی مصداق ہے۔

Marfat.com

صاحب مدار الافاضل نے ایک مقام پر یوں تحریر فرمایا ہے۔ کہ علم ابجد اور مروجہ علم الاعداد خدا نے روزِ آفرینش میں حضرت آدمؑ کو عطا فرمایا۔ (غیاث اللغات) لہٰذا قرآنی اطلاع کے مطابق ہم اسی نظریہ کو یقینی سمجھتے ہیں۔ اور ابجد کے حروف اور اعداد کو جدول ذیل میں علی الترتیب پیش کرتے ہیں۔

علم ابجد میں حروف کے قبائل اور ان کی عناصری ترتیب

حروف		اعداد	ہر لفظ کے صنعتی حروف	نمبر قبیلہ
اَب	ا =	۱		
	ب =	۲	۲ حروف	
حَد =	ج =	۳	+ ۲ حروف	= قبیلہ اوّل
	د =	۴	۴ حروف	
ہَوّز =	ہ =	۵		
	و =	۶	۳ حروف	= قبیلہ دوم
	ز =	۷		
حُطیِ =	ح =	۸		
	ط =	۹	۳ حروف	= قبیلہ سوم
	ی =	۱۰		
کلمن =	ک =	۲۰		
	ل =	۳۰	۴ حروف	= قبیلہ چہارم
	م =	۴۰		
	ن =	۵۰		
سعفص =	س =	۶۰		
	ع =	۷۰	۴ حروف	= قبیلہ پنجم
	ف =	۸۰		
	ص =	۹۰		
قُرشت =	ق =	۱۰۰		
	ر =	۲۰۰		

Marfat.com

ش = ۳۰۰
ت = ۴۰۰ } ۴ حروف = قبیلہ ششم

ثخذ = ث = ۵۰۰
خ = ۶۰۰
ذ = ۷۰۰ } ۳ حروف / کل ۷ حروف = قبیلہ ہفتم
جو قبیلہ ہفتم پر مشتمل ہو جاتا ہے

قبیلہ ہفتم پھر ششم میں مدغم ہو جاتا ہے۔

ضظغ = ض = ۸۰۰
ظ = ۹۰۰
غ = ۱۰۰۰ } ۳ حروف = قبیلہ ہشتم

گویا ۴ قبیلے چار حرفی اور چار قبیلے تین حرفی ہیں۔

مندرجہ بالا حروف، اعداد، الفاظ اند قبائل کو بغور دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حروف اور اعداد میں آٹھ قبائل نظر آتے ہیں یعنی حروف ۲۸ اور اعداد کا کل مجموعہ ۵۹۹۵ ہے۔ جن کے جمل کبیر سے پھر ۲۸ کا عدد نکلتا ہے۔ اور اعداد کا شمار ایک ہزار تک پہنچتا ہے۔ گویا

اوّل۔ حروف اور اعداد کے لحاظ سے فی الحقیقت ایک حیرت انگیز محاکمہ ۲۸ کا پیدا ہوتا ہے۔

دوم۔ ہر قبیلہ میں چار حروف یا تین حروف ہیں گویا ان میں ۴ + ۳ = ۷ کا ایک حیرت انگیز محاکمہ قائم ہوتا ہے۔

سوم۔ علیٰ ہذالقیاس ۴ × ۳ = ۱۲ کا بھی ایک حیرت انگیز محاکمہ پیدا ہوتا ہے۔

چہارم۔ ۱۰۰۰ تک کے اعداد کی تخصیص ثابت ہوتی ہے۔

پنجم۔ ۴ - ۳ = ۱ کا ایک عدد قائم ہوتا ہے۔

ششم۔ ۴ ÷ ۳ سے ایک ہی حاصل تقسیم اور ایک ہی باقی بچتا ہے۔

ہفتم۔ ۴ + ۴ قبائیلی تخصیص کے تحت ۸ کا عدد پیدا ہوتا ہے۔

ہشتم۔ ۳ + ۳ سے ۶ کا عدد قابل غور ہے۔

ہم نے علمِ ابجد کے تمام حروف اور اعداد کا تجزیہ ہر لحاظ سے پیش کر دیا ہے۔ اس پر غور و فکر کی ضرورت اِس لئے محسوس ہوتی ہے۔ کہ یہ علم انسان کو کائنات اور اس کی حکمتوں کے کئی محاکمات پیش کرتا ہے۔ دینِ فطرت یا دینِ قیم کی تعریف جو قرآن حکیم میں موجود ہے۔ وہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہے۔

۹ : ۳۶ - اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬

خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں۔ یعنی اس روز سے کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو (یعنی اس کائنات کو) پیدا کیا۔ صحیفۂ قدرت میں برس کے بارہ مہینے ہی لکھے ہیں۔ ان میں سے چار ادب و احترام کے ہیں یہی دین قیم ہے (جو روزِ ازل سے نافذ ہے) گویا کتاب اللہ میں یہ چند اعداد دینِ قیّم کی تشریح کے لئے ہیں۔ اب ہم مندرجہ بالا آٹھ شقوں کی تشریح عام فہم پیش کرتے ہیں :۔

اوّل - ۲۸ کا عدد = ارضی قمر کی ۲۸ منزلوں کو پیش کرتا ہے۔ یعنی منزل شرطین۔ منزل بطین۔ منزل ثریّا۔ منزل دبران منزل ہقعہ۔ منزل ہنعہ۔ ... ۔ منزل وزاع۔ منزل نسرہ۔ منزل طرفہ وغیرہ وغیرہ + گویا یہ عدد علمِ نجوم سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا علمِ کائنات سے گہرا تعلق ہے۔

دوم = ۷ کا عدد = ہفتہ کے دنوں کی تعداد۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا نظریہ رنگ و آہنگ کے سات مشاہدات وغیرہ کو ثابت کرتا ہے۔

سوم = ۱۲ کا عدد = سال بھر کے بارہ مہینوں کو پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیت کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

چہارم = ۱۰۰۰ کا عدد = ہمارے سالوں کی نسبت سے خدا کے ایک دن کو پیش کرتا ہے۔ جیسے خدا نے فرمایا ہے۔

وَ اِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ﴿۴۷ : ۲۲﴾

اور تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک دن تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار برس کا ہے۔

پنجم = ۴ منفی ۳ = یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر عنصر کے جوہر پہ کار فرما چار قدسیہ قدرتوں میں سے اگر باہر کی تین قدسیہ قدرتوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو باقی اصل ذرہ مرہ قدرتِ قدسیہ جبریل رہ جاتی ہے۔ گویا ہر عنصری جوہر کے نیوکلس کا اصل مرکزی جوہر ثابت ہوتا ہے۔

ششم = ۴ ÷ ۳ سے حاصل تقسیم ایک کو ابتدائی عنصر کے جوہر پہ قدرتِ قدسیہ جبریل یعنی پروٹان کی قدر کو حاصل تقسیم کے بعد باقی بچ رہنے والے عدد ایک کو قدرت قدسیہ میکائیل یعنی نیوٹران کی قدر کو پیش کرتی ہے۔ یا اوّلین عنصر ہائیڈروجن کے الیکٹران یعنی قدرتِ قدسیہ اسرافیل کی مقدار کو پیش کرتی ہے۔ گویا یہ اوّلین عنصر کے جوہر کی کمیت کو واضح کرتی ہے۔

ہفتم = ۴ + ۴ = ۸ کی تعداد عناصر کے آٹھ قبائل کو پیش کرتی ہے۔

ہشتم = ۳+۳ = ۶ کی تعداد کائنات کی تقویم کے خدائی چھ ایام کو واضح کرتی ہے۔ جیسے خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

(ہم نے زمین و آسمان یعنی تمام کائنات کو چھ طویل المیعاد دنوں میں پیدا کیا۔)

گویا یہ آٹھ شقیں محض کائنات اور اس کے عناصر کے محاکمات کو واضح کرتی ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ اعداد اور حروف پر مشتمل نظر آتی ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ نوعِ انسانی پر اوّلین علم کی عطائیگی فی الحقیقت اُنہی محاکمات پر مشتمل تھی۔ جن سے ابن آدم کو اس کائنات میں واسطہ پڑ سکتا تھا۔ یا جو محض حکمت کے علم پر مشتمل تھے۔

کیا عناصر میں فی الحقیقت آٹھ قبائل ہیں

علم ابجد کے آٹھ عظیم الشان محاکمات کے بعد اُس کے آٹھ قبائل اور اُن کی افقی ترتیب کا محاکمہ مزید غور طلب ہے۔ ظاہر ہے کہ آٹھ محاکمات میں سے چار محاکمات زمانے کی مدّتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بقایا چار عناصر اور ان کے جوہروں کے حیرت انگیز محاکمات سے وابستہ ہیں۔ جن کی وضاحت از بس ضروری نظر آتی ہے۔ یہاں صرف عناصر کے آٹھ قبائل کی عجیب مماثلت اور ان کے آپس میں گہرے تعلق پر بحث کی جائے گی۔

روس کے مشہور سائنسدان ڈمتری منڈلیف (MR. DIMITRI MENDELYEEV) کی عناصر کے متعلق تحقیقات کے نتیجہ کو بیان کر دینا خلافِ موضوع نہ ہوگا۔ اپنی تحقیقات میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ عناصر مختلف قبائل پر مشتمل ہیں اگر اُنہیں جوہری اوزان کے مطابق ترتیب دیا جائے تو ایک وقفے کے بعد آنے والے تمام عناصر کے طبیعی اور کیمیائی خواص میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ گویا پہلی صف میں دو عناصر ہیں۔ یعنی ہائیڈروجن اور ہیلیئم اس کے بعد آٹھ آٹھ کے دو دَور ہیں پھر ہر اٹھارہ عناصر کے بعد وہی خواص ظاہر کرتے ہیں اور اُفقی ترتیب میں ہر عنصر میں سابقہ عنصر سے ایک الیکٹران یعنی منفی برقیرہ زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ مشابہت لازمی طور پر الیکٹران کی کسی پائیدار ہیئت کے باعث ہے جو بار بار ظاہر ہوتی ہے۔"

اگر فی الحقیقت ہمارے اَب یعنی حضرت آدمؑ کو عناصر کے نام اور اُن کی ماہیت کا علم بخشا گیا اور انہیں علم قلم کے لئے حروفِ ابجد اور اعداد کی خاص ترتیب بھی دی گئی تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا کا کوئی علم حکمت و سائنس سے خالی نہیں۔ حروفِ ابجد کی ترتیب میں بھی کوئی نہ کوئی حکمتی راز مستور ہے۔ اور ان کے قبائل کی تعداد میں بھی کوئی نہ کوئی سائنس کا بے مثال محاکمہ کارفرما ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ روسی یا مغربی علمائے فطرت کے پیش کردہ عناصری نظریات بالکل دُرست ہیں۔ لیکن ہم ان پر غور و فکر کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتے کہ مغربی قوموں نے کائنات کی تحقیقات اور عناصر کے خزانوں کو بہت حد تک چھان مارا ہے۔ اُن کے پاس عناصر اور اُن کے جوہروں کی تحقیقات کے لئے اس قدر لطیف آلات موجود ہیں کہ عقل انگشت بدنداں ہے۔ آج انہوں نے عناصر کے اعمال کو بہت حد تک نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے بلکہ اَب وہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ عناصر میں فی الحقیقت ایک عظیم الشان درجہ بندی ہے اور اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا کے تحت عناصر کی گنتی اُن کے نمبر شمار اور مخصوص عدد بھی مقرر ہیں۔ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ کے تحت عناصر اور اُن کے ہمجا بھی موجود ہیں۔ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ یعنی ہر عنصر اپنے اپنے اندازے میں مخصوص کمیت رکھتا ہے اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ یعنی ہر عنصر اپنی جداگانہ ذات میں متحد الاصل اور مضبوط ہے۔ نیز کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ یعنی تمام عناصر کا وزن مخصوص اور مقدار کمیت بھی مقرر ہے۔ نہیں بلکہ تمام عناصر کو پیدا کر کے اُن کی حیرت انگیز مقداریں

Marfat.com

اور اوزان بھی خدا نے ہی مقرر کر رکھے ہیں (وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا) وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے کوئی مسلمان محقق جو قرآنی حکمت کو بہت قریب سے سمجھنے کا دعویدار ہے۔ مغرب کی اس تحقیقات پر بغیر مزید علمی تحقیقات کے کیونکر حرف گیری کر سکتا ہے؟

ہمارے نزدیک علمِ ابجد کے تحت عناصر کے مندرجہ ذیل قبائل ترتیب پاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ علم ہمارے مورثِ (اَب) کے بعد اُس کی عظمت (جد) کا نصب العین ہے۔ اس لئے اس علم کو علم ابجد کے نام سے پکارا جاتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ علم ابجد کے لحاظ سے قبائل کی حیرت انگیز صنعتی ترتیب جو ہم ذیل میں دے رہے ہیں۔ فی الحقیقت نوعِ انسانی کے لئے بے حد حکمت آموز ثابت ہو سکتی ہے۔

عناصر کے قبائل کی حکمتی ترتیب

قبیلہ اوّل۔ اَب = ۲ عناصر = دو حروف پر مشتمل ہے۔ جس میں دو عناصر ہیں۔ جو آخری پائیدار عنصر یورانیم کی تابکاری اور موت کے بعد یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اپنے پیچھے سیسے کا فضلہ چھوڑتے ہیں۔ یعنی ہائیڈروجن اور ہیلیم

(1) HYDROGEON (2) HELIUM.

قبیلہ دوم۔ جدْ = ۲
هَوَز = ۳
حُطِیْ = ۳

} کل ۸ عناصر = یہ قبیلہ آٹھ عناصر پر مشتمل ہے اور مختصر وقفہ کی عمر رکھتا ہے۔

(3) LITHIUM (4) BERYLLIUM (5) BORON (6) CARBON

(7) NITROGEN (8) OXYGEN (9) FLUORINE

(10) NEON — TOTAL = 8.

قبیلہ سوم۔ کلمن = ۴
سعفص = ۴

} ۸ عناصر = یہ قبیلہ بھی ۸ عناصر پر مشتمل ہے اور مختصر وقفہ کی عمر رکھتا ہے۔

(11) SODIUM (12) MAGESIUM (13) ALUMINIUM

(14) SILLICON (15) PHOSPHORUS (16) SULPHUR

(17) CHLORINE (18) ARGON — TOTAL = 8.

قبیلہ چہارم۔ ھوز = ۳
حُطِیْ = ۳
کلمن = ۴

} ۱۸ عناصر = چونکہ قبیلہ سوم کا آخری عنصر ص پر ختم ہوتا تھا جس کے اعداد ۹۰ ہیں اور کائنات کے کل پائیدار عناصر ۹۲ ہیں جو انتہا کو پہنچ کر تعاملی زنجیر کے ذریعے اب ہیں داخل ہوتے ہیں اور کل تعداد کو ۹۲ کر دیتے ہیں۔ اس لئے قبیلہ سوم

Marfat.com

سعفص = ۴
قُرشت = ۴

کی ترتیب کے بعد مسلسل ایزادی ممکن نہیں لہٰذا عناصر کا قبائلی سلسلہ اَب اور جد کے سلسلہ کے بعد پھر ھوز سے شروع ہوگا اس طرح ہر قبیلہ پانچ پانچ نسبتی قبیلوں پر مشتمل ہوجاتا ہے۔ اور ہر ایک میں ایک ایک الیکٹران بڑھتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا قبیلہ چہارم طویل المیعاد عناصر کی صف میں شامل ہے جس میں ۱۸ عناصر ہیں۔

(19) POTASSIUM (20) CALCIUM (21) SCANDIUM
(22) TITANIUM (23) VANADIUM (24) CHROMIUM
(25) MANGANESE (26) IRON (27) COBALT
(28) NICKEL (29) COPPER (30) ZINC
(31) GALLIUM (32) GERMANIUM (33) ARSENIC
(34) SELENIUM (35) BROMINE (36) KRYPTOM. TOTAL: 18.

قبیلہ پنجم۔ حُطّی = ۳
کلمن = ۴
سعفص = ۴
قرشت = ۴
ثخذ = ۳
۱۸ عناصر

یہ بھی طویل المیعاد عناصر کی صف میں شامل ہیں۔

(37) RUBIDIUM (38) STRONTIUN (39) YTTRIUM
(40) ZIRCONIUM (41) NIOBIUM (42) MOLYBDENUM
(43) ...... (44) RUTHENIUM (45) RHODIUM
(46) PALLADIUM (47) SILVER (48) CADMIUM
(49) INDIUM (50) TIN (51) ANTIMONY (52) TELLURIUM
(53) IODINE (54) XENON. TOTAL = 18.

قبیلہ ششم۔ کلمن = ۴
سعفص = ۴
قرشت = ۴
ثخذ = ۳
ضظغ = ۳
۱۸ عناصر

اس کے بعد اسی قبیلہ ہفتم پیدا ہوجاتا ہے جو حکمتی لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔ لہٰذا اس کی ترتیب اس قبیلہ کے بعد دی جائے گی۔

یہ بھی طویل المیعاد عناصر کی صف میں ہے لیکن اس قبیلہ کے چار عناصر کے بعد معاً قبیلہ ہفتم شروع ہوجاتا ہے جو غالباً کسی حکمتی راز پر مبنی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ قبیلہ ششم سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے کیونکہ اُس کے بعد پھر قبیلہ ششم شروع ہوجاتا ہے۔

(55) CACSIUM (56) BARIUM (57) LANTHANUM

Marfat.com

(58) CERIUM ——————

(73) TANTALUM (74) TUNGSTEN (75) ....

(76) OSMIUM (77) IRIDIUM (78) PLATINUM

(79) GOLD (80) MERCURY (81) THALLIUM (82) LEAD

(83) BISMUTH (84) ...... (85) .... (86) RADON

TOTAL = 4+14 = 18

(۵۹ - ۷۲)

یہ قبیلہ قبیلہ ششم کا نسبتی ہے جو اپنے خواص کے تحت اُلٹے سرے سے ترتیب پاتا ہے۔ اور اپنے ایٹمی نمبروں کے تحت ۵۹ لغایت ۷۲ نمبر شمار تک اعداد رکھتا ہے۔ اور پھر اپنی تعاملی زنجیر کی وجہ سے حیرت انگیز طور پر قبیلہ ششم میں شامل ہو جاتا ہے اس طرح قبیلہ ششم و ہفتم کے کل عناصر کی تعداد ۳۲ بن جاتی ہے۔

قبیلہ ہفتم۔ ضظغ = ۳
ثخذ = ۳
قرشت = ۴
سعفص = ۴
} ۱۴ عناصر =

(59) PRASEODYMIUM (60) NEODYMIUM (61) ......

(62) SAMARIUM (63) EUROPIUM (64) GADOLINIUM

(65) TERBIUM (66) DYSPROSIUM (67) HOLMIUM

(68) ERBIUM (69) THULIUM (70) YTTERBIUM

(71) LUTECIUM (72) HAFNIUM. TOTAL = 14

قبیلہ ہشتم۔ ثَخَذ = ۳
ضظغ = ۳
} کل ۶ عناصر =

پھر سابقہ ترتیبی تسلسل کے تحت افقی ترتیب قائم کرتا ہے اور اس طرح پائیدار عناصر کی کل تعداد ۹۲ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر الٹ کر ابجد کی طرف لوٹ کر آجاتا ہے۔

(87) ..... (88) RADIUM (89) .....(90) THORIUM

(91) .... (92) URANIUM.

گویا عناصر کی کل تعداد ان آٹھ قبائل میں ۹۲ ہے۔ اور ان کے نمبر ایک مستقل تعاملی زنجیر کی کڑیوں کی مانند چل رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی ارتقا آخری زینے پر پہنچ کر تھیورم نمبر ۹۰ و نمبر ۹۱ اور پھر یورانیم نمبر ۹۲ پر ختم ہو جاتی ہے۔ جن کی میعاد شکست یا نصف زندگی حکمائے مغرب کے نزدیک ۴،۵ ارب سال اور ۱۶ ارب سال ہے۔ اس طرح یہ سب سے بھاری اور پائیدار عناصر اپنی آخری عمر کو پہنچ کر حرارت سے خود بخود شق ہو جاتے ہیں اور اس طرح اپنی

Marfat.com

تابکاری کے بعد ہائیڈروجن عنصر ۱ پھر ہیلیم ۲ میں زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ جو مغربی حکماء کے نزدیک شمسی توانائی کے اہم اجزاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ اشیاء کے اس زوال اور اُن کی تعالیٰ زنجیر کے متعلق حسب ذیل حکمتی اعلان فرماتا ہے۔

۳۶ : ۶۸ - وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ۝

اور جو اپنی طویل عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کو پھر پیدائش میں نئے سرے میں اُلٹا دیتے ہیں تو کیا یہ بے علم لوگ حکمتِ خداوندی سے عقل و شعور حاصل نہیں کرتے ؟

اگرچہ مندرجہ بالا جدول عناصر کے ایٹمی نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے بادی النظر میں ایک صنعتی ترتیب نظر آتی ہے۔ لیکن اگر عناصری قبائل کی ترتیب فی الحقیقت فطرتِ خداوندی کے تحت یہی ہے۔ تو عناصر کے ایٹمی نمبروں اور ان کے اوزان سمجھنے کے لئے علم ابجد کی یہ جدول خواہ وہ کسی نظر میں صنعتی ہی نظر آئے کم از کم قابلِ غور اور باعثِ تحقیقات ضرور ہے۔ بہرحال اب یعنی باپ اور جد یعنی اُس کی عظمت کردار کا علم عناصر کے حکمتی علم سے کچھ اس قدر مماثل نظر آتا ہے۔ کہ مغرب کے علمائے حکمت و سائنس بھی انگشت بدنداں رہ جائیں۔ خدا کا یہ ارشاد پھر ہمارے عقل و شعور کو چونکا دینے کے لئے کافی ہے۔ یعنی مَنْ يُّرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا گویا جو اپنی انتہائی تابکاری کے بعد اپنی عمر کی انتہائی طوالت کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ علم عناصر پر عبور رکھنے کے باوجود اس علم سے ناواقف بن جاتا ہے۔ یعنی زوال پذیر ہو کر اپنے بچپنے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اسی نظریہ عروج و زوال کو مشرق کے قدیم علمائے حکمت نے یوں منشرح فرمایا تھا۔

هُوَ إِنْشَاءُ الشَّيْءِ حَالًا فَحَالًا إِلَىٰ حَدِّ التَّامِ۔ خدا ہی ایک عنصر کو ارتقاء سے دوچار کرتا ہے یعنی ایک حال و کیف سے دوسرے حال و کیف میں نشوونما دے کر اُسے اپنی عمر کے حدِّ کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کے بعد اس کا زوال یقینی ہے۔ ہماری نگاہ میں عناصر کی تمام حکمت و سائنس میں علمِ کیمیا کے نظریات کی جان یہی فارمولا ہے جسے مغرب نے چوری چھپے اپنے نظریات میں داخل کر لیا ہے۔

اب ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ روزِ آفرینش میں علم ابجد ہی ہمارے باپ حضرت آدمؑ کو بذریعہ وحی عطا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ صلحاء اور اولیاء اللہ نے اس علم سے بے شمار کام لئے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں اس علم سے نہ صرف علمِ الجبرا۔ ریاضی اور اقلیدس کے کئی مسائل حل فرمائے بلکہ اسی علم کے طفیل عناصر کی حکمت و سائنس کے کئی محاکمات اُمتِ مسلمہ کے حوالے فرمائے۔ اگر أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا کی مشہور روایت فی الحقیقت رسالت مآب کی حدیث میں شامل ہے۔ تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالمؐ جن کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور جن کے نام کے اعداد ابجد کے لحاظ سے ۹۲ کے عدد پر مشتمل ہیں۔ فی الحقیقت علم حکمت و سائنس کے شہر تھے۔ شہر کا لفظ بدیہی طور پر عناصر سے منسوب ہو سکتا ہے۔ اور عناصر کے علم کے لئے اگر کوئی

Marfat.com

دروازہ حصول متعین کیا جا سکتا ہے۔ تو وہ خلافتِ راشدہ کے آخری امیر حضرت علیؑ کرم ہی ہو سکتے ہیں۔ ان کے بعد شہر میں پہنچنے کے لئے تین اور دروازے سامنے آئیں گے حتیٰ کہ تمام شہر کی ماہیت کا علم ممکن ہو جائے گا۔ اسی نہج سے ہمارے نزدیک جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سرِ کائنات ہیں۔ وہ کائنات کے ۹۲ پائیدار عناصر کو اپنے وجود میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ گویا اگر عناصر اور ان کے نور کی تخلیق قدیم ہے۔ تو جنابِ رسالت مآب صلعم اپنے نور کے حساب سے قدیم ترین ہستی ہیں۔ اگر یہ ۹۲ کا مجسمۂ ظہور میں نہ آتا تو کائنات کا وجود ممکن نہ ہوتا۔ (لولاک لما خلقت الافلاک) الغرض اس کائنات کا تمام کھیل ۹۲ کے عدد پر چل رہا ہے۔

۹۲ عناصر کے بعد جو عناصر ممکنات میں آسکتے ہیں وہ فی الحقیقت ناپائیدار ہیں

مغربی علمائے حکمت نے آج ۹۲ پائیدار عناصر کے بعد کئی مزید عناصر کا پتہ بھی دیا ہے۔ لیکن اُن کے متعلق ان کا اپنا نظریہ یہ ہے کہ یہ سب ناپائیدار عناصر ہیں۔ سائنسی ارتقاء اب تک عناصر کی تعداد یکصد چار تک لے جا چکی ہے۔ اگر ہم غور و فکر سے کام لیں تو عربی زبان میں کسی لفظ کی ادائیگی میں خود بخود زبر زیر پیش شد ساکن وغیرہ کے اعراب پیدا ہو جاتے ہیں بظاہر یہ اعراب کوئی حرف نہیں لیکن ان کے بغیر کسی لفظ کا تلفظ ممکن نہیں۔

اس لحاظ سے اگر مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ پر پیش زبر شد زبر اور دو الٹی سیدھی پیش کو لکھ دیں تو اس نام کا صحیح تلفظ سامنے آجائے گا۔ لیکن بظاہر اگر یہ اعراب نہ بھی نہ ہوں تو ایک عالم لازماً خود بخود اسے صحیح دہرائے گا۔ اگر اس عظیم نام پر اُوپر ہی اُوپر آنے والے اعراب کے اعداد کا تعین بھی ممکن ہو جائے۔ تو ہمیں ایسے ناپائیدار عناصر کی تعداد بھی صحیح طور پر معلوم ہو جائے گی جس کی تحقیق علمائے مغرب کر رہے ہیں۔ بہرحال ہم دھڑلے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نام پر یہ ناپائیدار اعراب اُن ناپائیدار عناصر کی تعداد کو پیش کرتے ہیں جو کامل تجربات و مشاہدات کے بعد ہی حیطۂ علم میں آسکتی ہے۔

ہم نے مندرجہ بالا سطور میں جہاں عربی زبان کو قدیم ترین زبان ثابت کر دیا ہے وہاں علم ابجد کو بھی ایک قدیم حکمتی علم ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ موجودہ دور میں سامنے آنے والی انجیلِ مقدس کی ایک مثال بھی یہاں بیان کر دینا خالی از غور و فکر نہ ہو گا۔ مکاشفہ ۱۸/۱۳ میں لکھا ہے:۔

حکمت کا یہ موقعہ ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶) ہے۔

Marfat.com

خدا اِس کائنات کا خالق ہے باپ نہیں

خدائے تعالےٰ کی پیدا کردہ جن عظیم قدرتوں نے عناصر کے حیرت انگیز اعجازات کے لئے ایک عظیم الشان لیبارٹری کو جنم دیا۔ وہ خود خدا نہیں تھی۔ وہ فی الحقیقت خدا کی مخلوق تھی جس کے کل پُرزے عناصر اور ان پر عمل پیرا مختلف قدرتیں اور توانائیاں تھیں۔ عناصر موجود تھے۔ لیکن یہ کائنات موجود نہ تھی۔ ظلمت تھی لیکن نور نہ تھا۔ موت تھی لیکن حیات نہ تھی۔ خدائے تعالیٰ نے ظلمت میں مستور مردہ عناصر سے حیات پیدا کرنے کے لئے مختلف قدرتوں اور توانائیوں کو ایک عظیم الشان طریقۂ تخلیق سے جنم دیا۔ پھر اُن توانائیوں اور عناصر میں ایک رشتہ قائم کر کے حکمت و سائنس کے اعجازات یوں پیش فرمائے کہ یہ ساری کائنات محض کُن کے معجز نما بٹن کے دبانے سے معرضِ وجود میں آتی گئی۔ اس میں لاتعداد شمسی اور قمری کرّوں کی پیدائش اور اُن میں گوناگوں مخلوق پیدا ہوتی گئی۔ ایک ٹیکسٹائل مل کی طرح جس میں ایک طرف سے روئی ڈالی جاتی ہے اور دوسری طرف سے کپڑا تیار ہو کر خود بخود باہر نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیبارٹری میں عناصر کو ڈال کر یہ مختلف مظاہر اور لاتعداد مخلوق پیدا کر دکھائی۔ جس طرح ایک مشینری کا موجد اُس کے تمام کل پُرزوں اور اس کے تمام اعمال و کردار کو انتہائی مراحل تک بخوبی جانتا ہے۔ اُسی طرح خدائے بے مثال جو فی الحقیقت خلّاق عظیم تعالےٰ ہے۔ کو اس کا باحد کمال علم تھا۔ کہ یہ لیبارٹری انجام کار کیا کیا پیش کرے گی۔ خدا کا اِس کائنات پر کہیں بالواسطہ اور کہیں بلاواسطہ کنٹرول قائم ہو گیا۔ اور انسانی قدرت سے پیدا شدہ آدم کو اِس ارض پر خلیفہ اور حاکم بنا کر اس لئے بھیجا گیا کہ وہ ہر آن مومن بنا رہے۔ کائنات کی سلامتی اور اس میں امن و امان پیدا کئے رکھنے پر مامور رہے عناصر کے اعمال پر نظر رکھے۔ آگ کو دیکھے کہ وہ ہر آن جلا دیا کرتی ہے۔ سردی کو زیرِ نظر رکھے کہ وہ اِنجماد کا باعث ہے، پانی کے عناصر کو دیکھے کہ ان میں حیات مضمر ہے۔ بجلیوں کو نگاہ میں رکھے کہ اُن سے جہاں حیات نمودار ہوتی ہے۔ وہاں تہس نہس کا بازار بھی گرم ہو جایا کرتا ہے۔ اِن تمام عوارضات اور اعجازات کو سامنے رکھ کر متقی بنا رہے۔ یعنی ہلاکت سے بچنے کے اسباب اور حیات کو اُجاگر کرنے کے سامان بناتا رہے۔ اِس طرح جہاں وہ خود امن و سلامتی کا ضامن قرار پائیگا۔ وہاں کائنات کی سلامتی اور اس کے امن کو بھی پیدا کئے رکھنے میں پیچھے نہ رہے گا۔ خلیفۃ الارض کے فرائض یہی تھے۔ کہ وہ سلامتی امن اور اتقاء کا علمبردار بنا رہے۔ اور بتدریج ارتقاء کر کے اِس تمام کائنات پر چھا جائے۔ اُسے اپنے تحکم میں لے لے اُسے سر کر کے مسخّر کرے۔ پھر جہاں چاہے جائے۔ اور اُس سے جو چاہے کام لے۔ یاد رکھیئے کہ از روئے قرآنِ عظیم و حکیم خدائی حکمت میں :۔

(۱) تمام عناصر کے عدد یا نمبر شمار مخصوص ہیں۔ (۲۸ : ۷۲) وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا

(۲) تمام عناصر کی تفصیل موجود ہے۔ (تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝)

(۳) تمام عناصر کا بیان موجود ہے۔ (۱۶ : ۷۹) تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔

(۴) تمام عناصر کی عمروں اُن کی توانائیوں اُن کی کمیتوں اور وزنوں کے اندازے موجود ہیں۔

Marfat.com

(۱۳ : ۸) - وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ - (۲۵ : ۲) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ہ
(۵۴ : ۴۹) اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ہ

(۵) تخلیقِ عناصر کا محاکمہ عجیب تر ہے۔ (۳۲ : ۹) اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ

(۶) تمام عناصر اپنی اپنی اکائی میں متحد الاصل ہیں۔ (۲۷ : ۸۸) صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ہ

(۷) تمام اجسام کی تخلیق عناصر سے ثابت ہوتی ہے۔ (۱۶ : ۴۸) (خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ)

(۸) ہر عنصر کا ہمجا عنصر بھی ہے۔ (۵۱ : ۴۹) وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہ

(۹) مادہ جو عناصر کی پیداوار ہے فانی ہے۔ لیکن وہ توانائیاں جو ربِ ذوالجلال والاکرام کی طرف سے عناصر کی اصل ذات کو پیش کرتی ہیں۔ باقی رہنے والی ہیں۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ہ لہذا انسان بھی ایک توانائی کا نام ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا کی صف میں شامل ہے یعنی وہ ہمیشہ کی زندگی سے سرفراز ہونے والا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ سائنسی اصطلاحات کیا ہیں؟

انسانی تحقیق!

سالمہ - وہ چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ جو کئی ایٹموں کا مجموعہ ہو اور کائنات میں کھلے طور پر رہ سکتا ہو۔ خواہ اُس میں ایک ہی عنصر کے ایٹم ہوں یا (اُسی قبیلہ کے) کئی عناصر کے ایٹم موجود ہوں۔ سالمات صرف عناصری قبائل کے ایٹموں پر علیحدہ علیحدہ قائم ہوتے ہیں اور اپنے قبائل سے ہٹ کر دوسرے عناصر کے ایٹموں سے مخلوط نہیں ہوتے۔

عام پانی - عام پانی میں سالمہ کی مقدار حسب ذیل ہے۔
۲ حصّے ہائیڈروجن اور ایک حصّہ آکسیجن

ہائیڈروجن - جس کا عربی میں ھَائی یا ھَاوِیَ نام ثابت ہوتا ہے۔ جس سے ھَاوِیَۃ بنتا ہے۔ دنیا کے تمام عناصر میں سے ہلکا عنصر ہے۔

آکسیجن - ہائیڈروجن کے ایٹم سے سولہ گنا بھاری ہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن سے بجلی کی رَو گذارنے سے ایک دھماکہ پیدا ہوتا ہے اور فوراً بعد دو گیسیں آپس میں مل کر پانی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس پانی میں برقی رَو گذارنے سے پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن دو گیسوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔

ہَوا - ایک مادی شے ہے جو وزن رکھتی ہے۔ جگہ گھیرتی ہے اور مزاحمت بھی کرتی ہے۔ لیکن بذاتِ خود کوئی واحد عنصر نہیں

Marfat.com

نہ مرکب بلکہ کئی گیسوں کا آمیزہ ہے۔ جن میں سب سے زیادہ مقدار نائٹروجن اور آکسیجن کی ہے۔ کاربن ڈائی آکسائڈ آرگان اور دوسری جامد گیسیں بھی تھوڑی مقدار میں موجود ہیں۔ آبی بخارات امونیا اور اوزون (OZONE) نہایت ہی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ نیز ہوا میں خاکی ذرات اور مختلف قسم کے جراثیم بھی موجود ہیں۔

آگ یعنی حرارت اور سردی۔ سرے سے مادی چیزیں نہیں ہیں بلکہ وہ ایک عمل کے بعد ظہور میں آتی ہیں۔ **طین** عربی میں عناصر کے اُن ذرات کا نام ہے جو نمی رکھتے ہوں۔

یورانیم۔ تمام پائیدار عناصر میں سے بھاری عنصر ہے جس کا ایٹمی نمبر ۹۲ ہے۔

قلب ماہیت۔ جوہر کا وہ اندرونی حصہ جس میں بے حد و حساب توانائی مستور ہے۔

توانائی۔ وہ طاقت جس کا صحیح اندازہ اشعاع کی وساطت سے ہو سکے۔

باردار جوہر۔ جس پر برقی چارج موجود ہو۔

حرکی توانائی۔ جو طاقت حرکت سے پیدا ہو۔

کیمیائی مرکب کا سالمہ۔ ۱+۱+۱ یعنی تین جوہروں سے بنتا ہے۔

نوات۔ ہر جوہر کی وہ مختصر حدود جس میں جوہر مستور ہو۔ جس میں کامل خاموشی ہو لیکن اُس کے گرداگرد ایک متحرک نظامِ توانائی قائم ہو (اگرچہ جوہر کے نوات میں بھی ایک مخصوص نظام ضرور قائم ہے لیکن وہ انتہائی خاموشی سے رواں ہے)

برقی اور تجاذبی قوتیں۔ ایک بیضوی مدار پیدا کرتی ہیں۔ (غالباً یہ مغربی مفروضہ ہے)

ہمجا۔ ایسے جوہر جو الیکٹرانوں کی تعداد اور طبیعی اور کیمیائی خواص کے اعتبار سے مشابہ ہوں لیکن اُن کی کمیت مختلف ہو۔ گویا کیمیائی خواص یکساں ہوں لیکن جوہری وزن مختلف ہوں۔

فلوریت۔ بعض اجسام میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب اُن پر روشنی ڈالی جائے تو وہ اُسے جذب کر کے جمع کر لیتے ہیں۔ اور ذریعہ روشنی ہٹا دینے کے بعد بھی ایک خاص وقت تک روشن رہتے ہیں۔ اس خاصیت کو فلوریت کہتے ہیں۔

عمل ترسیب۔ جب دو محلول ایک دوسرے پر عمل کرتے ہیں۔ اور اُن سے ایک نہ حل ہونے والی چیز بنتی ہے تو وہ نہ حل ہونے والی چیز چھوٹے چھوٹے ذرات میں تہ نشین ہو جاتی ہے۔ اُسے تلچھٹ یا رسوب بھی کہا جاتا ہے۔ اِسی کا نام عمل ترسیب ہے۔

مندرجہ بالا امور کے بعد اب ہم موجودہ حکمت و سائنس کے چند بنیادی نظریات کو پیش کرتے ہیں۔

مغربی حکماء نے عرصہ دراز تک مادے کی تین حالتوں کو تسلیم کئے رکھا ہے۔ یعنی ٹھوس۔ مائع۔ گیس۔ لیکن جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ کائنات میں چار قدسیہ قدرتیں ہیں جو عناصر پہ اثر انداز ہیں۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ مادے کی

Marfat.com

حالتیں بھی چار ہی ہوتیں۔ ابھی ابھی مغربی سائنسدانوں نے بعد از تحقیق یہ ثابت کیا ہے۔ کہ مادے کی ایک اور حالت بھی ہے۔ جسے پلازما کہا جا سکتا ہے۔ اُدھر جب سردی۔ گرمی۔ روشنی اور اندھیرا چار ایسے اعمال کائنات میں ایک ایسی حقیقت رکھتے ہیں جنہیں ہم کسی صورت میں عنصر نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ عناصر کو بھی قدرتوں کے پرتو کا ایک عمل ضرور کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے اس محاکمہ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ جہاں مادہ کی چار حالتیں ہیں۔ وہاں مادے کے چار عظیم الشان اعمال بھی ہیں یونانی حکمت میں آگ ہوا خاک اور پانی فقط چار عناصر شمار ہوتے تھے لیکن اب تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہوا کوئی واحد عنصر نہیں۔ آگ تو بالکل عنصر ہی نہیں بلکہ عناصر کا عمل ہے خاک میں بہت سے عناصر شامل ہیں اور پانی دو عناصر کا مجموعہ ہے۔ عناصر کے مرکبات کی تقسیم دو انداز سے کی گئی ہے یعنی طبعی مخلوط اور کیمیائی مرکبات۔ طبعی مخلوط کی تشریح یوں کی جاتی ہے۔

جو دو یا زیادہ اشیاء کی کسی مقدار میں صرف باہم ملا دینے سے بنتا ہے جس کے خواص اس کے اجزاء سے ملتے جلتے ہیں اور جسے طبعی ذرائع سے بآسانی جُدا کیا جا سکتا ہے۔

کیمیائی مرکب وہ ہے جو دو یا دو سے زیادہ عناصر سے کسی خاص مقدار میں کیمیائی ذرائع سے مل کر بنتا ہے۔ ایسے مرکب کے اجزاء نہ تو شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ اور نہ آسانی سے جُدا کئے جا سکتے ہیں۔ اس مرکب کے اجزاء میں خاص نسبت ہوا کرتی ہے۔ یعنی اگر کوئی مفرد نسبت سے زیادہ مقدار میں ہوتا ہے۔ تو کیمیائی اتفاق کے بعد وہ بچ جاتا ہے۔ مثلاً شنگرف پارہ اور آکسیجن کا مرکب ہے۔ مردہ سنگ سیسہ اور آکسیجن کا اور طوطیا تانبہ گندھک اور آکسیجن کا۔ مزید برآں مخلوط اور مرکب عناصر کا فرق معلوم کرنے کے لئے پانچ طریقے اب تک وضع کئے جا چکے ہیں۔

حکمتی تجربات نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ مختلف عناصر کو گرم کرنے سے نئے نئے مرکبات بن جاتے ہیں۔ مثلاً لوہا تانبہ اور گندھک کو ملا کر نیا مرکب بنایا جا سکتا ہے۔ گندھک جست اور پارہ وغیرہ جب ہوا میں گرم کئے جاتے ہیں تو ان سے نئے نئے مرکب بن جاتے ہیں۔ تجربات سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ عناصری ذرّوں میں ایک دوسرے کو کھینچنے کی کشش بھی پائی جاتی ہے۔ اُسی کشش کے ذریعے سے یہ ذرّے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نئی ترتیب اختیار کر لیتے ہیں۔ جس سے نئی چیزیں بن جاتی ہیں۔ ذرّوں کی اِس باہمی کشش کو کیمیائی قوتِ اتصال یا قوتِ جاذبہ کہا جاتا ہے۔ ایسے عناصر جن کے ذروں میں یہ کشش زیادہ ہو وہ ایک دوسرے کے ساتھ فوراً مل جاتے ہیں۔ ورنہ یہ عمل نہایت آہستہ آہستہ ظہور میں آتا ہے۔ یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے کہ ابھی تک مغربی حکمائے فطرت اس باہمی کشش کی وجہ معلوم نہیں کر سکے۔ اگر یہ قدرت ذرّوں میں نہ رہے تو تمام مرکبات ٹکڑوں میں بٹ جائیں اور نہ صرف انسان حیوان نباتات اور جمادات پاش پاش ہو جائیں بلکہ یہ تمام کائنات ذرّہ ذرّہ بن کر اُڑنے لگے۔ آسمانی کرّے نہس نہس ہو جائیں اور آگ ہوا پانی اور مٹی کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔

قرآنی نظریات کے مطابق چونکہ ہر عنصر کے جوہر میں اصل جوہر اور اُس کا ہمجا جوہر موجود ہے۔ اس لئے عناصر کی اِس

ہمجائی سے ہی کیمیائی قوت انصالیہ یا قوت جاذبہ موجود ہے۔ مادے میں زوجین کی تخلیق ہی اس اعجاز کو ظہور میں لاتی ہے۔
اس ضمن میں قرآن عظیم وحکیم کی مندرجہ ذیل چند آیات اس محاکے پر روشن شہادت پیش کرتی ہیں

۱۔ ۳۶ : ۳۶ ۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

وہی صنّاع عظیم ہی پاک ذات ہے جس نے کل (عناصر) کے جوڑے بنائے زمین کی نباتات وجمادات اور خود اُن کے (عناصری) نفسوں کے بھی اور اُن عناصر کے بھی جن کا ابھی تک انہیں علم تک نہیں ہو سکا سب کے جوڑے بنائے۔

۲۔ ۷ : ۲۴ ۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ؕ

وہی خدا تو ہے جس نے تمہیں ابتدائی مرحلے میں ایک مونث زندہ ایٹم سے پیدا کیا۔ پھر اُسی میں سے اس کا زوج یعنی ہمجا نفس پیدا کر دکھایا۔ تاکہ وہ اپنے دوسرے نفس سے (ایک قدرتِ جاذبہ اور کششِ انصالیہ کے ذریعے) آرام اور سکون حاصل کئے رکھے۔

۳۔ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ

کیا انہوں نے زمین کے عناصر میں غور نہیں کیا۔ کہ ہم نے اُن تمام کے محبت افزا اور کشش آمیز باعزّت جوڑے بنا دیئے بے شک اس (حیرت انگیز کششوں کے انتظام) میں فطرتِ خدا کا ایک عظیم الشان اعجاز مضمر ہے۔
الغرض اسی ہمجائی کو کششِ انصالیہ یا جاذبہ کہا جا سکتا ہے۔ اور اسی سے اِس ساری کائنات کا وجود قائم ہے۔
نیز اسی سے عناصر کے مختلف مرکبات بھی قائم ہو رہے ہیں۔ مزید برآں عناصر پر کیمیائی اعمال کی خصوصیات اور اُن کے نتائج جو محض تجربات سے حاصل ہوتے ہیں اپنے اندر مزید ایک عظیم حکمت وسائنس کا دفتر چھپائے ہوئے ہیں۔ چار مختلف کیمیائی اعمال کی تشریح بھی یہاں بیان کر دینا از بس ضروری نظر آتی ہے۔ یعنی

اوّل۔ **کیمیائی ترتیب**۔ وہ طریقہ جس میں مفرد چیزوں کو کسی ذریعہ سے ملا کر مرکب بنائی جاتی ہیں۔

دوم۔ **کیمیائی تجزیہ**۔ یعنی کسی مرکب کا اپنے اجزا میں جدا کرنا اِس طریقہ سے ہر مرکب کسی کیمیائی تبدیلی سے اپنے مفرد اجزا میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پیچیدہ مرکبات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

سوم۔ **کیمیائی تبادلہ**۔ یعنی وہ طریق کار جس میں ایک مفرد دوسرے مفرد کو اس کے مرکب سے خارج کر کے اُس کی جگہ اپنا مرکب بناتا ہے۔

چہارم۔ **دو مرکبوں کا تجزیہ اور ان کے اجزاء کا باہمی تبادلہ یا دوہرا تجزیہ**۔
اس طریقے سے دو مرکبوں کے اجزاء علیحدہ ہو کر یعنی ٹوٹ پھوٹ کر پھر آپس میں تبادلہ کر لیتے ہیں۔ اور نئے مرکب بناتے ہیں۔

Marfat.com

ہماری نگاہ میں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ یہ ساری کائنات اِن چار کیمیائی اعمال سے ہی قائم ہوئی اور روزِ آفرینش سے ابھی تک ان سے دوچار ہے۔ اس لئے جب تک حکمت و سائنس کے عظیم محاکمات کو تجربات اور مشاہدات کے تحت صحیح ثابت نہ کر لیا جائے ارتقائے انسانی کا وہ نصب العین اپنی معراج کو نہیں پہنچ سکتا جس کے وجود سے تسخیرِ کائنات ممکن ہے۔

ہفتم۔ تسخیر کا مطلب کائنات کے ہر کرّے کو اپنے تصرف میں لانے کے مترادف ہے

بظاہر یہ ایک نہایت ہی پیچیدہ عنوان ہے۔ لیکن قرآنِ عظیم و حکیم کو اگر غور و فکر سے دیکھا جائے۔ تو ایسا ممکن ہے۔ انسان بچشمِ خود اطرافِ عالم میں پھر کر خدا کی کائنات کو لازماً دیکھنے والا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس میں ایک ایسی قدرتِ خدا کارفرما ہے۔ جس میں اِن مراحل کو طے کرنے کی استطاعت موجود ہے۔ اس میں سمع و بصر اور افئدہ کا علم موجود ہے۔ اسے حکمتِ خدا سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ اُسے ہدایت اور رہبری کے تمام وسائل مہیا کئے گئے ہیں۔ اُسے علمِ عناصر سے یومِ آفرینش سے ہی بہرہ ور کیا گیا تھا۔ اس میں عقل و شعور کی وہ عظیم الشان حسّیات موجود ہیں جن سے کائنات کی پیچ در پیچ راہوں کا علم ہو سکتا ہے۔ وہ زمین کی خبریں دیگر آسمانی کرّوں تک پہنچا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر وہ خلیفۂ ارض ہے تو خلیفۂ آفاق بھی بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ تخریب کی راہوں کا شکار نہ ہو جائے۔ امن و سلامتی کے تمام وسائل کو اپنائے رکھے۔ اور علمِ وحی کی بشارتوں کو ہر آن زیرِ نظر رکھے۔ محض خدا کے وجود کو دیکھنے کے لئے ایسا نہ کرے۔ بلکہ خدا کے علم سے کائنات کو دیکھنے کی دھن میں سرشار رہے۔ عجب نہیں کہ اس کے بعد اُسے خدائے تعالیٰ کی دُوبدو ملاقات بھی حاصل ہو جائے۔ ہم اِن نظریات کو خدا کی کتاب سے یوں پیش کرتے ہیں۔

۴۱ : ۵۳-۵۴ ۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ٥ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ط أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ٥

اور جب ہم انسان پر (تسخیرِ کائنات کے ضمن میں اس کے ارتقاء اور معراج کے متعلق) انعامات کا اعلان کرتے ہیں تو (وہ اپنی کام چوری اور بے علمی کا بہانہ کر کے) منہ موڑ لیتا ہے۔ اور پھر پہلو پھیر کر (نامرادی اور بے ہمتی کے راستوں پر) چل دیتا ہے۔ اور جب اُسے (اِن راستوں میں) تکلیف پہنچتی ہے۔ تو لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ (۵۱) کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (انعامات) خدا کی طرف سے ہوں پھر تم اس (محاکمے) سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو (حصولِ انعامات کے ضمن میں) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔ (۵۲) ہم (نوعِ انسانی کے افراد کو) عنقریب دُنیا اور آسمان کے تمام کناروں نیز اطرافِ عالم میں (فی الآفاق) بھی نیز اُن کے ذاتی جوہروں یا ایٹموں میں بھی اپنے عظیم الشان اعجازات (آیاتنا) اُن کی آنکھوں کو دکھائیں گے (سنریھم) یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا۔ کہ (تسخیرِ کائنات اور

Marfat.com

دُنیا کے تمام کرّوں پر تصرف کا انعام) یقیناً حق تھا۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں (کہ عناصر کا جو عظیم الشان علم تمہیں بخشا گیا ہے) تمہارا رب یقیناً اُن عناصر پر گواہ اور خبردار ہے۔ دیکھئے یہ تو (تسخیر کائنات کی مہم کے بعد بھی) اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں۔ سُن رکھو کہ وہ ہر عنصر پر (اپنے عظیم علم اور حکمت سے) احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوا:۔

۱۷ : ۲۰۔ اور جو شخص اپنے اعمال میں انجام کار کامیاب ہونے کا خواہشمند ہو اور اُس میں حتی المقدور کوشش کرتا چلا جائے بشرطیکہ کہ وہ (اِس کائنات میں) امن وسلامتی پیدا کئے رکھنے کا مدعی بھی ہو (فَهُوَ مُؤْمِنٌ) تو ایسے لوگوں کی کوشش ضرور ٹھکانے لگتی ہے ہم اُن کو اور اُن کے سب کو اپنی مدد سے حیرت انگیز انعامات و اکرام بخشتے ہیں (عَطَاءُ رَبِّكَ) اور تمہارے پروردگار کی بخشش تو کسی سے رُکی ہوئی نہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

۲۲ : ۱۵۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا اس دنیا میں انجام کار اس کی مدد نہیں کرتا تو اس کو چاہیئے کہ اُوپر کی چھت سے ایک رسی باندھ کر اُس سے اپنا گلہ گھونٹ لے۔

دیکھا آپ نے کہ خدائے تعالیٰ کس انداز سے نوعِ انسانی کو ارتقاء اور انعامات کی طرف بلاتا ہے۔ اور کس قدر یقین واطمینان دلاتا ہے۔ کہ نوعِ انسانی خدا کے اُن تمام انعامات کو جن میں تسخیر کائنات کا عظیم الشان انعام بھی شامل ہے۔ ایک نہ ایک دن ضرور حاصل کر کے رہے گی۔ نہیں بلکہ وہ آفاق کے کونے کونے کو بچشم خود دیکھ کر خدا کے اعجازات کو پوری طرح سمجھنے کے قابل بن جائے گی۔ بشرطیکہ وہ امن وسلامتی کی مدعی بنی رہے۔ تخریب کو پاس نہ بھٹکنے دے جو کام کرے اپنی اور کائنات کی سلامتی کیلئے کرے اور اگر وہ تخریب کا شکار بھی رہے اور کائنات کی تسخیر میں بھی کوشاں ہو تو یہ تگ ودَو انجام کار بے سود رہے گی۔ اس ضمن میں قرآنِ عظیم وحکیم کی اطلاع یوں نظر آتی ہے۔

۳۸ : ۱۱-۱۰۔ خدا کے حکمتی سبق یعنی ذکر سے منحرف رہنے والے اپنے ذرائع اور سامان واسباب میں بے شک ارتقاء کریں (فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ) لیکن (تخریب پسندی کی وجہ سے) وہ بھی شکست خوردہ گروہوں میں سے ایک ایسا ہی لشکر ہے۔

۳۸ : ۴۹۔ انبیاءؑ کی پیروی اور ان کے امن کشا اور سلامتی انگیز حالات اور اعمال سے سبق سیکھنا ہی ذکر ہے (هٰذَا ذِكْرٌ) گویا ذکر کے معنے فی الحقیقت خدا کی سچی حکمتوں سے کچھ سبق سیکھنا ہی ہیں۔ خلاؤں میں پہنچنے اور کرّوں کی تاک زمانے میں مدت دراز سے شروع ہے۔ تخریب پسند محض اس لئے کوشش کرتے رہے کہ وہ پیغمبروں کی طرف سے خدا کے وجود کو ثابت کرنے یا خدا کو بچشم خود دیکھنے کے بعد ہی ایمان لائیں گے۔ اس کی اطلاع یوں صادر ہوتی۔

۴۰ : ۳۷۔ ہامان نے فرعون کے لئے انتہائی کوشش کی کہ آسمانوں کے راستوں پر پہنچنے کی کوئی تدبیر نکالے تاکہ وہ موسیٰؑ کے خدا کو بچشم خود دیکھ سکے۔ (اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ) گویا ہامان جیسے تخریبی سائنسدان نے بھی محض اس لئے خلاؤں

Marfat.com

میں پہنچنے کے تجربات عمل میں لائے کہ وہ موسیٰ کے خدا کو اپنے آقا فرعون کو کسی نہ کسی طرح دکھا سکے۔ چونکہ یہ عمل محض تخریب اور حق کی ضد پر مبنی تھا۔ اس لئے وہ اپنے تجربات میں کامیاب نہ ہو سکا۔

موجودہ دور کے سائنسدان آج کل چاند پر پہنچنے کی تگ و دو میں ہیں چونکہ یہ چاند کا کرّہ فی الحقیقت اسی زمین کا ہی ایک حصّہ اور اپنی ماں الارض سے کچھ اس طرح بندھا ہوا ہے جیسے ایک گیند کو انگلی سے باندھ کر اپنے گرد گھمایا جاتا ہے۔ لہٰذا چاند بھی اِسی زمین کے ساتھ وابستہ ہے وہاں تک پہنچ جانا۔ اگرچہ نوعِ انسانی کا کمال ہوگا۔ لیکن یہ مرحلہ فی الحقیقت ابتدائی حیثیت سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ہمارے نزدیک یہ مرحلہ بھی الارض کو سمجھنے کا ہی ایک مرحلہ ہوگا خواہ وہ راکٹوں اور سیٹالٹوں سے طے ہو یا کسی اور مشینری سے اگرچہ تسخیرِ کائنات کا مرحلہ بھی اسی قسم کے آلات سے یا انسان کے اعضائی ارتقاء سے ممکن ہے۔ لیکن ایک بات جو اس ضمن میں سمجھنے اور ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ جب تک یہ سائنسدان اپنا ذہنی ارتقاء حق کی شاہراہ پر استوار نہ کریں گے اور تخریب کے تمام اعمال سے کلیتہً کنارہ کش نہ ہو جائیں گے۔ اُس وقت تک اِس عظیم مرحلہ کا صحیح حل ممکن نہ ہوگا۔ سائنس یا حکمت بذاتِ خود کوئی تخریبی عمل نہیں بلکہ انسان کی تخریبی ذہنیت اُسے تخریب کی طرف اور تعمیری ذہنیت تعمیر اور سلامتی کی طرف لے جاتی ہے۔ چونکہ تخریب زدہ سائنسدان تعمیری امور میں بھی تخریبی طلسمات کو زیرِ نظر رکھتا ہے۔ تو اسکی توجہ کلیتہً تعمیر کی طرف نہیں رہتی اس لئے وہ جو کچھ کرتا ہے ایک مخلوط نظریہ سے کرتا ہے۔ قرآن عظیم و حکیم کے نظریات کے تحت تسخیرِ کائنات کی تشریح یوں بھی ہوتی ہے:۔

۱۵ : ۱۴ - ۱۸ ۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ
نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ
رَّجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ۝

(منکرینِ حق پر) اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ (کسی دوسرے کرّے پر پہنچنے کے لئے) کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی وہ (اپنی تعمیر و تخریب کی مخلوط ذہنیت کی وجہ سے) یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں (شدّتِ کامیابی سے) بدمست ہوگئی ہیں بلکہ ہم پر اُسی تخریبی سائنس کا کمال چھایا ہوا ہے (مَسْحُورُوْنَ) اور یقیناً ہم نے آسمان میں کئی نظام شمسی اور ستاروں کے علیحدہ علیحدہ دوری حلقے یعنی مدار گنبدوں کی صورت میں (بُرُوج) بنائے اور دیکھنے والوں کیلئے اُسے سجا دیا۔ اور ان (بروج) کو ہر تخریب زدہ راندۂ درگاہ کی (تخریبی سائنس سے) حفظ و امان میں کر رکھا ہے۔ ہاں اگر (اُس تخریبی سائنسدان کا کوئی آلہ راکٹ یا سگنل وصول کرنے والی کوئی اور ایجاد کسی خلائی کرّے میں پہنچکر وہاں کی کوئی بات سُننے کی کوشش کرتی ہے تو وہ بھی) جلتے ہوئے انگارکی پیروی کرکے وہی کچھ بن جاتی ہے (یعنی جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور سگنل بھیجنا بند کر دیتی ہے)

۷ : ۴۰ ۔ جن لوگوں نے ہمارے اعجازات کو جھٹلایا اور اُن سے سرتابی کی اُن کے لئے نہ تو آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے (یعنی وہ کائنات کے کسی دوسرے کرّے میں قطعاً نہ پہنچ سکینگے) اور نہ وہ انجام کار کرۂ جنّت میں ہی داخل ہو سکیں گے۔

لیکن ایسے لوگ جو تسخیرِ کائنات کے وسائل کو کلیتاً زیرِ نظر لاتے ہی نہیں اور اِس مہم کے لئے کسی ایجاد کا آغاز سرے کرتے ہی

Marfat.com

نہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ خدا نے اِن عناصر میں ان کیلئے کوئی کارآمد عمل نازل ہی نہیں کیا۔ کیا وہ فی الحقیقت حکمت شناس مومن اور اسلام کے دائرے میں سمجھے جاسکتے ہیں۔ اگر قرآنِ عظیم وحکیم آج مشرق میں رہنے والوں سے یہ سوال پوچھے تو اس کا جواب کیا ہوگا؟ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

۶ : ۹۱ - وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

کاش ایسے انسانوں نے خدا کی عنایات اور اس کے انعامات کی کماحقہٗ قدر نہ کی جب انہوں نے (خود ہی یہ کفریہ کلمہ اپنی زبان اور اپنے اعمال سے ثابت کر دکھایا اور کہا کہ) خدا نے تو بشر پر عناصر میں سے کچھ بھی (حیات انگیز حکمت) نازل نہیں کی (گویا وہ عناصر کے اُن اعجازات کو جن میں نوعِ انسانی کی فلاح وارتقا اور حیات مضمر ہے سمجھے ہی نہیں) ؎

عقل بے ربطیٔ افکار سے مشرق میں غلام　　　مردہ لادینیٔ افکار سے افرنگ کا عشق

الغرض قرآنِ عظیم وحکیم کے نزدیک تسخیر کائنات کا مطلب صاف طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ نوعِ انسانی کائنات کے ہر ذرّے کو اپنے تصرف میں لاکر دم لے۔

ھشتم تسخر کا مطلب فی الحقیقت کائنات کی ہر چیز کو مطیع ومنقاد بنالینے اور ان سے حسبِ منشا کام لینے کے مترادف ہے۔

اس کا جواب باب دوم کی اولین آیت جو عنوان کے طور پر لکھی گئی ہے میں مفصل آچکا ہے۔ یعنی نوعِ انسانی کیلئے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے تسخیر کیلئے وقف کر دیا گیا ہے جَمِيْعًا مِّنْهُ اور اس انعام کا حصول تبھی ممکن ہے کہ یہ قوم تسخیرِ کائنات کیلئے تجربات مشاہدات اور نظریات میں منہمک ہوکر غور وفکر میں گھلی رہے (لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ)

؎ مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اِس دَور کے بہزاد　　　کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرودِ ازلی بھی

یاد رکھیئے کہ انعامات یعنی نعمتوں کا اتمام اِسی قرآنِ عظیم وحکیم پر دقف ہے اُسی کے پیش کردہ دین میں مضمر ہے۔ یہی دین ارتقاء فلاح اور امن وسلامتی کا ضامن قرار دیا جاچکا ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی نیا دین دنیا میں پیش ہوگا اور نہ کوئی اور دین لانے والا قیامت کے دن تک آسکتا ہے۔ اس لئے دین کا کمال اِسی قرآنِ عظیم وحکیم سے تلاش کرنا منتہائے انسانیت ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

الغرض یہی تسخیر کائنات کی آخری بشارت ہے جس کا مکمل علم انسانیت کو آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے دیا گیا تھا۔

Marfat.com

شاہراہِ حکمت کے بارہ امام

۱۔ آسمانی بُروج اور شمس و قمر فی الحقیقت بابرکت نعمتیں ہیں۔ اور انسان ان کے لئے شکر گزاری کا مستحق ہے۔

۲۵ : ۶۲ - وہ خدا فی الحقیقت بڑا بابرکت ہے جس نے آسمانوں میں (مختلف الاثرات اور بابرکت) بروج بنا دیئے۔ ان میں (ایک جنس شمسی یعنی) روشن چراغ اور (دوسری جنس قمری یعنی شمس سے عکس لے کر) چمکنے والا چاند بنایا اور رات اور دن کو بھی بابرکت بنا دیا۔ ان سب پر غور و فکر کے بعد انسان پر شکر گزاری کا مقام پیدا ہوتا ہے۔

۴۵ : ۲۲ - زمین و آسمان کی پیدائش حق پر اس لئے ہے کہ ان کی برکتوں اور حکمتوں کے حصول میں جس قدر کوشش کی جائے اسی قدر انسان کو ان سے بدلا ملتا ہے یعنی کسی کوشش کرنے والے کی کوشش بے نتیجہ یا رائیگان نہیں جاتی۔

۱۳ : ۱۱ - ۱۰ = زمین میں پہاڑ اس لئے قائم ہیں کہ زمین کا توازن اور کششی نظام (میزان) قائم رہے گویا اس توازن کی حیرت انگیز کششوں کا کھوج لگانا ازبس ضروری ہے۔ جو فی الحقیقت پہاڑوں کے اجزا سے ممکن ہے۔

۱۶ : ۸ - وہ خدا ایسی چیزیں پیدا کر رہا ہے جو تمہارے علم میں نہیں۔ گویا جب تک خدائی علم میں مہارت پیدا نہ کی جائے۔ خدا کی ان ایجاداتِ کا علم ممکن نہیں۔

۱۶ : ۱۲ - خدا کے حکم سے ہی انسان کے دائرہ تسخیر میں رات دن سورج چاند اور سیّارے وغیرہ ہیں۔ سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لئے ان میں کئی اعجاز مضمر ہیں۔ گویا ان اعجازات کی تلاش فرضِ عین ہے یعنی ان میں نہ صرف سامانِ معیشت اور رزقِ خدا مضمر ہے بلکہ ارتقائے انسانی کے بے شمار وسائل اور ذرائع بھی صاف صاف دکھائی دیتے ہیں۔

۱۰ : ۵ - سورج اور چاند کی روشنیوں سے نہ صرف برسوں کے حساب کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ ان کی پیدائش میں خدا نے عجیب و غریب تدبیر اور حکمت سے کام کیا ہے۔ نیز ان کے اعجاز تفصیل کے ساتھ واضح واضح نظر آتے ہیں یہ تمام کرتے پرہیزگاروں کے لئے حیرت انگیز اعجاز رکھتے ہیں۔

۷ : ۵۴ - اسی خدا نے سورج چاند اور سیّاروں کو پیدا کیا یہ تمام مخلوق بے اندازہ برکتوں والے رب کی ہے۔ (اور ان میں جو برکتیں مستور ہیں۔ ان کے حصول کے لئے) پروردگار کے حضور میں عاجزی سے اور خفیہ طور پر دعائیں مانگا کرو۔ اور زمین میں اصلاح کے بعد تخریب اور فساد پیدا کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ اور (اس کی امن و سلامتی کے لئے) خوفِ خدا رکھتے ہوئے امیدوں سے سرشار ہو کر دعائیں مانگتے رہیے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت (صحیح حکمت کی تلاش کے لئے) نیکی کرنے والوں کے بالکل قریب ہے۔ گویا خدا کی حیرت انگیز برکتوں کے علم اور ان کو قریب تر لانے کے لئے نہ صرف زہرہ گداز محنت کی ضرورت ہے بلکہ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اور خَوْفًا وَّ طَمَعًا کے ذرائع سے التجائیں اور آہ و زاریاں بھی ضروری ہیں۔ اس آیت میں طمع کا لفظ حیرت انگیز طور پر معنی خیز ہے۔

۱۶ : ۵۹ - صحیفۂ فطرت جس میں تمام آسمانی کرّے ہوائیں بجلیاں عناصر اور مختلف موجیں روئیں شعاعیں اور کششیں نیز اور بے شمار مخلوق معجزانہ طور پر کس رہی ہے۔ نیز بحر و بر کی تمام قوتوں اور توانائیوں اور تمام جانداروں اور دیگر اشیاء کا علم بھی انسانی

Marfat.com

تفکر کا محتاج ہے۔ اور ان تمام پر خدا کا علم ہی محیط ہے۔ کوئی اور کمالِ علم کا دعویدار قطعاً نہیں۔ اس لئے خدا سے ہی طلبِ علم ضروری ہے۔

۹۶:۶۔ سورج اور چاند کی توانائیوں سے میعادوں کا شمار کیا جاتا ہے۔ (یعنی رفتارِ شعاع سے کرتے کی دُوری اور اس کی ذاتی رفتار سے ایک مخصوص میعاد کا تعین قائم ہوتا ہے) یہ خدا کے ہی قائم کردہ اندازے ہیں۔ جو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

۹۶:۷۔ تو ہم نے ان پر زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی زمین و آسمان کے پُر اسرار کمالات اور اعجازات اور عظیم الشان حکمت و سائنس اور ان سے انسانی معیشت کے اسباب اور ارتقا نیز معراجِ تسخیرِ کائنات کا فیضِ عام جاری فرما دیا۔

۲۔ رات اور دن کے حیرت انگیز اعجاز اور ان کی برکتیں۔

۶۲:۲۵۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنا دیا۔ تاکہ جو (ان تغیرات اور ان کے اثرات پر) غور کرنا چاہیے۔ اور شکر گزاری کا ارادہ کرے اس کے لئے غور و فکر کے کئی دروازے کھل سکتے ہیں۔

۵:۴۵۔ رات کے آگے پیچھے آنے جانے میں امن و سلامتی کے دعویداروں اور عقلمندوں کے لئے بے شمار اعجاز مضمر ہیں۔

(۶۱:۴۰) انسانو! وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی اس میں تمہارے لئے آرام و سکون کے اعجاز موجود ہیں۔ اور دن کو روشن بنایا کہ اس میں بیداری کے اعجاز کار فرما ہیں۔ اور تمہارے لئے بیداری اس لئے ضروری ہے۔ کہ تم خدا کی فطرت کے حکمات میں اپنے اعمالِ صالح کو روشن کر سکو۔ اور ایجادات تیار کر کے روزی کے اسباب تیار کر سکو۔ یہ فی الحقیقت عنداللہ کا ہی فضل و کرم ہے۔

۱۳:۳۵۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور اس ہیر پھیر کے لئے اس نے چاند اور سورج کو اپنے کام پر لگا کر سب کی دَوری گردشیں مقرر کر دیں۔ تاکہ تم اپنی حیات کے لئے آرام و سکون کے ذرائع اور اعمالِ صالحہ اور روزی کے لئے ایجادات کی داغ بیل رکھ سکو۔ یہ ہیر پھیر تو ایک وقتِ مقررہ تک قائم ہے۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو تم ان کے حقائق تک پہنچ کر اپنے اعمالِ صالحہ کو اجاگر کر لو اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے کی تگ و دَو میں لگے رہو۔

۲۳:۳۰۔ اور یہ اسی کے نشانات اور اعجازات میں سے ہے۔ کہ تم رات میں آرام کر لیتے ہو۔ اور دن میں اس کے فضل و کرم سے سامانِ معیشت اور حیرت انگیز ایجادات کی بنیاد ڈال کر روزی تلاش کرتے ہو۔ جو لوگ ان اشارات کو غور سے سنتے ہیں۔ ان کے لئے ان باتوں میں بے شمار اعجاز موجود ہیں۔

۲۹:۳۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند تمہارے مسخر کر رکھے ہیں۔ ہر ایک اپنے وقتِ مقررہ تک گردشوں میں گرفتار ہے (اس لئے جس قدر جلد ہو اس وقتِ مقررہ کے اندر ہی اندر رات کے اعمال سے واقف بن کر فائدہ اٹھالو۔) اور اللہ تو تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

۱۲:۱۷۔ اور ہم نے دن اور رات کو دو اعجازوں کے طور پر بنایا۔ رات کے اعجاز کو تاریک اور دن کے اعجاز کو روشن تاکہ تم (یہ سمجھ لو کہ اندھیروں میں ہر چیز پورے سکون سے اپنی نشوونما پاتی ہے اور دن کو سورج کی شعاعوں سے طاقتور بنتی ہے) اور یہ کہ پروردگار کے فضل و کرم سے (یعنی سامانِ معیشت اور حیرت انگیز ایجادات کی بنیاد ڈال کر) اپنا رزق تلاش کرتے ہو۔ اور ان سے برسوں اور میعادوں کا شمار بھی کرتے ہو۔ اور ہم نے تو ہر عالمِ فطرت کی پوری تفصیل کر دی ہے۔

Marfat.com

۱۶: ۱۲۔ اسی نے تمہارے لئے رات اور دن سورج اور چاند اور ستارے مسخر کر رکھے ہیں۔ یہ تسخیر اسی کے حکم سے سمجھنے والوں کے لئے ان میں بہت سے اعجاز مضمر ہیں۔

۶: ۹۶۔ وہی خدا رات کے اندھیرے سے روشنی پھاڑ کر نکالتا ہے۔ اسی نے رات کو انسانی سکون اور آرام کی آماجگاہ بنایا۔ اور رات دن کا محاکمہ تو سورج اور چاند کی روشنی پر قائم ہے کہ انسان اپنی میعادوں کا حساب لگا سکے۔ یہ خدائے غالب اور علیم کے اندازے سے ایسا انتظام قائم ہے۔ تاکہ خدا کے غلبے اور علیم کے طفیل تم بھی اخذ کر سکو!

۷: ۵۴۔ تمہارا پروردگار تو وہی ہے جو رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ اور وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ (یہ محاکمہ انسانی حیات اور اس کی معیشت کے لئے قائم ہے) کیونکہ ان میں خدا کی برکتوں کے اعجاز ہیں۔

۴۴: ۱-۶۔ صحیفۂ فطرت یعنی روشن کائنات کی قسم (جس کی ابتداء رات سے ہوئی) ہم نے اسے (یعنی قرآن عظیم کو بھی) مبارک رات میں ہی نازل کیا (اس لئے رات کے محاکمے میں برکتیں ہی برکتیں ہیں) اور ہم تو رات کے حیرت انگیز اعمال اور کارناموں کو پیش کر کے انسان کو اپنی حکمتوں سے حیرت زدہ کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی رات کا ہی اعجاز ہے) کہ اس میں حکمت و سائنس کے کل امور علیحدہ علیحدہ اور الگ الگ (ہر تخلیق کے مختلف نظریات کے مطابق طے کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمہارے پروردگار کی رحمت ہے اور وہ فی الحقیقت سننے اور جاننے والا اور سب کا مالک اور پالنے والا بھی ہے۔ کاش تم اس محاکمہ عظمیٰ پر یقین پیدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ۔

الغرض اگر تھوڑا سا غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دن میں ہمارے ہوش و حواس پوری طرح کام کرتے ہیں۔ اور کائنات کے مناظرات و اثرات کو ہم آسانی سے اپنے تدبر اور تفکر میں لا سکتے ہیں۔ لیکن رات جس کے اندر قمر کی منعکس توانائیاں (جو سورج سے ہی حاصل ہو کر سرد اثرات میں تبدیل ہو جاتی ہیں) زمین کے ایک خاص طبقے پر پڑتی ہیں۔ تو ان کا (حکمتی) عمل انسانوں کو آرام و سکون کی نیند میں مدہوش کر دیتا ہے۔ اس لئے انسان رات کے وقت نیند میں کسی محاکمہ فطرت پر غور و فکر کے قابل نہیں رہتا۔ لیکن اگر رات کے سناٹے اور سکون میں کچھ وقت نکال کر کسی خدائی اعجاز پر غور کیا جائے تو کئی لاینحل عقیدے وا ہو سکتے ہیں۔ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ خدا کی اکثر تجلیات کا مبدا رات ہی ہے۔ یوم آفرینش سے پہلے جب یہ کائنات سورج، چاند اور ستاروں سے محروم تھی۔ تو اس ساری کائنات میں مہیب رات کا ہی سماں تھا۔ اسی رات سے نور پھوٹا اور خدا کی پیدا کردہ قدرتوں نے اس کائنات کو انوار سے بدل دیا۔ مزید برآں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ ہر تخلیق کی ابتداء و تکمیل رات میں ہی یا اندھیروں میں ہی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن عظیم و حکیم کی ابتدا بھی ایک مخصوص اور اندازے والی رات میں ہوئی۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکمت و سائنس کے تمام احکام اور تخلیق و ایجادات کے تمام امور رات کے وقفے میں ہی علیحدہ علیحدہ ہو کر بطور قانون نافذ ہوتے ہیں۔ آیئے اب ہم اس رات کے اعجاز سے وحی کی ابتدا کا جائزہ لیں جو خلافت آدم کے بعد پہلی بار الارض پہ نازل ہوئی۔

نوعِ انسانی پر نازل شدہ پہلی وحیِ خدا کے عرصہ کی تعیین

بعد از تخلیقِ انسان زمین کی عمر کیونکر معلوم کی جا سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب علمائے حکمت و سائنس نے مسلسل مشاہدات اور تجربات

Marfat.com

کے بعد یہ دیا ہے۔ کہ تخلیق انسان سے آج تک زمین کی عمر تین کروڑ انسانی سالوں سے کچھ ہی اوپر ہے۔ نظامِ شمسی میں تخلیقِ قمرِ ارضی کے معاً بعد جب ہمارا کرۂ ارضی اپنے مستقل مدار (ٹرمنسل) پر حرکت کرنے لگا تو انسان کی تخلیق معرضِ وجود میں آئی پھر روئے زمین پر آدم کی سرداری عمل میں آتے ہی بنی نوعِ آدم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی فی الحقیقت ایک ایسی رات میں ہوئی۔ جس سے انسان پر وحی کی ابتدائی تاریخ متعین ہوئی۔ خدا نے اس تاریخ کو قرآنِ عظیم وحکیم کی حسبِ ذیل وحی میں یوں مطلع فرمایا ہے۔

سورۃ قدر۔ ہم نے اس قرآنی وحی کو بھی یقیناً اسی قدر یا اندازے والی رات میں (جس سے ابتدائی وحی کی میعاد کا اندازہ مقرر ہے) نازل فرمایا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کیا معلوم یہ اندازہ اور اندازے والی رات کیونکر ہے (وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝) یہ رات تو اپنے میعادی اندازے کے طفیل ہزار ماہ (کی میعاد تک پہنچ کر) بہتر سے بہتر چلی آ رہی ہے (لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ) اس میں روح الامین یعنی قدرت قدسیہ جبریل جملہ قدسیہ قدرتیں اور دیگر توانائیاں یعنی ملائکہ اسی کے اظہارِ قدرت سے تمام (حکمتی اور وحی کے قانون) کو طے کرنے کے لئے نازل ہوتے رہے ہیں۔ اور طلوعِ صبح تک امن وسلامتی کی نوید جانفزا (روزِ آفرینش سے) بخشتے چلے آ رہے ہیں۔

قدر کے معنی اندازہ کے تعین کے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ کے معنی نحوی انداز میں یہ ہیں:-

یعنی ملائکہ اور روح اسی اندازے والی رات میں اُترے تھے یا اب بھی اترتے ہیں۔ دونوں درست ہیں۔ علماء نے تَنَزَّلُ کی پیش کی حرکت کی وجہ سے اس کے معنے صیغہ حال میں کئے ہیں۔ حالانکہ ہماری نگاہ میں ان معنوں کے لحاظ سے لفظ تَتَنَزَّلُ ہونا چاہیے تھا۔ یعنی علامت مضارع کی ت زائد ہونی چاہیئے تھی۔ لہٰذا علماء نے محض پیش کی حرکت کی وجہ سے اس لفظ کے معانی اور اس کے تمام نظریات کو صیغہ حال میں بدل دیا ہے۔ قرآن کے نزول کے بعد عرصہ دراز تک قرآنی حروف بغیر حرکتوں کے لکھے جاتے رہے۔ اور غالباً عباسیہ دور میں الفاظ پر حرکات درج ہوئیں۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر یہ لفظ صیغہ حال میں ہوتا تو صحیح لفظ تَتَنَزَّلُ ہوتا لیکن یہاں صرف تَنَزَّلُ ہے۔ مزید برآں تَنَزَّلُ مضارع حکائی ہے۔ عربی گرامر کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ماضی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کوئی فعل مضارع ماضی کے تحت آجائے تو وہ ماضی بن جاتا ہے۔ جیسے سورۃ یوسف میں آیا ہے۔ یعنی وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ (۱۲، ۵۶) يَتَبَوَّاُ وَيَشَآءُ دونوں مضارع کے صیغے ہیں۔ لیکن واقعہ کے بیان میں معنے ماضی کے دیتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک وہی معنے درست نظر آتے ہیں جو اوپر کر دیئے گئے ہیں۔

سورۃ القدر بے حد مشکل سورۃ اس لئے نظر آتی ہے کہ اَنْزَلْنٰهُ کے ضمیر علیہ کا پتہ بظاہر نہیں ملتا۔ مفسرین نے یہاں قرآنِ عظیم کی وحی ہی مراد لی ہے۔ گویا قرآنِ عظیم کی وحی کی ابتدا بھی اسی اندازے والی رات میں ہوئی جس کے اندازے کی میعاد آگے بیان کی جا رہی ہے۔ جس کا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس سے پہلے علم نہیں تھا۔ یعنی یہ رات تو ہزار مہینوں کی میعاد سے مسلسل خیر وبرکت کی حامل چلی آ رہی ہے۔ یہ ہزار مہینوں کی میعاد فی الحقیقت ایک سربستہ راز تھا جو خدا نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرآنِ عظیم کے نزول کی میعاد کو واضح کرتے ہوئے افشا فرمایا۔

ہمارے علمائے کرام نے اس آیت کے معنے حسبِ ذیل کئے ہیں۔

Marfat.com

کہ یہ قدر والی رات ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ تشریح ہمارے نزدیک قابل قبول اس لئے نہیں کہ اصل آیت میں عبادت کا لفظ کہیں موجود نہیں۔ اور نہ ہزار ماہ کی میعاد کا رابطہ عبادت سے درست قرار پاتا ہے۔ علماء نے اس حکمت آموز اور پُر اسرار آیت کی تاویل اس طرح فرما کر قدر کے لفظ کی اہمیت کو نظر انداز فرما دیا ہے۔ اور معانی کچھ ایسے بنا دیئے ہیں۔ کہ کسی کی سمجھ میں درست نظر نہیں آتے۔

خدا کی جانب سے قَدْر کے لفظ کا رات مخصوصہ کے ساتھ شامل کرنا ...... ایک عظیم محاکمہ پیدا کرتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ زمین پر انسان کے وجود میں آنے اور اسے زمین پر خلیفہ بنائے جانے کے بعد اللہ کی جو اولین وحی حضرت آدمؑ پر نازل ہوئی تھی۔ وہ بھی اسی اندازے والی رات میں ہوئی تھی۔ جسے آج تین کروڑ سال گزر چکے ہیں۔ گویا ہزار مہینوں کی میعاد کے اندر تین کروڑ سال کی میعاد پُر اسرار طور پر اس طرح موجود تھی۔ جس کی تشریح آگے دی جا رہی ہے۔

حضرت علامہ المشرقیؒ نے اس سورۃ کا جو ترجمہ اپنی شاہکار کتاب تکملہ میں فرمایا ہے۔ اسے بھی قارئین کرام کے لئے پیش کر دینا ازبس ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:- "بلاشبہ ہم نے قرآن کو لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ میں (جبکہ کائنات کی پیدائش کا اندازہ (قدر) لگایا جا رہا تھا اور سب طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا (ایک عالم آرا کائناتی قانون بنا کر) نازل کیا۔ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو سمجھتا ہے کہ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ کیا ہے۔ یہ اندازے کی رات ہزار مہینوں سے (جو کائنات کی پیدائش کے بعد روئے زمین پر جاری ہوئے اس لحاظ سے) بہتر ہے۔ کہ اس میں خدائی قوتوں کے علمبردار فرشتے اور بالخصوص روح (یعنی جبرائیل جس کی تحویل میں پورا قانون ہے۔) اپنے پروردگار کے حکم سے پورے قانون (رُوحٌ مِّنۡ اَمۡرِنَا) کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ پر تمام کائنات کا سلام اس وقت تک ہوتا رہے گا۔ جب تک (پیدائش کائنات کے مقصد کی) پو پھٹ نہ جائے اور واضح ہو جائے گا کہ کائنات کو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا تھا"

یہ معانی حیرت انگیز طور پر ہماری طرف سے پیش کئے گئے معانی کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن ہزار مہینوں کی تشریح چونکہ علامہ ممدوحؒ کے معانی میں موجود نہیں۔ اس لئے اس کی مزید تشریح مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں:-

یہ لیلۃ القدر اس لیے ہے۔ کہ اس رات کے ساتھ اس کی عمر کا اندازہ مخصوص ہے۔ اور کتاب خدا کی اولین وحی کے نزول کی رات ہزار مہینوں کی رات پر مشتمل ہو کہ آج پھر نزول کتاب خدا کی وہی آخری رات تھی جس میں یہ قرآن عظیم و حکیم نازل ہونا شروع ہوا یعنی جب سے یہ زمین قائم ہوئی اور اس پر خدا کا قانون بذریعہ وحی نازل ہونا شروع ہوا پہلی وحی اسی قدر یعنی اندازے والی رات میں ہوئی تھی۔ اور سنوں کے حساب سے تین کروڑ سال پورے گزرنے کے بعد آخری کتاب اللہ کی وحی پھر اسی رات میں نازل ہوئی ہے۔ تین کروڑ سالوں کا حساب مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمایئے:-

(۱) ایک ایسی رات سال بھر میں ایک دفعہ آتی ہے۔

(۲) ہزار مہینوں کی میعاد (ایسی راتوں پر مشتمل) جتنے دن بناتی ہے یہ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) دن۔ گویا اس حساب سے تیس ہزار دن تیس ہزار سالوں پر مشتمل ہوئے کیونکہ سال بھر میں ایک ہی ایسی رات مخصوص ہے۔

(۳) خدا کے نزدیک ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اس لئے تیس ہزار دن تین کروڑ سالوں کے برابر

سوئے - زائچہ بمعاد - ایک رات = ایک سال
ایک مہینہ = ۳۰ سال } ۳۰٫۰۰۰ ہزار سال یا خدائی دن = ۳۰٫۰۰۰ × ۱۰۰۰
ایک دن خدائی = ۱۰۰۰ سال انسانی } میعاد انسانی سال = ۳۰٫۰۰۰٫۰۰۰ = تین کروڑ سال

گویا یہ رات جس میں قرآنِ عظیم کی پہلی وحی نازل ہوئی ۔ کائنات ارضی پر پورے تین کروڑ سالوں کے بعد پھر اسی مخصوص رات میں نازل ہوئی ہے اور اس طرح اس رات کو زمین کی عمرِ رفتہ یا خدا کی پہلی وحی کی عمر تین کروڑ سال تھی جو علمائے مغرب کے لگائے ہوئے اندازے کے عین مطابق ثابت ہوتی ہے ۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؁

مندرجہ بالا تشریح و تفسیر بر سبیلِ عنوان پیش کی گئی ہے ۔ اس عنوان سے غرض و غائت فی الحقیقت یہ ہے کہ علمِ فطرت یا دینِ فطرت کے لحاظ سے رات کا اعجاز دن سے فی الواقعہ عجیب تر ہے ۔ جو بنی نوعِ آدم کو ہر لمحہ دعوتِ تفکر دے رہا ہے ۔ جناب رسالت مآب صلعم کو خاص طور پر رات کے کچھ حصے میں غور و فکر اور تہجد کرنے کے احکام کا ملنا یہی ثابت کرتا ہے کہ حقیقت کائنات کا راز فی الحقیقت رات کے سناٹوں اور کائنات میں بکھری ہوئی مختلف توانائیوں کے طفیل کمالِ غور و فکر اور تہجد کے بعد ہی آشکار ہو سکتا ہے

(۳) زمین و آسمان کے حیرت انگیز اعجاز :-

۵۷ : ۴ - اور جو (آسمانوں کی طرف سے موجیں رو یعنی شعائیں اور کششیں) زمین میں داخل ہوتی ہیں ۔ اور جو (موجیں رو یعنی شعائیں اور کششیں) زمین سے نکلتی ہیں (يَلِجُ وَيَخْرُجُ مِنْهَا) اور جو آسمان سے (موجیں رو یعنی شعاعیں اور کششیں) نازل ہوتی ہیں اور جو اس کی طرف بڑھتی ہیں (يَنْزِلُ وَيَعْرُجُ) سب (کی حقیقت) اس کو پوری طرح معلوم ہے ۔ اور تم جہاں بھی پہنچ جاؤ (یعنی خواہ کسی دیگر کرّے میں ہی کیوں نہ پہنچ جاؤ) خدا تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو ۔ خدا اسے بخوبی دیکھتا ہے ۔

۳۴ : ۲ - اور جو (موجیں رو یعنی شعاعیں اور کششیں) زمین میں داخل ہوتی ہیں (يَلِجُ) اور جو اس میں سے نکلتی (يَخْرُجُ) اور جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں اور جو اس کی طرف بڑھتی ہیں (يَعْرُجُ) سب کی حقیقت اسے پوری طرح معلوم ہے اور وہی مہربان ہے (اور یہ سب توانائیاں دینے) بخشنے والا ہے ۔

۱۸ : ۷ - زمین کی ہر چیز کو اسی کی زینت بنایا تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے کون کون (ان ہی عناصر کے ذریعے) اعمالِ صالح سرانجام دیتا ہے ۔

گویا انسان زمین کے تمام عناصر کے حال و احوال سے واقف ہو سکتا ہے ۔ اور ان سے عظیم الشان کام بھی لے سکتا ہے ۔ ان کی تحقیقات یعنی (RESEARCH) ریسرچ ہی اعمالِ صالح کے مصداق ہے ۔

۷ : ۹ - تو ہم نے ان پہ زمین اور آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیئے ۔ گویا زمین و آسمان کی برکتیں فی الحقیقت وہی موجیں رو یعنی شعاعیں اور کششیں ہیں جن سے رزق اور سامانِ معیشت کی افزائش ہو رہی ہے ۔ نیز ان ہی سے ہی انسانی ارتقاء

Marfat.com

کی تمام راہیں کھل رہی ہیں۔ اور اعمالِ صالح کے طفیل ہی انہیں انسان کے زیر اثر کر دیا گیا ہے۔

۴۰: ۱۳۔ رزق آسمان سے اُترتا ہے۔

۵۱: ۲۲۔ تمہارا رزق تو آسمانوں میں ہے۔

گویا گندم باجرہ اور چاول یہ چار پائے کپڑے اور دولت وغیرہ اصل میں رزق نہیں جو زمین پر ہی موجود ہیں۔ اور آسمان سے نازل ہوتے نظر نہیں آتے بلکہ رزق کی ماہیت فی الحقیقت کچھ اور ہے۔ ایسی توانائیاں جو آسمان سے نازل ہوکر مادہ و عنصر میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور وہ ہمارے رزق کی چیزوں میں پھر توانائی بخش رہی ہیں۔ ان حقائق کا مفصل ذکر اپنے مقام پر آرہا ہے۔

۶: ۹۶۔ بے شک خدا ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت اُگاتا ہے۔ وہی جاندار (جوہر) کو بے جان (عناصر سے) پیدا کر دیتا ہے۔ اور بے جان (عناصر کو) جاندار سے نکالنے والا ہے۔

گویا تخلیق کا حیرت انگیز نظریہ مردہ عناصر سے زندہ جوہر کو نکالنے اور پھر زندہ جوہر کو ایک تخلیقی عمل سے دوچار کر کے اسے پھر مردہ عناصر میں لوٹا دینے کے محاکمے پر قائم ہے۔

۷/ ۔ عمدہ زمین اپنی سبزی کو خدا کے حکم سے باہر نکال دیتی ہے۔ اور جو زمین ناپاک (یعنی بہترین عناصر نہ رکھتی ہو) وہ سوائے ناقص شے کے کچھ پیدا نہیں کرتی۔ ہم اسی طرح ہیر پھیر کر کے ایسی قوم کو اشارات و ہدایات دیتے ہیں (جو صحیفۂ فطرت کی حقیقتوں کی قدر کرتی ہے۔)

الغرض اس عظیم الشان محاکمے میں نہ صرف عناصر کے اچھے یا بُرے ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ (جن میں کئی تابکار اور کئی غیر تابکار یعنی جامد عناصر میں حقیر اور کم قیمت اجزاء شامل ہیں) بلکہ انسان کے مسئلہ تخلیق میں بھی جامد اور تابکار عناصر کا حیرت انگیز امتزاجی کرشمہ موجود ہے جس سے انسان ایک منزل سے دوسری منزل میں ارتقاء کرتا ہے۔ گویا جب انسان بچپن میں ہوتا ہے تو اس میں جامد عناصر کار فرما ہوتے ہیں۔ اور جب انسان بالغ ہو جاتا ہے۔ تو اس میں تابکار عناصر کا کھیل کار فرما ہو جاتا ہے۔ اس حکمے کو ایٹم کی تفصیل میں اور حلال و حرام کے عنوانات میں واضح طور پر پیش کیا جا رہا ہے (باب چہارم)

(۴) زمین اور آسمان کے مخلوط اعجازات میں ایک حیرت انگیز تعلق اور رابطہ ہے۔

۱۴: ۲۴۔ کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اس کی جڑیں تو زمین میں پھیلی ہوئی ہوں اور شاخیں آسمان میں ہوں۔ اپنے پروردگار کے فضل سے ہر وقت پھل لاتا ہو۔ اور میوے دیتا ہو۔

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ وہی ہے جس کا اصل تعلق زمین و آسمان سے ہو۔ یعنی ارضی اور سماوی دونوں کمالات کا حامل ہو۔ تب ہی وہ باثمر بن سکتا ہے۔ مزید برآں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مختلف انواع کی ابتدائی پیدائش تو زمین سے ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے پھل اور میوے وغیرہ آسمانی اعمال و اثرات سے ظہور میں آرہے ہیں۔ اسی سے رزق کا آسمان سے اترنا ثابت ہوتا ہے۔ مزید برآں اس سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ علم فطرت گو زمین والوں کو دیا گیا ہے۔ لیکن اسے عمل میں لانے کے لئے کائنات آسمانی پر غور و فکر ضروری ہے

۵۔ نباتات، جمادات اور حیوانات حتیٰ کہ تمام عناصر میں زوجین کا کھیل کار فرما ہے اور اسی سے ایک عظیم کشش جاذبہ

Marfat.com

یا القصالیہ موجود ہے۔

۳۶:۳۶ = وہی صناع علیم ہی تو ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور ان چیزوں کے جن کی ابھی تک انہیں خبر تک نہیں سب کے جوڑے بنائے۔

۷۸،۷ = انسانو! تم کو بھی جوڑا جوڑا بنایا گیا۔

۵۱، ۴۹ = اور ہم نے تمام عناصر کا بھی جوڑا جوڑا بنایا تاکہ تم اُن سے غور و فکر اور رہبری حاصل کر سکو۔

۲۶:۱ = کیا انھوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کل ابناس والنواع کے باغرت جوڑے بنائے بے شک اس حیرت انگیز انتظام میں ایک بہت بڑا اعجاز ہے۔ مگر اکثر لوگ اس معاملے سے امن پیدا نہیں کرتے۔

گویا یہ معاملات علم حکمت و سائنس کے لحاظ سے بے حد قابل غور ہیں اور ایک ایٹم اور دوسرے ہمجا ایٹم کے حکمتی ملاپ سے عظیم توانائی کا ظہور ممکن نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں تجربات کی ضرورت ہے۔

(۶) انسانی رزق کا آسمان میں موجود ہونا اور آسمانی پانی کے حیرت انگیز اعجاز۔

۲۲:۵۱ - اور تمہارا رزق جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے فی الحقیقت آسمان میں ہے۔ یہ سب باتیں قابلِ یقین اور سچے انکشافات ہیں۔

۴۵:۴ = آسمانوں اور زمین تیز نوعِ انسانی اور جانوروں میں اور رات کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور آسمان سے اتارے ہوئے رزق جس سے مردہ زمین کو زندہ کیا جاتا ہے۔ میں یقین رکھنے والوں اور عقلمندوں کے لئے بے شمار اعجاز موجود ہیں۔

گویا موجودہ پانی بھی اگرچہ دو گیسوں یعنی ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مجموعہ ہے۔ لیکن اِن دو گیسوں کے امتزاج میں رزق کے بے شمار ذرائع موجود ہیں۔

۴۰:۱۳ - خدا آسمان سے رزق اُتارتا ہے۔

نوٹ:- رزق آسمانی کی تشریح اپنے موزوں مقام پر آرہی ہے۔

۴۱:۳۹ - پانی سے زمین شاداب ہوتی ہے۔ اور خمیر سے پھول جاتی ہے۔ (دَ رَبَتْ) گویا اگنے والی چیز سے پہلے زمین شق ہو جاتی ہے۔

۳۵:۲۸ - خدا نے ہی آسمان سے پانی برسایا بس اس سے طرح طرح کے میوے پیدا کر دئے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ قطعات اور بعض کالے سیاہ بن گئے ہیں۔ (یعنی ایٹمی اثرات کے جذب و تبدیل سے سیاہ ہو گئے ہیں۔) گویا میوے اور پہاڑوں کے عناصر رزق آسمانی کے سٹور ہیں۔ جنہیں انسان تجربات کے بعد استعمال میں لا کر بے حد توانا ہو سکتا ہے۔

۳۰:۲۳ - اور یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے کہ تم کو خوف اور امید کے ذرائع بہم پہنچانے کے لئے آسمان سے بجلی دکھاتا ہے۔ پھر مینہ برساتا ہے اور زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔

گویا آسمانی بجلی میں بظاہر دو حکمتیں کار فرما ہیں۔ ایک خوف کی اور دوسرے منفق بہم پہنچانے کی حکمت یعنی قدرت

Marfat.com

عزرائیل جو X (ضرب) پر مشتمل ہے۔ اور قدرت میکائیل جو ÷ (تقسیم رزق) پر مشتمل ہے۔ دونوں اس میں شامل ہیں۔ (یعنی برق میں مثبت منفی اور مثبت موجود ہے)

۳۰ : ۴۸ - خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے۔ تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں۔ پھر خدا اسے جس طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لے جا کر آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔ اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس میں سے مینہ برسنے لگتا ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے۔ تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو وہ رحمت خدا سے ناامید ہی ہو رہے تھے تو اے دیکھنے والے خدا کی رحمت کو دیکھو اور اس کی نشانیوں اور اعجازوں کو دیکھو کہ وہ مردہ زمین کو کس طرح زندہ کر دیتا ہے۔

۳۱ : ۱۱ - اور ہم نے ہی آسمان سے پانی (دو گیسوں پر مشتمل) نازل کیا۔ پھر اس سے ہر قسم کی نفیس چیزیں اگائیں۔ یہ تو خدا کی پیدا کردہ ہیں۔ تو مجھے بتاؤ کہ خدا کے سوا جو لوگ ہیں۔ انہوں نے کیا پیدا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ (ان کے پاس نہ تو حکمت کاملہ کی جستجو ہے۔ اور نہ وہ خدائی حکمت و سائنس کو سمجھنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی فصلوں کو اگانے کے لئے دیگر ذرائع ایجاد کر سکیں) یہ ظالم تو گمراہی میں ہیں۔

گویا خدا آسمانی پانی کے علاوہ دوسرے ذرائع استعمال میں لانے پر بھی زور دیتا ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتے وہ خدا کے نزدیک ظالم تصور ہوتے ہیں۔

۱۳ : ۴ - ایک ہی پانی سے قسم قسم کے پھل اور ان کے ذائقے جدا جدا بنا دیئے گئے۔ سمجھنے والوں کے لئے ان میں حیرت انگیز اعجاز موجود ہیں۔

گویا پانی جس میں دو گیسوں کا امتزاج ہے۔ زمینی عناصر کے خواص پر مختلف اثرات پیدا کرتا ہے۔ اور پھر وہی گیسیں حکمی اشعاع سے پھلوں میں مختلف رنگ اور ذائقے پیدا کرنے پر قادر ہو جاتی ہیں۔ نیز زمین سے سونا چاندی لوہا اور دیگر قیمتی عناصر کو محلول کی شکل میں لا کر پودوں میں پہنچاتی اور پھلوں میں ذائقوں کو مختلف تاثیر میں تبدیل کرنے پر قادر ہو جاتی ہیں۔

۷۔ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ کا حیرت انگیز عمل :-

۴۵ : ۵ - اور مختلف گیسوں کی (حیوانات۔ جمادات۔ نباتات اور دیگر عناصر وغیرہ میں) ادل بدل یا تغیرات (تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ) امن و سلامتی کے دعویداروں (مومنوں) اور عقلمندوں کے لئے بہت سے کمالات اور اعجاز رکھتے ہیں۔

گویا گیسوں کے باہمی میل ملاپ، تغیر و تبدل یا ہیر پھیر سے نہ صرف امن و سلامتی کے اسباب پیدا کئے جا سکتے ہیں بلکہ یہ گیسوں کا اعجاز فی الحقیقت حیات بخش بھی ہے۔ اس لئے گیسوں کا علم بھی حکمت و سائنس کی عظیم الشان جزیات سے ہے۔

۳۰ : ۴۶ - اور یہ اسی کے اعجازات میں سے ہے۔ کہ ہواؤں یعنی مختلف گیسوں کو بھیجتا ہے۔ جو (افزائش حیات اور سامانِ معیشت کی) خوشخبری دیتی ہیں۔ تاکہ تمہیں رحمت کے مزے چکھائے۔ اور اس کے حکم سے کشتیاں (موٹریں اور ہوائی جہاز وغیرہ برائے نقل و حمل) چلیں اور خدا کے فضل سے روزی کے اسباب پیدا ہوں اور تم اس کے شکر گزار بنے رہو۔

۳۰ : ۴۸ - خدا ہی تو ہے جو ہواؤں اور گیسوں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (یعنی زمین سے پانی اوپر اٹھا کر آسمان میں پھیلاتی ہیں) پھر خدا اس کو جس طرف لے جانا چاہتا ہے۔ آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔ اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس

Marfat.com

میں سے مینہ برسنے لگتا ہے۔ پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے۔ برساتا ہے۔ تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو ان پر بے امیدی چھائی ہوئی تھی۔ تو آپ دیکھنے والے خدا کی رحمت کو دیکھ اور اس کے اعجازات دیکھ کہ وہ مردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

(۸) مختلف رنگوں۔ مختلف ذائقوں۔ اور مختلف آوازوں کا پیدا ہونا سات آسمانوں اور سات نظام ہائے شمسی نیز سات زمینوں کے حیرت انگیز اثرات کے طفیل ہے۔

۳۵: ۲۸-۲۷۔ خدا نے ہی آسمان سے پانی برسایا پس اسی سے طرح طرح کے رنگوں کے میوے پیدا کر دیئے اور پہاڑوں میں سفید سرخ رنگوں کے قطعات اور بعض ان میں کالے سیاہ بن گئے ہیں۔ انسانوں اور جانوروں کے مختلف رنگ بھی اسی طرح بنا دیئے گئے اور خدا کے بندوں میں سے تو صاحب علم یعنی علماء حضرات ہی حیرت انگیز اعجازات سے کچھ اخذ کرتے ہیں جو غور و فکر کے بعد کائنات میں قدرتِ خداوندی کے حیرت انگیز معجزات دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی کتاب اللہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اپنے مشاہدات اور تجربات پر اپنے ظاہر اور خفیہ رزق کو خرچ کرتے رہتے ہیں اور اس سے انہیں وہ فائدہ بخشا جاتا ہے۔ جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کی طرف سے انہیں ایسے اعمال عطا فرما دیتا ہے۔ تو بس یہ سب کچھ وہی بخشنے والا ہے اور انسانوں کے اعمالِ صالح کا قدردان بھی ہے۔

ملاحظہ ہو عالم کی صحیح تشریح جو کتاب اللہ نے پیش کی ہے۔

۳۰: ۲۲۔ اور یہ بھی اسی کے نشانات اور تصرفات میں سے ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں یعنی آوازوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہلِ علم و دانش کے لئے ان امور میں بھی بہت سے اعجاز مضمر ہیں۔

نوٹ:۔ یہ آیت بے حد معنی خیز ہے۔

۱۶: ۹۔ اور اسی نے زمین سے مختلف رنگوں کی چیزیں پیدا کیں۔ نصیحت پکڑنے والوں اور کچھ اخذ کرنے والوں کے لئے اس محاکمے میں اعجاز مضمر ہیں۔

۶: ۹۹۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں۔ تو ان کے پھلوں پر اور جب پکتی ہیں تو ان کے پکنے پر غور و فکر کئے رکھو۔ اس میں امن کے طلب گاروں کے لئے قدرتِ خدا کے بے شمار اعجاز مضمر ہیں۔

نوٹ:۔ یہاں یومنون یعنی امن کے طلب گاروں یا دعویداروں کی طرف اشارہ بے حد معنی خیز ہے۔

۱۳: ۴۔ ایک ہی پانی سے قسم قسم پھل اور ان کے ذائقے وغیرہ مختلف بنا دیئے گئے سمجھنے والوں کے لئے ان میں حیرت انگیز اعجاز مضمر ہیں۔

نوٹ:۔ گویا پانی جو سات آسمانوں اور سات زمینوں میں موجود ہے ادھر ادھر سے اوپر اٹھ کر خلاؤں میں پہنچتا ہے۔ اور آسمانی برقی سوجوں۔ روئیں شعاعوں اور کششوں سے ہمکنار ہو کر پھر زمین کی طرف لوٹتا ہے تو اس میں کئی حیات انگیز اعجاز پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمینی پانی جو ٹیوب ویلوں کے ذریعے آبپاشی کے کام میں لایا جاتا ہے سے آسمانی پانی میں تاثیر حیات زیادہ ہے۔

Marfat.com

۲: ۱۳۸ - صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○
کہہ دیجئے کہ ہم نے خدا کا رنگ اختیار کر لیا - اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے - لہٰذا ہم تو اسی کی نوکری چاکری اختیار کر چکے ہیں -

نوٹ - یہاں صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی تمثیل بے حد معنی خیز ہے - خدا جو سات رنگوں سات آوازوں یعنی ان کے سروں اور سات مختلف ذائقوں کا پیدا کرنے والا ہے - وہی اس کائنات کے سات آسمانوں اور اُن میں سات ہی شمسی نظاموں اور ان میں سے ہر ایک میں ایک ایک زمین جو نوعِ انسانی کی حیات کے لئے موزوں ہے - پیدا کر کے ان میں عظیم الشان اثرات اور معجزات پیدا کر رہا ہے - مزید برآں اللہ تعالیٰ جو فی الحقیقت صانعِ عظیم ہے - اپنے ساتھ رنگ کی تمثیل پیش کر کے نوعِ انسانی پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے - کہ ان تمام کارہائے نمایاں سے سبق حاصل کر کے وہ بھی صفاتُ اللہ سے متصف صنعت کار اور ادنیٰ خالق بن کر رہے - نہیں بلکہ خدا جو سب کا حاجت روا سب کو روزی بخشنے والا اور عظیم الشان طاقتوں اور توانائیوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کی اِن صفات سے خود انسان بھی بہرہ ور ہو جائے اور سارمی کائنات کے لئے ربوبیت عام کا مظہر بن کر وہی کچھ کرتا رہے جو اِس کائنات میں شب و روز خدا کرتا ہے - وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ کا مقصد اسی لحاظ سے پورا ہو سکتا ہے -

(۹) زمینی اور آسمانی بجلیاں - گیسیں اور یہ موجیں ، رَوئیں ، شعاعیں اور کششیں اپنے اندر حیرت انگیز محاکمات رکھتی ہیں -

۲: ۱۹ - یہ نابکار خدا کی کارسازیوں کا علم حاصل کرنے میں بہرے گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں - اور یہ خدائی علم کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے - ہاں ان کی مثال مینہ کی سی ہے - جو آسمان سے برس رہا ہو - اس میں ظلمات یعنی مردہ اور تاریک طبقات (DEAD ZONES) ہوں اور آسمانی موجوں ، رَوؤں ، شعاعوں اور کششوں کی وجہ سے کڑک اور بجلی بھی کوند رہی ہو - اور ان ہیبت ناک طاقتوں کی تجلیات اور گرج سے یہ اپنی موت سے ڈر کر کانوں میں انگلیاں دے لیں - اور اللہ تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہے -

مندرجہ بالا آیت میں قابلِ غور نقطہ یہ ہے - کہ ظلمات یعنی (DEAD ZONES) میں خدا کی ان حیرت انگیز طاقتوں کا عمل و دخل بند ہو جاتا ہے - بلکہ وہاں کئی دیگر قدرتیں کار فرما ہوتی ہیں - مزید براں مردہ اور تاریک طبقات میں موجیں ، رَوئیں اور کششیں جن سے بجلی قائم ہوتی ہے اپنے اثرات ترک کر دیتی ہیں - اِن آیات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے - کہ مینہ کے وقت آسمان میں جب مردہ طبقات قائم ہو جاتے ہیں - تو ریڈیائی لہروں کو اِدھر اُدھر بکھیر دیتے ہیں - ان کے علاوہ اپنے مخصوص مقامات میں بجلیوں اور گرج کے مختلف طبقاتی اعجاز بھی پیدا ہو جاتے ہیں - اِن تمام مظاہر میں علمِ حکمت و سائنس کے کئی عظیم الشان اعجاز ظہور میں آتے ہیں -

۳۶: ۸۳ - وہ پاک ذات ہے - جس کے قبضۂ قدرت یعنی پاور ہاؤس (POWER HOUSE) میں تمام عناصری بجلیاں ، توانائیاں ، موجیں ، رَوئیں و شعاعیں اور کششیں نیز مختلف گیسیں جو عناصر سے ہی تعلق رکھتی ہیں (مُتَمَکْنِبَت) موجود ہیں -

Marfat.com

وہ تقسیم ہونے کے بعد پھر واپس اپنے پاور ہاؤس میں لوٹ جاتی ہیں۔ (بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ)

۳۰: ۲۴۔ یہ بھی اسی کے اعجاز میں سے ہے کہ وہ تم کو خوف (یعنی ضرب ×) اور تقسیم رزق (یعنی تقسیم ÷) کی امید دلانے کے لئے آسمان سے بجلی دکھاتا ہے۔ اور آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ اور اس سے زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ گویا آسمانی بجلی میں ضرب اور تقسیم کے دو مزید نظریات بھی قائم ہیں۔

۲۴: ۴۳۔ بادلوں کی بجلی آنکھوں کی توانائی کو اُچک لیتی ہے۔

گویا آسمانی بجلی میں ضرب (×) اور نفی (−) کا محاکمہ بھی قائم ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بجلی فی الحقیقت تمام توانائیوں کی ابتدا ہے۔ اور اس میں مثبت اور منفی کے علاوہ آسمانی بجلی میں ضرب اور تقسیم کے چاروں محاکمات قائم ہیں۔ جن کا سماوی و ارضی مخلوق سے گہرا تعلق ہے۔ مغرب کے علماء نے ارضی بجلی کے دو نظریات یعنی مثبت اور منفی کا پتہ دیا ہے۔ لیکن آسمانی بجلی کا علم انہیں ابھی تک نہیں ہو سکا۔ جس میں فی الحقیقت چاروں محاکمات ثابت ہوتے ہیں۔

ان آیات سے ایک راز اور بھی کھلتا ہے کہ جب خدا نے انسان کو زمین پر ہی بنایا اور اسی میں اسے خلیفہ بنایا گیا۔ نیز اسی مقام پر اس کے روبرو ملائکہ نے سجدہ کیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کی آماجگاہ بھی محض آسمان کی پہنائیوں میں نہیں بلکہ ان کا قیام وظہور الارض پر بھی ہے۔ اس نظریئے کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ آسمان و زمین سے خارج ہونے والی اور نازل ہونے والی موجیں، رو ئیں، شعاعیں اور کششیں ہی وہ عظیم الشان ملائکہ ہیں جنہیں انسان کی خاطر سجدہ ریز کیا جا چکا ہے۔

۱۰۔ بھاری پانی میں حیرت انگیز محاکماتِ قدرت مخفی ہیں۔ اور اُن سے اعمال کا صلہ بھی ملتا ہے۔

۱۱: ۷۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (یعنی طویل المیعاد دنوں میں) بنایا۔ اس وقت اس کی سلطنت (ایک بھاری) پانی (یعنی تمام کائناتی عناصر کے ایک عظیم الشان محلول یا پانی) پر تھی اس انکشاف سے مقصود یہ ہے کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں (مادہ عناصر کی حیرت انگیز تخلیق اور ان کی کرشمہ سازیوں میں نیز اُن سے عظیم توانائی پیدا کرنے میں) اپنے اعمال کو اجاگر کرنے کے لئے کون آگے بڑھتا ہے۔ نیز خدا یہ بھی دیکھے کہ ان کے (علمِ حکمت سے) تم میں سے کون کون بہتر بنتا ہے۔

گویا بھاری پانی سے نہ صرف عظیم توانائی حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ بلکہ انسان اس سے کئی اور اعجاز بھی پیش کر سکتا ہے۔

۸: ۵۳۔ اور یہ اسی طرح ہے کہ خدا اس وقت تک نعمتوں میں تغیر پیدا نہیں کرتا جب تک کہ انسان اپنے ملوکہ ایٹموں میں تدبیر اور غور و فکر سے خود تغیر پیدا کرنے کے قابل نہیں بنتا۔

۳۲: ۱۷۔ کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک (عناصر کے اعجازات میں) چھپا کر رکھی ہے۔ یہ تو ان کے اعمال کے صلہ میں مل ہی جاتی ہے۔ جو وہ (تجربات و مشاہدات کے ذریعہ) کرتے ہیں۔

Marfat.com

گویا تجربات اور مشاہدات سے ہی عناصر کے اسرار افشا ہوتے ہیں۔ اور ان سے مختلف ایجادات کے لئے اضافی مقدار میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور انسان اس مسلسل اطمینان سے نئی نئی ایجادات کو بروئے کار لاکر اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک میں اضافہ کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قلبی مسرت اور ٹھنڈک ایک موجد کو کسی ایجاد کے بعد ہی نصیب ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ جو ہی لگا سکتا ہے۔ بے علم اور بے ہنر انسان اس حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔

۱۱ - زمین و آسمان کے لشکر یہ موجیں، روئیں، شعاعیں اور کششیں نیز گیسیں اور مختلف لہریں وغیرہ بھی انسانی ارتقا کے لئے اعجاز ہیں۔

۲: ۱۱۷ - بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کی مختلف ایجادات میں کار فرما قدرتوں کا عظیم الشان سرچشمہ۔

۶: ۸۳ - مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کی حیرت انگیز برقی موجیں، روئیں، شعاعیں اور کششیں۔

۴۲: ۱۲ - مَقَالِیدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان میں رزق کی افزائش کے لئے پھیلی ہوئی وہ موجیں روئیں، شعاعیں اور کششیں جو انسانی حیوانی اور نباتاتی سامانِ معیشت کے دروازے کھولتی ہیں۔

۳: ۱۸ - مِیرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ مال و دولت کی افزائش کے لئے قائم کی گئی موجیں روئیں شعاعیں اور کششیں ان کے علاوہ عناصر اور ان کی متعدد گیسیں جو میراث یعنی ایک کا چھوڑا ہوا مال دوسرے تک پہنچاتی ہیں۔

غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کی وہ مستور جبریلی، میکائیلی، اسرافیلی اور عزرائیلی قدرتیں جن سے مختلف موجیں، روئیں، شعاعیں اور کششیں اور ان سے پیدا ہونے والی طاقتیں اور قوتیں جو انسان کے لئے علم و عرفان کا نور اور پیغامِ خداوندی پہنچانے کا مقدور رکھتی ہیں۔ وہی مفاتِحُ الْغَیْبِ بھی ہیں۔

خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کے مستور خزانوں کو عقلِ انسانی پر ظاہر کرنے والی قدرتیں۔

۴۸: ۴ - جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کے وہ گوناں گوں لشکر جو موجوں روؤں، شعاعوں اور کششوں کی صورت میں کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ہر آن اس کائنات کا تحفظ کر رہے ہیں۔

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ زمین و آسمان کی وہ حیرت انگیز قدرتیں۔ طاقتیں جو کائنات کی بادشاہت کے نظام کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ خدا کی اس تمام شاہنشاہیت کی منصرم اور منتظم ہیں اور اس کے تحفظ کی ضامن یا حیات کا مبداء ہیں۔

الغرض مندرجہ بالا آیات کے معانی خواہ کسی کی نظر میں کچھ اور ہی کیوں نہ ہوں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ کارگاہِ عالم کے تحفظ اور امن و سلامتی کے لئے جن طاقتوں، قوتوں اور قدرتوں کے لشکر اپنا اپنا مظہر پیش کر رہے ہیں۔ فی الحقیقت سب کے سب اعجازِ خداوندی ہیں۔ ان کی پہچان کا علم اگرچہ بے حد پیچیدہ ہے۔ لیکن غور و فکر مشاہدات اور حکمتی تجربات کے بعد یہ امر لازم ہے کہ انسانی شعور ان سے واقف ہو جائے اس کے بعد بنی نوعِ انسان بھی انہی سے کام لے کر اپنی طرف سے نئی نئی ایجادات پیش کر کے اپنی سربلندی کی تمام منزلیں طے کرنے کے قابل بن جائے۔ اگر ہم ملائکہ کو پہچان نہیں سکتے تو روزِ آفرینش میں ملائکہ کا انسان کے سامنے سجدہ ریز ہو جانے کا مقصد بے معنی ہو جاتا ہے۔

۱۲ - امنِ عالم ہی مقصودِ باری تعالیٰ ہے۔ انسان بھی اسی امن و سلامتی کو بحال رکھنے کے لئے معرضِ وجود میں

Marfat.com

آیا ہے ۔

۶: ۸۲ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ٥ جو لوگ امن و سلامتی کے طالب اور دعویدار بن گئے (اٰمَنُوْا) اور اپنے امن کو بے راہ روی اور تخریب کے سپرد کر کے اسے مخلوط نہ کیا۔ تو ان کے لئے ہی سچا امن ہے۔ اور وہی صحیح راستوں پر چل رہے ہیں۔

گویا ایمان اور مومن کا مادہ چونکہ امن ہے اس لئے آیت کا ترجمہ اسی سہ حرفی مادے کے معانی کے مطابق صاف واضح کرتا ہے۔ کہ انسانی کردار کا محور عمل محض امنِ عالم ہے نہ کہ تخریب اور بے راہ روی جسے خدا نے ظلم کہا ہے نیز ایمان کا مطلب صریح طور پر امن کے ماحول کے مترادف ہے۔ اور مومن امن کے مدعی یا طالب کو کہا گیا ہے۔

۵۵: ۸ ۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ٥ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ٥ اسی خدا نے ہی جب آسمان کو ادھر ادھر پھیلا کر بلند کیا (جس میں کروڑوں اور اربوں سیارے اور ستارے نیز ان کے اثرات اور ان کی مختلف کششیں موجود ہیں) تو فوراً ہی ایک ایسا میزان (یعنی کششِ مقناطیسی یا کروں کی باہمی کشش ثقل) قائم کر دی (اسی کے ذریعے کائنات کے تمام کل پرزے پورے نظام سے رواں دواں ہیں) تو تم حد سے نہ بڑھو (یعنی تخریب اور امن کوشی سے ان ہیبت ناک کششوں کو کم کرنے کے لئے آگے نہ بڑھو) تاکہ تم خود بھی ان کششوں کی بحالی کے طفیل اس میزان میں امن سے رہو اور ادھر ادھر ہٹ کر فنا نہ ہو جاؤ۔

گویا یہ کائناتی میزان اس کائنات کی ہر چیز کو بحال محفوظ اور رواں دواں رکھنے کا ایک حیرت انگیز حکمتی کرشمہ ہے۔ اور انسان میں یہ طاقت بھی موجود ہے۔ کہ وہ اس میزان کو خسارے سے دوچار کر دے۔ اور کائنات کو تباہی کے حوالے کر دے۔

۶۷: ۱۶ ۔ کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے (یعنی وہی میزان اور اس کی کششِ مقناطیسی اور ثقلی) سے پوری طرح امن میں نہیں ہو؟ (اَأَمِنْتُمْ) اور یہ بھی ہم سے آسان اور ممکن ہے۔ کہ تمہاری تخریبی ایجادات اور بے جا کارروائیوں سے اس امن کے محاکمہ کو بدل کر تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ مقناطیسیت اور کششِ ثقل کے ختم ہو جانے سے لرزنے اور حرکت کرنے لگے (یعنی الٹی گردش شروع کر دے) فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ اور کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے۔ فی الحقیقت امن کے بغیر رہ سکتے ہو۔ (اَمِنْتُمْ) اور تم پر (یعنی ممکن ہے نیز یہ ہم پر آسان بھی ہے کہ تمہاری تخریبی اور امن کوش ایجادات سے) کنکر بھری ہوا چھوڑ دے (یعنی زمین پر پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والا طوفان برپا کر دے) تب تم جان لوگے کہ ہمارا ڈرانا (یعنی امن کوشی اور تخریبِ کائنات کے عظیم گناہ کی وجہ سے) کیسا پُر خطر تھا؟

۲۰: ۱۱۲ ۔ جو شخص انجام کار کامیاب ہونے کی امید رکھتا ہو۔ اور اس کے لئے جتنی بھی کوشش کرے۔ جو اس سے ممکن ہو اور وہ امن و سلامتی کا طلب گار یا دعویدار بھی ہو۔ (وَهُوَ مُؤْمِنٌ) تو ایسے ہی (پر امن اور تخریبِ کائنات سے مبرا) انسانوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ ہم ان کو اور ان کے سبب کو تیرے پروردگار کی مدد سے کئی عنایات اور عظیم الشان انعامات عطا کر دیتے ہیں۔ (عَطَآءَ رَبِّكَ) اور تیرے پروردگار کی بخشش کسی سے رکی ہوئی نہیں۔

گویا انسانی ارتقا کے لئے سب سے پہلی شرط کائنات کے لئے امن و سلامتی کا رویہ ہے۔ اس کائنات میں کوئی انعام و عطیہ بجز امن انگیز حکمت و سائنس کے حاصل ہونا ممکن نہیں۔ نیز اگر کوئی امن کے لئے کوشش کر کے نئی ایجاد مخلوقِ خدا کے فیض کے لئے

عمل ۱۵۳:۵ کے بعد پھر بات بوجھنے کی کوشش ہو جائے۔ قوانین کے لئے سخت سزا کا وارد ہونا بھی لازم ہے۔

۱۵: ۱۸-۱۴- اگر ہم منکرین حق پر آسمان کا کوئی دروازہ (آسمانی کروں میں پہنچنے کے لئے) کھول بھی دیں (وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ) اور وہ اس میں (یعنی آسمانی کرے پر) چڑھنے لگیں تو بھی (اپنی تعمیر و تخریب سے کوشش حکمت و سائنس کے طفیل) یہی کہہ دیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں۔ بلکہ ہم تو تخریبی حکمت و سائنس سے ہی کامیاب ہو رہے ہیں (مَّسْحُورُونَ)۔ اور ہم نے ہی آسمانوں میں بروج بنائے۔ اور دیکھنے والوں کے لئے ان کو (کرہ و ستاروں سے) سجا دیا۔ اور (اپنی میزانوں کے ذریعے) ہر شیطانی یعنی تخریب پسند اور راندہ درگاہ طاقتوں سے انہیں محفوظ کر رکھا ہے۔

گویا امن و سلامتی کے دعویدار تو آسمانی کروں میں پہنچ کر سلامتی اور امن پیدا کریں گے۔ لیکن تخریب پسند شیطان وہاں پہنچنے میں اگر کامیاب ہو جائیں تو وہ پھر بھی اس ارتقا کو اسی تخریبی سائنس کا اعجاز تصور کریں گے۔ ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطانی طاقت فی الحقیقت کائنات کی امن و سلامتی کے خلاف عمل پیرا ہے۔ اور وہ ملائکہ کی امن پسند طاقتوں کے بالمقابل ایک علیحدہ تخریب پسند طاقت ہے۔ اس لئے کوئی بھی امن کوش اور تخریب پسند طاقت باری تعالیٰ کے عظیم الشان محاکمات سے کما حقہٗ روشناس نہیں ہو سکتی۔

۹: ۱۲۶- يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ۔ اور جن کے دلوں میں (تخریب کائنات کا) مرض ہے ان کے حق میں خباثت پر خباثت زیادہ کر دیا گیا۔ اور وہ اگر مرے بھی تو کافر ہو کر (یعنی امن و سلامتی کے لائحہ عمل سے منکر ہو کر) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک یا دو بار بلا اور ابتلاء میں پھنسا دیئے جاتے ہیں۔ (پھر بھی وہ اپنی تخریبی کارروائیوں سے) توبہ نہیں کرتے اور نہ ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

گویا خدا کا یہ عمل جاری ہے کہ ہر تخریب پسند اور سلامتی عالم سے منکر قوم خدا کی طرف سے ہر سال ایک یا دو بار ضرور ابتلاء۔ پریشانی، ہلاکت یا فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ یہی مشاہدہ اور نظریہ تخریب پسند اقوام کی شناخت کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہے۔

سچی حکمت و سائنس کے مندرجہ بالا بارہ علمی سرچشمے فی الحقیقت حضرت موسیٰؑ کے معجزاتی بارہ چشموں کے مترادف ہیں

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کے متعلق قرآنِ عظیم و حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

۲: ۶۰- وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے (رحمت و عنایات کا) پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا (جو حکمتوں کا سرچشمہ تجھے عطا کیا گیا ہے) حجر (یعنی پہاڑوں کے عناصر) پر مارو۔ پس (جب یہ حکمتی عمل کیا گیا تو) اس پہاڑ یعنی پتھر سے (حکمت و سائنس کے) بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام انسانوں کو (کُلُّ أُنَاسٍ سے مراد جملہ مخلوق بھی ہے جو نظر آتی ہے) اپنی اپنی استعداد کے مطابق (علم حکمت و سائنس کے آبِ حیات سے) پیاس بجھانے کے مقامات (یعنی حکمت کے

مختلف شعبوں) کا علم ہوگیا۔ (ہم نے حکم دیا کہ اب حکمت و سائنس کے اعجازات و ایجادات تیار کر کے اور مال و دولت حاصل کرے باعزت اور بافراط) کھاؤ پیو اور اللہ کے اسی رزق سے (جو آسمانوں میں مخفی اور آسمانوں سے ہی نازل کیا جاتا ہے سیر ہو جاؤ۔ اور زمین میں تخریبِ کائنات کے درپے نہ ہونا۔

ہم نے مندرجہ بالا آیات کے معنی کسی حد تک تشریح کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ بظاہر دیکھا جائے تو ایسا نظر آتا ہے کہ موسیٰؑ کی قوم ایک ایسے مقام پر آباد تھی جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اور وہ پیاس سے تنگ آ کر محض پانی کی طلبگار تھی۔ اور اس کی استدعا پر حضرت موسیٰؑ نے ایک پتھر پر اپنا عصا مارا اور اس خشک پتھر سے بارہ پانی کے چشمے رواں ہو گئے۔ جن سے ان کی قوم نے کھیتی باڑی کے لئے اپنے اپنے جدا جدا مقامات منتخب کر لئے تاکہ وہ کھا پی سکیں۔ اگر ان ظاہری معنوں کو دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ جہاں پانی نہ ہو وہاں انسان بس کیسے سکتا تھا۔ بے آب سرزمین میں انسانیت کا قیام ممکن نہیں۔ اور اگر فی الواقع لاٹھی کو پتھر پر مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔ تو علم جغرافیہ سے علاقہ سینا فلسطین یا مصر میں آج کہیں بھی ان بارہ چشموں کا ایک ہی مقام سے رواں ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا غور و فکر کے بعد ایسا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم فی الحقیقت علم حکمت و سائنس کے آبِ حیات کی پیاسی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے انہیں پہاڑ کے عناصر کے اعجازات سے روشناس کرانے کے لئے اپنا حکمت آموز عصا پہاڑ پر دے مارا۔ جہاں سے بارہ قسم کے حیرت انگیز حکمت کے سرچشمے رونما ہو گئے۔ قوم کے حکما نے ہر ایک اعجاز سے علیحدہ علیحدہ اپنی پیاس بجھانی شروع کی اور حکمت کے بارہ عظیم الشان شعبوں میں ارتقاء کا ایک ٹھوس اور جدا جدا نظام قائم کر لیا۔ جس سے وہ مالا مال ہو گئے۔ اور معاشت و رزق کی فراوانی سے سیر ہو گئے۔

اس تشریح کی تائید میں ہم قرآنِ عظیم و حکیم سے مزید آیات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ یہ محاکمہ شعور کے لئے قابلِ قبول بن جائے۔

۷، ۱۴۵۔ اور ہم نے تورات کی تختیوں پر تمام عناصر کی موعظت اور تفصیل لکھ دی پھر ارشاد فرمایا کہ اسے مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور قوم سے کہہ دو کہ اُن باتوں کو جو اس میں درج ہیں فی الحقیقت بہت ہی بہتر ہیں۔ میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا (وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔)

۷، ۱۵۴۔ تورات میں تو (بالکل صریح لکھے ہوئے) نسخے تھے (جو حکمت و سائنس پر مبنی تھے)

فِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ○

گویا تورات میں حکمت و سائنس کے عظیم الشان نسخے موجود تھے جن میں عناصر کی ہی حیرت انگیز حکمت و سائنس مستور تھی۔ لہٰذا مذکورہ بالا معنی ہی متذکرہ آیات کے صحیح معانی ثابت ہوتے ہیں۔ (نوٹ) آیت ۱۴۵ میں خدا کے یہ الفاظ بے حد معنی خیز نظر آتے ہیں۔ (کہ ہم عنقریب تمہیں یعنی بنی اسرائیل کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھائیں گے۔ سَأُرِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ○ کے معنی یہ ہیں کہ میں عنقریب تم کو (یعنی بنی اسرائیل کو) نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤں گا۔ مفکرین غور و فکر فرمائیں اور فاسقین کی نشان دہی کریں۔ کہ وہ کون سی قوم ہو سکتی ہے جن کے گھر بالآخر بنی اسرائیل نے دیکھنے ہیں۔

Marfat.com

الغرض قرآنِ عظیم سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کو حکمت کے ضمن میں بارہ شعبوں کے علوم بخش دیئے گئے۔ اور ہر ایک شعبے پر انچارج ایک بہت بڑے عالم کو بطور سردار مقرر کیا گیا۔ گویا بارہ شعبوں پر بارہ سردار مقرر ہوئے۔ اس کا انکشاف مندرجہ ذیل آیات سے ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۝

یعنی ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں (حکمت و سائنس کے فروغ کے لئے) بارہ سردار مقرر کر دیئے۔

نقیب کے معنی:- ایک خاص گروہ کا سردار۔ تفتیش و تحقیق کرنے والا۔

اَلنَّقِیْبَۃُ - لوحِ دل۔ فطرت۔ مزاج۔ عقل۔ مشورہ۔ رائے کا نفاذ۔

اَلْمَنْقَبُ - پہاڑی راستہ۔ بہت بحث و تحقیق کرنے والا عالم۔ پہاڑی عناصر میں تحقیق کرنے والا شخص۔ گویا نقیب کے معنی ایسے سردار کے ہیں جو علمِ فطرت و حکمت و سائنس میں قوم کی رہبری کرے۔ حکمت میں ریسرچ کرنے والا اور بہت بڑا محقق ہو۔

مندرجہ بالا آیات سے نظر آتا ہے۔ کہ علمِ حکمت بارہ شعبوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ تمام شعبے انبیاؑ کی وساطت سے یا علمِ وحی سے نوعِ انسانی کے سپرد کئے گئے۔ اگر دینِ اسلام آلِ نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ میں سے آلِ یعقوبؑ اور آلِ اسمٰعیلؑ پر ایک ہی انداز سے نازل ہوا۔ تو ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ یہ بارہ آبِ حیات کے چشمے اور یہ بارہ حکمت و فطرت کے سردار فی الحقیقت کائناتِ ارضی و سماوی کی اُن بارہ حکمت و فطرت کی شاہراؤں پر منتج ہوتے ہیں۔ جو ہم نے اوپر قرآنی آیات سے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیئے ہیں۔ یہی دراصل فی الحقیقت دینِ اسلام کے بارہ امام ہیں۔ جن پر چل کر حکمت و فطرت کے انوار اور اعجازات و ایجادات کی طرح ثابت ہوتی ہے۔

ہم روزمرہ دیکھ رہے ہیں۔ کہ نوعِ انسانی نباتات حیوانات اور جمادات وغیرہ میں کیمیائی تغیرات پیدا کر کے حیرت انگیز ایجادات کی موجد بن رہی ہے۔ مرغی کے انڈوں سے ۲۳ یا ۲۴ دنوں کے بجائے چند گھنٹوں میں بچے نکال لینے پر قادر ہو چکی ہے۔ جانوروں میں مصنوعی نسل کشی کا ابتدائی عمل جو انجام کار تخلیقِ حیوانات کے مکمل کرنے پر ختم ہو سکتا ہے وضع کر لینا فی الحقیقت ایک علمی کمال نظر آ رہا ہے۔ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انسانی ارتقاء پر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا۔ جب اجناس کی ایسی فصلیں جو آج کم از کم تین یا چھ ماہ میں پک کر تیار ہو جاتی ہیں۔ ایسی اسباب یا مزید ایجاد شدہ توانائیوں سے چند گھنٹوں میں پکائی جا سکیں گی۔ حیوانات کی افزائش ایسی توانائیوں سے اس نہایت سرعت سے ہو گی کہ جیسے ہوا ایک جادو یا پیدا کر لیا۔ اور اپنی بھوک مٹالی۔ معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ جانوروں کی سواری سے مستغنی ہو کر اور کشتیوں کو خیرباد کہہ کر انسان آج دنوں میں سالوں اور مہینوں کا سفر ایسی ہی توانائیوں کی ایجاد سے چند گھنٹوں میں طے کرنے کے قابل بن جائے گا۔ اور ایک دور انسانی ارتقاء کا ایسا بھی ممکن ہے۔ کہ بغیر مشینری اور آلات کے دو پاؤں والا انسان اڑ کر کائنات کی پہنائیوں کی سیر کے قابل بن جائے۔ اور زمین سے نکل کر کروڑوں میل دور آسمان کے کسی اور مقام حاصل کرنے میں پہنچ کر دم لے۔

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پیشتر قرآنِ عظیم و حکیم نے اس راز کے متعلق یوں اطلاع دی تھی +

۳۶:۴۲ ۔ کشتیاں، اونٹ، گھوڑے اور دیگر سواری کے جانور انسان کو ایک مخصوص مدت تک فائدہ پہنچائیں گے ۔

گویا انسان اپنے ارتقاء سے ان جانوروں اور کشتیوں کو خیرباد کہہ کر کئی اور حیرت انگیز سواریوں کی ایجاد عمل میں لائے گا۔ جس طرح کہ آج ہم اس حقیقت کو صاف دیکھ رہے ہیں۔ انسان کی ذہنی اور تخلیقی قوتیں آئے دن تڑپ تڑپ کر ظہور میں آ رہی ہیں۔ ایجادات بہتر سے بہترین انداز میں پیش ہو رہی ہیں۔ الغرض اگر نوعِ انسانی قرآنِ عظیم و حکیم کی آیاتِ متشابہات میں مزید غور و فکر سے کام لے اور تفکر اور تدبر کرے تو کائنات کی حکمتوں کا کوئی گوشہ اُس سے اوجھل رہنا ممکن نہیں۔ یہ سورج ابتداء میں مشرق سے ابھرا آج کئی صدیوں سے ہماری بے توجہی کے طفیل مغرب سے ابھر رہا ہے۔ اور اس کے بعد کیا عجب ہے۔ کہ وہی روٹھا ہوا علم حکمت و سائنس کا سورج پھر مشرق سے طلوع ہونا شروع ہو جائے۔ ان ممکنات کا علم رسالت مآب کے ایک قول سے ہوتا ہے جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ علم حکمت کی تلاش کے لئے اگر تمہیں (مغرب کی وادیوں میں جانا ممکن نہ ہو تو) مشرق کے چین میں جاکر اُسے حاصل کرنے کی تگ و دو کرنا۔ اور ایک مقام پر یہ دعا بھی فرمائی تھی۔ رَبَّنَا اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا هِیَ هِیَ۔ یعنی اے ہمارے رب ہمیں عناصر کے حقائق اثرات اور اعجازات سے آشنا فرما۔ کہ وہ کیا کیا اور کیسے کیسے ہیں ۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ کی صحیح تشریح

مندرجہ بالا آیتِ خداوندی کے معانی حسبِ ذیل ہیں :۔

پس برکتوں والی پاک ذات وہی ہے جو دیگر تمام خالقین سے بلند تر اور عظیم تر احسن خلّاق ہے ۔

اس لحاظ سے جہاں خداوند تعالیٰ ایک خلّاقِ عظیم کی حیثیت رکھتا ہے وہاں اس کی مخلوق میں سے بے شمار اور خالق بھی ثابت ہوتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے علاوہ وہ کون سی مخلوق ہے جو خلّاقی کے جوہر دکھا رہی ہے۔ اس سوال کا جواب مشرق والوں کو دینا ہوگا جن کے پاس تمام انسانیت میں سب سے پہلے قرآن عظیم و حکیم کی یہ خبر پہنچی۔ جنابِ رسالتِ مآب نے ارشاد فرمایا تھا :۔

"تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ"

اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ اے بنی نوعِ انسان تم بھی خدا کے اطوار و کردار کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اسی کے اعمال کو اپنا ورثہ بنا لو۔ خدا کی توصیف خلّاقی ہے۔ تم بھی اس سے متصف ہو جاؤ (تَخَلَّقُوْا) خدا حیرت انگیز ایجادات کا موجد ہے۔ تم بھی ایجادات کو جنم دو۔ خدا خلّاقِ عظیم ہے۔ تو تم بھی ایک محدود دائرے کے اندر یعنی اس کائنات میں ادنیٰ خالق بن کر دکھاؤ۔ جس خدائے عظیم نے اس قدر وسیع کائنات پیدا کر دکھائی ہے تم بھی ایک مختصر سی کائنات بنا ڈالو۔ خدا نے سورج اور چاند یہ لاتعداد کرّے اور سیّارے بنائے آسمانی میں اڑا دیئے ہیں۔ تم بھی بیانوں اور کرّوں کی ایجاد کر دکھاؤ (تَخَلَّقُوْا) خدا نے لاتعداد مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ تم بھی کچھ پیدا کر دکھاؤ۔ خدا نے عظیم الشان حکمت و سائنس سے کام لیا ہے۔ تم بھی اسی حکمت و سائنس کو اپنا کر علم کو آشکار کر دو۔ (تَخَلَّقُوْا) نہیں نہیں بلکہ خدا نے تمہیں الارض میں جانشین یا خلیفہ بنا دیا ہے۔ اس لئے اس منصبِ جلیلہ کی شان اور آن کو قائم رکھو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ماضی میں برطانیہ، ہندوستان میں اپنا جانشین ایک وائسرائے یا گورنر جنرل کو بنایا کرتا تھا۔ اسے یہ اختیار سونپ کر بھیجا کرتا تھا کہ جس شہر کو آباد رکھنا چاہو۔ اسے جنّت بنا دو۔ جسے تباہ کرنا چاہو آنِ واحد میں تباہ و برباد کر دو۔ جسے چاہو انعامات و اعزازات بخشو اور جسے چاہو زنجیر میں جکڑ لو۔ جسے چاہو زندہ رہنے دو اور جسے چاہو موت کے گھاٹ اتار دو۔ الغرض وہ ایک محدود دائرہ اختیار کے اندر سب کچھ کر سکتا تھا۔ لیکن اسے ان سب باتوں

کے ساتھ ساتھ ہدایت کی جاتی تھی کہ وہاں عدل و انصاف پر حکومت قائم کرنا۔ ملک میں امن و سلامتی کے احکام نافذ کئے رکھنا۔ گویا وہ اپنے محدود دائرہ عمل کے اندر ایک مختارِ ناطق کی حیثیت رکھتا تھا۔ خدا کے انداز تسلط میں بھی کچھ اسی قسم کا نظام نظر آتا ہے۔ اسی نے زمین پر کسی سابقہ مخلوق کا جانشین بنا کر انسان کو بھیجا اور ساتھ ہی اپنی وحی کے احکام سے اسے خبردار کر دیا۔ کہ الارض میں عدل و انصاف پر مبنی حکومت قائم کئے رکھنا۔ ملک میں امن و سلامتی کے احکام نافذ کئے رکھنا۔ اس کی جانشینی اس سطح زمین پر اس طرح قائم فرمائی کہ جس تخریب پسند اور فساد پرور کو چاہے آن واحد میں مٹا دے۔ جو امن و سلامتی کا دعویدار رہے اسے زندہ رہنے دے۔ اس کے پاس غلبہ و استیلا کے سب ایسے اوزار قوتیں اور قدرتیں موجود رہیں۔ جو کفر اور فساد و تخریب کو مٹانے پر قادر ہوں۔ کسی کو اپنے حضور میں حاضر ہونے کا حکم دے تو اسے سامنے لانے کا مقدور رکھے۔ جس عنصر ارضی سے کام لینا چاہے بخوبی لے لے۔ ہواؤں اور فضاؤں کو اپنے مناسب حال بنانے پر قادر ہو۔ کائنات کی بجلیوں اور دیگر عظیم الشان توانائیوں کو اپنے سامنے سجدہ ریز رکھے۔ جن پہاڑوں کو گرا کر اپنا کام سنوارنا چاہے سنوار لے۔ حکمت و سائنس کے دریا بہا دے۔ اپنے ہاتھ کی معمولی چھڑی سے زور آور دشمنانِ دین کو ہیبت زدہ کر دے۔ کہیں لاٹھی کا اژدہا بنا کر تخریب پسندوں کی تمام تخریبی کرشمہ سازیوں کو خاک میں ملا دے۔ اپنے ہاتھ کو نور کی تجلیوں سے بہرہ اندوز کر دے۔ ہاں وہ کائنات میں جس طرح چاہے چلے پھرے سیر کرے۔ اور معجزاتِ خدا کو بچشم خود دیکھنے کے قابل بن جائے۔ معراجِ انسانی سے سرفراز ہو کر رہے۔ خدا سے کلام کرے۔ انوارِ الٰہی کو مجھے اور کائنات کے ہر ذرے سے نورِ خدا کی تجلیات کو بچشم خود دیکھ کر خدا کے خلاقِ عظیم ہونے پر گواہی دے۔ وہ آگ کو ٹھنڈا کر دینے پر قادر ہو۔ خدا کے دشمنوں اور دینِ خدا کو بے فیض سمجھنے والوں کو زلزلوں، طوفانوں اور دہشت ناک چنگھاڑ کی شعلہ نوا آتش کے سپرد کرتا جائے۔ غرضیکہ امن و سلامتی کو بحال رکھنے کے لئے جو چاہے کرے۔ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یہاں تک پورا کر کے رہے کہ اس چار دانگ عالم میں محض دینِ اسلام یعنی سلامتی اور عدل و انصاف کی تجلیات کو پھیلا کر دم لے اور کفر، تخریب، شر اور فساد کو نابود کر کے رہے۔ (حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۝)

ہم قرآنِ عظیم و حکیم میں جابجا انبیاءؑ کے معجزات اور حالات کو دیکھتے ہیں۔ خدائی کائنات کے ان برگزیدہ کارندوںؑ نے خدائی حکمت و سائنس سے کام لے کر اس دھرتی سے خدا کے قانون کو نوعِ انسانی سے منوانے کی کوشش کی جس کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے یقین پیدا ہوتا ہے۔ کہ انسان کے مقدر میں خلافتِ ارضی بحق ایک ایسا عظیم الشان انعام ہے جو کسی دوسری مخلوق کے سپرد ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

معجزاتِ انبیاءؑ فی الحقیقت خدائی حکمت و سائنس کے عظیم الشان شاہکار تھے

ہمارے رفیقو! کیا آپ معجزاتِ انبیاءؑ کے قائل نہیں اور کیا خدا کے ان عظیم الشان اور برگزیدہ انسانوں کی حکمت دانی اور اعجاز نمائیوں پر یقین نہیں رکھتے۔ جنہیں اس کائناتِ ارضی میں معجزات دکھانے کا یکے بعد دیگرے موقعہ عطا کیا گیا۔ جب خدائے کریم نے اپنے محبوب پیغمبر صلعم کو فرمایا تھا۔ "وَنُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ" یعنی اے پیغمبرؐ ہم آپ کو سابقہ انبیاءؑ کے کارہائے نمایاں اور معجزات سنا سنا کر آپ کے قلب و ذہن کو مضبوط سے مضبوط تر بناتے ہیں۔ گویا ان حالات و معجزات کا بار بار ذکر ہم سب کے لئے اپنے استحکام اور شعوری ارتقاء کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آج جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے کئی علماء اپنی بے علمی کو سامنے رکھ کر اور حکمتِ خداوندی سے دور کا واسطہ نہ رکھتے ہوئے

Marfat.com

برملا وہ معجزاتِ انبیاء کی من گھڑت تاویلات کر کے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ فلاں نبی کا معجزہ عقل و شعور کے خلاف نظر آتا ہے۔ فلاں اعجاز اصولِ قدرت کے خلاف ہے۔ یا فلاں اس طرح نہیں بلکہ یہ کام عام انسانوں کے اعمال کے مطابق تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے نزدیک ایسے افراد فی الحقیقت خدا کی حکمت و سائنس سے نابلد نظر آتے ہیں۔ اگر آج سے کئی سال قبل ان حضرات کو کہہ دیا جاتا کہ عنقریب ایک ایسی مل بنائی جائے گی جس کا ایک گالا پینتیس ۳۵ بوری گندم کے لگ بھگ ہوگا۔ وہ خود ہی گندم اٹھائے گی اس میں سے میدہ، سوجی، اور آٹا علیحدہ علیحدہ ہو کر باہر نکلے گا۔ تو یہ بیچارے کہہ دیتے کہ یہ تو عقل و شعور کا خلاف ہے۔ ایسا کیوں کر ممکن ہے۔ یہ بہتان اگر انہیں یہ کہہ دیا جاتا کہ عنقریب دنیا میں ایک ایسے آلے کی ایجاد ہو جائیگی۔ جو لاکھوں میل کی دوری سے بات کرنے والے کی ہو بہو کلام ہمارے گھر پہ پہنچا دے گا اور اس کا نام ریڈیو ہوگا۔ تو یہ بیچارے فوراً کہہ دیتے۔ کہ یہ تو وحی کا اعجاز ہی ہو سکتا ہے۔ انسان میں کیا مقدور کہ وہ خلافِ فطرت یہ کارنامہ دکھا سکے۔ الغرض ان مثالوں سے ہماری مراد یہ ہے۔ کہ جب یہ بے علم اور بے ہنر خدا کی حکمتوں سے ناآشنا اور خدائی قوتوں اور قدرتوں سے ناواقف دوست یہاں تک اندھے ہو چکے ہیں۔ تو انہیں معجزاتِ انبیاءؑ کا علم کیونکر ہوگا۔ وہ اپنی بے علمی کے طفیل یہی کچھ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا نہیں اور ویسا نہیں۔ یہ نیچر کے خلاف ہے یہ سنتِ خدا کے مطابق نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یاد رکھئے یہ کسی بے علم بے حکمت اور بے ہنر فرد کی ذاتی دانست اور فہم و فراست کا معاملہ نہیں بلکہ یہ معلمِ اعلیٰ تعالیٰ اور خلّاقِ عظیم تعالیٰ کی حکمتوں اور انبیاءؑ جیسے متلاشیانِ علم اور صاحبانِ عقل و شعور کی فطرت شناسیوں کا معاملہ ہے۔ جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کی منزل سے دوچار ہو جاتا ہے وہ وہی کچھ کرتا ہے جو خدا کرتا ہے۔ یہ الجھن ایسی ہے جو محض علم فکر اور تدبّر سے ہی رفع ہو سکتی ہے مشاہداتِ فطرت تجرباتِ حکمت اور پیہم اور مسلسل اعمالِ صالح سے دُور ہوتی ہے۔ اعمالِ صالح کے معنے وہی ہیں جو خدا نے حضرتِ داؤدؑ اور حضرتِ سلیمانؑ کے حق میں استعمال فرمائے جن کی تشریح اس کتاب میں جا بجا دیکھی جا سکتی ہے۔ نماز و تسبیح یہ سجود اور رکوع بے شک اپنے مقام پر ایک بلند درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کی ہر نوع تسبیح و سجود اور نماز پر پابند کر دی گئی ہے۔ (كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ) تو ایسا نظر آتا ہے کہ خنزیر ایسا جانور جو اسی کائنات میں زندگی کے دن کاٹ رہا ہے باوجود نماز اور تسبیح کے ناپاک اور ناقابلِ استعمال ہے۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ نوعِ انسانی کے لئے اِن امور کے علاوہ کوئی اور ایسے اعمال اور بھی مخصوص ہیں جن کے طفیل وہ اشرف المخلوقات ہے۔ وہ اعمالِ صالح کیا ہیں؟ ہماری نگاہ میں حکمتِ خداوندی کے کارناموں سے کچھ اخذ کر کے انسانی حکمت و سائنس کے وہ اعجاز ہیں جو کائناتِ ارضی میں اس کے تحکم و دوام اور تسلط کے ضامن ہیں اور جن سے وہ باقی مخلوق کیلئے باعثِ خیر و برکت ہے۔ نماز فی الحقیقت وہی عملِ صالح میں آ سکتی ہے جو خدا کے حضور میں پہنچ کر کچھ فیض و کرم کا مُبدا ثابت ہو۔ بُرائی اور تخریب سے بچا دے۔ سمع و بصر اور افئدہ میں جِلا پیدا کر کے خدائی حکمت و سائنس سے ہمکنار کر دے۔ اور پھر اُس سے وہی اعمالِ صالح سرزد ہوں جن کا خدا متمنّی ہے۔ اگر فی الحقیقت اعمالِ صالح کا نتیجہ یہ نہیں ان کی جزا عطائے حکمت و سائنس نہیں خدا کے رنگ میں رنگ جانے کا مطلب یہ نہیں تو پھر دینِ خدا کی لِم تک پہنچنا محال ہے۔ دینِ قیّم کو سمجھنا دشوار ہے۔ اور فطرت و حکمت کے انعامات کو حاصل کرنا ناممکن ہے۔ انسان کی اپنی بنائی ہوئی مشین کا پیہم چلتے رہنا اس کے کل پُرزوں کا ایک وقتِ مقررہ تک چلتے رہنا فی الحقیقت بے علم انسانوں کو ایک طلسم اور معجزہ دکھائی دیتا ہے اور منہ سے بے ساختہ کہہ دیتے ہیں کہ اس مشین کو بنانے والے نے کمال کر دکھایا ہے۔ گویا مشینری کی ساخت کا صحیح علم یا تو اس کے موجد کو ہو سکتا ہے۔ یا اُس شخص کو جو اپنے ہنر اور

Marfat.com

شعور سے مشینری کے تمام کل پرزوں کو غور و فکر سے دیکھو ہے۔ یا ہر ایک کے فعل و کردار کو صحیح جانچ دے اسے کسی عالم تحقیق کو انگریزی زبان میں (Research) کہا گیا ہے۔ جو شخص اس کائنات کی مشینری کو غور و فکر سے نہیں دیکھتا اور اس میں تحقیق در تحقیق کا صبر آزما عمل پیدا نہیں کرتا۔ وہ خدا کی اس مشینری کو نہ تو پوری طرح سمجھ سکتا ہے اور نہ خود ہی کوئی سود مند عمل دکھا سکتا ہے۔ کیا ہم صاف نہیں دیکھتے کہ اس کائنات میں شمس و قمر اور لاتعداد ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ یہی اس کائنات کے کل پرزے ہیں۔ اور انہیں حرکت و حرارت پہنچانے کے لئے اسی کائنات میں بیشمار قدرتیں اور توانائیاں ایسے نظام سے پھیلی ہوئی ہیں کہ ہر نوع اپنے اپنے مقام ہی پر رواں دواں ہے۔ وہی اس تمام کائنات کی گردش میں بطور ایندھن کام آ رہی ہیں۔ کہیں یَلِجُ اور یَخْرُجُ کا سماں بندھا ہے۔ کہیں یَنْزِلُ اور یَعْرُجُ کے حیرت انگیز مناظر قائم ہیں۔ کہیں نور ہے تو کہیں ظلمات کے نشانات دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں عناصر ہیں۔ تو کہیں ان کی گیسیں حیرت انگیز کارنامے برپا کر رہی ہیں۔ کہیں آگ کے شعلے نظر آتے ہیں تو کہیں برق و رعد کی تجلیات صاف دکھائی دیتی ہیں۔

خدا کا ارشاد ہے:۔

۵۷ : ۴ ، ۳۴ : ۲ ۔ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۰

یعنی صاحبِ حکمت و علم خدائے تعالیٰ کو ہی کائنات کے اُن کل پرزوں اور اُن کی حرکتوں و توانائیوں کا مکمل علم ہے جن سے زمین میں جو کچھ داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اُس میں سے نکلتا ہے۔ اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے۔ اب اس کائنات کو سمجھنے کے لئے تمہارے مشاہدات و تجربات اور اعمال صالح کو جو تم کر رہے ہو خدا دیکھنے والا ہے۔ (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ)

Marfat.com

انسان کی استاذِ اوّل کائنات اور اسکی موجودات ہیں

ہر شخص درحقیقت اپنی تمام عمر محض طالب علمی میں گزار رہا ہے۔ شب و روز وہی علم سیکھتا ہے جو اس کائنات کی موجودات میں اپنی سماعت اور بصارت سے سُنتا اور دیکھتا ہے۔ پرندوں کو گھونسلے بناتے ہوئے۔ چیونٹی کو خوراک محفوظ کرتے ہوئے شہد کی مکھی کو انتہائی طور پر شفا بخش پاکیزہ دوا جمع کرتے ہوئے، دیکھتا ہے تو خود بھی اس علم کو اپنانے میں لگ جاتا ہے کبھی آسمانی کرّوں کو اور کبھی زمینی انواع کو دیکھتا ہے تو ان کے خصائل اور اطوار کو اپنے لئے رہبری سمجھتا ہے۔ رعد اور برق کو سنتا اور دیکھتا ہے تو حیرت زدہ ہو کر عناصر کی پہچان میں ہی لگ جاتا ہے اور انجام کار وہی رعد اور برق خود بھی ایجاد کر لیتا ہے۔ ایّام آفرینش میں جب ہابیل و قابیل کا واقعہ پیش آیا تو ابن آدم اسی خوف سے تڑپ اٹھا کہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر ڈالا۔ اور اب بھائی کی لاش کو کہاں لے جائے گا۔ معاً ایک پرندے کو دیکھتا ہے جو ایک مُردہ پرندے کو زمین میں دفن کر رہا ہے تو اس نے سمجھا کہ وہ بھی پرندے کی طرح اپنے بھائی کو زمین میں دفن کر دے۔ کسی جانور کی زور آزمائی کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اپنی آستینیں چڑھائے رکھتا ہے۔ جنگل میں شیر کے دبدبے کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اپنے آس پاس کی مخلوق پر بادشاہت قائم کر لیتا ہے۔ الغرض کائنات کی وہ کونسی نوع ہے جس سے انسان نے کچھ نہ کچھ اخذ نہ کیا ہو۔ یہ اخذ کرنا ہی اس کے شعور اور فکر و عمل کی ایک ایسی مسلسل داستان ہے جس کا نام انجام کار ارتقا رکھا جا سکتا ہے۔ لہذا کیا انسان کے لئے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ اس کائنات اور اس کی موجودات کو استاذِ ازلی تصور کر کے ان کی خدمت گزاری کا دم بھرے۔ ان کی عزت و تکریم میں لگا رہے۔ نہیں بلکہ اس پوری کائنات کی سلامتی اور اس کے حفظ دوام میں کھو جائے (سیّد القوم خادم ہم)

مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ابن آدم کو جب کبھی کسی مشکل سے دوچار ہونا پڑا تو اس نے غور و فکر اور تحقیق و تلاش کے بعد اس مشکل کو دور کرنے کے لئے کئی مناسب اور موزوں اسباب ایجاد کیے [illegible] حل کرنے کا داؤ اور داؤ میں غور و فکر اپنی ذاتی صلاحیتوں میں تدبر اور ایک منظم اور مسلسل جد و جہد کا عمل ہی شعوری ارتقاء کی وہ اوّلیں منزل ہے جس سے ایجادات کی ابتداء ہوتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ مشکلات اور مصائب کو حل کرنے کا داؤ پیچ ہی دراصل ابتدائی حکمت ہے جسے ہم انجنیری کا نام دیتے ہیں۔ اس کے بعد ان اشیاء کی فراہمی اور ان کے مناسب مقداروں کا علم بھی ایک ایسی حکمت ہے جسے ہم ریاضی کا نام دے رہے ہیں۔ پھر ان دو علوم کو آپس میں ملا دینے سے جو مشاہدات تجربات اور نظریات پیدا ہوتے ہیں وہ سب کے سب حکمت کے جزئیات ہیں اور ان جزئیات کو ایک ترتیب و تنظیم سے

Marfat.com

نے زیرِ کار لائے رکھنے کا نام اعمالِ صالحہ ہے۔ ان اعمالِ صالحہ کا ظہور محض سمع و بصر اور افئدہ کی طاقتوں سے ہے یہ وہ اسبابِ زیست ہیں جو خدا نے انسان کو اس لئے بخشے کہ وہ ایک باشعور نوع ثابت ہو لہٰذا اس باشعور نوع کو کائنات کی تسخیر کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

۱۷ : ۳۶ = وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔـوْلًا ۝

یعنی کسی ایسے مسئلہ کے حل کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ علم تو یقیناً سمع بصر اور ذہن و شعور کی پیداوار ہے۔ اور ہر معاملے میں علم کا سوال انہی قوتوں اور طاقتوں سے حل ہونا ممکن ہے یعنی ہر مسئلے اور الجھن کو یہی طاقتیں اپنے احاطۂ تدبیر میں لا سکتی ہیں۔

اس کلیّہ کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ کان جب بلا ارادہ سنتے ہیں اور آنکھیں بلا ارادہ بھی دیکھتی ہیں تو ہم کائنات کی مختلف آوازوں میں سے کس کو سنیں گے اور موجودات میں سے کس کو دیکھنے کی زحمت گوارہ کریں گے۔ غور سے دیکھا جائے تو ہمیں ایک ایک آواز کو اور کائنات کی ایک ایک شے کو پورے تعمق کے ساتھ سننا اور دیکھنا ہوگا۔ ان مخلوط مظاہر کو اپنی شعوری طاقتوں کی گول میز کانفرنس کے سامنے لانا پڑے گا اس کے بعد ہی بلند و بالا صدری اور قلبی قوتیں کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گی کہ کائنات کی فلاں آواز کے خواص کیا ہیں۔ اور ان موجودات کے فلاں فلاں مظاہر اس طرح کیوں ہیں۔ یہ کیا اور کیوں کی جستجو انجام کار نوعِ انسانی کو ایک مسلسل تحقیق اور ریسرچ کی طرف مائل کر کے رہے گی۔ جو اس کے ارتقاء کا ضامن بنے گی۔ اسی ارتقاء اور فکر و عمل کے طفیل ایک تعمیر اور ایک ایجاد کے بعد دوسری تعمیر اور دوسری ایجاد خود بخود منظرِ عام پر آتی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک گھڑی ایسی بھی آئے گی جس کے بعد نوعِ انسانی کے لئے کوئی اور مرحلہ ایسا قابلِ حل نظر نہ آئے گا جس کے لئے وہ مزید غور و فکر کو دعوت دے سکے۔ یہی گھڑی ہمارے نزدیک تسخیرِ کائنات کی آخری گھڑی ہوگی۔ اس دن انسان خدا کے اس عظیم الشان اعلان کو سچ کر دکھائے گا کہ:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

یعنی ہم نے یقیناً انسان کو سمع و بصر اور افئدہ کی عظیم الشان قوتیں بخش کر احسنِ تقویم کے ساتھ تخلیق کیا۔

یہ اور بات ہے کہ وہ انسان ہو کر بھی سمع و بصر اور افئدہ کی قوتوں سے پوری طرح کام نہ لے اور جان بوجھ کر حیوان بنا رہے اور اپنے آپ کو انجام کار اَسْفَلَ السَّافِلِيْنَ کی صف میں لا کر کھڑا کر دے۔ اسی خطرے کے پیشِ نظر خدا نے ایک مقام پر اس نوع کو یوں جھنجھوڑا تھا:

۳ : ۱۹۰ — آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ہیر پھیر میں علم و دانش رکھنے والے

Marfat.com

انسانوں کے لئے ضرور بالضرور کئی اعجاز اور نشانات مستور ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پہ لیٹے لیٹے فطرت خدا کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی مخلوق اور پیدائش کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔ اور بالآخر جب وہ کسی معاملہ میں تلاش و تفتیش کے کسی مرحلہ پہ پہنچ جاتے ہیں تو حیرت سے پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ان تمام پیدائشوں کو بے فائدہ اور باطل ہرگز نہیں بنایا۔ (ہم ان معجزات کو دیکھ کر تسخیر کائنات کی منزلوں کو طے کریں گے اور اپنی سلامتی اور اپنے حفظ و دوام کے لئے ہر ایک سے کام لے کر تیری ملاقات کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتے رہیں گے) تیری ذات پاک ہے ۔ (اس لئے ہم بھی پاک بن کر رہیں گے ۔ یہی پاکیزگی ہر قسم کی آگ سے خواہ وہ ایٹمی آگ ہی کیوں نہ ہو اور جس کا عذاب مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ یعنی عناصر سے پہنچنے والا آتشیں عذاب مراد لیا جا سکتا ہے بچا سکتی ہے) پس ہمیں ہر قسم کی آگ کے عذاب سے بچائے رکھ ۔

گویا ہمیں ہر ایجاد کی ابتدا سے پہلے اس عظیم کائنات میں اپنے کانوں اپنی آنکھوں اور اپنی شعوری قوتوں کو مصروفِ کار رکھنا ہوگا۔ مشاہدات کے بعد نظریات اور نظریات کے بعد تجربات کے لئے مختلف آلات بنانے پڑیں گے ۔ بڑی بڑی دوربینیں اور کائنات کے مشاہدہ کے لئے کئی مشینیں بنانی پڑیں گی جن سے کائنات کے مختلف کرّوں کی مخلوقات کے سگنل سننے کے لئے اور انہیں پہچاننے والی پُراسرار قوتوں کو پہچاننا پڑے گا ر کائناتی کرّوں کی دوری اور محوری گردشوں اور رفتاروں اور ان کے ایک ترتیب وار فلکی مداروں کو جس میں وہ سب کے سب جکڑے ہوئے اپنے اپنے راستوں میں تیر رہے ہیں پورے غور و فکر میں لانا پڑے گا۔ گویا ایک ذرّے سے لے کر کائنات کے شمسی اور قمری کرّوں کی پوری تحقیقات کرنا ہوگی تب کہیں پتہ چلے گا کہ ایک لطیف ترین ذرّے میں خدا کے نور کی وہ حیات انگیز صلاحیتیں اور جہاں پاش قوتیں اور قدرتیں کیونکر مستور ہیں۔ شمس و قمر میں یہ ضیا پاشیاں اور نورِیت کے سرچشمے کیوں موجود ہیں۔ نیز یہ ساری کائنات ہمیں کیونکر درسِ حیات اور ارتقا کے لئے ایک مسلسل اور لامتناہی اعمال کی طرف دعوتِ فکر دے رہی ہے ۔ یاد رکھئے

۳۸ : ۳ - وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَالِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ٥

ترجمہ : اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں موجود مخلوق کو ہرگز باطل پیدا نہیں کیا۔ اسے باطل سمجھنے کا ظن تو محض کافروں کو ہی ہو سکتا ہے ایسے ہی افراد کے لئے جو اس حقیقتِ کبریٰ سے کفر کر رہے ہیں آگ کا جہنم (اسی دنیا میں اور آخرت میں بھی) مخصوص کر دیا گیا ہے ۔

غرضیکہ کائنات کی کوئی چیز نہ لغو ناکارہ ہے۔ نہ باطل اور بے معنی اس کی ہر چیز سے یقیناً کوئی نہ کوئی سبق کوئی نہ کوئی مشاہدہ اور تجربہ مطلوب ہے یہ سمجھتے بوجھتے بھی اگر کوئی قوم اسے دیکھنا اور غور و فکر میں لانا ضروری نہیں

Marfat.com

سمجھتی تو فی الحقیقت وہی کافر ہے اور اسی کے لیے آگ کا عذاب خواہ وہ ایٹمی ہو کیوں نہ ہو وارد ہونا یقینی ہے۔
کائنات کے تجزیہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس میں شمسی ستاروں کی عظیم حرارت اور قمری سیاروں اور کرتوں کی سکون بخش صلاحیت پانی کے سمندر گیسوں کے طوفان عناصر کے اعجاز بجلی کی چمک دمک۔ رعد اور قدرت میزان یعنی مقناطیسیت کے مجادلہ خیز (باس) اور کشش آمیز (وزن) ہر دو بظاہر متضاد اعمال قوتیں امن و سلامتی کی شاہراہوں پر ترتیب وار رواں ہیں۔ اسی بیکراں دنیا میں باریک سے باریک تر موجیں، روئیں شعاعیں اور کششیں انسانی جسم کی رگوں اور شریانوں کی طرح ایک ایسے نظام کے ساتھ پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہیں کہ گویا انہی سے اس بوڑھی کائنات میں خونِ حیات دوڑ رہا ہے۔ پروٹان، نیوٹران، الیکٹران اور سولٹران اپنی اپنی عظیم تر توانائیوں کے ساتھ موج در موج رواں دواں ہیں گویا کائنات کے کل پرزوں کے یہی پیچ ہیں جو انہیں ادھر ادھر کھسکنے نہیں دیتے بلکہ انہیں ایک وقت مقررہ تک رواں دواں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ تجزیہ صاف طور پر بتا رہا ہے کہ نوع انسانی کے لئے ایجادات کی ابتداء بھی کائنات کے کل پرزوں کی طرح کی کل پرزوں کی کشش آمیز کمانیوں کی پیچوں کے بعد اُسے چلائے رکھنے کے لئے کسی نہ کسی ایندھن سے ممکن ہوگی۔ لیکن ابتداء میں اسے رواں کرنے کے لئے کسی دھکے کی ضرورت لاحق ہوگی جو بعض عناصر کی گیسوں اور بجلیوں سے ممکن ہوگی۔ یا وہ کوئی بارود ہی ہوگا۔ اس کے بعد ایندھن اُسے خود بخود چلائے رکھے گا۔

دوستو! کائنات میں غور و فکر کی دعوت اور ضرورت سوائے اس کے اور کیا پیش کر سکتی ہے کہ ہم بھی کسی تخلیق و ایجاد کے قابل بن جائیں اور خدائے عظیم و برتر کو خلاق عظیم ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ آج اگر مغرب قرآن کے حاملوں پر پھبتی اڑا رہا ہے تو وہ اس لئے کہ مسلمان اس کائنات کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ اور خداداد علم حکمت و فطرت کے لئے آنکھیں اور قلب و ذہن کے دریچے بند کئے ہوئے ہیں ہمارے علمائے کرام بے نتیجہ کج بحثیوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے تخریب پسندی افتراق انگیزی اور امن کوشی کے تمام اعمال اپنائے ہوئے ہیں کائنات میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ہمارے پاس قرآن تو موجود ہے۔ اس کی تلاوت بھی شب و روز ہو رہی ہے شبینوں میں قرآن عظیم کو ختم کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ لیکن وائے ناکامی! کہ زندہ خدا کی اس زندہ کلام کو زندگی اور ارتقاء کے لئے استعمال میں نہیں لیا جاتا۔ اس کے حقائق اور اُن کے نتائج اور نظریے کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔ تجلیاتِ خدا کے مناظر کو قالب میں نہیں لایا جاتا۔ یہ بے مقصد مناظرے تو فائدہ بخش نظر آتے ہیں لیکن فیض اور خیرات کے اسباب کا ایجاد کرنا دو بھر بن چکا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کج بحثیوں کی تان اگر کہیں ٹوٹتی ہے تو وہ سالارِ انبیاء اور فخر موجودات صلعم جن کے نقش پا کی گرد کو بھی ہم میں سے کوئی نہیں پہنچ سکتا کے علم کلی اور جزوی۔ غیب اور شہادت بشر اور غیر بشر وغیرہ وغیرہ کی بے مقصد بحثوں پر انجام پذیر ہوتی ہے۔

Marfat.com

فاعتبروا یا اولی الابصار

کیا ہم کائنات پر غور و فکر کے بعد اس کی تسخیر کے متعلق کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے؟

یہ سوال اُمت مسلمہ کے لئے ایک چیلنج ہے۔ اگر ہمیں قرآن حکیم عظیم کی تعلیمات پر مجبور کیا گیا ہے اور ہم نے اس کائنات کی ہر چیز کو تسخیر میں لانے کے لئے اپنی طرف سے عملی ثبوت دینا ہے تو ہمیں اوّلین فرصت میں مشاہدات اور تجربات فطرت کا کوئی جاندار ادارہ قائم کرنا ہوگا۔ ورنہ خدا کا فیصلہ اس ضمن میں حسب ذیل ہے :۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے ؛

۱۷ : ۴۶ ۔ جو جان بوجھکر قرآن کو سُننے اور اُس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہم اُن پر حجاب پر حجاب پھیلا دیتے ہیں۔ اور اُن کی شعوری قوتوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں ۔

۲۲ : ۴۶ ۔ بے عمل انسانوں نے ملک میں سیر نہیں کی کاش ان کے دِل ایسے ہوتے کہ اُن سے سمجھ سکتے کان ایسے ہوتے کہ سُن سکتے ۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دِل جو جسم کے بلند مرتبت مقام پر (صُدور) شعوری قوتیں رکھتے ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

۳۰ - ۵۳ ۔ تم (بے شعور) مُردوں کو بات نہیں سُنا سکتے اور نہ دل (یعنی شعور) کے بہروں کو جب کہ وہ دیدہ دلیری سے پیٹھ پھیر کر انکار کر جائیں۔ ایسے (اندھوں کو) نہ تو حق کی آواز سُنائی جاسکتی ہے اور نہ (بے شعور) اندھوں کو گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لایا جاسکتا ہے۔ آپ یہ ہدایات کے کلمات محض انہی لوگوں کو سُنا سکتے ہیں جو ہمارے اعجازات (آیات) سے امن و سلامتی پیدا کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں (یُؤمِن) سو وہی فی الحقیقت فرمانبردار ہیں۔ (مسلمون)

۴۵ : ۲۳ جو محض اپنی خواہشات کا بندہ بن گیا تو اللہ نے ایسے عالم کو اس کے علم کے طفیل ہی گمراہ کر دیا۔ اور اس کی سماعت، دل اور نگاہ سب کو بند کر دیا۔

۴۱ : ۴۴ ۔ کہہ دو کہ جو امن و سلامتی کے مدعی بن جاتے ہیں (اٰمَنُوْا) اُن کے لئے ہی ہدایت اور شفا ہے اور جو امن و سلامتی کے خواہاں نہیں بنتے (لَا یُؤمِنُوْنَ) ان کے کانوں میں گرانی یعنی بہرہ پن ہے۔ اور یہی ان کے لئے نابینائی کا موجب بھی ہے ۔ گرانی کا

Marfat.com

انداز یہی ہے کہ گویا اُن کو دُور سے آواز دی جاتی ہے (اور وہ سننا گوارہ نہیں کرتے)

۴۱ : ۲ — قرآن عظیم کی آیات تو بالکل واضح ہیں۔ قرآن (ارتقائے انسانی اور تسخیر کائنات کی) بشارت دیتا ہے۔ اور (بے علم رہنے سے) ڈراتا ہے۔ لیکن اکثر (باوجود ان انعامات کے قرآن کے اس معجز نما پیغام سے) منہ پھیر لیتے ہیں اور اسے سننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور کہتے یہ ہیں کہ جس (فلاح و ہدایت) کی طرف تم بلاتے ہو اُس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں (قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ) اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے (وَقْرٌ) اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔ (حِجَابٌ) تو اپنا کام کر اور ہم اپنا کرتے ہیں (فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ) حقیقت یہ ہے محمد صلعم اگرچہ بشر ہیں لیکن ارتقائی مدارج کی وجہ سے وہ وحی خدا کو سُن کر روحانی قوتوں سے مالا مال ہو چکے ہیں۔ (تو کیا یہ منکر اس وحی خدا سے مالا مال ہونے کے لئے تیار نہیں۔)

مندرجہ بالا آیات خداوندی ہم سب کے لئے ایک شدید سرزنش ہیں۔ اور آج ہم سب پر اس خوبصورتی سے چسپاں ہو رہی ہیں کہ جس کا کوئی جواب نہیں۔ کئی صدیوں سے قرآن کو رٹ رٹ کر بے فیض بنا دینے اور اس کے حیرت انگیز انعامات سے پہلو تہی کر لینے والا مسلمان تاریخ اور روایات کا ورد تو صبح و شام کرتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ اسے حضرت محمد الفارابیؒ، الرازیؒ حضرت بوعلی سینا اور ابن ہیثمؒ کی روحیں کیونکر یاد کرتی ہوں گی اور خداوند اس کا محبوب ترین رسول صلعم ہم پر کیا کیا لعنتیں برسانے پر مجبور ہوگا۔

؎ مجھ کو تو یہی غم ہے کہ اس دور کے بہزاد
کھو بیٹھے ہیں مشرق کا سرودِ ازلی بھی

جس قوم نے کئی صدیوں سے کوئی ایجاد عمل میں نہیں لائی اور اگر کوئی نئی چیز پیدا کی ہے تو وہ فرقہ بندی کے شر انگیز طوفان اور بے عملی کے سامان ہی ہیں۔ اُسے کیا معلوم کہ چقماق اور لوہے کی سلاخ سے آگ جلانے والا انسان آج دیا سلائی اور لائٹرز (LIGHTERS) لئے پھرتا ہے۔ بیل گاڑیوں گدھوں۔ اونٹوں اور خچر گھوڑوں پر سفر کرنے والا انسان ریل گاڑیوں موٹروں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر رہا ہے اور مٹی کو محض مٹی سمجھنے والا انسان اس مٹی کو ۹۲ مختلف الاثر عناصر پر تقسیم کرکے ہر ایک سے نئے اعجاز پیدا کر رہا ہے۔ علم حکمت و فطرت سے یہ بے نور مسلمان کیونکر سمجھے گا کہ وہ اپنی منزل میں غیروں سے اس قدر پیچھے رہ گیا ہے کہ اب اس کا منزل مقصود تک پہنچنا ہی محال نظر آتا ہے۔

؎ غیروں نے بڑھ کے چاند ستاروں کو جا لیا
آگے بڑھے نہ قصۂ حورد جناں سے ہم

Marfat.com

قرآن عظیم کو اپنے تنگ سینوں سے لگانے والا مسلمان قلب اور صدر کو محض دِل اور پسلیوں کی جڑی ہوئی ہڈیوں تک محدود کر چکا ہے۔ حالانکہ قلب اُس عضوِ خاص کا نام تھا جس میں شعور و تخیلات کی دُنیا انقلاب پذیر رہتی ہے۔ گویا انقلاب اسی قلب سے ہے جسے خدا نے قرآن میں بار بار استعمال فرمایا ہے۔ اور صدر جسم کے اس حصّے کو کہا جاتا ہے جو جملہ اعضاء میں سے سب سے بلند ہو۔ باشعور اور فیصلہ صادر کرنے والا ہو۔ اور جسے پیشانی ظاہر کرتی ہو۔ گویا قلب و صدر محض اُن ذہنی اور شعوری قدرتوں کی آماجگاہ ہیں جن سے انسان باقی مخلوق سے افضل اور اشرف تصور ہوتا ہے۔ اسی قلب و صدر میں سماعت و بصارت اور افئدہ کی طاقتیں کھیل رہی ہیں۔ فیصلے پر فیصلہ صادر فرما رہی ہیں اور ابن آدم کو اچھے اور بُرے نتائج سے آگاہ کر رہی ہیں۔ گویا اسی عضو میں تخیلات کا ایک انقلاب بپا ہے۔

دوستو! تم سمجھتے ہو کہ حضرت محمدِ عربی صلعم محض تمہارے ہی نبی اور رسول ہیں۔ تم خیال کرتے ہو کہ قرآن مجید محض تمہارے لئے آیا اور اب تک تمہارے ہی پاس ہے۔ تم یہ بھی کہتے چلے آرہے ہو کہ تم ہی آخری رسول صلعم کی آخری امت ہیں۔ یہ بظاہر عیسائی اور یہودی آتش پرست ہندو اور بدھ سب کافر ہیں۔ یاد رکھیں خدا اور رسول کی نگاہوں میں مسلمان وہی ہے جو خدا کے احکام کو قولاً عملاً اور فعلاً تسلیم کر رہا ہے۔ مومن وہی ہے جو نہ صرف اپنے دائرۂ اختیار میں امن و سلامتی کا مدعی ہو بلکہ تمام کائنات کو امن و سلامتی میں رکھنے کا مدعی بھی ہو۔ صالح اعمال وہی ہیں جو مخلوقِ خدا کے لئے باعث خیر و برکت ہوں۔ علم وہی ہے جو نہ صرف انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو بلکہ موجودات کائنات سے فلاح و بہبود کی داغ بیل بھی رکھتا ہو۔ حکمت و فطرت کے سربستہ راز افشا کرتا ہو اور عالم غیب سے کچھ لاکر پیش کرتا ہو۔ خدا تمام کائنات اور ماورائے کائنات کا واحد تخلیق کنندہ ہے پرورش کرنے والا اور نگہبان ہے اور آپ کے پیغمبر آخر الزمان فی الحقیقت تمام بنی نوع انسان کے پیغمبر تمام عالموں کی رحمت اور تمام انسانیت کے لئے نذیر اور بشیر بن کر آئے۔ اُن کی حدودِ اختیارات اور ان کے دائرہ رسالت کو محض اپنے تک محدود کر لینے سے نہ صرف ان کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے بلکہ ہماری نگاہ میں کفر سے کم نہیں۔ ہمارے نزدیک موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ کے قدیم فرقے محض وہی حیثیت رکھتے ہیں جو دائرہ اسلام میں شیعہ اور سُنی اور دُوسرے جدید فرقوں کی ہے۔ جب شیعہ سُنی کو اور سُنی شیعہ کو مسلمان نہیں سمجھتا تو اُن دونوں کے نزدیک آج کل کے یہود و نصاریٰ کیونکر مسلمان اور امت محمدیہ میں شامل نظر آسکتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انسانیت میں سے کوئی راندۂ درگاہ شریر اور بدکردار خواہ وہ کہیں بستا ہو اور کسی فرقے یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ امت محمدیہ میں شامل ہونے کا سزاوار اس وقت تک تصور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ قرآنی اعمال پیدا نہ کرلے۔ اور دینِ قیم اور دینِ فطرت سے بغلگیر ہو کر اس امر کا عملاً اور فعلاً اقرار نہ کرلے کہ سلامتی عالم (یعنی اسلام) اور امن و سکونِ کائنات (یعنی ایمان) ہی انسانیت کا واحد دستور العمل ہے۔ جب یہ اقرار ہو گا تو اس

Marfat.com

کا اقرار براہِ راست اُس پیغام بر سے ہوگا جس کی وساطت اور اعلان سے دینِ فطرت کی یہ آواز اس کے شعور تک پہنچی۔ اسی کا نام اقرارِ رسالت اور تصدیقِ قرآن ہوگا۔ الغرض اِن سادہ اور صاف الفاظ پہ اگر غور و فکر کیا جائے تو امت محمدیہ کی وسعت محدود سے غیر محدود ہو جاتی ہے اور یہی نظریہ قرآن اور تعلیماتِ محمدیہؐ کے عین مطابق ہے۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم

اِنسان نے اب تک اِس کائنات میں کیا کیا معجزات پیش کیے

اور

آئندہ کیا کرے گا

کیا یہ حقیقت نہیں کہ روزِ آفرینش میں جب بنی آدم اِس سرزمین پہ جلوہ افروز ہوا تو اس کے پاس کوئی لباس نہ تھا۔ سوائے قدرتی دھوپ کے اس کے پاس سردی سے بچنے کے لئے کوئی آگ نہ تھی۔ اُس نے کسی جھونپڑی یا گھر کی تعمیر نہ کی تھی۔ وہ غاروں میں چھپ کر سردی کے دن گزارتا اور درختوں کے سائے میں گزر اوقات کر کے گرمی کا موسم گزار لیتا۔ سوئی اور لذیذ کھانوں سے مستغنی رہ کر جنگل کے قدرتی پھلوں کو کھا کر اپنا پیٹ پالتا۔ غرضیکہ اس کی ابتداء ایک بھیانک اور بے بسی کے دور سے شروع ہوئی لیکن دن بدن اُس کا شعور اپنی زیست کی آسائش کی جانب راغب ہوتا گیا۔ سب سے پہلے جنگل میں طوفان سے آگ کے شعلوں کو دیکھا جو ایک درخت کے دوسرے درخت کے ساتھ رگڑ سے پیدا ہوئے تو لرز اُٹھا اُس نے سمجھا کہ خدا کا عذاب نازل ہوا ہے۔ جوں جوں آگ بجھی اُس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن اپنے مسکن کے سامنے آگ کی چند چنگاریاں اکٹھی کیں جن پہ لکڑی کے انبار لگا کر آگ سلگائے رکھنے کے عمل کو بھانپ گیا۔ چنانچہ صدیوں تک آگ بجھنے نہ دی۔ پھر پہاڑوں کو کاٹتے کاٹتے اس نے پتھر سے نکلی ہوئی چنگاری کو دیکھا حیرت زدہ ہو کر کہہ اُٹھا کہ اس پتھر میں بھی آگ ہے۔ پھر کیا تھا اُس کے پاس آگ جلانے کے لئے پتھر پہ پتھر مارنے آگ کا نسخہ ہاتھ آیا۔ اور صدیوں تک اسی فن سے آگ جلاتے چلا آیا۔ اُس نے اپنے لباس کے لئے درختوں کے پتوں کو جوڑ کر اپنا پیرہن بنا لیا۔ پھر آہستہ آہستہ درختوں کی چھال کے نرم نرم ریشوں سے اپنا لباس بنا کر دکھایا۔ کھانے کے لئے پھلوں کے علاوہ نمک اور مرچ کو تلاش کر لیا

Marfat.com

اِدھر اُدھر سے گدھے اور گھوڑے پکڑ لئے انہیں تابع بنا کر سواری کا کام لینے لگا۔ الغرض اس کی ابتداء انتہائی طور پر یاس انگیز اور مشقت آمیز تھی لیکن اُس کے مسلسل اور پیہم مجاہدہ نے اُسے آہستہ آہستہ روئے زمین کی ہر چیز سے روشناس کرا دیا۔ اس کی یہ واقفیت انجام کار اس نہج تک پہنچی کہ زمین کی ہر نوع پر سرداری قائم کر کے اپنے آپ کو زمین پر خلیفہ بننے کا اہل ثابت کر دکھایا۔

آج اُس قدیم دَور کو نامعلوم کتنے کروڑ سال گزر چکے ہیں۔ اِس لئے ہمیں جائزہ لینا چاہیئے کہ ابتدائے آفرینش سے آشکار ہونے والی ارتقائے انسانی اب کہاں تک جا پہنچی ہے۔ غور فرمائیے۔ آج گھوڑوں اور دوسرے سواری کے جانوروں سے مستغنی انسان ریلوں موٹروں اور بسوں میں سفر کر رہا ہے۔ سمندری جہازوں میں اکثر مال و اسباب لے جانے پر اکتفا کرتے ہوئے ہوائی جہازوں کے ذریعے ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک گھنٹوں میں پہنچنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ ملوں اور کارخانوں کی ایجادات نے حیرت انگیز لباسوں اور کھانے پینے کے اسباب کو جنم دے دیا ہے۔ بڑی بڑی مشینیں ایجاد کر کے اپنے روزمرہ کے کاموں کو پلوں میں سر انجام دے رہا ہے۔ عناصر کی چھان بین کر کے اپنے علاج کے لئے بے شمار ادویات کی ایجاد کر کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات حاصل کر رہا ہے۔ زمین کے چپّے چپّے پر صحت بخش اور توانائیوں سے بھرپور اجناس کی کاشت کر کے اپنی بھوک اور افلاس کو مٹانے کی انتھک کوشش میں مصروف ہے۔ تازہ پھلوں سے مٹھاس کی لذّت سے آشنا رہنے والا انسان آج ٹنوں وزن میں کھانڈ اور دیگر میٹھی اور خوش ذائقہ اشیاء کی ایجاد عمل میں لا چکا ہے۔

بھائیو! یہ اعجاز کیونکر پیدا ہوئے؟ یہ دھیرے دھیرے ارتقائی سفر آخری منزلوں کے نزدیک کیونکر پہنچا؟ مقام غور و فکر ہے کہ یہ کسی فردِ واحد کی سعی کا نتیجہ نہیں بلکہ نوعِ انسانی کی پشت ہا پشت کی تحقیق در تحقیق یعنی ریسرچ (RESEARCH) کا ایک اعجاز ہے کہ آج ہمارا تہذیب و تمدن حیات انگیز بہاروں کے گہوارے میں پرورش پا رہا ہے۔ ارتقاء کی منزل ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ابن آدم نے ابھی ایسے اور معجزات پیش کرنے ہیں کہ کائنات انگشت بدنداں رہ کر پکار اُٹھے گی کہ انسان فی الحقیقت خدا کی ایک عظیم تر مخلوق تھی۔ فی الواقعہ خلعتِ خلافتِ ارضی کی سزاوار تھی۔

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

آدم زاد آگے بڑھ رہا ہے زمین کی پنہائیوں سے تنگ آ کر کائنات کے سفر کا متلاشی ہے دوسرے کُروں کی سیر کرنا چاہتا ہے خدا کی کائنات کو مسخّر کرنے کی دُھن میں ہے۔ ایک لامتناہی سفر میں پاؤں رکھنے کی جستجو رکھتا ہے۔ ؎

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

Marfat.com

لیکن کائنات کی تسخیر کے بعد کیا ہوگا؟ کیا آدم زاد اپنی تگ و دو کو ختم کر کے ان فتوحات پر قانع اور اپنے ارتقاء پر مست ہو کر دم ہار دے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خدا سے سچی لو اُسے ان فتوحات کے بعد پیدا ہوگی۔ وہ خدا کی تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ اس کی دُوربدر ملاقات کی جدوجہد میں مصروف ہوگا۔ کیا فی الواقع اس کی یہ تگ و دو بر آئے گی؟ یہ ہے وہ سوال جس کا جواب ہمیں قرآنِ عظیم و حکیم سے تلاش کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فلا اقسم بالشفق والليل وما وسق والقمر اذا اتسق
لتركبن طبقاً عن طبق فما لهم لا يؤمنون واذا قرئ عليهم
القرآن لا يسجدون

ترجمہ:۔ تو (خبردار ہو جاؤ کہ) میں (اُس سُرخی کی) قسم نہیں کھاتا (جو دن کے اختتام پر ایک نظری دھوکہ کی صورت میں بطور شفق کے نمودار ہوتی ہے) قسم ہے رات کی (اور ان سب اشیاء کی) جن پر وہ چھا جاتی ہے اور چاند کی قسم دیتا ہوں جب وہ (آہستہ آہستہ باریک دھاری سے بڑھ کر) پورا چاند بن جاتا ہے کہ تم (اے ابنائے آدم) مزدر ایک درجہ (پیدائش) دارتقاء سے دوسرے درجہ (پیدائش) ارتقاء تک (بسیطرح) چڑھتے جاؤ گے (جس طرح کہ زوالِ آفتاب کے بعد شفق، شفق کے بعد رات اور رات کے بعد چودھویں رات کا پورا چاند نمودار ہوتا ہے اور اس کی روشنی کمال کو پہنچ جاتی ہے)، تو ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (انسان کے اس حیرت انگیز ارتقاء پر) ایمان نہیں لاتے اور جب ان کو قرآنِ عظیم و حکیم کی یہ حوصلہ افزا (حقیقتیں) پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ ریز ہو کر تسلیم کی جانب نہیں بڑھتے۔ (اس کی تشریح آگے آرہی ہے)

اس کے بعد فرمایا:۔

۶/۴۔ قد خسر الذين كذبوا بلقاء الله حتى اذا جاءتهم
الساعة بغتة قالوا يا حسرتنا على ما فرطنا فيها وهم يحملون
اوزارهم على ظهورهم الا ساء ما يزرون ○ وما الحيوة الا
لعب ولهو وللدار الآخرة خير للذين يتقون افلا تعقلون

(یاد رکھئے) وہ لوگ یقیناً گھاٹے میں رہیں گے جنہوں نے خدا کی ملاقات کو جھوٹ سمجھا (اور اس کے ہونے کی شرائط پر عمل نہ کیا) یہاں تک کہ وہ وقتِ ملاقات اُن پر اچانک آجائے گا تو وہ کہیں گے واحسرتا ہم نے جس تگ و دو میں کمی کی تھی آج اس پر افسوس کر رہے ہیں اور وہ اُن گراں ذمہ داریوں کو پیٹھوں پر لادے ہوں گے۔ خبردار رہو کہ اس وقت جو بوجھ اُن پر ہوگا نہایت ہی بُرا ہوگا (اور یاد رکھو

کہ دنیاوی لذات میں پھنس کر (حکمت وسائنس کے علم میں) سعی وعمل نہ کرنا اور غافل رہنا بڑا ہی بُرا ہے کیونکہ) حیاتِ دنیا تو بظاہر ایک کھیل کود ہے اور آخرت کا گھر (جہاں سعی وعمل کا نتیجہ حاصل ہوگا) ہی بہترین ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہیں مدار کے قانون اور علم) سے خوفزدہ رہنا چاہیئے۔ کیا اس بات میں فکر وتعقل کا مقام نظر نہیں آتا۔

پھر ارشاد فرمایا:۔

اَلَآ اِنَّهُمْ فِىْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ (۲۵/۶)

کیا یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں کسی شک وشبہ میں ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (۱۱/۱۰)

تو ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اپنی سرکشی میں ٹامک ٹوئیے مارتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

الغرض تسخیر کائنات کے بعد نوعِ انسانی پر خدائے کردگار کا آخری انعام اس سے روبرو ملاقات ثابت ہوتا ہے اور اس کے بعد انسان کی تخلیق کا منتہائے مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

ہے ذوقِ تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

ایجادات کی رفتار

آئیے اب ذرا انسانی معجزات کو دیکھیں اور ساتھ ساتھ قرآنی اشارات کو بھی زیرِ نگاہ رکھیں۔

طیارے کی ایجاد ۱۹۰۷ء۔ کیا انہوں نے اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رکھتے ہیں اور کبھی دورانِ پرواز اپنے پروں کو سکیڑ بھی لیتے ہیں (گویا راکٹوں اور میزائلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔) رحمان کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا بے شک وہ عناصر (کی مجربہ خاصیتوں کو) پوری طرح دیکھ رہا ہے۔

اے نوعِ انسانی! اگر تو بھی ان پرندوں کی طرح از خود طیارے ایجاد کرلے تو بھلا ایسا کون ہے جو تمہاری

ہی (خود ساختہ طیاروں کی) فوج ہو کر جس کے بغیر تمہاری مدد (پر اسے گامزن) کر سکے۔

نوٹ:۔ اس آیت میں تمہاری ہی فوج کے الفاظ (یعنی جُنْدٌ لَّکُمْ) بے حد معنی خیز ہیں۔ اور حتمی طور پر ثابت کرتے ہیں کہ انسان بھی اڑنے والے پرندوں کی طرح اپنے لئے طیاروں کی فوج تیار کر سکتا ہے۔

گویا انسان نے ابتداء میں ایک اڑتے ہوئے پرندے کو پکڑ کر اس کا تجزیہ کیا اور مشاہدات و تجربات کے بعد اس نے خود بھی ایک ویسا ہی پرندہ ایجاد کر کے اڑا دکھایا جس کے پر ہیں۔ پھیلے ہوئے بھی ہیں اور راکٹوں اور میزائیلوں کی طرح سکڑے ہوئے بھی۔ یہ حکمت و سائنس کا اعجاز ہی ہے کہ آج کل ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے خلائی جہازوں کی ایجاد عمل میں آچکی ہے۔ اور آئندہ دیکھئے کیا کچھ ظہور میں آتا ہے۔

۲۔ مشینری کی طاقتوں کی تعیین

۳۵ : ۱۔ سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور توانائیوں یعنی ملائکہ کو قاصد بنا کر بھیجنے والا ہے جن کے دو دو۔ تین تین اور چار چار پر اور بازو یا طاقتیں اور قدرتیں ہیں اور وہ اپنی مخلوق میں جس قدر مزید چاہتا ہے اضافہ بھی کر دیتا ہے۔ اللہ تو تمام عناصر پہ پوری طرح قادر ہے۔

نوٹ: خدا نے ہاتھ کو طاقت سے تشبیہہ دی ہے۔ اور اڑنے والی انواع میں بجائے ہاتھ کے چونکہ پر ہوتے ہیں اس لئے ان پروں سے مراد بھی حقیقی طور پہ طاقت ہی ہے۔ گویا اڑنے والی یا تیز رفتار ہر ایجاد کے لئے۔ طاقتوں یا قوتوں کی مقداریں مخصوص کر دی گئی ہیں۔ اسی بناء پہ انسان نے بھی اپنے طیاروں میں دو دو تین تین اور چار چار کی تعداد میں طاقتور انجن لگا رکھے ہیں اور اگر مزید بڑھانا چاہے گا تو ان کے ساتھ اور بھی انجن لگا سکے گا۔ یہ طیارے بھی حیرت انگیز طور پہ قاصد ہیں۔ ڈاکیں مال و اسباب اور حمل و نقل کی تمام اشیاء ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے میں لاجواب ہیں۔

۳۔ نقل و حمل کیلئے حیرت انگیز مشینری کی ایجاد

۳۶ : ۴۴۔ کشتیاں اونٹ گھوڑے اور دیگر سواری کے جانور تو ایک مخصوص مدت تک فائدہ مند ہیں گویا۔ جب ارتقائے انسانی بڑے بڑے سمندری اور خلائی جہاز موٹریں لاریاں وغیرہ پیش کر دینے پہ قادر ہو جائے گی تو یہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں جو آئے دن طوفانوں کا شکار ہو جایا کرتی ہیں۔ اور یہ اونٹ اور گھوڑے وغیرہ انسانوں کے لئے غیر موزوں ثابت ہو کر رہیں گے۔ اور ان کی جگہ ریلیں موٹریں اور بڑے بڑے سمندری اور ہوائی جہاز تیار کر لئے جائیں گے۔

Marfat.com

۱۴:۷- وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ

ترجمہ: چارپایوں کو پیدا کیا ان میں تمہارے لئے حرارت کا سامان ہے (دِفْاءٌ) اور مزید فائدے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو اور انہیں باہر لے جانے اور لے آنے میں تمہاری شان و شوکت بھی ہے۔ وہ تمہارے بوجھ ایسے شہروں میں اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم نہیں پہنچ سکتے۔ مگر (دوسری صورت میں) نفسوں یعنی ایٹموں کے انشقاق سے تم پہنچ سکتے ہیں۔

گویا یہ چارپاۓ اس وقت تک ہماری شان و شوکت دوبالا رکھ سکتے ہیں اور ہمارے کام آ سکتے ہیں۔ جب تک کہ انشقاق ایٹم سے حاصل کی ہوئی توانائی کی ایجاد پیش نہیں ہوتی۔ اور اس توانائی میں یہ اعجاز مستور ہے کہ وہ بطور ایندھن مشینری میں استعمال کر کے ریل گاڑیوں۔ موٹر کاروں بڑی بڑی بسوں اور سمندری اور خلائی جہازوں کو نہایت تیز رفتاری سے چلا سکتی ہے۔ پانی جو دو ایٹموں کا ایک سالمہ ہے کنستر میں بھرا ہوا اپنے کنستر کو بھی از خود ہلا نہیں سکتا۔ لیکن جب اسی پانی کے ایٹموں کو حرارت پہنچا کر انہیں انشقاق کے عمل سے بھاپ کی صورت میں بدلا جاتا ہے تو ان کی توانائی بڑی بڑی ریل گاڑیوں۔ عظیم طیاروں اور کارخانوں کو نہایت تیز رفتاری سے چلانے پر قادر ہو جاتی ہے یہی اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ کا اعجاز ہے۔

۴- ارتقائے انسانی کے ضمن میں ایجادات پر حیرت انگیز اشارات

۲۱:۵۹ خدا ہی رحمٰن و رحیم ہے اور کوئی بھی اس کے سوا حقیقی طور پر نوکری۔ چاکری (عبادت) کے لائق نہیں۔ وہی بادشاہِ حقیقی سالم امن دینے والا۔ نگہبان، غالب اور زبردست بڑائی والا۔ تمام مخلوق کا خالق ایجادات و اختراعات عمل میں لانے والا صورتیں بنانے والا بے مثال مصوّر اس کے تمام صفاتی نام اعمالی صفات پر مشتمل اچھے سے اچھے ہیں اور زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح کرتی ہے۔ وہی حکمت و سائنس میں بے مثال طور پر غالب ہے۔

گویا انسان بھی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ کی تعمیل میں ایک کمتر بادشاہ ہے۔ امن اور غلبے کے اسباب پیدا کرنے والا مخلوق کی نگہبانی کا سزاوار حیرت انگیز ایجادات و اختراعات کی بنیاد ڈالنے والا علم انجنیری اور مصوری کے تحت نئے نئے ڈیزائن اور حیرت انگیز فوٹو کیمرے انکیسرے اور ٹیلی ویژن ایجاد کرنے والا ایک ادنیٰ حکیم یعنی سائنس دان ہے۔ گویا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی خدا کے کارہائے نمایاں کو سمجھ کر بہترین اعمال سرزد کرے اور اپنے

Marfat.com

آپ کو زمین میں خلیفہ بنے رہنے کا اہل ثابت کرتا رہے۔ نیز آنے والی دُنیا کے لئے اپنے بہترین نام باقی چھوڑے۔

۵۔ فلم سازی کی حیرت انگیز ایجاد

نوعِ انسانی اس امر پر اتفاق کر چکی ہے کہ کائنات میں ہر نوع کی آواز اس کا ہر فعل اور عمل اس کی اصل شکل وصورت اور رنگ وروپ کہیں نہ کہیں حیرت انگیز طور پر محفوظ ہو رہا ہے۔ گویا ہر شخص کی بولتی اور حرکت کرتی ہوئی تصویروں کی فلم ضرور کہیں تیار ہو رہی ہے۔ جو قیامت کے دن اس کے سامنے شہادت کے لئے لائی جائے گی۔ یہ فلم یا کتاب اعمال نیک و بد اعمال کی تصدیق کا باعث ایں انداز سے بنے گی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نیک و بد اعمال کرتے ہوئے بچشم خود دیکھ لے گا اور کسی غیر کی شہادت کی ضرورت حتماً باقی نہ رہے گی۔ آج سے چودہ سو سال پہلے کا نازل شدہ قرآن اس کی یوں تصدیق فرماتا ہے:۔

۸۱ : ۱۰۔ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ جب قیامت کے دن ابن آدم کے اعمال دفتر کھول دیے جائیں گے۔

۸۱ : ۱۴۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ۔ تب ہر تخلیقی ایٹم یعنی نفس بخوبی معلوم کرے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

۸۲ : ۵-۴۔ جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی تب ہر شخص معلوم کرے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا۔ اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔

۸۲ : ۱۲-۱۰۔ حالانکہ تم پر (موجیں۔ روعیں شعاعیں اور کششیں) نگہبان مقرر ہیں عالی قدر تمہارے اعمال کو لکھنے والی (توانائیاں) تمہارے اعمال کو جانتی ہیں کہ تم جو کرتے ہو۔

۸۳ : ۹-۶۔ جس دن تم رب العالمین کے سامنے (اعمال کے حساب کے لئے) کھڑے کئے جاؤ گے تو دس رکھو کہ بدکاروں کے اعمال (ایک ایسی فلم میں نمائے گئے ہیں) جس کا نام سِجِّيْن ہے۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا ہے۔ وہ تو ایک دفتر منقش (کتاب مرقوم یعنی بولنے اور اعمال پیش کرنے والی فلم) ہے،

۸۳ : ۲۱-۱۹۔ یہ بھی سُن لو کہ نیکوکاروں کے اعمال علیین میں ہیں۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ علیین کیا ہے وہ بھی ایک بولتے اور عمل پیش کرنے والی فلم یعنی منقش دفتر ہے۔ جس کی شہادت مقربین (یعنی وہ موجیں روعیں شعاعیں اور کششیں جو آپ کے ہمیشہ قریب تر ہیں۔) دیتے ہیں (يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ)

۸۴: ۷۔ تو جس کا نامہ اعمال (یعنی اعمالی فلم) اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا (اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ) اُس سے حساب بھی آسان لیا جائے گا۔

۸۴: ۱۰-۱۱۔ اور جس کا نامہ اعمال (یعنی اعمالی فلم) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

۸۵: ۲۰-۲۲۔ اور خدا بھی ان کو ارد گرد (اپنی پیدا کردہ موجوں ردوں شعاعوں اور کششوں سے) گھیرے ہوئے ہے۔ یہ تو قرآنِ مجید کا واضح اعلان ہے جو ایک محفوظ لوح میں ہے۔ (فی لوحٍ محفوظ)

نوٹ: مندرجہ بالا آیت میں قرآن مجید کے الفاظ موجود ہیں۔ مفسرین ماسبق نے قرآن مجید کی تشریح کتاب اللہ بجا کی ہے۔ لیکن قرآن کے معنے پڑھنے یا جمع کرنے کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ان آیات کا ترجمہ یوں کیا جائے کہ یہ تو ایک جمع کیا ہوا عظیم دفتر ہے۔ جو ایک لوحِ محفوظ میں ہے تو بھی بے جا نہ سمجھا جائے گا۔ گویا لوحِ محفوظ میں تمام انسانوں کے اعمال منضبط ہو کر جمع کئے جا رہے ہیں۔ چونکہ قرآن کی ماسبق آیات بھی اسی مفہوم کو پیش کرتی ہیں اس لئے معنوی تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے یہ معنی ہر لحاظ سے قرینِ انصاف ہیں۔ بہر حال ایسا نظر آتا ہے کہ خدا کے ہاں حکمت و سائنس کی بنیاد پر اعمال کی فلموں کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک حیرت انگیز نظام قائم ہے جس میں ہماری گفتگو تک بھی محفوظ ہو رہی ہے اس نظریئے کے ضمن میں مزید قرآنی شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

۴۱: ۲۰۔ حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

جب تمام لوگ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان آنکھیں اور جسمانی چمڑوں کے اعضاء حیرت انگیز طور پر اعمال کی شہادت دیں گے۔ اور انسان (اپنی فلم کو اپنے روبرو چلتے دیکھ کر) اپنے بدنی اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیونکر شہادت دی۔ وہ (حرکت کرتے ہوئے اور بولتے ہوئے) کہیں گے کہ جس خدا نے سب کو نطق سکھایا۔ (نطق کی اصل ماہیت موجوں، ردوں، شعاعوں، اور کششوں کے ارتعاش میں مضمر ہے جو فلم کی ایجاد سے بخوبی سمجھی جا سکتی ہے) اُسی نے ہم کو اور تمہاری ہر چیز کو بلا دیا۔

غور و فکر فرمایئے یہ وہ عظیم الشان اور حکمت آموز آیت ہے جس نے ہمارے پیش کردہ نظریئے کو من و عن

Marfat.com

صحیح ثابت کر دیا ہے۔ گویا قیامت کے دن ہر ایک کے متعلق اپنے تمام دنیاوی کردار و اعمال کی ایک بولتی اور حرکت کرتی ہوئی فلم سامنے لائی جائے گی۔ جسے دیکھ کر کسی فرد کو مزید کسی شہادت کے جواز کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ آج ہم انسانی صنعت یعنی بولنے والی فلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو ایک دفتر کے صورت محفوظ ہوتی ہے۔ اُس میں تمام نظارے رنگین اور اصل شکل و صورت میں صاف نظر آتے ہیں۔ تو کیا عجب کہ خدا نے اپنی پیدا کردہ طاقتوں کے ذریعے یہی صنعت اپنے ہاں بھی ایجاد کر رکھی ہو۔ اور یوم قیامت کو شہادت کے طور پر ہمارے سامنے لائی جائے الغرض اسی کا نام صحیح معنوں میں "کتاب مرقوم" ہو سکتا ہے۔

۷۵ : ۱۴۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ قیامت کے دن ہر انسان اپنے تخلیقی ایٹم کے اعجاز سے اپنے دنیاوی اعمال کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔

۸۳ : ۸۰۔ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں کو سنتے ہی نہیں؟ ہاں ہاں! سب سنتے ہیں۔ اور ہماری بھیجی ہوئی توانائیاں ان کے پاس رہ کر ان کی تمام باتوں کو منضبط کر لیتی ہیں۔
(بَلٰی وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ)

۳۶ : ۶۶۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ (یعنی اپنے مونہہ سے کچھ کہہ کر نہ تو شہادت دیں گے نہ کچھ کہنے کی ضرورت محسوس کریں گے) بلکہ ان کے اپنے اعضاء یعنی ہاتھ اور پاؤں وغیرہ اس امر کی شہادت دیتے ہوئے نظر آئیں گے۔ جو کچھ وہ دُنیا میں کرتے رہے تھے۔

نوٹ: اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنی ہی سرگزشت ایک فلم کی صورت میں دیکھ لے گا۔ اور اس کے لئے کسی اعتراض کا موقعہ میسر نہ ہوگا۔

۲۵ : ۲۲۔ جس دن منکر خدائی طاقتوں (یعنی کائناتی موجوں ریڈیو شعاعوں اور کششوں کی) اعجاز نمائی کو بچشم خود دیکھ سکیں گے۔ اُس دن گنہ گاروں کے لئے کوئی خوشی کا سماں نہ ہوگا۔ اور (ان طاقتوں سے) کہیں گے کہ کاش تم روک لی جاؤ یا بند کر دی جاؤ۔

۲۳ : ۶۲۔ اور ہمارے پاس سچ سچ ہر ایک کی بولنے والی (فلمی دستاویز) کتاب ہے۔ اور اس کی شہادت کے بعد ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔
(وَلَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ)

۱۰ : ۶۱۔ ہر چھوٹی بڑی چیز یا بات یا تصویر کو کتاب مبین یعنی کائنات عالم میں محفوظ و موجود رکھنے کے لئے خدا کی طاقتیں موجود ہیں۔ (گویا لوح محفوظ اسی کائنات میں کہیں موجود ہے)

۷ : ۷۔ پھر اپنے علم کی نمائش کے لئے اُن کے حالات کو من و عن بیان کریں گے۔ اور (تمام لوگ انجام کار

سمجھ لیں گے کہ) ہم کہیں غائب نہ تھے۔

۴: ۳۴ - حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۔

اور خدا کی غیبی طاقتوں کے طفیل جن پر خدا کی کڑی حفاظت ہے سب کی حفاظت کی جارہی ہے غور فرمائیے۔ مندرجہ بالا آیات آج سے چودہ سو سال قبل جب نوع انسانی کے غور وفکر کے لئے نازل ہوئی ہوں گی۔ تو منکرین حق کے لئے یقیناً ایک معمہ ہوں گی۔ ارتقائے انسانی کے اُس دور میں کسی کو کیسے علم ہو سکتا تھا۔ کہ اسی کائنات میں خدا کے یہ ملائکہ انسانی اعمال کو کیونکر منضبط کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ اُنہیں ملائکہ کی صحیح ماہیت کا بھی سر مو علم نہ ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ملائکہ کو کہیں عورتیں کہیں دیوتے اور کہیں اُڑنے والی خیالی پریوں سے منسوب کرتے تھے۔ اگر اُس دور میں بے علم اور بے حکمت انسانوں کو جناب رسالت مآب صلعم موجوں رووں شعاعوں اور کششوں کے حیرت انگیز اعجازات کے متعلق کچھ سمجھاتے بھی تو انہیں شعور کے عدم ارتقاء کی وجہ سے کچھ سمجھ میں آنا انتہائی طور پہ دشوار تھا۔ آج جب کہ انسانی ارتقاء نے اپنی خداداد حکمت و سائنس کے طفیل نہ صرف آواز کی حکمت کو جو صرف موجوں رووں شعاعوں اور کششوں کے عمل ارتعاش کا نام ہے سمجھ لیا ہے بلکہ آواز جیسے آئے اور گئے اعجاز کو محفوظ کرنے اور دور دراز بیٹھے اور باتیں کرنے والے انسان کی حرکات و سکنات کو بھی محفوظ کر لینے کا اعجاز بھانپ لیا ہے۔ تو خدا کی مندرجہ بالا آیات پہ مہر تصدیق اور ایمان و یقین کی ایسی سند صاف نظر آتی ہے جس سے نہ انکار مشرق کو ہو سکتا ہے اور نہ مغرب کو۔ آج بولنے والی فلمیں ہر سینما گھر میں دکھائی جارہی ہیں ہم انہیں دیکھ کر یا ان کی داستانوں کو سن کر محض عیاشی اور دفع الوقتی میں ٹال رہے ہیں ہمارے علمائے کرام اسے کفر سے کم نہیں سمجھتے۔ لیکن اگر غور و فکر سے اس حیرت انگیز صنعت کو دیکھا جائے تو کراماً کاتبین ؑ کے وجود کا جہاں ہمیں پتہ چلتا ہے وہاں کتاب مرقوم اور حساب آخرت کا بھی یقین پیدا ہوتا ہے۔ ملائکہ کی صحیح ماہیت ریڈیائی موجوں رووں اور شعاعوں اور مقناطیسی کششوں اور لہروں پہ اس یقین کامل کے ساتھ منطبق ہوتی ہے۔ کہ ان کے اعمالی کردار کو صحیح طور پہ سمجھنے میں کوئی ادنیٰ سی دقت باقی نہیں رہتی۔ کیا اس محاکمۂ عقلی کے بعد بھی کوئی شخص یوم آخرت کے حساب اور سزا جزا کی عظیم الشان شہادتوں علیین اور سجین۔ کتاب مرقوم اور کتاب ناطق کے وجود سے انکار کر سکتا ہے۔ نہیں بلکہ ملائکہ کی عینی اور سچی ماہیت۔ کراماً کاتبین کے وجود اور ان کے حکمتی کردار کو بے علمی اور بے شعوری کے سپرد کیونکر کیا جا سکتا ہے

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

Marfat.com

۶۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد

کیا یہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سیٹ کی ایجاد انسانی معجزہ نہیں!

غور فرمائیے انسان نے جن ملائکہ کو روزِ ازل سے سجدہ کرتے ہوئے پایا تھا۔ اور ملائکہ نے آدم کی اطاعت و تکریم کا دم بھرا تھا۔ اُس کا ایک بیّن ثبوت ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد میں مل رہا ہے۔ لاکھوں اور کروڑوں میل کی دوریوں نہیں بلکہ چاند جیسے دُور کے کرّے سے انسان اپنی آواز اور اپنے پیغامات زمین کے بسنے والوں تک پہنچا کر ایک ایسا کام ظہور پذیر کر چکا ہے جس کی حکمت بے شعور اور بے علم انسانوں کے تخیل و فکر سے ہی بعید نظر آتی ہے اس حیرت انگیز ارضی دابّہ اس بے مثال حکمتِ صنعت اور اس معجز نما صنعت و تخلیق کے خروج نے انسانی ارتقا کا ایک ایسا معراج صاف پیش کر دیا ہے جس کے اعجاز سے خدا کی کائنات بھی انگشت بدنداں ہے۔ آئیے خدا کی آیاتِ متشابہات میں سے اس حیرت انگیز ایجاد کا وجود تلاش کریں۔ ملاحظہ ہو:۔

۲۷ - ۸۲ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝

ترجمہ:۔ اور جب اُن پر (یعنی انسانوں پر اس سچی اور حقائق افروز ایجاد کے افشا یا اُس کے تکمیل یا ظہور میں آجانے کا وعدہ پورا ہو جائے گا تو ہم ان کے سامنے ایک ایسا پتلا یا ایک ایسا سیٹ یعنی دابہ جو زمین کی طاقتوں یا عناصر سے تیار کیا ہوا ہوگا۔ (دابة من الارض) نکال کر ایجاد کی صورت میں دُنیا کے سامنے لا موجود کریں گے۔ (اَخْرَجْنَا لَهُمْ) جو اُن سے باتیں کرے گا (یہ نشان اس لئے دکھایا جائے گا) کہ عام لوگ ہمارے ان اعجازات سے (جن سے ہم ہر شخص کے اعمال اور اقوال کی فلمیں تیار کر رہے ہیں) امن و استحکام کی کوئی صورت پیدا نہیں کرتے،

قرآن حکیم و عظیم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے حق میں آشکارہ ہونے والا تھا۔ جیسا کہ اس آیت سے ماسبق آیت ۷۶ سے واضح ہے۔ گویا بنی اسرائیل میں سے کوئی حکمت شناس سائنسدان ہی ایک ایسی ایجاد کو منصہ شہود پر لائے گا۔ جو بولنے والی ہوگی یہ خروج ایک دابہ کی صورت میں ہوگا۔ دابہ کے معنے ہیں مَا یَدِبُّ علی الارض۔ یعنی جو زمین پہ دباؤ ڈالے۔ لہٰذا اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا نام عربی زبان میں رکھا جائے تو اس کی توصیف کے ساتھ دابہ کا لفظ ضروری ہوگا۔

یہ امر مزید قابل غور ہے کہ اس دابہ کا موجد ایک یہودی النسل سائنسدان مارکونی ہی تھا۔ اس آلے کو غور و فکر سے دیکھنے کے بعد یقین پیدا ہوتا ہے کہ اس کائنات میں خدا نے کئی حیرت انگیز طاقتیں پھیلا رکھی ہیں جن کے قبضۂ قدرت

ترقی یافتہ امریکی گیس کولڈ ری ایکٹر

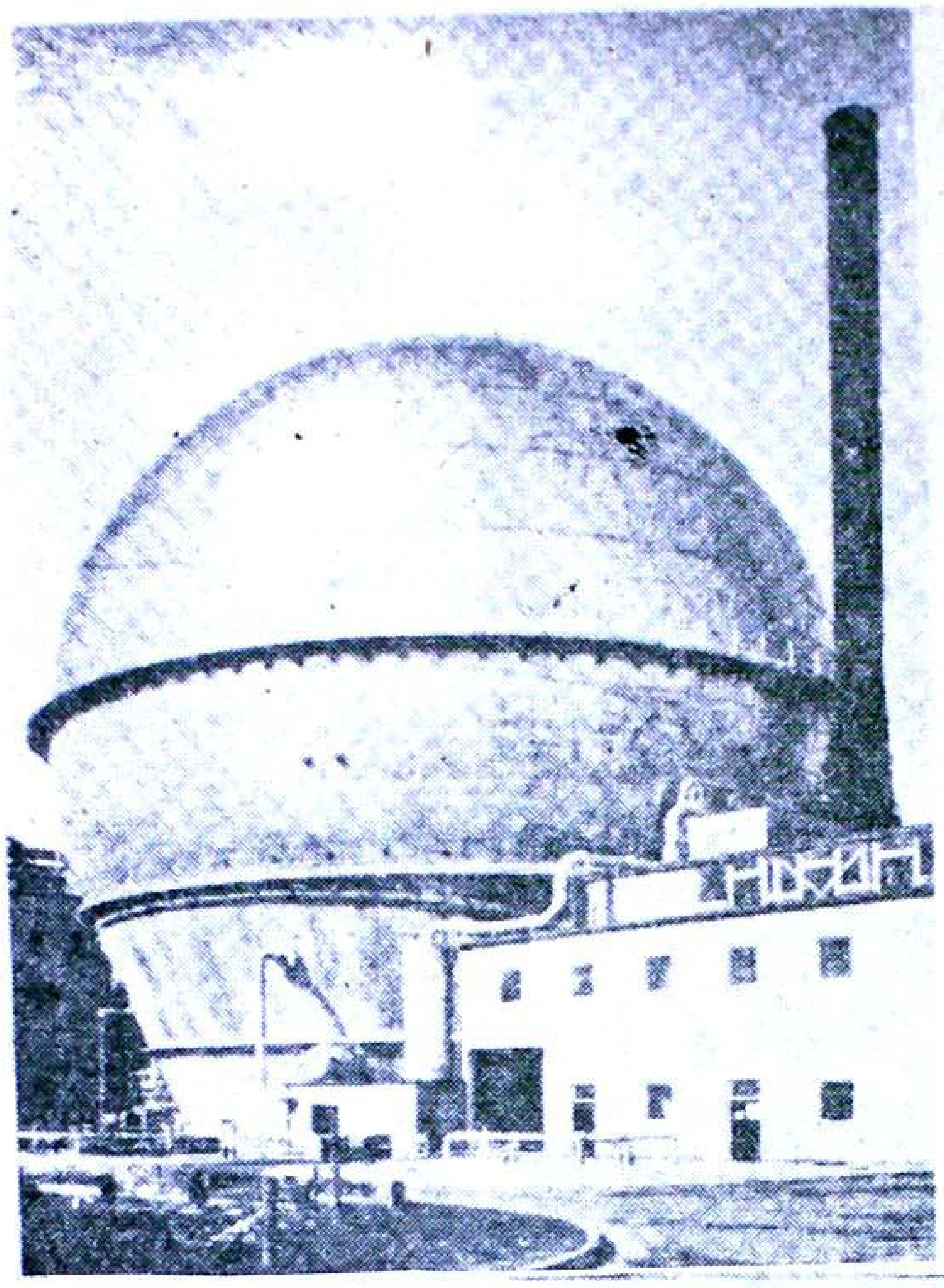

ریڈیائی فلکیات کا بانی کارل گوٹے جانسکی

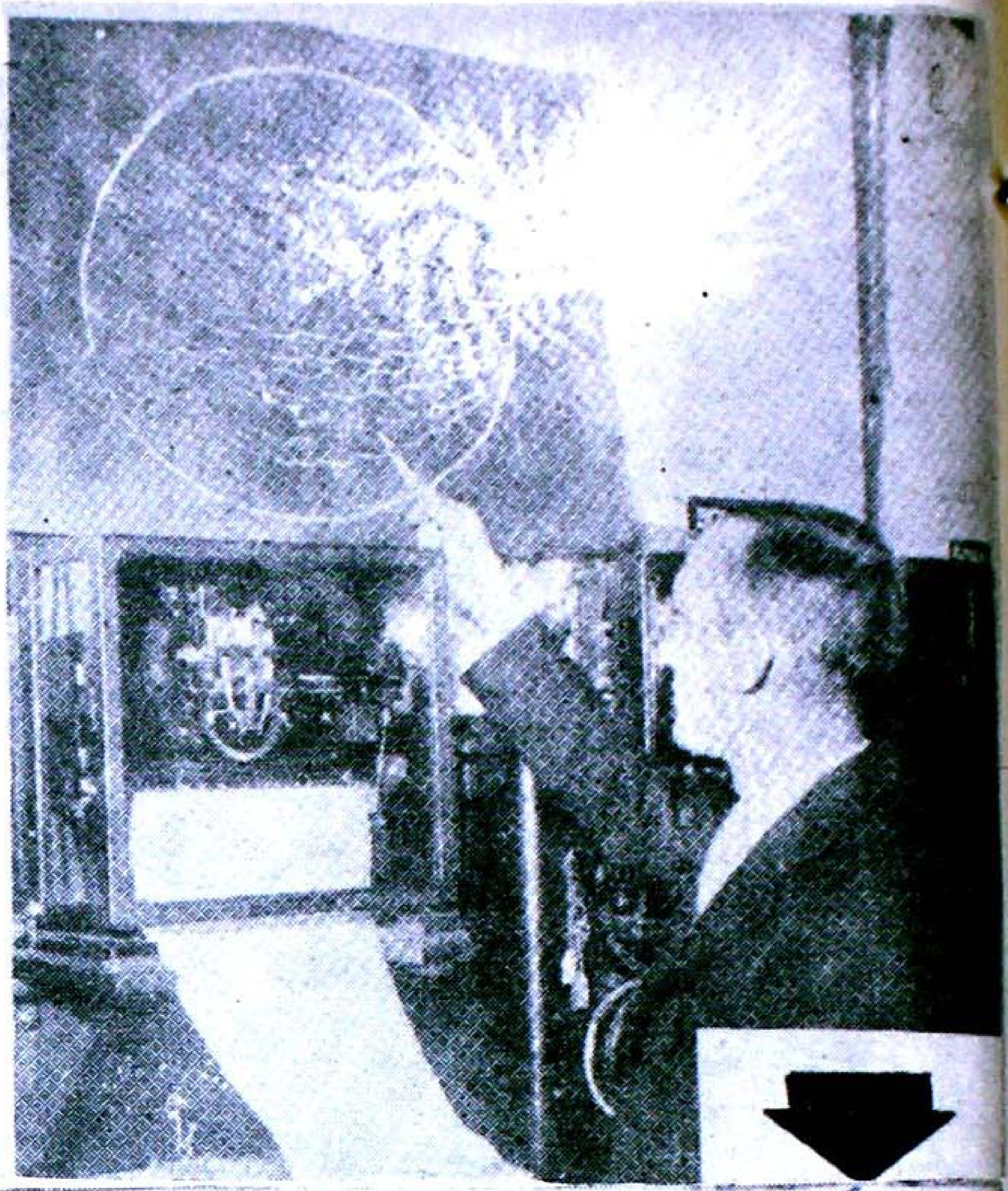

کارل گوتے جانسکی کہکشانوں کی طرف سے آنے والی ریڈیائی موجون کو پہلی مرتبہ وصول کر رہا ہے -

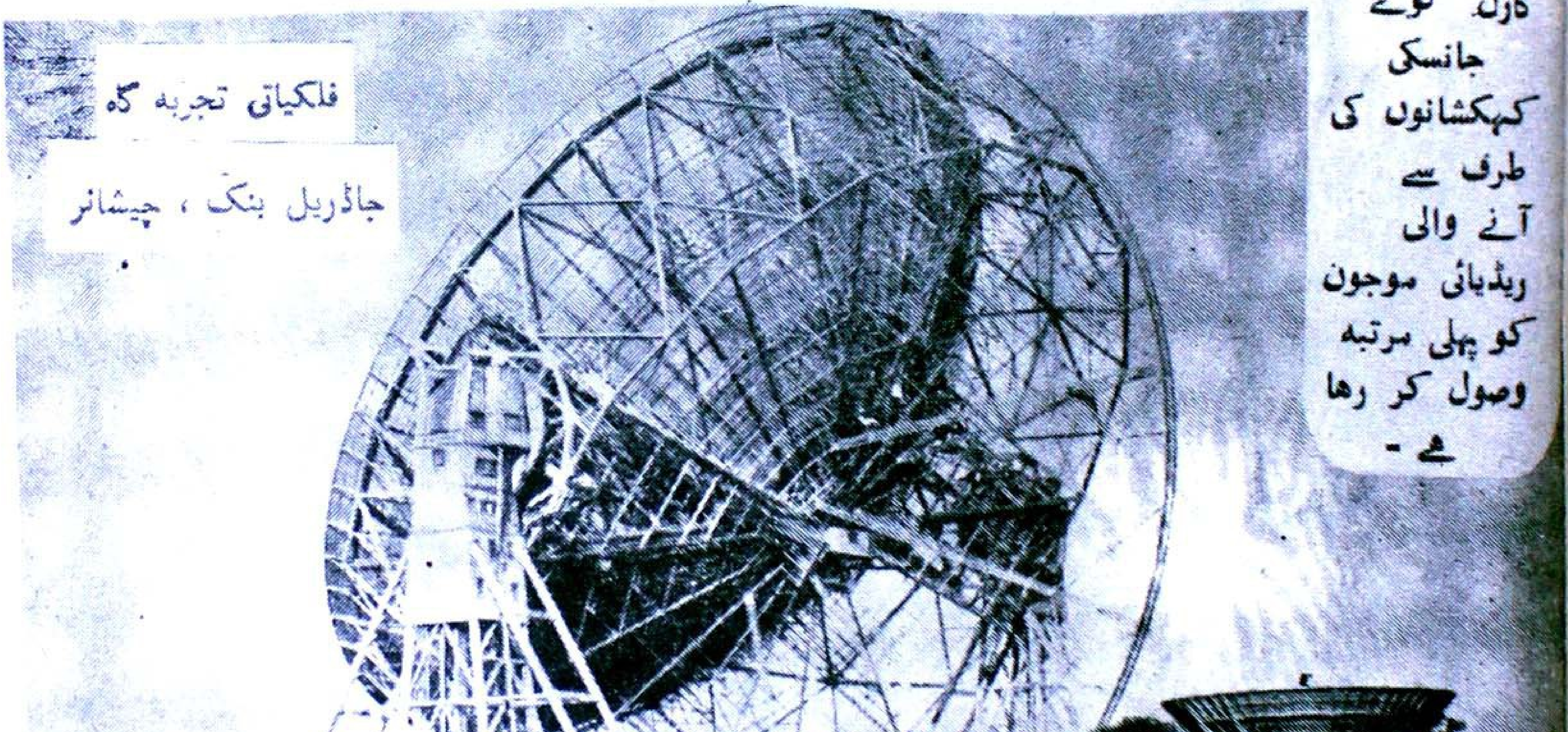

فلکیاتی تجربہ گاہ

جاڈریل بنک ، چیشائر

Marfat.com

Marfat.com

میں آواز اور تصاویر کو محفوظ کرنے اور پھر زمین پر واپس لانے کی استعداد موجود ہے۔ یہی وہ آیاتِ خدا ہیں جن سے ہمارے اعمال و کردار اور اقوال کو علیحدہ علیحدہ منضبط کیا جا رہا ہے۔

قرآن میں دابّہ کے لفظ کا استعمال

۲۴، ۴۵۔ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنَ الْمَاءِ کہ ہم نے ہر دابہ کی تخلیق ایک رواں مادے سے کی ہے۔ چونکہ کائناتی موجیں، رو، شعاعیں اور کششیں بھی رواں صفات کی مالک ہیں۔ اس لئے خدا نے یہاں مِنَ الْمَاءِ کے الفاظ فرما کر اس بھید کو اور بھی افشا فرما دیا ہے دوسری صورت میں اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو خدا کی طرف سے براہ راست تخلیق ہر دابہ کے متعلق ایک حیرت انگیز ما یعنی پانی یا ایک رواں مادے سے ہوئی ہے۔ مثلاً انسانی دابہ یا جسم ایک نطفہ یا محلول یعنی رواں مادے سے تخلیق میں آیا لیکن جس دابہ کا بیان آیت متذکرہ بالا میں ہوا ہے اسے خدا نے خود ہی دابّة من الارض کہا ہے۔ گویا یہ دابہ فی الحقیقت ارضی عناصر سے تیار ہوگا۔ اور اس میں ایسی صفات موجود ہوں گی کہ خلاؤں سے آوازوں اور تصاویر کو کھینچ کر دوبارہ زمین والوں کے سامنے پیش کرے گا۔ یعنی ارضی دابہ عام پانی سے ایجاد نہ ہوگا بلکہ اسے عناصر سے زندگی ملے گی۔ جو کائنات سے ان رواں طاقتوں کو کھینچنے کی صفات رکھے گا۔ جن سے نوع انسان پر اظہر من الشمس ہو جائے گا کہ الفاظ کی بھی ایک جداگانہ ماہیت ہے اور ہر عمل کی تصویر بھی ایک خاص ماہیت رکھتی ہے جو کائنات میں کہیں نہ کہیں محفوظ ہو رہی ہے۔ تاکہ یہ نوع اپنے اعمال و اقوال کا جائزہ لیتی رہے اور دنیا میں بہتر زندگی بسر کرے۔ نیز قیامت کے دن سزا و جزا کے مرحلہ پر شرمندہ نہ ہو۔

قرآن میں ایک اور مقام پر (پارہ ۲۰، رکوع ۲) دَابَّةُ الْاَرْضِ کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنے ہمارے علماء نے دیمک کئے ہیں۔ لیکن آیت متذکرہ بالا میں دابۃ الارض کی بجائے دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ کے الفاظ موجود ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ فی الحقیقت ایک بے جان ایجاد ہوگی نہ کہ کوئی جانور وغیرہ۔

اب متذکرہ بالا آیت سے اگلی آیت ملاحظہ ہو۔ جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد کی حیرت انگیز طور پر تصدیق کرتی ہے۔ بلکہ اس خبر کا انکشاف بھی کرتی ہے کہ ایسی ایجاد کے حزوج کے مابعد اقوام عالم میں ایک عالمی جنگ چھڑ جائے گی۔ اور اس جنگ کے بعد دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں مفلوج ہو کر اس قدر کمزور ہو جائیں گی کہ ان کی سلطنت

Marfat.com

کے بڑے بڑے مُلک خود بخود آزاد ہو جائیں گے۔ ملاحظہ ہو:

ریڈیو کی ایجاد کے فوراً بعد ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا
أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (۲۷: ۸۳-۸۴)

مفہوم: (اس حیرت انگیز دابّہ کے خروج کے بعد) ہم ایک دن ہر اُمت میں سے (جو ارض پر موجود ہوں گی جن میں چرند پرند وغیرہ کے علاوہ خاص طور پر نوعِ انسانی کی امت جو شعور اور علم کے ہوتے ہوئے سزا و جزا اور اعمال و کردار کے منضبط کرنے والی طاقتوں کی تکذیب کر چکی ہو گی یعنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسی حیرت انگیز ایجاد کے اعجاز کو سامنے دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اعمال و کردار اور گفتار وغیرہ کے محفوظ کئے جانے کے مخفی اعجاز کو پرِ کاہ کے برابر نہ سمجھتی ہو گی یا خدا کے سزا و جزا کے انتظام کو جھوٹ تصور کرتی ہو گی) ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ فوج جمع کر دیں گے۔ نیز ان کی جدا جدا جماعت بندی اور دھڑا بندی کرا کے انہیں آمادۂ پیکار کر دیں گے یہاں تک کہ جب فوجیں آمنے سامنے آ جائیں گی تو (ایک تباہ کن اعجاز سے) بتا دیا جائے گا۔ کہ درحقیقت تم نے تو (روزِ آخرت کے حساب و کتاب کو واشگاف کرنے والی) ہماری قدرتوں اور ان کے اعجازات کو جھٹلا ہی رکھا تھا۔ اور تم نے (تخریب زدہ ہو کر) خدائی نقطۂ نگاہ کے مطابق تو ان کو زیرِ اثر کیا ہی نہیں تھا یا سچے علم کے مطابق ان پر احاطہ کیا ہی نہیں تھا۔ (گویا ان قدرتوں کی اصل وجہِ تخلیق یا اُن کے حقائق کو جن کو سامنے رکھ کر انہیں تخلیق کیا گیا تھا اپنے خداداد علم سے سمجھ ہی نہ سکے تھے ہمیشہ ہی جھٹلایا کرتے رہے تھے) اور ان کے اس ظلم و تخریب اور بے راہ روی کے سبب ان کے حق میں وعدۂ ہلاکت پورا ہو کر رہے گا۔ تو وہ تمام کے تمام (تباہی اور شکست خوردگی سے) بول بھی نہ سکیں گے۔ (۲۷: ۸۵)

مندرجہ بالا آیات سے پھر یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جب دابۃ الارض بول اُٹھے گا تو تمام مکذّب قوموں میں ایک تباہ کن جنگ چھڑ جائے گی اور تمام دھڑوں کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو جائیں گی۔ انجام کار اس جنگ سے انہیں ایک ایسی شکست فاش ہو گی کہ وہ ہیبت زدہ ہو کر بول بھی نہ سکیں گے۔ نیز یہ بات بھی ان پر واضح کر دی جائے گی کہ درحقیقت انہوں نے خدا کے سچے علمِ فطرت اور اس کی آیات اور اعجازات کو محض ایک تخریبی کھیل تماشا سمجھ کر جھٹلانے کی وجہ سے یہ نقصانِ عظیم اٹھایا ہے۔ اس کے بعد وہ اس قدر شرمندہ اور

Marfat.com

ہیبت سے دو چار ہو کر مُردوں کی مثال ہو جائیں گے کہ وہ کسی پر الزام تراشی تک نہ کر سکیں گے اور منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکال سکیں گے۔ مزید براں کمزور سے کمزور قومیں بھی ان کی زیر اثر نو آبادیوں پر قبضہ کر کے ان کی سطوت و جبروت کو خاک میں ملا دیں گی اور وہ اپنے مونہہ سے کچھ بھی نہ کہہ سکیں گے،

اگر آیاتِ مندرجہ بالا کی تشریح جو اوپر دی گئی ہے۔ خدا کے علم کے مطابق نہیں تو خدا ہمیں معاف فرمائے مگر جہاں تک ہم نے قرآن عظیم کے روابط سے اخذ کیا ہے یہی صحیح نظر آتا ہے کہ دین فطرت کے معانی محض اشیاء اور کائنات کے پیدائشی علم کے ہیں اور حکمت کے معانی فی الحقیقت انگریزی کے لفظ سائنس کے مترادف ہیں بشرطیکہ وہ تخریب آمیز نہ ہو چونکہ یہ دین اور اس کی حکمتیں فی الحقیقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم اور مکمل ہو چکی ہیں۔ اُن کے بعد اِس دین میں کسی مزید علم کے اضافے کی ضرورت قطعاً باقی نہیں رہی۔ لہٰذا قرآن حکیم و عظیم بھی اس لحاظ سے کامل و اکمل اور آخری درس خداوندی ہے اس لئے کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ خدا کی طرف سے نئی اشیا کی پیدائش بند ہے۔ لیکن پیدا شدہ اشیاء کا ظہور بدستور ہوتا رہے گا۔ اور خدا کی قدرتیں بھی بدستور اپنے اپنے فرائض میں لگی رہیں گی۔ گویا اب دورِ انجام ہے دورِ آغاز نہیں۔ نوعِ انسانی کی خلافت میں جو کچھ ظہور میں آنا تھا آ چکا ہے۔ اب آخرت قریب ہے انہی وجوہ سے جناب رسالت مآب آخر الانبیاءؐ قرار پاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارے نظریات کے مطابق سابقہ مفسرین کی مندرجہ ذیل تشریح و تفسیر نہ صرف بے محل اور بے معنی بن کر رہ جاتی ہے بلکہ عقل انسانی کے صریح خلاف بھی ثابت ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو

"قیامت سے پہلے مکہ" کا پہاڑ صفا پھٹ جائے گا۔ اُس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے۔ سچے ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو جُدا جُدا کر دے گا۔ اور ان پر نشان بھی لگا دے گا وغیرہ وغیرہ۔

گویا دابۃ ارضی (جس کی آیات قبل ازیں پیش کی گئی ہیں) زمین کی ایک نئی نوع یا ایک چلتا پھرتا جانور یا پلا پوسا ایک حیوان ہو گا جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہو کر صفا کے پہاڑ سے رینگتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ اور انسان کی طرح لوگوں سے باتیں کرے گا۔ یہ تشریح و تفسیر کلام خدا کے صحیح مفہوم سے نہ تو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نیا جانور انسان کی طرح بولتا ہوا پیدا ہو جائے گا۔ گویا یہ ایک من گھڑت تاویل ہے جو آیات متشابہات کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے یونہی داستان کی صورت میں گھڑ لی گئی ہے۔ اگر ہم صاف صاف یہ کہہ دیں کہ بطن ارض کے جوہری مادوں یا ارض کے اجزا سے ریڈیائی طاقتوں اور مقناطیسی کششوں کو مجتمع کر کے خود انسان ہی کے ہاتھوں ایک بولتی ہوئی ایجاد ظہور میں آ جائے گی۔ اور ہزاروں میل دور ایک بولنے والے انسان کی ہو بہو آواز کو دوسرے انسان تک پہنچائے گی تو کچھ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ اسی ارضی انسان کی ایک حیرت انگیز اور معجز نما

Marfat.com

تخلیق ہوگی جو قرآن کی اطلاع کے بعد قیامت سے پہلے پہلے کسی دور میں وجود میں آ جائے گی۔ فرمائیے کیا یہ تفسیر اور تشریح خلافِ قرآن وحقائق تصور کی جا سکتی ہے۔

مزید براں جس جنگ عالمگیر کی اطلاع قرآن عظیم نے اس ایجاد کے مطابق دی ہے اس قدر حیرت افزا ہے کہ ہماری طرف سے پیش کردہ تفسیر وتشریح کی اس سے حرف بحرف تائید ہو جاتی ہے بعد یہ کی ایجاد جنگ عظیم سے صرف پانچ چھ سال پہلے ایک اسرائیلی باشندے مارکونی کے ہاتھوں ظہور میں آئی۔ جنگ ۱۹۳۹ء کے آخر سے ۱۹۴۵ء کے آخر تک رہی۔ اس میں جرمن، اٹلی اور جاپان ایک طرف اور دنیا کی باقی قومیں جو جنگ میں حصہ لینے کے لئے آمادہ پیکار ہوئیں دوسری طرف آمنے سامنے لڑتی رہیں اگرچہ جرمن اور اٹلی کا سکوت عام جنگی ہتھیاروں سے ہوا لیکن جاپان کا سکوت ایٹم بم سے ہوا جو امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو پھینکا۔ انگریز، فرانس، روس اور امریکہ بظاہر فاتح ثابت ہوئے لیکن ان کی فتح انجام کار ایک افسوسناک شکست میں اس طرح تبدیل ہو گئی کہ ان کے ہاتھوں سے تمام نوآبادیاں آناً فاناً آزاد ہو گئیں۔ اور وہ مسبب کے سبب ملک کچھ اس طرح کمزور اور مفلوج ہو گئے کہ ان مقبوضہ ممالک سے وہ خود ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح صدیوں سے مجبور اور محکوم قوموں نے ایک تیسرے دھڑے میں جا کر آزادی کا سانس لیا۔

کیا یہ قرآن حکیم وعظیم کے مبشر اور مخبر ہونے اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی بیّن دلیل نہیں کہ چودہ سو سال پہلے جس بھیانک خبر کو ایک آلے کی ایجاد کے ساتھ مطلع کیا گیا تھا۔ وہ انجام کار اس دابہ کی ایجاد کے مطابق ایک امرِ واقعہ بن کر سامنے آگئی۔ فَتَدَبَّرُوا۔

مزید براں متقدمین نے ان واقعات کو قیامت کے دن کے واقعات سے منسوب کیا ہے۔ حالانکہ قیامت کا دن تو دوبارہ اٹھائے جانے کا دن ہوگا۔ اگر ہلاکت کا تصور کیا جاتا تو وہ اس لئے صحیح تھا کہ اس جنگ میں ایٹم بم جیسی مہلک ایجاد نے اپنا تباہ کن ظہور پیش کیا۔ مزید براں اگر قرآن عظیم کی اس سلسلے میں اگلی آیت یعنی نمبر ۸ کو زیر نظر رکھا جائے۔ تو پتہ چلتا ہے کہ متذکرہ بالا واقعات جدا ہیں اور قیامت کا واقعہ جدا حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا قارئین کو اس ضمن میں قرآن عظیم کا مطالعہ خود کرنا چاہیئے اور صحیح حقائق کو تلاش کرنا چاہیئے۔

۷۔ (۱) اَلْقَارِعَة (۲) اَلْحَاقَّة (۳) اَلطَّاغِيَة (۴) اَلْحُطَمَة (۵) حَاوِيَة کی حیرت انگیز ایجادات

اوّل اَلْقَارِعَة (۱۰۱) اطلاع قرآنی یوں ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝

Marfat.com

جہاں خلائی سفر اور
دیگر قوت کے پیدا کرنے
کے لئے ایٹمی ایندھن
تیار کیا جا رہا ہے
(القارعة)

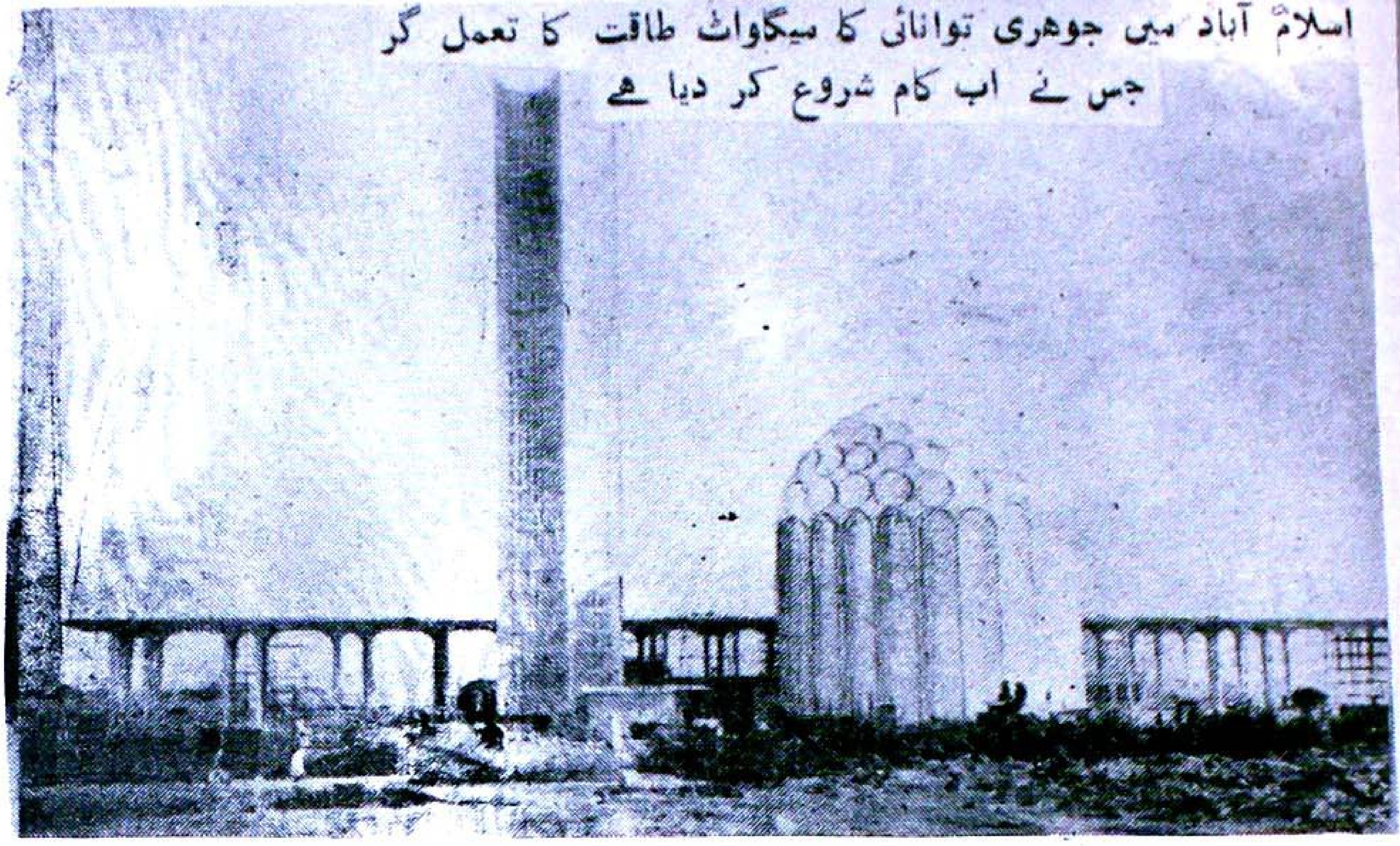

اسلامؐ آباد میں جوہری توانائی کا میگاواٹ طاقت کا تعمل گر
جس نے اب کام شروع کر دیا ھے

برطانیہ میں مصنوعی سیاروں سے پیغام رسانی کا ایک عظیم مرکز

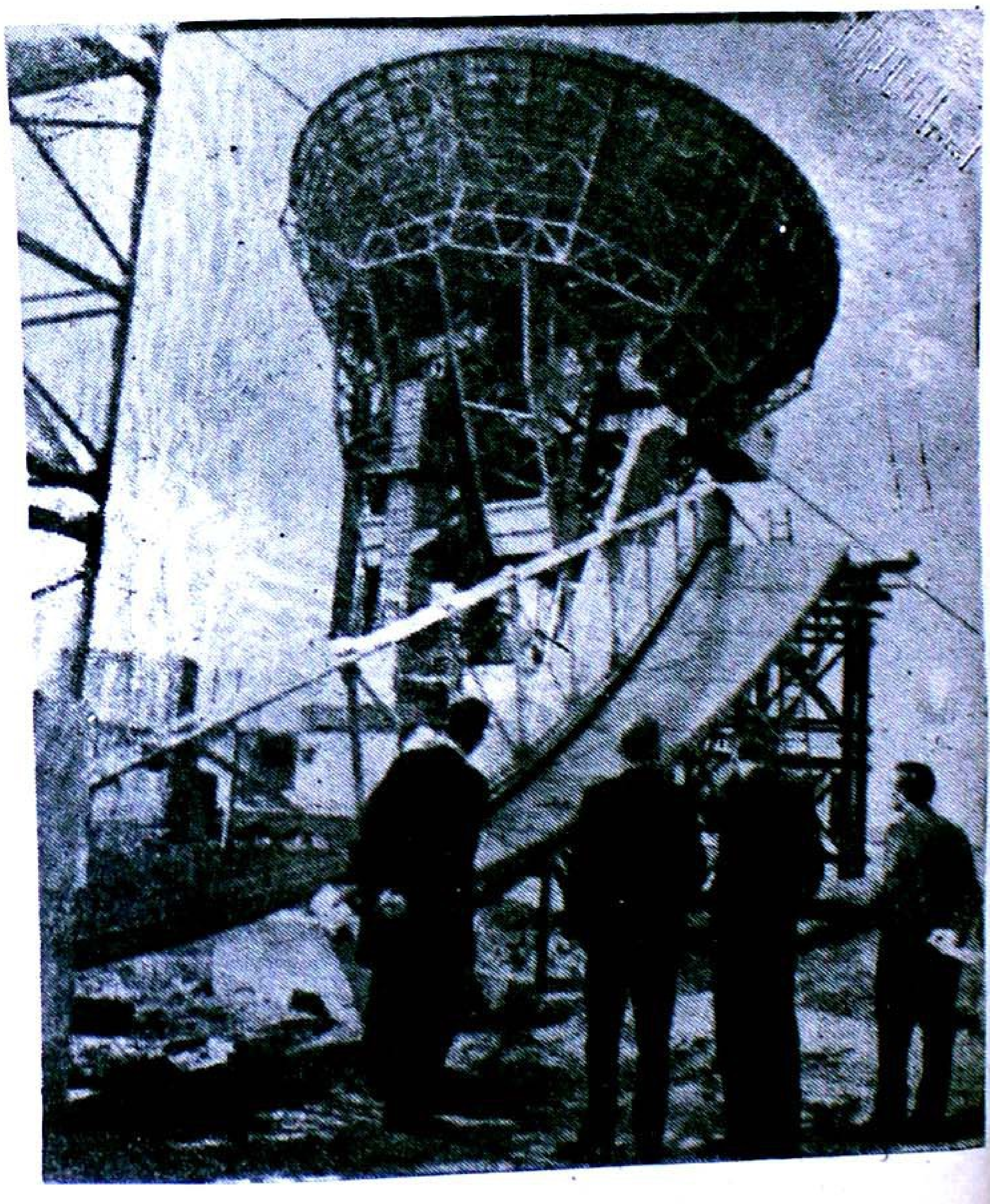

رینجر (الحاقّة)

رینجر راکٹ امریکی
چاند کی تسخیر کے لئے عمل میں لایا گیا

Marfat.com

Marfat.com

وہ القارعہ (کھڑکھڑانے والی) وہ القارعہ کیا ہے (اے محمد) تو کیا سمجھے کہ القارعہ کیا ہے (کیونکہ یہ ایجاد نہ تیرے دور میں موجود ہے اور نہ تو اُسے جانتا ہے۔) (القارعہ کی ایجاد کے عملی ظہور سے) جس دن لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔

قَارِعَۃ کے لغوی معنے: القارعۃ قارع کی مونث۔ تباہ کن۔ دھماکہ خیز ایجاد۔ راستے کا بڑا حد بلندی تک پہنچنے والا نشان (قَارِعَۃُ الطریق) حادثہ خیز۔ ہلاک کرنے والی آفت (اس کی جمع قوارع ہے) قارع القوم و تقارعوا۔ قوم کا قرعہ اندازی کر کے باہم جنگ کرنا اس میں باہم تیر اور راکٹ پھینکنا یا آلے کو بارود سے خالی کر دینا۔ یا راکٹ بارود کو اُڑا دینا۔ قَرَعَ قرعًا دھماکہ پیدا کر دینا یا زلزلہ خیز شور پیدا کرنا۔ قَرَعَ رَأْسَہٗ بِالْعَصَا۔ لاٹھی مار کر سر پھوڑ دینا (یا موجودہ دور کے راکٹوں اور میزائلوں سے کسی بلند ترین اور مخصوص مقام کو ضرب پہنچانا) کسی کے نقص یا عیب ظاہر کرنے پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

قَرَعَہٗ بِالْحَق۔ ٹھیک پھینکنا۔ تیر کا راکٹ یا میزائل کا عین نشانے پر لگنا۔ ندامت سے دانت پیسنا (یا موجودہ دور کی طرح بارود کو پیس پیس کر ریزہ ریزہ کرنا) (یا آج کل کے دور میں ایٹمی بھٹیوں سے ایٹمی ایندھن یا بارود بنانا) چونکہ دانت پیسنے کا مطلب یہی ہے کہ ہر تگ و دَو سے بدلہ لینے کی کوشش کرنا۔

الغرض قارعہ کے معنے ایک ایسی ایجاد ہے جو ایک قوم دوسری قوم پہ مارے گی اور مصیبت برپا کرے گی چنانچہ یہ ایجاد راکٹوں میزائلوں یا اسی قسم کے کئی اور مہلک اوزاروں میں استعمال ہوگی۔ جو جنگوں کے کام آئے گی یا جنگ میں استعمال ہونے والے بارود یا ایندھن کو قارعہ کہا جائے گا۔ جس سے زلزلہ خیز دھماکہ اور شور پیدا ہوگا قرآنِ حکیم و عظیم کی سورہ رعد کی آیت ۳۲-۳۱ میں یوں مطلع کیا گیا ہے۔

قرآن ہی تو ہے جس کے حکم سے پہاڑ چل پڑتے ہیں زمین پھٹ جاتی یا مردوں سے کلام کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ تمام اعجاز محض اللہ تعالیٰ کے اظہارِ قدرت سے ممکن ہیں (بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا) تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر وہ چاہتا ہے تو ان اعجازات کے متعلق رہبری تمام لوگوں کو کر دیتا اور کافروں پر تو ہمیشہ ایسا بلا خیز بارود پھٹتا رہے گا۔ جو وہ بناتے رہتے ہیں۔ (وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ) (یا وہ ہیبت ناک ایجاد بارود اٹھا کے ان کے گھروں کے قریب نازل ہوتی رہے گی)

متقدمین نے قارعہ کے معنے کھڑکھڑانے والی کئے ہیں اور ہم نے یہاں دھماکہ خیز ایجاد کئے ہیں مزید بعض کئی حضرات نے محض مصیبت کئے ہیں۔ جس سے اصل لفظ کی صحیح ماہیت کا پتہ نہیں چلتا۔ جہاں تک معانی کا تعلق ہے جیسے کہ اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ایسا نظر آتا ہے کہ یہ فی الواقعہ کوئی ایجاد انسانی ہوگی (صَنَعُوْا) جس میں کوئی نہ کوئی بارود ہوگا۔ جس کے پھٹنے سے نہ صرف زلزلہ خیز شور ہوگا بلکہ ایک عظیم دھماکہ بھی ہوگا۔ جس سے ہر چیز

Marfat.com

کھڑکھڑا جائے گی۔ دھماکہ۔ کھڑکھڑاہٹ۔ زلزلہ اور شور چونکہ بارود کے پھٹنے سے پیدا ہوتا ہے جو آنا فانا ہوا کو پھاڑ دیتا ہے اور یہ تمام اعجاز اس کی پیدا کردہ خلا سے ظہور میں آتے ہیں۔ اس لئے منکرین کے لئے یہ معنے مزید باعث غور و فکر ہیں اس کی مزید تشریح **ھادیہ** کے بیان میں مفصل ملاحظہ فرمائیں۔

دوم۔ اَلْحَاقَّۃ۔ سورہ (۶۹)

الحاقۃ کی اطلاع قرآن میں یوں وارد ہوئی ہے:

اَلْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ

اَلْحَاقَّۃ کے لغوی معنے: یہ لفظ الحاق کا مونث ہے۔ حَاقَّہ وسط جیسے کہا جاتا ہے کہ (سقط علی حاق رأسہ یعنی اس کے سر کے بالکل وسط میں گرا)۔ صحیح درمیانی راستے پر گامزن ہونا (ورکب حاق الطّریق) بہادری اور شجاعت میں یکتا ہونا۔ (رجل شجاع حاق الشجاع) بھوک کی صحیح طلب (واخذنی حاق الجُوع) حُقَّتْ لفظ بھی اسی سے ہے۔

علمائے متقدمین نے اس کے معنے حق ہو کر رہنے والی۔ سچ مچ ہونے والی۔ غالب آنے والی۔ قیامت وغیرہ وغیرہ کئے ہیں۔

لہٰذا ہم مندرجہ بالا تمام معانی کو زیر نظر رکھتے ہوئے اس لفظ کی تشریح یوں کرتے ہیں:۔

اَلْحَاقَّہ ایک ایجاد ہو گی جو آسمانی کرّوں پر پہنچنے کے لئے صحیح اور وسطی راستے پر چلے گی۔ کامل بہادری سے خلاؤں کو چیرتی ہوئی اپنے نشانے کو سچ کر دکھائے گی اس کا نشانہ بے خطا ہو گا۔ عین نشانے پر پہنچ کر دم لے گی اس کی بھوک یہی ہو گی کہ وہ ہر لحاظ سے اپنے نشانے کو حق ثابت کر دے۔ قیامت اس کے معنے قطعاً درست ثابت نہیں ہوتے۔

امام راغب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ما ادرٰک ما اور ما یدریک میں لغوی فرق یہ ہے کہ ما ادرٰک جہاں آیا ہے وہاں ساتھ ہی بتا دیا گیا ہے کہ وہ کیا چیز ہے لہٰذا اگر فی الواقع خدا نے ما ادرٰک ما کے بعد سابقہ مشکل لفظ کی تشریح یا اس کا مطلب واضح فرمایا ہے تو ہمیں اَلْحَاقَّہ کے معنٰی بعد ملنے والے واقعات اور حالات کو زیر نظر رکھنا ہو گا اور جن قوموں کا یہاں نام لیا گیا ہے ان کے اعمال و کردار اور پھر جس صورت میں ان پر عذاب نازل ہوا اس کی ماہیت کو زیر غور لانا از بس ضروری ہو گا۔ اَلْحَاقَّہ کے فوراً بعد كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ کے الفاظ نازل ہوئے ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ ثمود اور عاد کی قوموں نے تو قارعہ کو ہی جھٹلا دیا معقول

تسخیر کائنات کے حکمتی اسباب جو مغربی سائنسدان استعمال میں لاچکے ہیں ؛

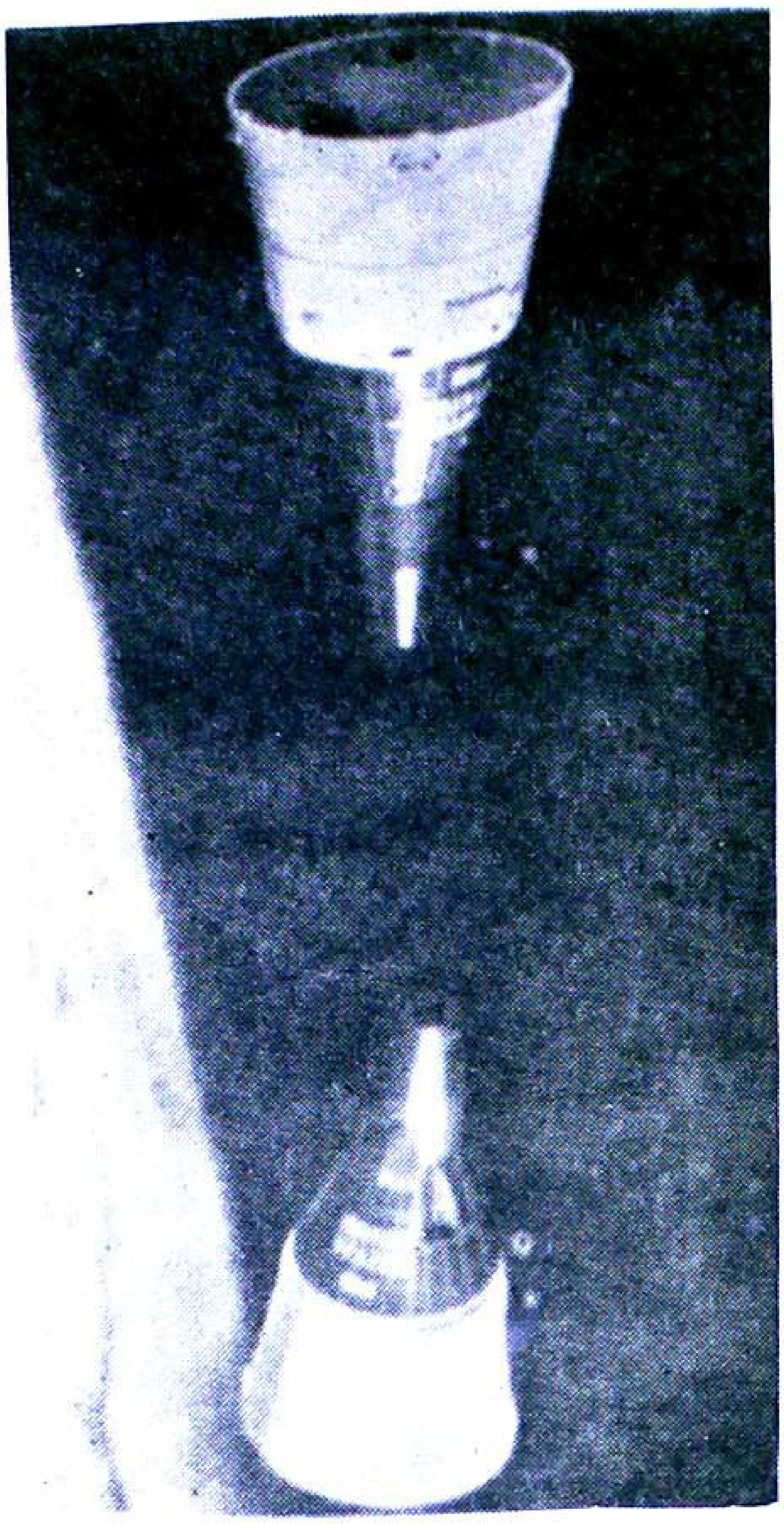

اَلْحَاقَّۃُ

خلائی جہاز جیمنی ششم کا جیمنی ہفتم سے رابطہ

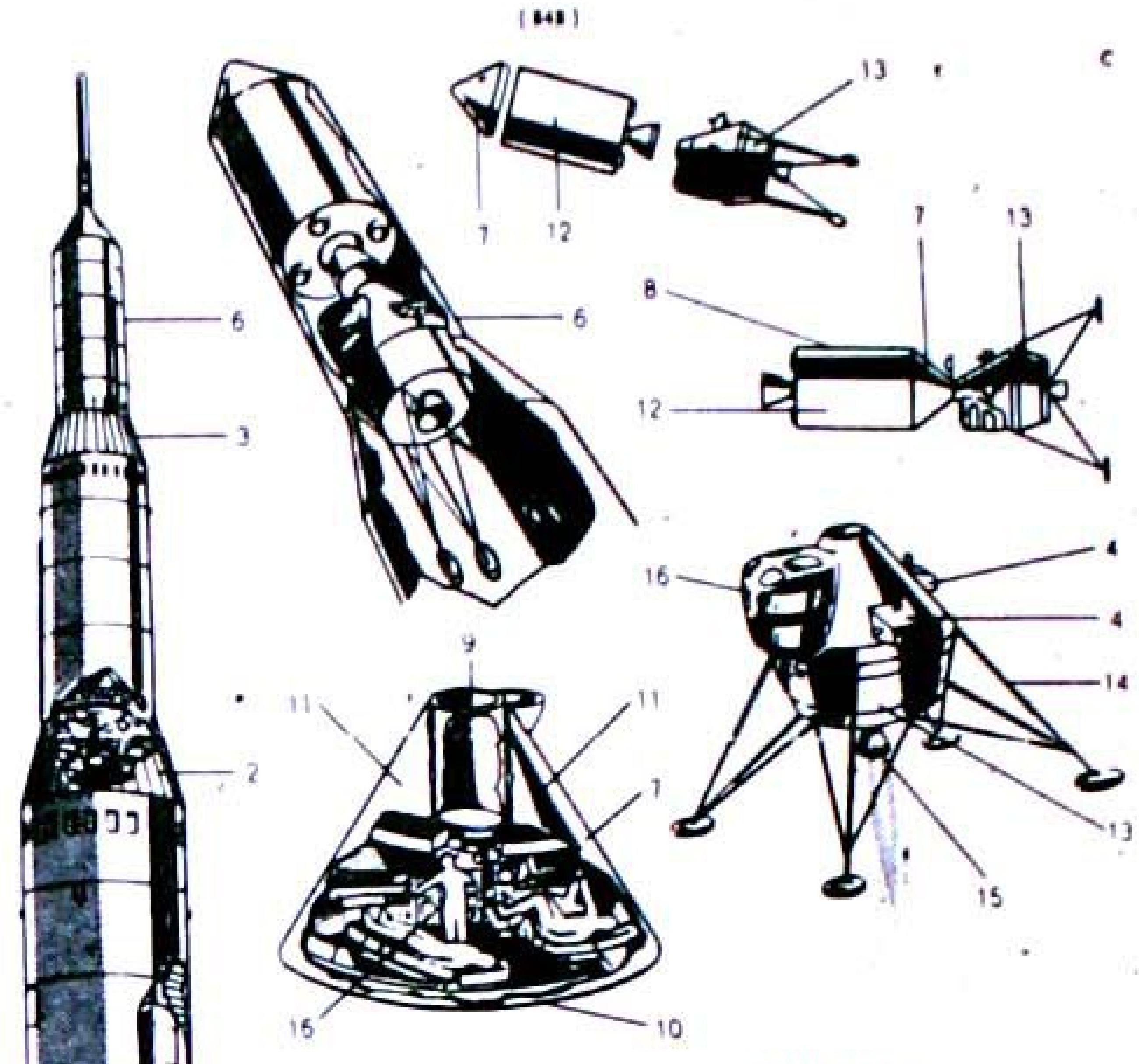

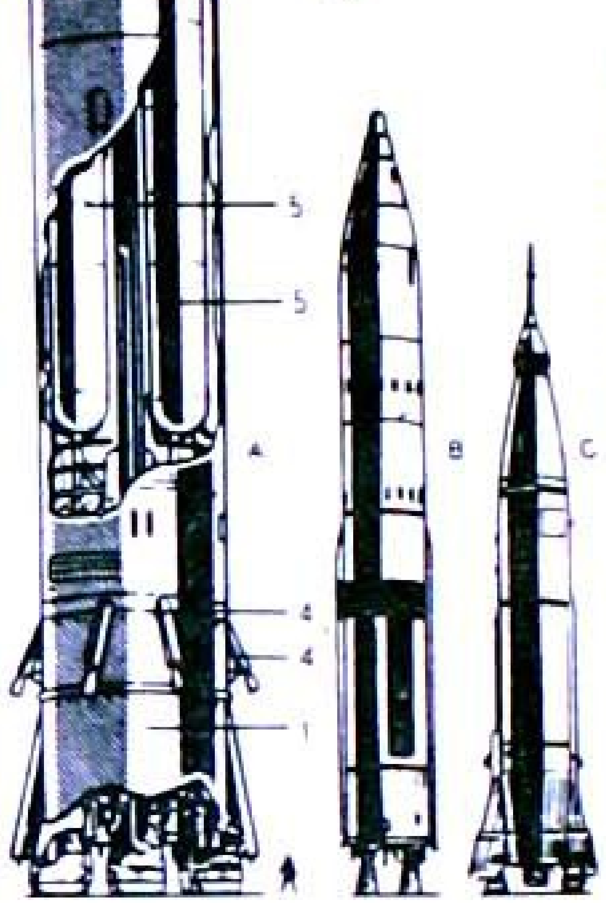

SPACE TRAVEL

Project Apollo, scheduled for 1967–70, is the American National Aeronautics and Space Administration's plan to land men on the Moon and return them to Earth. The first of 3 preliminary stages in the programme was the series of Earth orbital flights using Atlas rockets boosting Mercury 1-man capsules. The second stage planned was the launching of a Gemini capsule into Earth orbit so that its 2 astronauts could practise joining a craft together in space. Finally, a Saturn V booster will despatch a 3-man Apollo spacecraft consisting of 3 sections (or modules) to the Moon. The whole craft, driven by the service module of fuel and rockets, will manoeuvre into a lunar orbit and the rocket-powered lunar excursion module will be disconnected and joined directly to the command module or crew section. When 2 of the crew have transferred to it, the lunar excursion module will be detached to land on the Moon's surface. After it has propelled them back to rejoin the other 2 sections, the lunar excursion module will be abandoned. The service module will be jettisoned just before re-entry into the Earth's atmosphere, leaving the command module to descend alone by parachute.

A SATURN V BOOSTER ROCKET WITH APOLLO SPACECRAFT HEIGHT 350 FT. B TITAN II BOOSTER ROCKET WITH GEMINI CAPSULE HEIGHT 110 FT. C ATLAS BOOSTER ROCKET WITH MERCURY CAPSULE HEIGHT 73 FT

A. 1 1st stage (5 rocket motors) 2 2nd stage (5 rocket motors) 3 3rd stage (1 rocket motor) 4 Vernier rockets for fine control 5 Fuel tanks 6 Apollo spacecraft 7 Command module (height 12 ft, weight 5 tons) 8 Apollo spacecraft coupled in lunar orbit 9 Air lock, below hinged nose cone 10 Heat shield 11 Parachute compartment 12 Service module (height 23 ft, weight 25 tons) 13 Lunar excursion module (height 20 ft, weight 15 tons) 14 Legs opened for stability during lunar landing and take-off 15 Rocket motor 16 Control compartment

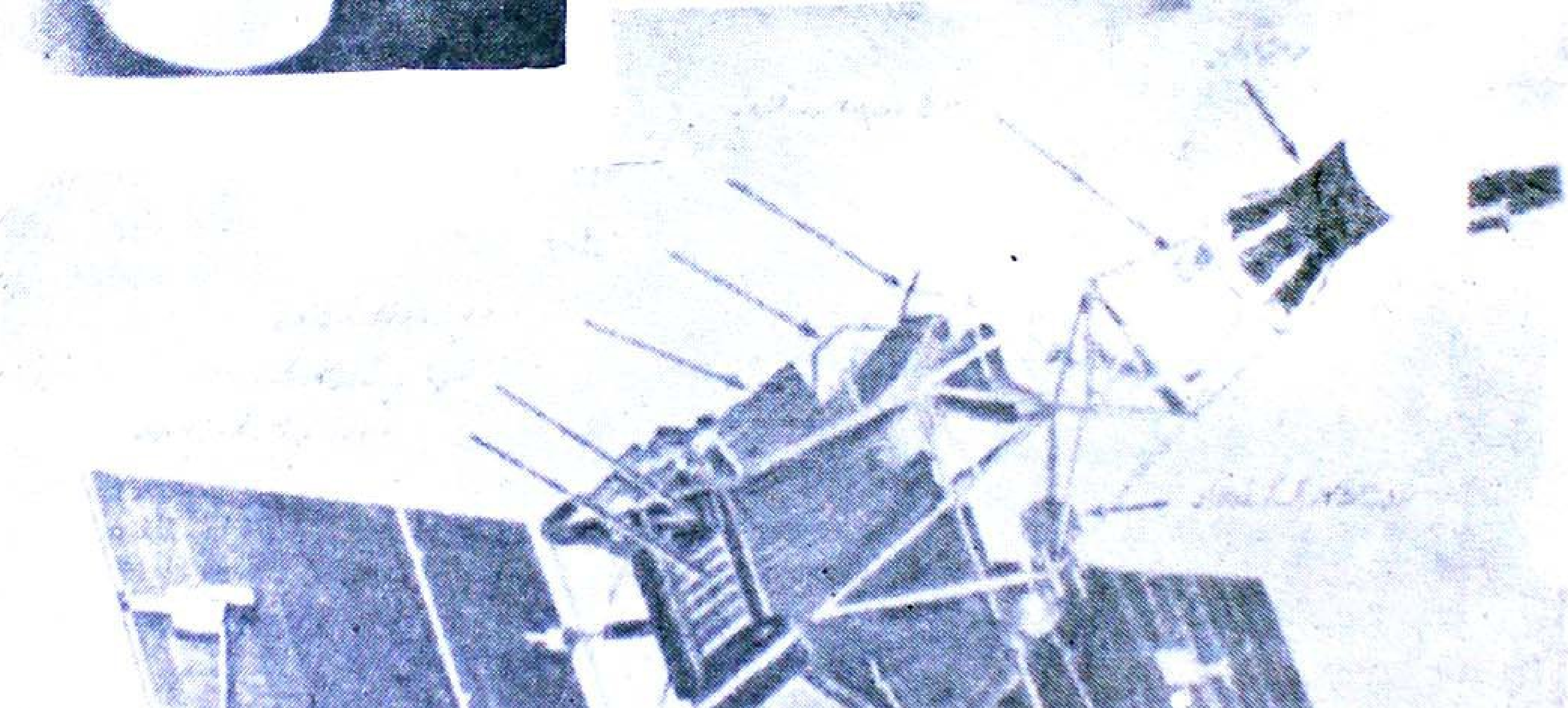

خلائی جہاز میرینر

Marfat.com

Marfat.com

دونوں نے قارعة سے تخریب کی۔ دونوں نے قارعہ کے عظیم الشان اور فائدہ بخش اعجازات کو بار خاطر ڈالیا گویا حاقة کے فوائد تو ایک طرف ان قوموں نے تو حاقہ کو معرض عمل میں لانے والی اوّلین ایجاد یعنی قارعہ کو ہی جھٹلا دیا اور حاقہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

قارعة کے معنے ہم نے قبل ازیں کر دیئے ہیں گویا وہ راکٹ یا میزائل کے ایندھن یا بارود کی مانند کوئی ایجاد ہے۔ اور حاقہ بھی کوئی اسی قسم کی ایجاد ہے جو آسمانوں کی بلندیوں میں بھی صحیح نشانے پر پہنچ سکتی ہے اور اس کا نشانہ بے خطا ہے نہیں بلکہ حق پر مبنی ہے۔ نیز حاقہ کی قرآنی تشریح میں اگر قارعہ کے الفاظ اور قارعہ کو جھٹلانے والی دو قوموں یعنی ثمود اور عاد کے نام لئے گئے ہیں تو پھر ہمیں یقین سے کہنا پڑتا ہے کہ ثمود اور عاد دو قومیں فن حکمت و انجینیری میں کمال رکھتی ہوں گی انہیں سائنس سے گہرا رابطہ ہوگا۔ وہ ایجادات میں کافی مہارت رکھتی ہوں گی انہوں نے موجودہ دور کے راکٹوں اور میزائلوں ایسی کوئی نہ کوئی ایجاد ضرور تیار کی ہوگی۔ نہیں بلکہ انہوں نے ایجادات میں جلنے والے ایندھن یا بارود کو بھی ضرور بنایا ہوگا۔ ایندھن یا بارود کے تجربہ کے بعد اُس سے پھینکے جانے والی کوئی نہ کوئی ایجاد بنائی ہوگی۔ ایسی ایجاد کا تجربہ کیا ہوگا۔ اور اس تجربے کے بعد اگر وہ لوگ امن وسلامتی کے خواہش مند رہتے تو تسخیر کائنات کی طرف قدم بڑھانے کے لئے حاقہ کی ایجاد کو استعمال میں لاتے۔ لیکن وہ دونوں قومیں فساد اور تخریب کا شکار ہوگئیں اور اس میں جنگ وجدل کی وجہ سے قارعہ جیسی ایجاد کو بھی اپنے آپ پر استعمال کر کے ہلاک ہوگئیں گویا قارعة کی عظیم الشان ایجاد کو جو آگے چل کر حاقہ کی ایجاد کو کامیاب بنانے کا پیش خیمہ بننے والی تھی پرکاہ کے برابر نہ سمجھا۔

اگر قرآنِ حکیم وعظیم کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ ثمود اور عاد کی قومیں فی الحقیقت حکمت و سائنس میں کافی سبقت حاصل کر چکی تھیں اور انہوں نے آسمانی کرّوں تک پہنچنے کے لئے سائنسی اسباب و آلات بھی تیار کئے تھے لیکن ان کی باہمی جنگ وجدل سے اُن کے تمام پروگرام شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکے۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔

۳۸ : ۱۳-۹ - اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (قف)
فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۔ یا کیا آسمانوں میں جو ملک ہیں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُن سب پر ان کی ہی حکومت ہے (ان سے پہلے ایسا ہی خیال رکھنے والی اور اسباب میں ارتقاء کرنے والی قوموں یعنی قوم نوح، عاد، فرعون، ثمود، اور قوم لوط اور اصحاب لئیکۃ یعنی بن کے رہنے والی قوم نے آسمان و زمین کی تسخیر کے لئے اسباب کی ایجاد میں ترقی کی لیکن ہر کوشش ناکام ہوئی) تو اب یہ قومیں بھی (امن کے بغیر) بے شک ارتقاء کر کے دیکھ لیں۔

Marfat.com

۲ - ۳۶، ۳۷ - فرعون کے سائنسدانوں نے بھی آسمان پر جانے کے لئے ایجادات تیار کیں۔

- (۲۶-۱۵۳) و (۱۱: ۵۸) و (۲۷: ۵۴) و (۲۷: ۴۹)

۳ ان قوموں نے پیغمبروں کی امن پرور حکمت و سائنس کو چھوڑ کر اپنی تخریبی سائنس کو ہوا دی
(اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ)

۴ - وہ پہاڑوں پر بڑے بڑے محل تعمیر کرتے۔ گویا بہترین کاریگر انجنیر بھی تھے (۲۶: ۱۲۹) و (۸۹: ۹)

۵ - وہ سائنس کے لحاظ سے بڑی قوت کے مالک تھے لیکن تخریب کا شکار ہونے کی وجہ سے ہلاک ہوئے

(۷: ۶۹) (۱۱: ۵۲) (۵۱: ۴۴) (۴۱: ۱۵)

۶ - عاد پر اس کے تخریبی سائنس کے تجربات کی وجہ سے ایٹمی تابکاری کا ایک ایسا طوفان رونما ہوا جس سے وہ کھڑے کھڑے اور دیکھتے دیکھتے بے جان ہو کر رہ گئے۔ (۵۱: ۴۲-۴۱)

مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ؕ یعنی عاد پر ریح العقیم کا ایک ایسا نامبارک طوفان برپا ہوا کہ وہ جس عنصر کو چھوتا اسے ریزہ ریزہ کر کے طوفان میں تبدیل کر دیتا (یعنی ہر عنصر کے ایٹم بنا کر ان میں تباہ کن ایٹمی اثرات پیدا کر دیتا۔

۷ - ان قوموں نے (اگرچہ انہیں حکمت و سائنس کا بخوبی علم تھا) خود ہی تخریب کے باعث اندھا رہنے کی کوشش کی
(۴۱: ۱۷) و (۴۱: ۱۵) و (۸۹: ۸)

۸ - انہیں وہ حیرت انگیز مدد حاصل تھی جسے وہ تخریب کے باعث صحیح طور پر عمل میں نہ لا سکے۔ (۲۶: ۱۲۹)

۹ - انہیں خدا نے یہ علم بھی بخش دیا تھا کہ ہر عنصر کی دو قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ اور ان کے وزن کمیت اور خواص بھی حیرت انگیز طور پر عجیب ہیں۔ (۵۱: ۴۹)

۱۰ یہ دونوں قومیں تخریب کے باعث ہی تباہ ہوئیں۔ (۲۷: ۴۹) و (۱۱: ۶۱) و (۱۱: ۵۸) و (۷: ۷۲) (۲۶: ۱۴۹) (۴۱: ۱۷) (۵۱: ۴۴) (۹۱: ۱۱) (۲: ۱۷۳)

مزید براں عاد کے معنے بھی " حد سے گزرنے والے کے ہیں " وغیرہ وغیرہ۔

گویا جہاں تک فکر کام کرتا ہے حاقہ کی ایجاد بھی کسی خلائی جہاز یا میزائل کی صورت میں ہوگی جو زمین سے اٹھ کر آسمان کے کسی اور کرّے تک صحیح نشانے پر جانے میں حیرت انگیز طور پر حقیقت افروز ہوگی۔ اگر القارعہ اور الحاقہ میں کوئی علمی و عملی تعلق ہے اور القارعہ اور الحاقہ کی تشریح ممکن ہے تو ہمارے خیال میں مندرجہ بالا تشریح کے علاوہ کوئی اور تشریح ممکن نہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک تشریح یہ ہو سکتی ہے کہ قارعہ ایک ایسا ایندھن یا بارود ہے جس سے ہیبت ناک دھماکہ اور زلزلہ پیدا ہوتا ہے اور الحاقہ ایسی ایجاد ہے جو القارعہ سے چلتی ہے اور صحیح نشانے

پر پہنچنے کی استعداد رکھتی ہے ۔

سوم: اَلطَّاغِیَۃُ

اَلْقَارِعَۃ کی ایجاد سے دو قسم کے اعجاز پیدا ہوئے ۔ ثمود کی قوم پر القارعۃ کا اثر طاغیہ کی صورت میں پیدا ہوا جس سے وہ قوم ہلاک ہوگئی اور عاد کی قوم پر القارعۃ سے خلائی ہواؤں کے پٹ جانے سے ایک شدید طوفان رونما ہوا جو اُس قوم پر سات رات اور آٹھ دن متواتر چلتا رہا ۔ اِسے ریحٍ صرصرٍ عاتیۃ کہا گیا ہے ۔

الطَّاغیہ کے لغوی معنی ۔ الطاغی کی مونث جبار متکبر ۔ سرکش بے وقوف بجلی (رومی بادشاہوں کا لقب)

طَغیٰ ۔ سرکشی پر اکسانا ۔ سرکش بنانا ۔

طَغیٰ ۔ طَغِیَ ۔ یَطغیٰ ۔ طَغیًا ۔ طُغیًا ۔ طُغیانًا و طُغیانًا ۔ ظلم ڈھانا نافرمانی ۔ حد سے گزرنا ۔ پانی کا بلند ہونا

لہٰذا قارعہ کے معنے بارود یا ایٹمی ایندھن اور الطَّاغیہ کے معنے ایسا آلہ جس میں سے بارود اور ایندھن سے گونج اور دھماکہ دونوں پیدا ہوں ۔ نیز صاعقہ کے معنے گرجدار دھماکہ اور صیخہ کے معنے کڑک جس سے اشعاع خارج ہوں ۔ قرآن حکیم وعظیم کے بغور مطالعہ کے بعد اِن الفاظ کے معنے یہی ثابت ہوتے ہیں ۔ فَتَدَبَّرُوا ۔

چہارم: حُطَمَہ

یہ بھی ایک ہیبت ناک اور تباہ کن ایجاد کا نام ہے جسے آج کل ایٹم بم کہا جا رہا ہے ۔ جیسا کہ باب اوّل میں اس کی مفصل تشریح کی جا چکی ہے ۔ یہ لفظ احطم سے بنتا ہے جس کے معنے ریزہ اور ذرّہ ہیں گویا اٹم کا لفظ عربی میں فی الحقیقت احطم تھا جسے بگاڑ کر مغرب نے ایٹم بنا لیا ہے ٹ کا لفظ اصل میں ط سے حاصل ہوا ہے اور انگریزی کے کسی لفظ کو کسی اور زبان میں لکھنے کی ترتیب موجود نہیں اس لئے اس لفظ کو اردو میں ایٹم لکھا جا رہا ہے جو فی الحقیقت احطم تھا ۔

اس ایجاد کا تمام مظہر اور نقشہ و عمل قرآن حکیم وعظیم کی سورۃ ھمزہ (۱۰۴) میں پیش کیا جا چکا ہے اور اس کے متعلق مزید کسی توضیح کی ضرورت لاحق نہیں ۔

پنجم: ھَاوِیَہ کی ایک عظیم پیشگوئی

کیا ھاوِیَہ ہائیڈروجن کے ایٹم بم کا نام تو نہیں ؟

Marfat.com

آج سے چودہ سو سال قبل کے نازل شدہ الفاظ القارعہ اور ھاویہ کا تجزیہ۔

سورۃ القارعۃ ۱۰۱

اَلْقَارِعَةُ — وہ دھماکہ اور زلزلہ پیدا کرنے والی ایجاد) ایٹمی بارود اور ایندھن)

مَاالْقَارِعَةُ — وہ القارعہ کیونکر ہے! (یا اس کا عملی مظہر کیسے ہے)

وَمَا اَدْرٰىكَ مَاالْقَارِعَةُ — اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ دھماکہ اور زلزلہ پیدا کرنے والی ایجاد کیا ہے۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ — جس دن (وہ ایجاد ظہور میں آکر پھٹے گی) تو لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح خلا میں اڑ رہے ہوں گے (یعنی لوگ ریزہ ریزہ ہو کر خلا میں منتشر ہوں گے)

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ — اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ برنگ اون کی طرح اڑیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ — پس جس (عنصر) کے وزن بھاری ہوں گے۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ — اُسے مدار زندگی اور حیات کے لئے استعمال میں لایا جا رہا ہوگا۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ — اور جس (عنصر) کے وزن خفیف ہوں گے۔

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ — اس کا مرجع ھاویہ (کی تباہ کن ایجاد) ہوگی۔

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ — اور تجھے کیا معلوم کہ وہ (ایجاد کیونکر) ہے۔

نَارٌ حَامِيَةٌ — وہ تو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر ہر چیز کو محفوظ کر لینے والی آگ ہے

اس سورۃ میں مندرجہ ذیل الفاظ بے حد قابل غور ہیں۔

(۱) القارعہ (۲) ثقلت (۳) موازینہ (۴) خفت (۵) ھاویۃ (۶) حامیۃ اور (۷) مَن کا استعمال۔

(۱) قَارِعَه کے لغوی معنے، قَارِع کی مونث ہے تباہ کن۔ دھماکہ خیز۔ اور زلزلہ برپا ایجاد۔ راستے کا بڑا اور بلندی تک پہنچنے والا نشان۔ (قارعۃ الطریق) حادثہ خیز۔ ھلاک کرنے والی آفت جمع قوارع ہے۔

قَارَعَ الْقَوْمُ وَتَقَارَعُوْا۔ قوم کا قرعہ اندازی کر کے باہم جنگ کرنا۔ اس میں باہم تیر اور راکٹ پھینکنا یا آلے کو بارود سے خالی کر دینا ہے۔ یا راکٹ بارود کا اڑا دینا، قَرَعَ قرعًا۔ دھماکے کا پیدا کرنا۔ یا زلزلہ شور پیدا کرنا۔ قَرَعَ رَاسَهٗ بِالْعَصَا۔ لاٹھی مار کر سر پھوڑ دینا یا طاقت و قوت سے کسی بلند تر مقام کو ضرب پہنچانا۔ کسی کے نقص یا عیب ظاہر کرنے پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

قَرَعَہ بالحق۔ ٹھیک پھینکنا تیر (راکٹ یا میزائل) کا عین نشانے پر لگنا۔ ندامت سے دانت پیسنا۔ (یا موجودہ دور کی طرح بارود کو پیس پیس کر ریزہ ریزہ کرنا) یعنی ہتھیار و دو سے بدلہ لینے کی کوشش کرنا۔

۲۔ ثَقُلَتْ ۔ ثَقُلَ بوجھ دار ہونا۔ بھاری ہونا۔ ثَقُلَ السَّمع اونچا سننا۔ ثاقل ثقیل لکھنا

۳۔ مَوَازِیْنُہٗ بوجھ۔ وزن الشی کسی چیز کا تولنا وزن الشعر۔ شعر کی تقطیع کرنا۔ دل لگانا یا مشغول کرنا۔ توازن ۔کشتیوں میں برابر ہونا۔ الوزنۃ ۔بوجھ۔ کامل عقل پختہ رائے۔ پختہ رائے ہونا۔ پختہ رائے والی عورت وغیرہ۔

۴۔ خَفَّتْ وہ ہلکی ہوئی

۵۔ ھَاوِیَہ مادہ ھَوَیٰ اور ھَوا معروف ہے۔

ھَوٰی ۔یَھْوِیْ۔ ھَوِیًّا ۔وھویا اوپر سے نیچے کی جانب پھینکنا ۔بلند ہونا۔ چڑھنا۔

بعض کے نزدیک اَلْھُوِیُّ ارتفاع کے لئے ہے اور اَلْھُوِیُّ انحدار کے لئے

ھَوٰی یَھْوِیْ۔ ھُوَّۃً چڑھنا جیسے ھوالجبل

اَھْوٰی ۔ اِھواءً چیز کا گرنا۔ اھوتِ العقاب عقاب کا شکار پر ٹوٹ پڑنا۔

اَھْوَی الشَّیْئَ کسی چیز کو اوپر سے گرا دینا۔

تَھَاوٰی ۔ گڑھے میں ایک دوسرے کے اوپر گرنا یا تیز چلنا۔

الھاوی ۔ ٹڈی نما ہونا ۔ریزہ ریزہ بن کر اڑتے ہوئے نظر آنا۔

الھاویۃ ۔ فضا۔ بچہ گم کرنے والی مونث ۔ زمین و آسمان کے درمیان کو پیش کرنے والا حرف۔

ھَاوِیَۃ ۔ دوزخ

اَلْھَوَاء فضا۔ خالی چیز

اَلْھَوَاء ہر چیز جو نیچے سے پھٹنے والی ہو سُو نگھنے والے سیال کو بھی ہوا کہتے ہیں۔ ہوا یعنی گیس بھی اسی سے ہے۔

اَلْھُوِیُّ ۔ کان میں سنسناہٹ پیدا ہونا۔

مندرجہ بالا تمام الفاظ سے ہم ھاویہ کے بین السطور معنے مندرجہ ذیل تشریح میں پیش کرتے ہیں۔ وہ ایک ایجاد ہے جو گیس سے تیار ہوتی ہے جس کا وزن بالکل خفیف ہے یا تمام عناصر میں ہے۔ اوّلین عنصر ہائیڈروجن جس کا وزن انتہائی طور پر کم ہے (خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ) جیسے اوپر

سے نیچے زمین پر ایک ہیبت ناک اور اپنی محفوظ گرفت میں لے لینے والی آگ (حَامِیَۃٌ) پھیلانے کے لئے پھینکا جائے گا۔ اور اسے کافی بلندی سے پھینکنا پڑے گا۔ اور اپنی آگ سے زمین کی ہر چیز کو فضا میں اڑا کر ٹڈیوں کی مانند کر دے گی۔ اور زمین پر جہنم کی فضا پیدا کر دے گی

۶۔ نارٌ حامیہ: گرفت میں لے کر محفوظ کر لینے والی آگ۔ ادھر ادھر بھاگنے نہ دینے والی آگ۔

۷۔ مَنْ کا استعمال: قرآن عظیم میں مَا اور مَنْ کے الفاظ بے شمار مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ متقدمین نے نحوی طور پر ان میں معنوی فرق یہ پیدا کیا ہے کہ مَا کا غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مَن ذوی العقول کے لئے اگرچہ اکثر مثالوں سے یہی حقیقت منشرح ہوتی ہے لیکن اس فارمولے کے برعکس بھی مثالیں ملتی ہیں مثلاً

مَنْ	مَا
وَلَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّکَرۡہًا وَّاِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ ۝	اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝

مندرجہ بالا ہر دو آیات میں سمٰوٰت اور ارض کے ساتھ مَا کا لفظ اور مَن کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے گویا متقدمین کا متذکرہ بالا قاعدہ کلیہ حتمی اور فیصلہ کن نہیں۔

مزید براں (۶ - ۹۲) وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَہَا ۔ میں اُمّ القریٰ بستیوں کی ماں یا مکّہ کے متعلق وارد ہوا ہے۔ اور مَنۡ حَوۡلَہَا مکّہ کے ارد گرد کی بستیوں کو ثابت کرتا ہے لہٰذا مکّہ اور مکّہ کے ارد گرد کی بستیاں ذوی العقول میں شامل نہیں۔ اگرچہ خدا تعالےٰ کا مطلب اس سے مکّہ والوں اور ارد گرد کی بستیوں والوں پر منتج ہوتا ہے لیکن یہاں مَن کا لفظ غیر ذوی العقول مکّہ کی بستی کے متعلق ہی استعمال ہوا ہے۔

آیت (۶ : ۱۲۲) میں اَوَمَنۡ کَانَ مَیۡتًا کے الفاظ نازل ہوئے ہیں۔ یعنی جو مرا ہوا تھا ظاہر ہے کہ مرا ہوا ذوی العقول میں شامل نہیں۔ لہٰذا ہماری تحقیقات کے مطابق جہاں تک قرآن عظیم کا تعلق ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مَا کا لفظ ہر ایسی چیز پر استعمال ہوتا ہے جس میں اندازہ قدر یا تعداد مقصود ہو۔ اور مَن کا لفظ کسی شخصیت یا نوع پر استعمال میں لایا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تحقیقات کے مطابق مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ کے معنی جس عنصر کے وزن خفیف ہیں۔ لئے گئے ہیں۔ متقدمین نے وزن کے خفیف ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ جس کے اعمال کم ہوں گے گویا ہم نے عنصر کا لفظ اور متقدمین نے اعمال کا لفظ اپنی طرف سے شامل کیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو حکمی تحقیقات

Marfat.com

کے مطابق انسانی جسم میں جس قسم کے عناصر کی زیادتی ہو جائے۔ اُن سے اُن عناصر کے مخصوص حکمتی اعمال کے مطابق انسان اپنے اعمال بھی سرزد کرتا ہے۔ گویا جسم انسانی میں عناصر کی خصوصیت کے مطابق ہی ذہنی قدرتیں عمل پیرا ہو جاتی ہیں۔ اچھے عناصر کی نباتات سے اچھے اعمال اور بُرے عناصر سے بُرے اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیں متقدمین کی کسی تشریح سے بھی کوئی وجہ اعتراض پیدا نہیں ہوتی۔ سورۂ اعراف اور مومن میں تقریباً اسی قسم کے الفاظ خدا نے استعمال فرمائے ہیں۔ وہاں بھی متقدمین نے اچھے اور بُرے اعمال کے اوزان کو لیا ہے۔ لہٰذا یہ تشریح کوئی وجہ نزاع نہیں رہتی۔

الغرض۔ مندرجہ بالا معنوی توضیحات کے بعد ہم یہ گزارش کرتے ہیں حق بجانب ہیں کہ اس سورۂ عظیمہ میں القارعۃ اور ھاویہ کی تشریح خدا نے خود ہی کر دی ہے یعنی بارود کا کام ہے کہ وہ پھٹنے سے دھماکہ اور زلزلہ پیدا کردے۔ اگر اسے جانداروں پر استعمال کیا جائے تو اُن کے جسموں کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے دم لیتا ہے اور اگر پہاڑوں پر اس کا عمل کیا جائے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر۔۔۔ اُون کے گالوں کی طرح اُڑنے لگتے ہیں۔ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے القارعہ کی صحیح تشریح اور معنے فی الحقیقت تباہ کن ایٹمی بارود یا ایٹمی ایندھن کے ریزے یا جوہر مراد ہیں۔

اس کے بعد دو قسموں کے عناصر کا حکمتی راز افشا فرمایا گیا ہے یعنی عناصر کے قبائل میں سے جن کے وزن بھاری ہیں جیسے ریڈیم، تھوریم، اور یورینیم وغیرہ جو بہت ہی وزنی اور قیمتی دھاتیں شمار کی جاتی ہیں وہ تو انجام کار حیات اور ارتقائی مفادات کے لئے جو زندگی کے لئے ازبس ضروری ہیں استعمال ہونے لگیں گے اور وہ مدار زندگی ثابت ہو جائیں گے۔ اور جن کے وزن خفیف یعنی کم ہوں گے۔ یعنی عناصر کے قبیلہ اوّل کے عنصر مثلاً ہائیڈروجن اور ہیلیم وغیرہ ان کا استعمال ہائیڈروجن بم میں شروع ہو جائے گا اس ایجاد کی تشریح خدائے تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلعم پر یوں مطلع فرمائی ہے کہ ھاویہ تو فی الحقیقت ایک ایسی ایجاد ہے جس سے ایک خاص صفت کی آگ خارج ہوتی ہے جس کا نام حامیہ ہے۔ یعنی ایک ایسی آگ جو آس پاس کی ہر چیز کو اپنی محفوظ گرفت میں لے لیتی ہے اور کسی کو اِدھر اُدھر بھاگنے نہیں دیتی۔ ھاوِیَۃ کے معنے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس ایجاد کو آسمان کی بلندیوں سے گرایا جائے گا۔ پھر زمین کی ہر چیز کو ٹڈیوں اور پتنگوں کی طرح اوپر خلا میں منتشر کردے گی۔ گویا یہ ایجاد بھی حُطَمَۃ یعنی ایٹم بم کی طرح ہوگی جو زمین پر جہنم برپا کردے گی۔

ہائیڈروجن کے لفظ کا انگریزی میں اگر تجزیہ کیا جائے تو یوں ہوگا۔
HY-DRO-GEN گویا HY کا لفظ یونانی زبان سے لیا گیا ہے اور

Marfat.com

یونانی میں اس کا نام " HUO " تھا۔ جو ھوَیٰ کے مترادف ہے HY-DRA اُس سانپ کو کہا جاتا ہے۔ جو پانی میں پیدا ہُوا۔ اور پانی کے ساتھ ہی تعلق رکھتا ہو۔ جس کا سر اگر کاٹ دیا جائے تو اُس کے بہت سے سر پیدا ہو جائیں۔ HY-DRO پانی کی ایک تبدیلی کو کہا جاتا ہے جو ہائیڈروجن اور کاربن کی ملاوٹ سے تیار ہو۔ HY-DROGEN بے رنگ دکھائی نہ دینے والی گیس اولین عنصر جس کا وزن تمام عناصر سے کم ہے اور پانی میں ۲/۳ حصّہ ملاوٹ رکھتی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ " HY " ہائی دراصل یونانی زبان کا HUO لفظ تھا۔ اور وہ ھوَیٰ کے بالکل مترادف ہے۔ اگر HY فی الحقیقت ھوَیٰ ہے تو ھاویہ کا لفظ جس کا مادہ ھوَیٰ ہے فاعل ھادی یا ھائی ممکن ہے فی الحقیقت " HY " یا " HUO " گیس یا عنصر کی ماں ہے (اُمُّهٗ هَاوِيَةٌ) اور اس کی تباہ کن اور آتش فشاں آگ ہائیڈروجن کے تابکار اور شق شدہ ایٹم لئے ہوئے آناً فاناً زمین کی طرف پہنچ کر پھر زمین کی ہر چیز کو ذرّوں اور آتش فشاں پتنگوں میں تبدیل کر کے آسمان کی طرف پھینک کر اڑا دیتی ہے۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کی قرآنی اطلاع ہائیڈروجن عنصر پر اس قدر صحیح طور پر منطبق ہوتی ہے۔ کہ اُس کی سچائی میں ادنےٰ سا شک بھی باقی نہیں رہتا۔ گویا ھاویۃ فی الحقیقت ہائیڈروجن کے عنصر کے ایٹموں سے تیار کیا ہوا ایک تباہ کن اور آتش فشاں بم ہوگا۔ جو زمین پر بلندیوں سے گرایا جائے گا۔ اور اس کی آگ اس قدر ہیبت ناک ہوگی کہ اس کی محفوظ گرفت سے کوئی جانور یا شے اِدھر اُدھر بھاگ نہ سکے گی۔ بلکہ وہ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ کر گرفت میں لے لے گی۔ فَتَدَبَّرُوْا۔

حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے
عکس اُس کا میرے آئینہ ادراک میں ہے

وحی خدا کی پیشگوئیاں

اس باب کے آخر میں ہم مشتے از خروارے قرآن حکیم و عظیم کی چند پیشگوئیاں درج کرتے ہیں جو قارئین کرام کے لیے بے حد قابل غور و فکر ہیں۔

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۱

ارضی جوہروں کی تباہی سے زمین کے کنارے کم ہو رہے ہیں۔

۱۳ : ۴۱ - أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ
يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○

کیا انہوں نے (یعنی ایسی قوموں نے جو ارضی عناصر کے ایٹموں کو ماسوائے امن کے محض تباہی اور اپنی کرشمہ سازیوں کے طور پر ہلاک کر رہی ہیں)۔ نہیں دیکھا اور تجربہ و مشاہدہ سے ان پر یہ حیرت انگیز راز افشا نہیں ہو رہا) کہ ہم (اُن کی اس تخریبی حماقت سے) زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں۔ اور خدا تو (اس عظیم الشان ایٹمی توانائی کو اس طرح کے تخریبی کھیل میں ضائع نہ کرنے کا) حکم دے چکا ہے۔ تو کسی کی مجال نہیں ہو سکتی کہ اس کے حکم کو ردّ کر دے لیکن اے ظالم قومو! یہ اللہ ہی جانتا ہے (کہ اگر تم اس تخریبی کھیل سے اسی طرح زمین کی کمی کرتے رہے تو) خدا بہت جلد (عذابِ نار دکھا کر تمہارا) حساب لینے والا ہے۔

اِس آیت سے اگلی آیت میں خدا یوں ارشاد فرماتا ہے :۔

" جو لوگ اُن سے پہلے گزرے ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کے کھیل اور فن دکھاتے رہے تو چال تو اللہ کی ہی کارگر ہے۔ ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے۔ وہ اسے خوب جانتا ہے اور ہمارے (اس شدید انتباہ کے بعد) کافر جلد معلوم کر لیں گے کہ عاقبت کا گھر کس کے لئے ہے (گویا یہ تخریبی اعمال اُن کی نا عاقبت اندیشی پر منتج ہو رہے ہیں۔)

۲۱ : ۴۳ - أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِنْ دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ
أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ ○ بَلْ مَتَّعْنَا هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ
حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا
مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ○ قُلْ إِنَّمَا أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۚ
وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنْذَرُونَ ○

" کیا ہمارے سوا اُن کے اور خدا ہیں ؟ کہ اُن کو ہلاکت سے بچا سکیں گے وہ اپنے نفسوں یا ایٹموں کی امداد تو کر نہیں سکتے۔ اور نہ ہم سے پناہ ہی دیئے جائیں گے بلکہ ہم اُن لوگوں کو اور اُن کے باپ دادوں کو متمتع کرتے رہے یہاں تک کہ اُسی حالت میں ان کی عمریں طویل کر دی گئیں کیا وہ (اس تخریبی ایٹمی کھیل میں) یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں تو کیا یہ لوگ (اپنے تخریبی اور فساد انگیز عمل سے) غلبہ پانے والے ہیں (ہرگز

نہیں بلکہ وہ تو اپنے غلبے کو ملیامیٹ کرنے والے ہیں۔ ہم کہدو کہ میں تمہیں وحی خدا کی وساطت سے ڈرا رہا ہوں۔ اور بہروں کو جب ڈرایا جاتا ہے تو پکار کو سنتے ہی نہیں۔"

نوٹ: یہاں دعا کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ اس ارض کو اس کے کناروں سے گھٹانے میں اس قدر عظیم ہلاکت کا خدشہ ہے کہ جس سے بچنے کے لئے جناب رسالت مآب صلعم کو دعائیں کرنا پڑیں۔

۴:۵۰ - قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيْظٌ ۝

"ہمیں خوب معلوم ہے کہ زمین (عناصری ایٹموں میں سے) جو کچھ کم کرتی رہتی ہے۔ اور ہمارے پاس تو (ان ایٹموں اور عناصر کے حیرت انگیز اجزاء کو محفوظ کرنے کے لئے ایک محافظ کائنات (کی حیرت انگیز وسعتیں) موجود ہیں"

مندرجہ بالا تین آیاتِ خداوندی اس قدر دقیق اور معانی خیز ہیں کہ ان پر جتنا غور و فکر کیا جائے کم ہوگا۔ ہمارے متقدمین نے اپنی تفاسیر میں زمین کو اس کے کناروں سے گھٹانے کے معنے خدا جانے کیا کچھ کئے ہیں۔ لیکن اگر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو گھٹتی وہی چیز ہے جس سے کوئی قوت یا وزن دار طاقت کم کر دی جائے۔ اور جب ہم یورینیم ایسے سب سے وزنی تابکار عنصر کو ایٹمی توانائی کے نظریات کے تحت غور سے دیکھتے ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ ایک وزنی جوہر جب انشقاق سے قتل کیا جاتا ہے۔ تو اس کا وزن ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے پیچھے کچھ بھی نہیں بچتا۔ جو ہیبت ناک گیسیں، توانائیاں اور شعاعیں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ سب کی سب انجام کار خلاؤں کا جزو بن جاتی ہیں۔ اور اس طرح کائنات کی حفاظت میں جا کر دم لیتی ہیں۔ بہر حال زمین پر وہ وزن پھر کبھی لوٹ کر آ نہیں سکتا ہے۔ اور نہ ہی وہ عنصری جوہر اپنی ذات کے بقیہ کو زمین پر چھوڑتا ہے۔

مغربی سائنسدان کہتے ہیں کہ انشقاقِ ایٹم سے نہ صرف ایک نور اور حیرت انگیز توانائی پیدا ہوتی ہے (جس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ جیسے روشنی اور آگ کا کوئی وزن نہیں) بلکہ ان دونوں کا حکمی عمل اشیاء کے وزن کو کلیتاً ختم کر دیتا ہے۔

گویا خدا کی طرف سے زمین کے کناروں کو آہستہ آہستہ گھٹاتے رہنے کی اطلاع جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل زمین والوں کو مل چکی تھی۔ بے حد حیرت انگیز اور معنی خیز تھی۔ اور ایسے تخریب پسند لوگوں کو خدا کی طرف سے کئی اطلاعات بھیج کر بار بار متنبہ کرتے رہنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایٹموں کی فنا میں خود ان کے اپنے بچاؤ کا کوئی سامان موجود نہیں اور اس طرح وہ کبھی غالب آ ہی نہیں سکتے۔ گویا وہ محض زمین کی ہلاکت

Marfat.com

کے درپے ہیں۔ یہ ایک عظیم انتباہ ہے جس میں مغربی علمائے حکمت و سائنس کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔ اور وہ اس قسم کے تخریبی اعمال سے اپنی ہلاکت پر مہر ثبت کر رہے ہیں۔

ہمیں کچھ ایسا نظر آ رہا ہے کہ مغرب کے پاس اس ایٹمی عذابِ نار سے بچاؤ کا کوئی وسیلہ ہی نہیں کیونکہ خدا اِس کا فیصلہ یوں صادر فرماتا ہے:۔

۱۸:۱۴۔ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ

یعنی (وہ تخریب پسند سائنسدان) جو عناصر پر کسب و عمل اور تجربات کے بعد (ایٹم بم وغیرہ) بناتے ہیں اس کی ہلاکت سے کوئی بچاؤ کی تدبیر رکھتے ہی نہیں۔

آہ! انسان فی الواقعہ جلد باز ثابت ہوا ہے۔ جب نورِ خدا کی ذراسی کرن اس کے مشاہدہ میں آجاتی ہے تو وہ پوری عجلت سے اپنے مستقبل کے عوارضات اور حادثات سے آنکھیں میچ کر اُسے اپنے تباہ کُن تجربات میں لانے کے لئے فوراً تیار ہو جاتا ہے۔ جس سے نہ صرف اس کا اپنا گھر زندا خاکستر ہو سکتا ہے۔ بلکہ نوعِ انسانی اور اِس ارضی کائنات کی ہلاکت بھی وقوع میں آسکتی ہے

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۲

ایٹمی عذاب کی تباہ کاریاں

۲۱:۳۷۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْھِھِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُھُوْرِھِمْ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ o بَلْ تَاْتِیْھِمْ بَغْتَةً فَتَبْھَتُھُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّھَا وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ o

ترجمہ۔ انسان جلد بازی کی جِنس سے تخلیق کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم (اس کی اِس جلد بازی کے نتائج کو) تمہیں اعجازات کے ذریعہ دکھا کر رہیں گے۔ سو (اچھا ہو تاکہ) وہ جلد بازی نہ کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو کب عذاب کی یہ وعید ہے (یعنی ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دینے والی

ایٹمی آتش کا عذاب) وہ کب آئے گا؟ اے کاش حقائق سے انکار کرنے والے اُس وقت کو سمجھیں جب وہ اپنے مونہوں پر سے اور اپنی پیٹھوں کی طرف سے (یعنی ہر جانب سے) ہیبتناک آگ کی لپٹوں کو نہ تو روک سکیں گے اور نہ اُس گھڑی (انہیں بچانے کے لیے) کوئی مددگار مل سکے گا بلکہ وہ آگ تو اُن پر ناگہاں آ واقع ہو گی۔ (یعنی یہ اُخری عذاب نہ ہو گا جو پہلے سے تیار ہو گا۔) اور ان کے ہوش و حواس کھو دے گی۔ پھر نہ تو وہ (اپنی کسی حکمتی یا سائنسی تدبیر سے) اُسے ہٹا سکیں گے اور نہ اُن کو بچاؤ کی مہلت ہی دی جائے گی۔"

یہ وہ عظیم الشان آیات خداوندی ہیں جو صراحتاً اور حتمی طور پر ایٹمی آگ اور اس کی ہلاکت خیز توانائی کی واضح پیشگوئی کر رہی ہیں۔ تَاْتِيهِمْ بَغْتَةً کے الفاظ دو اور دو چار کی طرح ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آگ کسی چنگاری یا دیا سلائی کے جلانے سے پیدا نہ ہو گی۔ اور نہ کسی عنصر کو دیا سلائی دکھانے کی ضرورت ہی ہو گی بلکہ یہ خود بخود حکمتِ اعجاز سے دفعتاً اچانک اور ناگہاں آوارد ہو گی۔ اور جہاں وہ آئے گی اس مخصوص خطہ ارض کو آناً فاناً اپنی تباہ کن لپیٹ میں لے لیگی۔ وہ محض آگ کا ہی ایک ایسا تباہ ہیولہ ہو گا جو ہر چیز کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے گا۔ اور اُس کا تدارک یا اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ تو اُس کے موجدوں کے پاس ہو گی جو اُسے ظہور میں لانے کا باعث ہوں گے اور نہ بچاؤ کی ایسی کوئی حکمت کسی اور کے پاس ہو گی کہ وہ سب کے سب اس عذابِ نار سے بچ سکیں۔

ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ یہ عذاب اسی دنیا میں وارد ہونے والا ہے۔ اسے اخروی جہنم سے تشبیہہ دینا اس لئے غلط ہے کہ جہنم کی آگ تو پہلے تیار ہو گی۔ اچانک پیدا نہ ہو گی۔ ہم مغرب کو ایٹمی تباہ کاری کی بھیانک داستان اس لئے پیش کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمیں یہ اطلاع قرآنِ عظیم و حکیم میں اسی غرض کے لیے دی گئی ہے کہ ایٹم کی ایک تجلی دیکھ کر اسے تخریب کا شکار بنا دینا اور اپنے اور نوعِ انسانی کے تحفظ سے پہلو تہی کر کے جہنم کا کھیل اسی دنیا میں رچانا ہم سب کے لیے بے حد مہنگا پڑے گا۔

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۳

زمین پر نجروں کی نشریات کا حیرت انگیز انتظام ہو گا

(۱۰۰: ۵) جب زمین ایک ہیبت ناک بھونچال سے ہلا دی جائے گی۔ اور وہ اپنے اندرونی بوجھ (یعنی تمام وزنی اور تابکار عناصر کو باہر نکال ڈالے گی (یعنی انسان پر عناصر کی حکمتوں کا علم واشگاف ہو جائے گا)

Marfat.com

تو انسان کہے گا کہ اس کے ساتھ کیا عجیب معاملہ ہوا ہے۔ اُس روز وہ خبروں کی نشریات اخبارات ریڈیو وائرلیس اور ٹیلی ویژن کے ذرائع سے) کرنی شروع کرے گی۔ کیونکہ تمہارے رب نے اسے ایسا ہی حکم بھیجا ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات میں جو امور بے حد قابل غور ہیں۔ یہ ہیں کہ:۔

۱۔ زمین کی طرف سے اپنے اندر کا بوجھ بباہر نکال دینا گویا عناصر کی علمی ماہیت کا نوعِ انسانی پر پورے طور سے انکشاف ہو جانے کے مترادف ہے۔ ان کے اعجازات کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ ہو کر کہہ دے گا کہ زمین کے ساتھ یا اس کے عناصر کے ساتھ کیا ہو گیا ہے

۲۔ زمین کا اپنی خبروں کو نشر کرنا اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ نشریات کا انتظام نہ صرف اندرونِ ارض تک عمل پیرا ہوگا بلکہ وہ کائنات کے دیگر کروں تک بھی قائم ہو جائے گا۔ اسی صورت میں زمین کی خبروں کی اطلاع موزوں ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ زمین خبروں کی نشریات کرے گی یعنی اپنے اندر اخبارات کی بہتات۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور وائرلیس کے اعجازات پیدا کر کے نہ صرف اپنے باشندوں کو خبریں سنائے گی بلکہ بیرونِ حدودِ ارضی بھی خبریں بھیجنے کے قابل ہو جائے گی۔ جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۶، ۶۶) یعنی تمام خبروں کی نشریات کا ایک مخصوص مقام مقررہ ہوگا اور جب بھی یہ نظام قائم ہو جائے گا۔ آپ فوراً اس حیرت افزا پیشگوئی کو پوری طرح سمجھ لیں گے۔

۴۔ یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوگا اور قدرتاً ہی نوعِ انسانی کے ذریعہ اس علمی اعجاز کے حکم کو نافذ کیا ہوگا

گویا مندرجہ بالا چاروں محاکمات بالوضاحت ثابت کرتے ہیں کہ زمین کے عناصر اور ان کی جوہری توانائیوں اور کائنات میں پھیلی ہوئی حیرت انگیز قدرتوں اور طاقتوں کو منصۂ شہود پر لایا جائے گا۔ اور خبروں کی نشریات کا اعجاز تو ایک طرف اِن توانائیوں اور طاقتوں سے ایک عظیم زلزلہ بھی برپا ہو گا جس سے زمین ہلا دی جائے گی اور خود انسان جو اس کا باعث ہوگا اپنی پیدا کردہ ہیبت ناکیوں سے کانپ اُٹھے گا اور بے ساختہ پکارے گا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ زمین پر ایک چیخ و پکار ہو گی گویا یہ آواز تمام زمین کی ہو گی اور یہ سب کچھ وہ ندا خود اپنے باسیوں کے ہاتھوں ہلاکت سے دوچار ہو جائے گا۔

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۴

سائرن اور اس کے اعجاز

سورۃ مدثر جو فی الحقیقت بے حد دقیق اور معنی خیز ہے اُس کا ترجمہ یہاں

Marfat.com

بیان کر دینا خالی از حکمت و خبر نہ ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ مسلمان بھائی اس کے متعلق تمام قدیم و جدید تفسیروں سے خالی الذہن ہو کر کلام خدا کے اصل مفہوم پر پورے تفکر اور تدبر کے ساتھ متوجہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"جب سائرن یعنی خطرے کا الارم (زمین پر) بجایا جائے گا (فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ) (یعنی قدرت ایٹمی یعنی بجلی اور اس کے الیکٹرانز سے معرض وجود میں آ جائے گا۔) وہ دن زمین والوں کے لئے مشکل کا دن ہوگا۔ یعنی حق سے انکار کرنے والوں کے لئے آسانی سے ملنے والا نہ ہوگا) (اس دن ہمیں اس ناہنجار شخص (یا قوم) سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا۔ (گویا جس طرح مغرب کا انسان جو عموماً اکیلا پیدا ہوتا ہے اور اس کی ماں اکثر جوڑا پیدا نہیں کرتی (وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا) (یعنی ماں کے پیٹ سے اکیلا ہی تخلیق ہو کر باہر آیا۔) اسے مالِ کثیر بھی دیا۔ اور ہر وقت اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے اور ہر قسم کا سامان اور (مختلف تجربات و مشاہدات کے کثیر آلات سے اسے وسعت بھی دی (وَ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا) ابھی اور خواہش رکھتا ہے کہ اسے کچھ مزید بھی حاصل ہو۔ لیکن (اس کے ہلاکت خیز اور تخریبی تخیل کے سبب) ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ہماری آیات یعنی اعجازات کا دشمن رہا ہے۔ (یعنی خدائی قدرتوں کے حیرت انگیز اعجازات سے محض تخریبی اعمال پر ہی کوشش رہا ہے) ہاں ہم اسے ضرور (خلاؤں اور فضاؤں میں اڑا کر) بلندیوں پر چڑھائیں گے (سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا) اس نے کائنات کے اعجازات میں) بے شک غور و فکر بھی کیا اور صحیح اندازوں سے پورا تدبر بھی کیا (اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ) پس مارا جائے کہ اس نے (ان امن پرور اعجازات کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے) کیسی الٹی چال چلی (اور تخریبی حرکتوں کی وجہ سے) کیسے نقصان دہ اندازے لگائے (فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ) ہاں پھر یہ مارا جائے اس نے الٹی تدبیر سوچی پھر (اس الٹی سمجھ بوجھ سے ہلاکت آفرینیوں پر) تامل کیا اور مزید سوچا بھی (ثُمَّ نَظَرَ) پھر (اپنی تخریبی سائنس کی طرف راغب ہو کر) حقائق پر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ کر الٹی چال چلا (ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ) نہیں بلکہ (حقائق کو دیکھتے ہوئے) قبول حق سے پشت پھیر کر غرور میں آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو (امن خیز حکمت و سائنس نہیں بلکہ) وہی جادو (یعنی تخریبی سائنس ان تجربات اور مشاہدات میں مضمر ہے جس نسلاً بعد نسلٍ) منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے (فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ) پھر بول اٹھا کہ اس (نبی امی صلعم کا پیغام قرآن عظیم و حکیم) حق سمجھانے والے کا اعلان اور قول تو کوئی خدائی اعلان ہی نہیں بلکہ یہ تو محض ایک بشر کا اعلان ہے۔ (اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ) (اب چونکہ وہ مکمل طور پر حق اور امن و سلامتی سے انکار کر چکا ہے اس لیے) ہم

Marfat.com

عنقریب اُسے سَقَر سے دوچار کر کے رہیں گے (یعنی ایمٹی آگ خواہ وہ ہائیڈروجن بم سے ہو یا کسی اور عنصر کے بم سے)

ہمیں یہاں ہی سمجھنا چاہیئے کہ سَقَر کیا ہے

یہاں لفظِ سقر کی قرآنی تشریح ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

۷۴: ۲۷-۳۰-۲۹۔ مَا اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ o لَا تُبْقِىْ وَلَا تَذَرُ o
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ o عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ o وَمَا جَعَلْنَا
اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا
فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا •

(اے مخاطب) آپ کیا سمجھیں کہ سقر کیا ہے؛ وہ اس طرح کی ہیبت ناک آگ ہے کہ نہ کسی چیز کو زندہ رکھے گی اور نہ چھوڑے گی وہ آناً فاناً بشر کو سیاہ کر دے گی (کیونکہ آیت ۲۱: ۲۷ میں بَغْتَةً کے الفاظ بھی آئے ہیں) اس پر ۱۹ ہیں اور ہم نے نہیں بنائے آگ کے اصحاب مگر ملائکہ اور ان کی عدت یعنی شمار کو صرف انکار کرنے والوں کے ضمن میں (تجربات اور مشاہدات کے لیئے) ایک آزمائش بنا دیا ہے اور اس لئے بھی کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ یقین کریں (اور دوسری طرف) امن کے دعویداروں کی امن و سلامتی اور بڑے نیز جن کو کتاب دی گئی ہے اور جو امن و سلامتی کے دعویدار بن چکے ہیں کسی قسم کا دھوکہ نہ کھائیں یہ اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں (تخریب کائنات کا) مرض ہے۔ اور جو فی الحقیقت حق سے انکار کر چکے ہیں خود بخود کہہ دیں کہ اس مثال کے بیان کرنے میں معلوم نہیں اللہ کا ارادہ کیا تھا۔؟

یہ آیات قرآنی فی الحقیقت آیات متشابہات سے ہیں کیونکہ ان میں چند ایسے عظیم الشان اور پر اسرار اشارات نظر آتے ہیں جو خالصتاً ہمارے غور و فکر تجربات اور مشاہدات سے تعلق رکھتے ہیں ان آیات کو سرسری نگاہ سے دیکھنے والوں نے جو تفسیریں اور تشریحیں کی ہیں وہ اپنے مقام پر بے حد عجیب و غریب ہیں۔ بوجہ طوالت ہم ان سے پہلو تہی کرتے ہوئے اس ضمن میں چند اہم اشارات حسب ذیل پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ سقر ایک آگ ہے جو مخصوص عمل سے قائم ہوتی ہے جن عناصر سے یہ عمل پیدا ہوتا ہے وہ گنتی میں فی الحقیقت انیس (۱۹) ہیں ان میں آگ پیدا کرنے والے ملائکہ کی زبردست اور قوی طاقتیں

Marfat.com

موجود ہیں۔

۱۲- ان عناصر کی حیرت انگیز توانائیاں یا طاقتیں (ملائکہ) صرف آگ کی درست اور ساتھا ہیں۔ گویا یہ محض آگ ہی پیدا کرتی ہیں (اصحاب النار) جن معنوں میں آج کل مسلمان ملائکہ کی تعریف احتراماً کرتے ہیں۔ خدا نے یہاں اس کے بالکل برعکس ملائکہ کو اصحاب النار بعینہٖ اُسی طرح کہا ہے جس طرح مجرم اور گنہگار انسان کو آخرت کی سزا کے لئے اصحاب النار کہا گیا ہے گویا ملائکہ کے متعلق مسلمانوں کی ان بے سند تفسیروں کے خلاف جو انہوں نے از خود ہیئتِ ملائکہ کے متعلق کی ہیں۔ خدا کا یہ حتمی اور واضح فیصلہ ثابت کرتا ہے کہ ملائکہ فی الحقیقت مختلف الخواص قدرتوں طاقتوں یا توانائیوں کا نام ہے جن کا کائنات میں عمل دخل ہے خواہ وُہ آگ پیدا کر رہی ہوں یا سکون و اطمینان پیدا کرنے کے لئے وجود میں لائی گئی ہوں۔ بہرحال یہ سب کی سب محض طاقتیں قوتیں یا توانائیاں ہیں۔

۱۳- یہ انیس کا عدد ایسے لوگوں کے لئے آزمائش اور تجربہ کا مقام رکھتا ہے جنہوں نے ابھی تک عناصر کی نہ تو درجہ بندی کی ہے اور نہ تجربات اور مشاہدات کے بعد انہیں شمار میں لایا ہے یا ہر ایک کا شمار مقرر کیا ہے۔ یا حکمت و سائنس کے تجربات سے عناصر کی کوئی منفی ترتیب قائم ہی نہیں کی۔

۱۴، کتاب خدا کا صحیح علم رکھنے والے اور اپنے حکمتی علم سے مشاہدات و تجربات کو زیرِ عمل لا کر عناصر کی درجہ بندی اور ان کا نمبر شمار قائم کرنے والے اور ان کے خواص کا علم رکھنے والے تو یہ یقین رکھتے ہیں کہ عناصر کی یہ درجہ بندی فی الحقیقت امن و سلامتی کی ضامن اور کائنات میں امن و سلامتی کے لئے سچے حکمتی علم کی شاہراہ ہے۔

۱۵- عناصر کا حیرت انگیز حکمتی اور سائنسی شمار اور ان کی درجہ بندی اہل کتاب کو اس وقت تک کسی دھوکے اور تخریب کا مرتکب نہیں بنا سکتی جب تک کہ وہ امن و سلامتی کے دعویدار بنے رہیں۔

۱۶ یہ حقائق فطرت اس لئے بیان فرمائے گئے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں تخریب کائنات کا مرض ہے اور کائنات کی امن و سلامتی سے منحرف ہو چکے ہیں اندیشہ ہے کہ وہ دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ کہ اللہ کا اس مثال کے دینے سے معلوم نہیں کیا ارادہ تھا۔ اور یہ کہ اس سے کائنات کی سلامتی کیونکر خطرے میں پڑ سکتی ہے لہٰذا ان کی یہ ترغیب محض ایک دھوکہ ہوگی۔

ہم نے آیات بالا کی تفسیر و تشریح فی الحقیقت سابقہ مفسرین سے بالکل جدا اور مختلف کی ہے جہانتک

Marfat.com

ہم علم فطرت و حکمت کے نظریات میں غور و فکر کر سکتے ہیں۔ کچھ اس طرح نظر آتا ہے۔ کہ عناصر کی کل تعداد فی الحقیقت ۹۲ ہے (جو سب کے سب پائیدار ہیں) ان میں آتشیں عناصر کی تعداد ۱۹ ہے۔ جو کائنات میں ہر قسم کی حرارت کو جنم دے رہے ہیں یا از خود حرارت خیز ہیں۔ کیا یہ حیرت و استعجاب کا مقام نہیں کہ عناصر کے ضمن میں جس محاکمۂ فطرت کا تجزیہ مغرب نے صرف کئی سال پہلے کیا ہے اسے خدا نے مثال کے طور پر (کیونکہ ان آیات میں مثال کا لفظ معنی خیز طور پہ استعمال فرمایا گیا ہے۔) کتاب اللہ میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال سے بھی کچھ عرصہ پہلے اشارۃً بیان فرما دیا تھا کہ سقر کی آگ کے لئے ۱۹ کا شمار ہی مقرر ہے اور ایسی آگ کی پیدائش کا عمل فی الحقیقت کائناتی طاقتوں اور توانائیوں کے زیر اثر ہو رہا ہے

الغرض ان آیات خداوندی سے جہاں ہمیں مختلف ایندھنوں کا پتہ چل سکتا ہے۔ وہاں اپنی ایجادات کے ارتقاء کے لئے ۱۹ مخصوص ایندھنوں کی اطلاع بھی ملتی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ عناصر کا کھوج لگاؤ۔ ان کی درجہ بندی کرو۔ اور ان پہ نمبر شمار مقرر کرو۔ نیز ان کے جوہروں پر حیرت انگیز انشقاقی عمل بھی کرو تاکہ اس سے ایک عظیم الشان ایسا ایندھن بھی حاصل کر سکو جو تمہارے لئے تسخیر کائنات کی راہوں میں کام آسکے۔

الغرض۔ ان آیات کے بعد خدا کا ارشاد یوں ہوا ہے۔

"اسی طرح خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو جو موجوں روؤں۔ شعاعوں اور کششوں کی صورت میں یعنی ملائکہ کے نام پر جو کائنات میں حیرت انگیز طور پر کار فرما ہیں) خدا کے سوا کما حقہ) کوئی نہیں جانتا اور یہ بشر کے لئے نصیحت ہے (کیونکہ مغرب کے تخریبی کارناموں کے طفیل بشر پر ہی مصیبت آنے والی ہے) ہاں ہاں ہمیں (قدیم) قمری کرتے کی قسم (جو روز آفرینش میں شق ہوا اور اس الارض کی پیدائش کا سبب بن گیا) اور رات کی جب پیٹھ پھیرنے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے۔ (یعنی الارض کی محوری گردش کے اعجاز سے) کہ وہ (عذاب سقر یعنی اٹمی عذاب فی الحقیقت ایک بہت بڑی آفت ہے (إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ) اور بشر کے لئے سخت بھیانک اور ڈرانے والی اب (ان واضح انکشافات اور حقائق کے بعد بھی) جو شخص تم میں سے (ایٹم برائے فنا یا ایٹم برائے امن کے نظریات کے تحت) آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔ اپنے اعمال کے بدلے میں خود مختار ہے۔"

ان آیات کے بعد آخرت کے واقعات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسے جنتی اور فنا

Marfat.com

یافتہ لوگ مجرمین سے پوچھیں گے کہ تم سقر (یعنی ایٹمی آگ) سے کیونکر دو چار ہوئے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم خدا کے حضور حاضر ہو کر نماز قائم نہیں کیا کرتے تھے ہم نے مسجد و کلیسا کی روحانی اور خدائی تعلیم کو چھوڑ رکھا تھا (لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ) نہ فقیروں کو کھانا ہی کھلاتے تھے اور نہ ربوبیت عامہ کے ضابطوں کو جانتے ہی تھے نیز اہل باطل کے ساتھ مل کر ہم بھی حق سے انکار کیا کرتے تھے۔ گویا وہ سب کے سب آخرت میں اسی دنیا کے تمام حالات اور واقعات دہرائیں گے جن سے وہ دوچار ہوئے تھے۔

۶ : ۷۳۔ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۞

تشریح:۔ اور اللہ نے ہی فطرت کے صحیح اصولوں کے مطابق آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی (جب انسانی تخریب حق کے ان فطری اصولوں کی تضحیک کرے گی اور فساد پہ آمادہ ہو جائے گی) تو اس دن خدا اعلان کرے گا کہ (زمین و آسمان میں فساد و تخریب کا بازار گرم) ہو جائے (تو ایک مقررہ عرصہ کے بعد) ہو جائے گا۔ اس کا یہ اعلان بھی فطرت کے صحیح اصولوں کے مطابق ہو گا اور کائنات کی بادشاہت تو اسی کے لئے ہے (کیونکہ انسان کی مختصر بادشاہت محض امن و سلامتی کے کردار تک محدود ہے جب تک وہ امن و سلامتی کے اصولوں پہ کاربند رہتا ہے اُس وقت تک ملک اس کی امانت میں رہتا ہے تو انسانی تخریب کے باعث) اس دن خطرے کا سائرن (اَلصُّوْر) بجا دیا جائے گا۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر قدرتوں اور طاقتوں کو پوری طرح جاننے والا ہے نیز بے انتہا طور پہ آنے والی تمام چیزوں کی پوری حکمت و سائنس سے خبر رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام آیات خداوندی میں جہاں قرآن حکیم و عظیم کے نزول کے بعد آنیوالے واقعات کے لامحدود انکشافات کی خبریں ملتی ہیں۔ وہاں موجودہ دور کے گھو گھو یعنی سائرن یا خطرے کے الارم کے حیرت انگیز آلات (جو ایٹمی توانائی اور القارعہ یعنی دھماکہ خیز اور زلزلہ برپا بارود کی ایجادات کے بعد ظہور میں آئے ہیں) جنہیں خدا نے اپنی زبان میں صور اور ناقور کے ناموں سے مطلع کیا ہے۔ کی اطلاع بھی ملتی ہے جو موجودہ دور میں ہوائی حملوں کے شروع ہونے اور ختم ہونے پہ بجتے سنائی دیتے ہیں اور جن کی مشقیں شب و روز ہر ملک میں کی جا رہی ہیں۔ نیز چونکہ ایٹمی عذاب بھی زمین پہ ہوائی حملوں سے ہی وارد ہو گا۔ اس لئے اس کی پیشگوئی بھی واضح طور پہ ملتی ہے۔

ناقور اور صور کیا ہیں؟

اس کی تشریح اگرچہ آگے چل کر کی جا رہی ہے لیکن یہاں کچھ بیان کر دینا خالی از مطلب نہ ہوگا کہ ناقور کا آلہ قدرت قدسیہ اسرافیل یعنی بجلی کی طاقتوں سے کام کرنے والا ہوگا۔ جس سے ڈرانے والی بھیانک آواز آسمان میں گونج جائے گی۔ اور لوگ آنے والی آفت اور عذاب سے ڈر کر اپنی پناہ گاہوں کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس صُور بھی اسی قسم کی بھیانک آواز دینے والا آلہ ہوگا جس کی آواز صرف ایک خطۂ ارض پر ہی نہیں بلکہ تمام روئے زمین پر گونج اٹھے گی۔ اور ارض کی تمام فضا میں ایک محشر برپا ہو جائے گا۔

امریکی سائنس دانوں میں سے ایک سائنس دان نے چاند راکٹ سیچرن پنجم ہیا کام کرنے والی دھاتوں کو ٹیسٹ "TEST" کرنے کے لئے ایک ایسا سائرن تیار کرنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے جس کی آواز سے ہی آدمی ہلاک (مر) ہو سکتا ہے۔ اور مضبوط لوہے کی چادر پھٹ سکتی ہے اس کا کہنا ہے کہ جب سیچرن پنجم کو پھینکا جائے گا تو وہ ۷۵ لاکھ پونڈ دھکا دے گا سائنس دان ایسی دھات تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں جو اتنی زیادہ آواز کے دباؤ کو برداشت کر سکے۔ موجودہ استعمال ہونے والے سائرن سے اس کی آواز انسانی قوت سماعت کی برداشت سے دس لاکھ گنا زائد ہوگی (ک۔پ۔ا مشتہرہ کیپ کناڈرل ۲۹ اگست ۱۹۶۷ء)

گویا اگر امریکہ کے تخریبی سائنس دانوں نے یہ سائرن جو فی الحقیقت خدا کے لفظ صُور کے مترادف ہوگا ایجاد کر لیا تو یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس زمین کی تمام مخلوق اس کی آواز سے ہی نڈھال ہو کر دم توڑ دے گی اور الارض ایک عظیم حادثے کا شکار ہو جائے گی

> وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
>
> اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں اس کا ہے آشیانہ

فکر و تدبر کے بعد یہاں ایک اور تخیل بھی پیدا ہوتا ہے کہ ۱۹ کا نمبر کہیں اُس عنصر کا نمبر ہی نہ ہو جو آگ پیدا کرنے میں اپنی خصوصیت کمال کی حد تک رکھتا ہے۔ مغربی سائنس دانوں کی تحقیقات میں ۱۹ نمبر کا عنصر پوٹاشیم (POTASSIUM) ہے جو فی الحقیقت ایک ہیبت ناک آگ کا ماخذ ہے اور سقر کو بھی خدا نے ایک ہیبت ناک آگ ہی کہا ہے اس لئے یہ اشارہ بھی بے حد قابل غور ہے اگر خدائی علم کے تحت ہمارے مندرجہ بالا تمام معانی صحیح اور وزن دار ہیں۔ تو ان سے جہاں کتاب خدا کی لامحدود حکمت کشائیوں اور سچائیوں کا پتہ چلتا ہے وہاں موجودہ علمائے مغرب کے مشاہدات اور تجربات کے بعد یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ عناصر کے نمبر ۱۹ کی درجہ بندی بھی کوئی ایک ٹھوس حقائق پر مبنی ہے

Marfat.com

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

نوٹ ۱: سورۂ مدثر کے الفاظ "مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا" کی تفسیر اور تشریح ہمارے متقدمین نے یہ فرمائی ہے کہ اسے ماں باپ کے ہاں اکلوتا پیدا کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ مخزومی اس کا مصداق ہے لیکن ہماری نگاہ میں ان کی یہ پیش کردہ روایت اس لئے صحیح نہیں کہ نہ تو اس کی موجودگی میں کہیں خطرے کا الارم بجا اور نہ اس دنیا میں سخت عذاب آیا مزید براں یہ امر کامل مشاہدات میں آچکا ہے کہ مشرق بعید میں خاص کر ملک چین میں عورتیں عموماً دو دو اور بعض اوقات دو سے زیادہ یعنی چار پانچ تک یکبارگی بچے جنتی ہیں اور وہ سب زندہ بھی رہتے ہیں لہذا مشرق کا یہ نشان ایک طرف رکھ لیجئے اور اب مغرب کو دیکھئے کہ مغرب بعید میں شاذ و نادر ہی کوئی ماں ایک سے زیادہ بچوں کو جنم دیتی ہے اگر کہیں ایسا واقعہ ہو بھی جائے تو اسے بے حد حیرت انگیز سمجھا جاتا ہے جہاں تک ہم غور و فکر کر چکے ہیں خدا کی نگاہ میں غالباً خَلَقْتُ وَحِیْدًا سے مراد یہی ہے کہ مغرب جہاں عموماً ہر ماں کے ہاں ایک وقت میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے اُس سرزمین سے ایک فتنہ پرور طبقہ ایسا ظاہر ہوگا جو اگرچہ قرآن حکیم وعظیم کی حکمتوں اور اس کی بے مثال تعلیم پہ غور و فکر کرے گا لیکن بجائے امن و سلامتی کے فتنہ انگیزی میں کمال پیدا کرے گا۔ خدا نے قرآن حکیم وعظیم میں ایک اور مقام پہ (۲۰ : ۱۰۳) نیلی آنکھوں والی مجرم قوم کے متعلق تفصیل کے ساتھ یہ اطلاع دی ہے کہ :-

> "جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم گنہگاروں کو مجتمع کر دیں گے۔ اور اُن کی آنکھیں نیلی نیلی ہوں گی تو وہ آپس میں ڈر کے مارے آہستہ آہستہ کہیں گے کہ تم تو دُنیا میں صرف دس ہی دن رہے۔ اُس وقت جو باتیں یہ کریں گے ہم انہیں خوب جانتے ہیں۔ اُس بھیانک وقت میں اُن میں سے ایک اچھی راہ اور سمجھ بوجھ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ہی ٹھہرے تھے"

خدا کے نزدیک چونکہ ایک دن ہزار سال کا ہے عین ممکن ہے کہ ایک دن سے یہ ثابت ہو جائے کہ مغربی اقوام جنہیں آج کل غلبہ حاصل ہے دنیا پر صرف ایک ہزار سال تک طاقتور اور حکمران رہ سکیں گی اس طرح یہ بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہوگی نیلی آنکھوں کی تخصیص جو کہ اس آیت عظمہ میں وارد ہوئی ہے صاف ثابت کرتی ہے کہ یہ وہی مغربی اقوام ہیں جن کی آنکھیں ہم صاف طور پہ نیلی دیکھ رہے ہیں اور ان کو علمی دنیا میں قدم رکھے ایک ہزار سال ہوا چاہتے ہیں واللہ اعلم

Marfat.com

ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ آیت   کے معنے خدا کے نزدیک اعجاز کے ہیں اور ایٹمی توانائی کا کمال بھی فی الحقیقت ایک حیرت انگیز اعجاز خداوندی ہے جس میں صرف ایک ذرے یعنی ایک جز لایتجزیٰ یا ایک نفس واحدہ کا حیرت انگیز کرشمہ کار فرما ہے نہیں بلکہ بظاہر حقیر اور نادیدنی جوہر سے جہاں ایک عظیم زلزلہ اور ہیبت ناک طوفان تباہی برپا کیا جا سکتا ہے وہاں اس سے کائنات کی بقاد حیات کا سامان بھی پیدا کیا جا سکتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یوں نظر آتا ہے کہ اس کارگہ فطرت میں فقط ایک ذرّے یا ذرّے کے جوہر کا ایک کرشمۂ توانائی ہی ہر جگہ کار فرما ہے۔ حضرت علامہ المشرقی نے ۱۹۲۶ء میں موتمر خلافت قاہرہ میں عربی زبان میں ایک انقلاب انگیز خطاب دیتے ہوئے ذرّے کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمائی کہ ایٹم کی بظاہر حقیر ہستی کو ایک عظیم الشان حیثیت میں یوں پیش فرمایا تھا۔

• بھائیو! میں ذرّے اور قطرے کو حقارت سے ہرگز نہیں دیکھتا مجھے یہ کہنے کی مجال ہی نہیں کہ دریا اور صحرا کی تعمیر میں قطرے اور ذرّے کو کوئی شرکت نہیں۔ مجھے یہ دعویٰ کرنے کی طاقت ہی نہیں کہ قطرہ اور ذرّہ محض لاشے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ ان دونوں کا ایک مستقل بے مثال اور منفرد وجود ہے جو دریا اور صحرا میں مل جانے سے ہرگز فنا نہیں ہوتا۔ یہ دو عظیم الشان ہستیاں دو جز لایتجزیٰ ہستیاں ہیں جن کے بعد تقسیم محال ہے۔ نہیں بلکہ وہ دونوں دریا اور صحرا کے بے پایاں وجود کا وہ باعث اوّل ہیں۔ جن کے بغیر دریا اور صحرا کا وجود ممکن نہیں۔

گویا اس کون و مکان کی خشت اوّل محض ایک ذرّہ ایک نفس واحدہ اور ایک ایٹم ہی ہے اور اس ایٹم کو اللہ تعالےٰ نے وہ حیرت انگیز کمال بخشا ہے کہ اس میں کہیں نور اور توانائیوں کے انبار کہیں تخلیق اجسام کے خواص کہیں زلزلہ خیز اور ہیبت ناک دھماکے اور کہیں ایندھن صاف صاف ثابت ہو رہا ہے جو تسخیر کائنات کے ضمن میں بے مثال طور پر اعجاز انگیز ہے ہماری آنکھیں ذرّے کے انشقاق کا ایک منظر ہیروشیما اور ناگاساکی میں دیکھ چکی ہیں اب انکار کیونکر ہو گا کہ ذرّے میں کوئی طاقت نہیں اور ذرّہ محض لاشے ہے۔ اب ہمیں ذرّے کی داستان سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہی ذرّہ جہاں حیات کا موجب ہے وہاں اس دلفریب کائنات کی موت کا باعث بھی ہے۔

Marfat.com

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۵

عذابِ سقر یا عذاب النّار کے وارد ہونے سے کیا ظہور میں آئے گا

قرآن حکیم و عظیم سے پتہ چلتا ہے کہ سقر کے لئے ۱۹ توانائیاں (ملائکہ) یا ۱۹ عناصر جن میں وہ توانائیاں مستور ہیں۔ (یا انیسواں عنصر) اگرچہ نار اور سقر کے الفاظ دونوں آگ کو پیش کرتے ہیں لیکن یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ آگ کی قسم صرف ایک ہی ہے قرآن حکیم میں تقریباً سات آٹھ قسمیں آگ کی بیان کی گئی ہیں جن کا ذکر ہم اس عنوان میں پیش کر رہے ہیں اور عین ممکن ہے کہ اگر مزید تحقیقات سے کام لیا جائے تو قرآن سے ہی آگ کے انیس ۱۹ مختلف الخواص منظر ثابت ہو جائیں۔

آگ کیا ہے ؟ مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ آگ بذات خود نہ تو کوئی عنصر ہے اور نہ کسی عنصر کا نام بلکہ یہ مخصوص عناصر پر کسی نہ کسی حکمتی عمل سے خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ آگ محض ایک عمل کا نام ہے۔ حرارت آگ سے قائم ہے ادھر جب ہم اپنے جسم کی کائنات کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے اندر بھی آگ کی تجلیات موجود ہیں لیکن بظاہر آگ کہیں نظر نہیں آتی۔ نہ کہیں سلگتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اگر محض جلانے والی آگ جسم میں موجود ہوتی تو ہمارے جسم ایک خاص مدت کے بعد خود بخود راکھ ہو جاتے ہیں۔ انسانی حیات میں حرارت کی روانی موجود رہتی ہے تو موت کے بعد جسم منجمد ہو کر حرارت سے نا آشنا ہو جاتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خون کی تیز گردش ہی حرارت پیدا کرتی ہے اور یہ گردش کا اعجاز ہی ہے۔ کہ کائنات لاتعداد کروں کی گردشوں سے پیدا ہونے والی حرارت سے ہمکنار ہو رہی ہے اگر یہ گردشیں نہ ہوتیں تو کائنات ایک موت کا مقام ہوتی۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ نہ صرف ہمارے اپنے جسم کی کائنات میں بلکہ اس پوری تمام کائنات میں حرارت بخش نظام منضبط قائم ہے اور یہ نظام محض مادے اور عناصر کے جوہروں کے انشقاق سے قائم ہے اور جوہر محض ایک عظیم گردش سے شق ہوتے ہیں ہم جب اپنے جسم میں خون کی ایک عظیم گردش کو صاف دیکھتے ہیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس خون میں کہیں نہ کہیں عناصر اور مادے کے عظیم جوہر بھی رواں ہیں۔ جو گردش میں آ کر شق ہو رہے ہیں اور ہمیں ایک اعتدال سے حرارت اور حرارت سے حرکت اور حرکت سے حیات حاصل ہو رہی ہے۔

Marfat.com

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۵۰) سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ج

ترجمہ، اور کہتے ہیں کہ ہم جب مرکر ہڈیاں اور چورا چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر نئی مخلوق بنا کر اٹھائے جائیں گے۔ اے نبی کہہ دیجئے کہ تم مرکر خواہ پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور عنصر۔ جو تمہارے دلوں میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے (تو بھی خدا کا یہ قانون پورا ہوکر رہے گا۔)

گویا ہر عنصر جب ذرات میں تبدیل ہو جائے گا اور ہر ذرہ جزلا یتجزیٰ میں پہنچ جائے گا۔ تو ایسے ہر ذرے میں تخلیق جدید کے لئے خود بخود خدائی قدرتوں سے حیات کا اعجاز پیدا ہو جائے گا ایک طرف تو یہی ایٹمی توانائی حیات کا باعث بنے گی اور دوسری طرف اسی تخریب کی حکمت عملی موجب ہلاکت ذنباهی بھی بن جائے گی۔ اس ضمن میں قارئین کتاب کو چاہیئے کہ وہ خود قرآن عظیم کھول کر ۱۴: ۲۱ - آیت وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا ... من عذاب الله من شیء طائف کے راز کو دیکھیں۔ مزید برآں خدا کا ارشاد ہے

۵۵: ۳۵ - يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ٥

تم پر آگ کے شعلے اور دھواں (جو ایٹمی آگ کی وجہ سے ہوگا) چھوڑ دیا جائے گا اور پھر تم مقابلہ ہی نہ کر سکو گے۔ اور نہ مدد دیئے جا سکو گے"

دیکھ لیا یہی عذاب النار ہوگا جس کے واقعہ ہو جانے کے بعد مدافعت یا حفاظت قطعاً اور حتماً نہ ہو سکے گی۔ وہ دفعتاً اور اچانک وارد ہوگا۔

۷: ۱۸۵-۸۶ - کیا انہوں نے زمین و آسمان کی ہیبت ناک توانائیوں کو (مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) اور جو کچھ اللہ نے عناصر سے (ایٹمی عذاب) پیدا کیا ہے۔ (وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ) نہیں دیکھا! اور اس پر کبھی خیال نہیں آیا کہ عجب نہیں کہ ان کی موت کا وقت قریب پہنچ گیا ہو تو یہ پیشگوئی کے طور پر جو اعلان کیا جا رہا ہے اس کے بعد بھی کیا وہ ایمان یا امن و سلامتی کی کوئی راہ اختیار نہیں کریں گے۔ کاش! جس کو خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور وہ تو ان سرکشوں کو ان کی اپنی سرکشی میں ہی چھوڑے رکھتا ہے کہ پڑے بھٹکتے رہیں۔

اب لوگ آپ سے اس مخصوص گھڑی کے متعلق پوچھتے ہیں (یسئلونك عن الساعة) کہ وہ کب واقع ہوگی؟ کہہ دیجئے اس کا صحیح علم تو میرے رب کو ہی معلوم ہے وہی اس کے مقررہ

Marfat.com

وقت پر اسے ظاہر کردے گا وہ فی الحقیقت آسمانوں اور زمین میں ایک ہیبت ناک بھاری واقعہ ہوگا۔ اور ناگہاں تم پر آوارد ہوگا (لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً) پھر پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اس سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہیں؟ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو خدا کو ہی ہے۔ (وہ توارِ نقائے انسانی کے بعد انسان کی اپنی تخریب سے ضرور واقعہ ہو کر رہے گا) لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے"

نوٹ: یہاں لفظ ساعۃ کا استعمال ہوا ہے جس کے معنے سیاق و سباق کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عذاب کی مخصوص گھڑی ہی ممکن ہے۔ ضروری نہیں کہ یوم قیامت ہوگا۔ قیامت کی گھڑی تو افواج کو دوبارہ اٹھائے جانے کی گھڑی ہوگی کیونکہ اس کے معنے یہی ہیں۔ لہٰذا محض گھڑی کے لفظ سے یوم قیامت لے لینا کسی صورت میں درست نہیں۔ قرآن حکیم و عظیم میں ساعۃ کا لفظ مختلف اور مخصوص گھڑیوں یا اوقات مقررہ کے لئے اکثر استعمال ہوا ہے اس لحاظ سے عین ممکن ہے یہ مخصوص گھڑی ایٹمی عذاب کی گھڑی ہی ہو جیسے کہ آیات بالا سے صاف واضح ہوتا ہے۔ مزید غور و فکر فرمائیے۔

۳۰ : ۴۱۔ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ... ... لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

• اللہ تو وہی ہے جو تمہیں پیدا کرتا ہے پھر رزق سے سرفراز کرتا ہے۔ پھر تمہیں مار دیتا ہے۔ پھر زندہ بھی کر دیتا ہے۔ بھلا تمہارے شرکاء اور ہمنواؤں میں سے بھی کوئی ایسا ہے (یعنی کوئی تخریبی سائنس دان اس طرح کر سکتا ہے) جو عناصر سے اسی طرح ویسا ہی کر سکے (يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ) تو پاک ہے۔ وہ ذات اور بہت ہی بلند کردار ہے اللہ ان سے جو وہ محض فساد و تخریب کائنات کے لئے ہمنوائی اور شرکت میں عمل کرتے ہیں ایسے تخریب پسند سائنس دانوں کے کسب و عمل سے تو بحر و بر میں اس لئے فساد برپا ہوگیا (کہ وہ عناصر یا ان کے جوہروں کو حیات کے لئے استعمال میں لانے کے بجائے فنا کی ایجادات کے لئے استعمال کرنے لگ گئے) بس ان کے ایسا کرنے سے خدا ان کے بعض تخریبی اعمال کا انہیں لازماً مزہ چکھائے گا۔ عجب نہیں کہ وہ اس کے بعد اپنے تخریبی اعمال سے باز آجائیں اور تخریب کو چھوڑ کر واپس لوٹ آئیں"

آگ کی مختلف اقسام

قرآن حکیم و عظیم کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آگ کی کئی مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً:۔

Marfat.com

۱۔ شُوَاظٌ : عام مترجمین کے معانی۔ شعلہ۔ بے دھوئیں کی آگ چنگاری لپیٹ لینے والی
۲۔ یَحْمُوْمٍ : کالے دھوئیں والی آگ
۳۔ زَبَانِیَۃٌ : دوزخی آگ ۔ یا دوزخی آگ کو بھڑکانے والے عناصر
۴۔ مُسْتَنْفِرَۃٌ : بھڑکنے اور بھاگنے والی آگ
۵۔ مَارِجٌ : شعلہ بے دھوئیں کی آگ
۶ مُوْرِیَاتٌ : پتھروں سے آگ نکالنے والی موجیں روئیں شعاعیں اور کششیں وغیرہ
۷۔ سَعِیْرٌ : جھلس دینے والی یا جلا دینے والی آگ وغیرہ وغیرہ ۔

گیسوں کی مختلف اقسام

۱۔ رِیْحٍ عَاصِفٌ عام مترجمین کے معنے
تیز و تند ہوا ۔ آندھی
۲۔ رِیْحٍ صَرْصَرٍ ۔ آندھی ٹھنڈی ۔ زور شور کی ہوا
۳۔ رِیْحَ الْعَقِیْمَ ۔ خشک نامبارک اور ناموافق ہوا ۔ بانجھ مرد یا عورت ۔ اور روز قیامت
۴۔ فَارِقَاتٌ ۔ جدا جدا کر دینے والی ہوائیں یا لہریں ۔
۵۔ مُرْسَلَاتٌ ۔ مخصوص انداز میں بھیجی ہوئی ہوائیں
۶۔ مُعْصِرَاتٌ ۔ نچوڑنے والی برسانے والی ہوائیں
۷۔ عَاتِیَۃٌ ۔ تیز ۔ حد سے گزرنے والی سخت سرکش اور تند ہوا ۔
۸۔ نَاشِرَاتٌ ۔ بکھیرنے والی ہوائیں ۔
۹۔ سَجِیْرٌ ۔ جلانے والی ہوا یا دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی ہوا ۔

مندرجہ بالا تمام قرآنی الفاظ اس امر کو ثابت کرتے ہیں ۔ کہ ان کے معانی حکمتی اور فطرتی لحاظ سے ضرور قابل تلاش ہیں ۔ کیونکہ عام مترجمین نے جو معانی کئے ہیں وہ حکمتی نہیں ہیں جہاں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آگ کی قسمیں فی الحقیقت خواص کے لحاظ سے بہت ہیں وہاں ہواؤں یعنی گیسوں کی اقسام بھی اپنے خواص کے لحاظ سے مختلف ہیں ۔ اگر ہم کمال غور و فکر کے بعد اور حکمتی تجربات کے بعد رائج الوقت گیسوں کے خواص سے ان گیسوں کا موازنہ کریں تو ہماری آنکھوں کے سامنے حکمت و سائنس کے کئی اور معجزات بھی دانشگاف ہوں گے ۔ کاش کوئی عالم اور سائنس دان قرآن حکیم عظیم کے ان حیرت انگیز الفاظ کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش فرمانا ۔ اور ہر ایک

Marfat.com

کے خواص کے مطابق ان کا نام انہی زبان میں لبطور ترجمہ پیش کرتا

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۶

قدرتِ متحفظہ کی اطلاع

ہم نے اس کتاب کے ماسبق اوراق میں لفظِ سُلطان کی کماحقہٗ تشریح قرآنِ حکیم و عظیم کی رُو سے کر دی ہے۔ ہمیں قرآنی تعلیمات کی رُو سے یہ امر دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بغیر کسی قوت متحفظہ کے نہ تو کسی ایٹمی اعجاز سے جنگ مول لی جا سکتی ہے۔ اور نہ تسخیر کائنات کی کوئی ادنٰے سی مہم سر کی جا سکتی ہے آج اس ایٹمی دور کے پُرخطر حالات میں ہر قوم اپنے لئے تحفظ کے انتظامات عمل میں لا رہی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جو قومیں ایٹمی اعجاز سے کچھ نہ کچھ واقف ہو چکی ہے۔ کیا انہوں نے کبھی سوچا ہے کہ جس تجلّیٔ خدا کے ساتھ وہ تخریب و فساد برپا کرنا چاہتی ہیں کیا وہ خود بھی اس کے تباہ کُن اور مہلک اعجاز سے بچ سکتی ہیں یا نہیں۔ ہمیں خوب اندازہ ہو چکا ہے کہ ایک مادیلی ذرّے کی کائنات جو اس ساری کائنات کی خشت اوّل ہے۔ فی الحقیقت خداوند تعالٰی کا وہ عظیم الشّان اور حیرت افزا اعجاز ہے۔ جس کے اندر صرف تسخیر کائنات کی تمام گتھیاں سلجھی ہوئی صاف دکھائی دیتی ہیں۔ بلکہ اِس آیتِ خداوندی سے کسی قسم کی معمولی سی تخریب نوعِ انسانی کے لیئے ہی نہیں بلکہ اِس تمام کائنات کے لئے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

۴۰ : ۳۵ — اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ؕ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ

مفہوم:— جو لوگ قدرتِ قدسیہ عزرائیل کی حکمتی طاقت متحفظہ "سلطان" کے بغیر اللہ کے اعجازات سے مبارزت اور مجادلت کی راہ اختیار کرتے ہیں خدا کے نزدیک اور امن و سلامتی کے مدعیان کے نزدیک اُن کا یہ تخریبی کھیل ایک گناہ کبیرہ ہے۔

۴۰ : ۵۶ - اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

مفہوم: جو لوگ قدرتِ قدسیہ عزرائیل کی حکمتی طاقت متحفظہ یعنی سلطان جو انہیں دی گئی ہے کے بغیر اللہ

Marfat.com

کے اعجازات سے مبارزت و مجادلت اختیار کرتے ہیں (انہیں اپنے انجام کی خبر نہیں بلکہ) ان کے دلوں میں فقط ارادۂ عظمت و تکبّر ہے۔ اور (اس تخریبی کھیل سے) وہ اپنے ارادوں میں قطعاً کامیاب نہ ہوں گے (یعنی وہ عظمت کی بجائے ہلاکت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں) تو اللہ سے ہی (اس تخریبی کھیل کے وارد ہو جانے کے ضمن میں) پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آج ہم جب ایٹم بم رکھنے والے ملکوں کو دیکھتے ہیں تو وہ کبر و غرور میں اس قدر بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں کہ دُنیا کی غریب و بے کس اقوام کو پرِ کاہ کے برابر نہیں سمجھتے نیز وہ ایٹمی راز بھی کسی دوسرے ملک کو دینے کے لئے تیار نہیں۔ اگر یہ مُلک خدا کے اس حیرت انگیز اعجاز کو اقوامِ عالم پر واشگاف طور پر پیش کر دیتے تو وہ خود نہ تو اس تخریبی کھیل کے ہیرو بنتے اور نہ نوعِ انسانی کی ہلاکت کا باعث بن سکتے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ تمام اقوامِ عالم بھی اِس ایٹمی اعجاز سے محض بقا و حیات کے تمام وسائل تلاش کرتیں اور دنیا جہنم سے نکل کر جنت میں بس رہی ہوتی اور یہ عالم قومیں دنیا میں امن و سلامتی اور ارتقاء و تسخیرِ کائنات کی امام کہلاتیں۔ کاش وہ اس اہم ہدایتِ خداوندی پر عمل کرتیں۔

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی

بتدریج ارتقاء کے نتائج

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (۴۱ : ۵۳-۵۴)

مفہوم:- یاد رکھو کہ ہم رفتہ رفتہ ان کی اس بتدریج ارتقاء کے مطابق اپنے حیرت انگیز اعجازات نہ صرف آفاقی کائنات میں یا اطرافِ عالم میں بلکہ ویسے ہی اعجازات خود ان کے اپنے نفسوں، جوہروں یا ایٹموں میں بھی دکھاتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم و عظیم کے تمام علمی دعوے بالآخر ان کے سامنے دو اور دو چار کی طرح سچے ثابت ہو جائیں گے۔ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر عنصر کے محاکمات پر گواہ ہے۔ دیکھو یہ اللہ کی ملاقات کرنے میں شک و شبہ کے شکار ہیں۔

Marfat.com

سُن رکھو کہ وہ ہر عنصر (کے اعجاز پر) احاطہ کئے ہوئے ہے"

اِن آیاتِ خداوندی سے اظہر من الشمس ہے کہ کسی محاکمے یا نظریئے کی پوری تکمیل و ترتیب کے بعد ہی اس کے اعجاز کے صحیح مفاد ظہور میں آسکتے۔ خدائی محاکمات میں اور خاص کر محاکمۂ نور و توانائی میں تخریب جو محض نامکمل علم کے طفیل ہی ہو سکتی ہے۔ فی الحقیقت فناء و استہلاک پیدا کرتی ہے۔ یہ تخریب نہ صرف تجربہ کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لے سکتی ہے بلکہ کئی بے گناہ افراد بھی اِس کی تباہ کن لپیٹ میں آسکتے ہیں۔ اسلئے علمائے فطرت کے لئے جہاں تخریب سے بچنا ازبس ضروری ہے۔ وہاں نوعِ انسانی کو ارتقاء کے اُس مرحلے پر لے جانا بھی ضروری ہے۔ جہاں لقائے رب کا انعام ممکن ہے اِسی کا نام صبر یا مسلسل جدوجہد ہے۔ لیکن فطرتاً انسان کی عجلت پسندی ایک ضرب المثل ہے۔ جہاں تک مشاہدہ کام کرتا ہے، علمائے مغرب صبر اور مسلسل جدوجہد کے ابدی اصولوں سے ہٹ کر ایٹم کی اوّلین تجلّی پر ہی اپنے ارادۂ عظمت و تکبّر کے طفیل اقوامِ عالم کے لئے فناء و استہلاک کے حصار زمین کے چپے چپے پر کھڑے کر رہے ہیں۔ اور یہ علمائے فطرت اپنے ظالم اور بزدل حکمرانوں کی انگلیوں پر ناچ کر اس دلفریب دُنیا کو تاراج کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ عظیم الشان ایٹمی توانائی فلاحِ انسانی کے ہر کام میں اس قدر معجز نما تھی۔ کہ اِسی ایٹمی توانائی سے بڑے بڑے کارخانے۔ جہاز اور ریلیں چل سکتیں۔ علاج و معالجہ اسی سے ممکن ہو جاتا۔ فصلیں اسی سے حیرت انگیز طور پر پکائی اور بوئی جا سکتیں سفر کے اسباب تیار ہو سکتے۔ اِس وسیع تر کائنات کی آنکھ میں آنکھ لڑائی جا سکتی۔ کائنات کی حیرت انگیز آوازوں کو گھر بیٹھے سُنا جا سکتا۔ ہماری آنکھیں لاکھوں اور کروڑوں میل دُور کے مقامات کو آسانی سے دیکھ سکتیں۔ اور قلب و ذہن اس قدر روشن ہو جاتے کہ انسان جس کام کو صدیوں میں مکمل نہیں کر سکتا۔ اُسے چند گھنٹوں میں مکمل کر کے دم لیتا۔ نہیں نہیں بلکہ اس ساری کائنات کی تسخیر کر کے اور اپنے آپ کو خلافتِ ارض کا جائز حقدار ثابت کر کے لقائے رب العالمین کے آخری انعام سے بھی یہی ابنِ آدم سرفراز ہو سکتا۔ لیکن واۓ ناکامی ابنِ آدم آج خدا کے اس نور بخش اعجاز کو بجائے امنِ عالم کے تخریبِ کائنات کے لئے وقف کرتا نظر آتا ہے۔

نورِ خدا کے انکشاف کے ضمن میں ہم یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دور نے ایٹمی راز کو پا کر نوری تجلّیات کے سربستہ راز افشا کر دیئے ہیں عناصری آیات یکے بعد دیگرے کائنات کے چہرے سے اس کے تاریک پردے چاک کر رہی ہیں۔

نورِ خدا کے اس ایٹمی محاکمۂ عظمیٰ کے متعلق ہم انشاء اللہ باب چہارم میں تفصیل کے ساتھ وضاحت کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے کہ اہلِ مغرب کے ایٹمی توانائی کے نظریات اور کلیات فی الحقیقت

نامکمل ہیں۔ اور ایٹمی نظریہ میں محض تین قدرتوں یعنی پروٹانز۔ نیوٹرانز اور الیکٹرانز کے علاوہ ایک اور عظیم قدرت بھی اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا نام ہم نے "SOULERON" یعنی قرآنی لفظ سلطان کے مترادف قرار دیا ہے کہ یہ قدرت نہ صرف اپنے جوہری محالکے کی حفاظت میں لگی ہے بلکہ بیرونی حملوں سے اپنی کائنات کے لئے دفاع کا کام بھی سرانجام دیتی ہے۔ وَمَا توفیقی اِلّا باللہ

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۸

انسانی حکمت وسائنس سے کوئی عنصر تاریکی میں نہیں رہ سکے گا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

۱۔ ۳۱: ۱۲۔ ہم نے لقمانؑ کو حکمت وسائنس کا واضح علم بخشا

۲۔ ۳۱: ۱۶۔ یٰبُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللہُ ؕ اِنَّ اللہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۝

(اس خداداد علم حکمت وسائنس کی روشنی میں) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اے بیٹا اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور نامعلوم سے نامعلوم ایٹم یا ذرہ بھی ہوا۔ اور وہ بھی کسی پتھر کی گرائی میں یا آسمان کی وسعتوں یا زمین کے اندر خواہ کتنا ہی مخفی کیوں نہ ہو گا خدا اُسے (انسانی علم میں اور اس کے ارتقاء کے لئے) لا باہر کرے گا۔ (اور اپنے حیرت انگیز اعمال کا کرشمہ دکھا دے گا) کیونکہ خدا تو انتہائی باریک بین اور خبردار (اس طرح ہے کہ وہ ہر باریک ولطیف اور خبر رکھنے والے ذرے یا ایٹم سے پوری طرح باخبر ہے۔

۳۔ ۳۴: ۳۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ عٰلِمِ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ

مفہوم:۔ اور منکرین حق تو یہ کہتے ہیں کہ وہ (ہیبت ناک) گھڑی ہم پر نہیں آئے گی کہہ دیجئے کہ

Marfat.com

وہ ضرور آئے گی میرے پروردگار کی قسم وہ تم پہ ضرور آئے گی اور وہی پروردگار ہی غیبی قوتوں کو جاننے والا ہے۔ اُس سے تو کوئی ذرّہ یا ایٹم جو آسمانوں کی وسعتوں میں اور زمین کے اندر موجود ہے قطعیؔ پوشیدہ نہیں۔ اور ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا (ایٹم یا ذرّہ) ایسا نہیں مگر وہ حتمی طور پر اس صحیفہ کائنات میں یقیناً موجود ہے (اور جن لوگوں نے اپنے فہم و ادراک سے اور تجربات و مشاہدات سے اُن کے اعمال کا کھوج لگاکر) کائنات میں امن و سلامتی پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھی (اٰمَنُوۡا) اور صلاحیت پسند اعمال اور تجربات میں لگے رہے انہیں ان حکمتی اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ اس کارگاہ عالم میں انہی کے لئے بے خطر ماحول (مغفرۃ) اور بخشش کے بعد عزت کا رزق (وَرِزْقٌ کَرِیْمٌ) بھی موجود ہے۔

(رزق کی صحیح تشریح اس باب کے سابقہ صفحات میں غور سے ملاحظہ فرمائیں)

قرآن حکیم و عظیم کی مندرجہ بالا آیات حکمت و سائنس سے بھرپور ہیں جو ہمارے پیغمبر آخرالزمان صلعم پر اتاری گئیں اور جنہیں آج کل کے بے راہ بے علم اور کم فہم مسلمان محض ماننے کے لئے مان رہے ہیں۔ اگر اعمال سے مانتے تو ہر ذرّہ کی ماہیت کے لئے تجربہ گاہیں قائم کرتے۔ کائنات کے تمام عناصر کی صف بندی کرتے ان کے نفسوں پہ تجربات کرتے ان کے نوری اعمال کی ٹوہ لگاتے ہر عنصر کے ایٹمی نمبر درج کرتے اور ان پہ حلمتی عدد مقرر کرتے نہیں بلکہ ان سے حیرت انگیز ادویات اور علاجات میں مدد لیتے ان کی نورانی تجلیوں اور توانائیوں کی تلاش کرکے کوئی نہ کوئی ایٹمی ایندھن کوئی نہ کوئی ایٹمی اعجاز ایسا پیدا کرتے جس سے تسخیر کائنات کی مہم آسان تر ہو جاتی کیا یہ حیرت و استعجاب کا مقام نہیں کہ آج ایٹم کی تمام تر تجلیات دیکھ اور سمجھ لینے کے بعد بھی ہم ایٹمی حکمت و سائنس کے پرامن اعجاز سے منکر بن کر خدائی اشارات کے مطابق منکرین کی صفوں میں کھڑے ہیں اور خدا کی عظیم حکمتوں کو جھٹلانے میں مصروف ہیں اگر مغرب خدا کے اس عظیم تخریب کو جھٹلاتے ہوئے مفسد اور تخریب پسندوں کی صفوں میں شامل ہو گیا اور اس۔۔۔ وعیدہ ہیبت ناک گھڑی کو سامنے لانے کا باعث بن گیا تو کیا ہوگا۔ ایک قیامت صغریٰ بپا ہو جائے گی۔ جیسے کہ عاد اور ثمود کی قوموں پہ گزر چکی ہے اور اس زمین کی تباہی کا اندازہ کوئی آنکھ صحیح طور پر لگانے سے ہی قاصر ہوگی۔

آیت ۳ میں جہاں موعودہ ہلاکت خیز ایٹمی گھڑی کی اطلاع دی گئی ہے۔ کہ وہ ضرور بالضرور وارد ہو گی اور انسان تخریب میں آکر خدا کے اس عظیم الشان اعجاز سے لازماً استہزا کرے گا۔ جس کا ثبوت ہمیں ہیروشیما اور ناگاساکی کی سرزمین سے بخوبی مل چکا ہے۔ وہاں تخریب پسند مغرب کو یہ ہدایت بھی واضح طور پہ دی گئی ہے کہ اگر وہ عناصر اور ان کے ذرّات کے محاکمات اور اعجازات کو کائنات کی امن و

Marfat.com

سلامتی کے لئے استعمال میں لائے گا۔ تو وہ اپنے اعمال صالح کے بدلے میں بے شمار انعامات کا مستحق قرار پائیگا اسے مغفرت بھی حاصل ہوگی اور اُسے آسمان سے رزق کریم بھی مل رہے گا۔ گویا اگر مغرب فساد اور تخریب کی طرف دگیا تو وہ خوش نصیب کہلائے گا۔ لہٰذا نوعِ انسانی کو چاہیئے کہ وہ خدا کے اس اعجاز کو فساد و استہلاک پر استعمال نہ کرے۔ بلکہ ایٹم برائے امن کے عظیم الشان فارمولے پر چل کر دنیائے جہان کو امن وسلامتی اور خوشحالی سے نہال کر دے۔

۸۸ : ۲۳ - کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر عنصر کی توانائی ہے (بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ) اور وہی ان سے پناہ بھی دیتا ہے اگر تم صحیح معنوں میں اس حیرت انگیز محاکے کو سمجھتے ہو تو اس کے بالمقابل تو فی الحقیقت کوئی پناہ دینے والا ہی نہیں۔

گویا عناصر اور ان کے ایٹموں کی عظیم الشان توانائیوں اور طاقتوں میں حیرت انگیز اعجاز مستور ہیں۔ اور ان کی ہلاکت خیزیوں سے تو سوائے خدا تعالےٰ کے کوئی اور بچانے والا ہی وجود نہیں ۔

ہر اک ذرہ میں ہے شائد مکیں دل
اسی جلوت میں ہے خلوت نشین دل
اسیرِ دوش و فردا ہے ولیکن !
غلامِ گردشِ دوراں نہیں دل

کتاب اللہ کی عظیم پیشگوئی ۹

میزائلوں۔ راکٹوں اور خلائی جہازوں کی اطلاع لیکن تسخیرِ کائنات محض امن وسلامتی کے کارناموں سے ہی ممکن ہے۔

اللہ تعالےٰ جناب رسالت مآب صلعم کو مندرجہ ذیل حیرت انگیز اطلاع یوں بہم پہنچاتے ہیں :۔

۳۴ : ۵۳ - (اے محمدؐ تیرے بعد آنے والی ایک قوم کے حالات کچھ یوں ہوں گے) اور کاش تو انہیں اس وقت دیکھتا جب یہ (میرے حضور میں) گڑگڑائے بغیر اور میری امانت و امداد کے آسرے کے بغیر

Marfat.com

بلاؤں اور الجھنوں میں گھر جائیں گے۔) تو بچ نہ سکیں گے اور قریب کے مکان (یعنی الارض) سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ (یعنی خلا کے کسی دوسرے سیارے پر پہنچ کر یا بغیر پہنچے کسی ایسی مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے جو انہیں اپنے ہدف پر پہنچائے بغیر نامراد بنا دے۔۔۔گی) اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو (اس حکمتی یا سائنسی تجربہ سے) اس کے طلبگار ہیں (وَقَالُوْا اٰمَنَّا بِهٖ) اور اتنی دُور سے (یعنی زمین سے چاند پر اور چاند سے کسی اور کرے پر بغیر میری امداد کے) وہ کیونکر پہنچ سکتے ہیں (ابھی تو ان میں نہ اس قدر علمی استعداد ہے۔ اور نہ وہ میری اعانت کے طلبگار ہوئے ہیں) (اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ) اور وہ تو پہلے ہی (میری امداد اور میرے فضل و کرم سے) انکار کر چکے ہیں) کیونکہ ان کا رجحان تخریب اور فساد کی طرف عام ہے) (وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ) (یعنی فرعون کی طرح محض اپنے اعلا کی خاطر کافرانہ انداز میں مبتلا ہیں) (بے شک) غیبی قوتوں کے ذریعے وہ دُور کے مکان پر (یعنی زمین سے خلاؤں میں) راکٹ اور میزائل زور سے پھینکتے ہیں (وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ) اور ان میں اور ان کی تخریبی خواہشات کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا ہے۔ جیسے کہ ان سے پہلوں (یعنی عاد و ثمود اور فرعون و ہامان وغیرہ) کے ساتھ کیا گیا تھا۔ وہ بھی آسمانوں میں (محض خدا کی تلاش کے لئے کہ وہ اُسے جسمانی انداز میں نظر آ جائے۔) الجھن میں ڈالے ہوئے شک و شبہ کے شکار تھے۔ (اور تسخیرِ کائنات کے لئے یہ اعمال نہیں کیا کرتے تھے)'

گویا کائنات کی تحقیقات کے نقطۂ نظر سے پرے ہٹ کر خلاؤں اور آسمانوں میں کسی مقام پر بیٹھے ہوئے خدا یا اس کے پوشیدہ وجود کی تلاش محض ایک تخریبی اور کافرانہ عمل ہے۔ کیونکہ خدا کی ملاقات تکمیل ارتقاء کے بعد ہی ممکن ہے اور موجودہ آنکھیں اسے دیکھنے سے عاری ہیں۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب ممکن ہے چاند پر پہنچ کر قدم جما ہی لے۔ لیکن اُسے مجسم خدا کی تلاش وہاں بھی نصیب نہ ہوگی۔ نیز وہ بظاہر مریخ اور زہرہ پر نشانہ بازی اپنے راکٹوں اور میزائلوں سے کر رہا ہے۔ لیکن کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ وہ ان تمام کارناموں سے محض خدا کے وجود کو اس مختصر سی کائنات میں دیکھنے کا شیدائی ہے۔ حالانکہ خداوند کریم کا مقام بہت بلند اور اعلےٰ ہے۔ اس کفر اور تخریب سے ملاقات رب حاصل نہ ہوگی جب تک کہ وہ کائنات کی تمام کیفیت کو پوری طرح سمجھ کر اس کائنات سے ماوراء جانے کی کوئی ارتقائی صورت پیدا نہ کر لے۔ اور ایسا ارتقاء نہ پیدا کرے جس کی اطلاع خدا نے جا بجا قرآن حکیم و عظیم میں دے دی ہے۔ اس کارگاہ عالم میں خدا کے اعلا کو

Marfat.com

چھوڑ کر فرعون کی طرح اپنے اعلا کا ڈنکا بجوانا محض ایک کافرانہ فعل ہے (یُقْذَفُوْنَ کے معنے خلا میں کسی پھینکی جانے والی ایجاد کو زور سے پھینکنا ہے")۔

۳۵ : ۴۰ ۔ مجھے دکھاؤ تو سہی جو منکرین حق ہیں (جو کائنات کی امن و سلامتی کے خواہاں نہیں) انہوں نے زمین (یعنی زمینی عناصر کے علاوہ) کونسا عنصر از خود ایجاد کیا ہے۔ یا کیا آسمانوں کی ایجادات میں ان کی کہیں شرکت ہے یا کیا ہم نے ان کو کوئی ایجادات کی کتاب دے رکھی ہے جس کی وہ سند رکھتے ہیں۔ نہیں بلکہ ان ظالموں کا عہد اور وعدہ امن محض ایک فریب ہے

۳۵ : ۴۴ ۔ تم سے پہلے لوگ بھی کافی قوتوں کے مالک تھے لیکن (ان تخریب پسندوں کی) عاقبت کیا ہوئی اور خدا کو زمین و آسمان کی کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ وہ خُدا تو بڑی قدرتوں والا اور علم والا ہے۔

۲۹ : ۵۱ ۔ اللہ کی آیات ہی ذکر ہیں۔ یعنی عظیم سبق ہیں۔ اور یہی رحمت ہے۔

۳۰ : ۷ ۔ تخریب پسند سائنسدان) تو دنیا کی ظاہری زندگی کو ہی سمجھتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں (گویا وہ اپنے انجام کو نہیں دیکھتے) کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے خدا نے سب کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ اور وہ ایک وقت مقررہ تک قائم ہیں۔ اور اکثر لوگ تو ملاقاتِ رب کے قائل ہی نہیں۔

۲۶ : ۲۲۳ ۔ شیطان کی توانائیاں تو جھوٹے انسانوں پر ہی اترتی ہیں۔ جو سُنی ہوئی بات ان کے کانوں میں لا ڈالتی ہیں۔

۱۹ : ۸۳ ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانی توانائیوں کو (جو فی الحقیقت تخریبی اثرات رکھتی ہیں) کافروں پر بھیج رکھا ہے (اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ) کہ وہ انہیں (تخریب کائنات پر) انگیختہ کرتی رہتی ہیں۔

تخریبی سائنس کی سزا

۷ : ۱۴۸ حضرت موسےٰؑ کی غیر حاضری میں قوم نے اپنی تخریبی سائنس کے ذریعہ سونے کا ایک بچھڑا بنا ڈالا۔ (جس میں ایک ایسی حکمت تھی) کہ اس سے بیل کی آواز نکلتی تھی۔ لیکن وہ نہ کسی سے بات کرسکتا تھا اور نہ کوئی اور حکمت و راستہ دکھا سکتا تھا۔ انجام کار ایسے لوگوں پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ پھر حضرت موسےٰ نے تو بہ گزار (سائنسدانوں کو)

Marfat.com

لے کر کوہ طور پر توبہ کیلئے پہنچے۔ تو پہاڑ میں زلزلہ برپا ہو گیا۔ اس ڈراوے سے وہ پوری طرح توبہ گزار بن گئے۔

۶ : ۱۲۵ - جسے خدا ہدایت بخشنا چاہتا ہے (یعنی جو ہدایت کا خود ہی طالب ہو) اس کا سینہ اسلام یعنی سلامتی کائنات کے لیے کھول دیتا ہے۔ اور (جو ہدایت سے منکر ہو تو ......) جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے۔ جیسے کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہو (كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ)

گویا آسمان کی طرف جانے سے اور خلاؤں سے گزر کر کسی اور کرّے میں پہنچنے سے سینہ تنگ اور سانس گھٹ جاتا ہے یہ حکمت و سائنس کا وہ عظیم الشان راز ہے جو مسئلہ تسخیر کائنات کے حل میں نوع انسانی کے لئے معجزنما طور پر مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۵ : ۱۷ - بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور یعنی ایٹمی تجلیات اور روشن کتاب یعنی صحیفۂ فطرت صاف صاف سامنے آ چکی ہے جس کے اعجاز کے طفیل خدا رضائے الٰہی پر چلنے والوں کو نجات اور فلاح کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی اور نوری محاکمات کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں امن و سلامتی کے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے

گویا حقیقی حکمت و سائنس محض قرآن حکیم و عظیم کے سچے اشارات اور کائنات کے علم و مشاہدات سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور یہ انہی کو بخشی جاتی ہے جو امن و سلامتی کے راستوں کے طلبگار اور متلاشی ہوتے ہیں

۲ : ۲۵۷ - جو لوگ امن و سلامتی کے مدعی بن چکے ہیں (اٰمَنُوْا) ان کا دوست خدا ہے۔ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ اور جو منکرین حق تخریب پسند اور دین فطرت اور اس کی سچی حکمت سے انکاری ہیں تو ان کے دوست تو تخریب پسند شیطان ہی ہیں کہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں۔

گویا شیطانی توانائی کا دائرہ عمل اندھیروں میں ہے اور دوزخ کا مقام بھی کہیں اندھیروں میں ہی ہے۔ جہاں ہر طرف شیطانی توانائی چھائی ہوئی ہے۔

۶ : ۸۲ - اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○

جو لوگ غلبہ و امن کے طالب اور دعویدار بن گئے (اٰمَنُوْا) اور اپنے امن کو بے راہروی اور تخریب کے سپرد کر کے اُسے غلط نہ کیا۔ قرآن کے لیئے ہی سچا امن ہے۔ اور وہی صحیح

راستوں پر چل رہے ہیں۔

گویا خلاؤں میں پہنچنے کے لیے راکٹوں میزائلوں اور خلائی جہازوں کا استعمال جو آج کل عام ہو رہا ہے فی الحقیقت برا نہیں بشرطیکہ اِن میں کوئی تخریبی سازش مخفی نہ ہو۔ یا خلا کے کسی مقام پر پہنچنے سے محض اپنا اعلار مقصود نہ ہو۔ الغرض پُر امن جدوجہد ہر ایمان دار قوم کا ایک نہایت ہی صالح عمل ہے۔ اور تسخیرِ کائنات کے لیے ایسی ہی جدوجہد نوعِ انسانی کے لیے ایک مفید ترین ارتقائی عمل ہے۔

قرآنِ حکیم کی عظیم پیشگوئی نمبر ۱۰

النّٰزِعٰتِ (۷۹)

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہے ان طاقتوں کی (یا ان طاقتوں کی مظہر ایجادات کی) جو ایک مقام سے اکھیڑ کر دوسرے مقامات تک پہنچانے میں مستغرق ہیں ... یا

.... قسم ہے ان طاقتوں کی (یا اُن طاقتوں کی مظہر ایجادات کی) جو تیروں راکٹوں اور میزائلوں کی طرح پھینکے جانے میں غرق کی جا رہی ہیں۔

وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اور قسم ہے ایسی توانائیوں اور طاقتوں کی (یا ایسی طاقتوں کی مظہر ایجادات کی) جو نہایت آسانی سے باہر پھینک دیتی ہیں۔

وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا اور قسم ہے ایسی توانائیوں اور طاقتوں کی (یا ایسی طاقتوں کی مظہر ایجادات کی) جو تیزی سے اپنے عمل میں لگ جاتی ہیں۔

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا پس (وہ) سبقت کرتی ہوئی آگے بڑھ جانے والی ہیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پس (وہی) اظہارِ قدرت کی تدبیر کرنے والی طاقتیں اور توانائیاں ہیں (یا ایسی ہی ایجادات سے قدرتوں کے اظہار کی تدبیر پیش ہو رہی ہے)

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (وہ دن آیا چاہتا ہے جب) ایک زلزلہ خیز ایجاد زلزلہ نما ہو جائے گی اور اضطراب شدید پیدا کر دے گی۔

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ پھر اُس کے بعد یا اُس کے پیچھے ایک اور ایجاد تباہ کن آ دھمکے گی۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۔ اُس دن خوف و ہراس سے دل دھڑکتے ہوں گے۔

Marfat.com

اَبۡصَارُھَا خَاشِعَۃٌ ۝ (توانائیوں یا ان ایجادوں کی) نگاہیں جھک جھک کر ان پر پڑ رہی ہوں گی
(نوٹ: اَبۡصَارُھَا میں ھَا کی مؤنث ضمیر بے حد غور طلب ہے)
گویا ملک ان تمام تباہ کن اور زلزلہ آفرین ما فوق یا ایجادوں کے ہدف بنے ہوئے ہوں گے۔

یَقُوۡلُوۡنَ ءَ اِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَۃِ ۝ اور انسان کہتے ہوں گے کہ (ان سے بچنے کی تدبیر میں) کیا وہ خندقوں تک یا کھودی ہوئی پناہ گاہوں تک واپس پہنچ سکیں گے۔ یا وہ ان خندقوں یا کھودی ہوئی پناہ گاہوں سے نکل کر واپس اپنے سکونتی مکانات تک پہنچ سکیں گے۔ (دونوں معنے قرین مفہوم ہیں)

ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً ۝ کیا جب ہم (انتہائی خوف و ہراس اور بھوک و پیاس سے محض) بولنے والی ہڈیاں رہ جائیں گے یا کیا جب تک ہماری ہڈیوں سے بھنبھناہٹ کی آواز آتی رہے گی
(نوٹ: نَخِرَۃ یا نَخِیۡر کے معنے ناک کی آواز یعنی بھنبھناہٹ جو انتہائی خوف و ہراس کے عالم میں نکلا کرتی ہے)

قَالُوۡا تِلۡکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ ۝ کہتے ہوں گے یہاں سے نکل کر گھروں کو لوٹنا تو نقصان دہ ہے۔

فَاِنَّمَا ھِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ پس وہ تو ایک انتہائی سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔

فَاِذَا ھُمۡ بِالسَّاھِرَۃِ ۝ پس وہ (اپنی خندقوں سے نکل کر) میدان میں آ جمع ہوں گے۔

گویا آیات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے دور میں رَاجِفَہ اور رَادِفَہ دو قسموں کی زلزلہ خیز اور اوسانوں کو پراگندہ کر دینے والی ایجادیں عمل میں آئیں گی اور ان کے اعجاز وہی ہوں گے جو آیاتِ بالا سے اخذ ہو رہے ہیں نیز یہ کہ دونوں ایجادیں جنگوں میں استعمال ہوں گی۔

اس سورۃ کی دوسری پیشگوئی آگے آ رہی ہے۔ جو نمبر ۱۳ پر ہے۔

قرآنِ حکیم کی عظیم پیشگوئی ۔ ۱۱

سورۃ عبس (۸۰)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ۝ جب ایک لوہے کی ایجاد لوہے یا پتھر کی کسی قسم یا کسی عنصر سے رگڑ

کھا کر ایک ایسی تباہ کن آواز پیدا کرے گی جس سے تمام جاندار
اُنا فاناً بہرے ہو جائیں گے۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِۙ	اس دن انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا
وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِۙ	اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے
وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِؕ	اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو گا۔
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِؕ	اُس دن ہر فرد محض ایک ہی فکر میں (یعنی اپنے بچاؤ کے لیے) اپنا فائدہ محسوس کرے گا۔
وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌۙ	(اُن طاقتوں کی) اصلیتیں (جن سے وہ پہچانی جاتی تھیں) اس دن ضیا پاش ہوں گی۔ (وجہ کے معنے یہاں درست ہیں)
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌۚ	(بدکردار انسانوں کے اعمال پر) ہنسنے والی اور خوش ہونے والی۔
وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌۙ	(ان طاقتوں کی) اصلیتیں (جن سے وہ پہچانی جاتی تھیں) اس دن زمین پر (بعد میں) گرد و غبار کا ایک طوفان برپا کریں گی (عَلَیْهَا کی ضمیر یہاں بے حد قابل غور ہے)
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌؕ	(نیز غبرۃ کے معنے ایسی گرد و غبار جو بعد میں چھا جائے) اور زمین پر (ھا) ظلمت و تاریکی چھا جائے گی۔
اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۠	یہ ہے داستان ناشکرے کافروں اور بدکاروں کی۔

مندرجہ بالا آیات میں تمام مؤنث ضمائر سے پتہ چلتا ہے کہ ان سے مراد کوئی مذکر شے نہیں۔ نیز کفرۃ کا استعمال اکثر ایسے منکر پر ہوتا ہے جو ناشکرہ ہو اور فجرۃ کا استعمال ایسے بدکار پر استعمال ہوتا ہے جو بدکاری کو ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔ علی ہذا القیاس صَاخَّة بھی کوئی ایجاد ہوگی جو نہایت ہیبت ناک ہوگی اور اس سے کئی طاقتوں کے مختلف مظاہر پیدا ہوں گے۔

الصخۃ کے معنے لوہے یا پتھر کی ہیبت ناک آواز (المنجد)

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۲

سورۃ التکویر (۸۱)

وَ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْۙ	اور شمس کی توانائیاں لپیٹ لی جائیں گی (یعنی اس میں جنسی

تبدیلی واقع ہو جائے گی (کُوِّرَتْ) یا انسانی ایجادات کے دھوؤں سے دھوپ (دن کو) لپیٹ لی جائے گی (شمس کا لفظ بمعنے دھوپ کے بھی استعمال ہوا ہے جیسے شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا یعنی دھوپ اور سردی)

وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝

اور جب نجوم باہر کی روشنی سے محروم ہو کر مکدر ہو جائیں گے (کدرت) یا ارضی دھوؤں کے غبار سے نجوم دکھائی دیتے بند ہو جائیں گے

وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝

اور جب پہاڑ ادھر ادھر چلائے جائیں گے (یعنی پہاڑوں کو کاٹ کر بڑی بڑی شاہراہیں دریاؤں کے بند اور فرش بنا کر پہاڑوں کو اصل مقامات سے ہٹا کر ادھر ادھر کر دیا جائیگا۔

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝

اور جب دس مہینے کی گیابھن اونٹنیاں (یعنی وزن اٹھانے والی اونٹنیاں جو آج مال و اسباب اٹھا کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا کرتی ہیں۔) بیکار کر دی جائیں گی (اور ان کی جگہ بڑی بڑی ریلیں اور اونٹوں کی قطاروں کی مانند ان کی بوگیاں مال و اسباب اٹھائے ایک مقام سے دوسرے مقام تک دوڑ رہی ہوں گی) گویا رسل و رسائل کے لئے بڑی مشینریاں ایجاد ہو جائیں گی۔

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝

اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے (حشرت) یعنی جگہ جگہ چڑیا گھر قائم ہو جائیں گے۔ اور وہاں ہر قسم کے جانور نیز وحشی اور خونخوار درندے بھی ایک جگہ اکٹھے کر لئے جائیں گے۔

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝

اور دریاؤں (سے بڑی بڑی نہریں نکال کر) انہیں خشک کر دیا جائے گا (اور آبپاشی کے نئے نئے ذرائع قائم ہو جائیں گے۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝

اور جب نفسوں یا ایٹموں اور جوہروں کے جوڑوں کو آپس میں ملا لیا جائیگا۔ (یعنی حکمتی انداز سے ان سے توانائی حاصل کی جائے گی۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝

اور جب زندہ اور جاندار انواع کو (انہیں محض بے فائدہ سمجھ کر) قتل کر کے نابود کر دیا جائے گا (یعنی ان سے نقل و حمل کے فوائد کی ضرورت باقی نہ رہے گی) سُئِلَتْ کے معنے سوال کیا جائے گا یعنی بے علم عوام ان جاندار انواع کے بے فائدہ ہو جانے پر سوال کرتے دکھائی دیں گے۔

Marfat.com

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ	اور پوچھا جائیگا کہ یہ جاندار انواع کس گناہ پر قتل کی گئیں یا انہیں کیوں بے فائدہ بنا دیگا ؟
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۚ	اور جب کتابوں کی نشر واشاعت عام کر دی جائے گی۔
وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۚ	اور جب آسمان کے اندرونی مناظر اور حالات کو بخوبی دیکھ لیا جائے گا۔ (کشطت کے معنے کسی چیز کے اوپر والا چھلکا اتار کر اس کی اندرونی ماہیت کو بخوبی دیکھنا۔
وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۚ	اور جب (ایک طرف) ایٹمی آگ بھڑکتی دکھائی دے گی (جحیم سعرت)
وَاِذَا الۡجَـنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۚ	اور جب (دوسری طرف) ایٹم برائے امن کی پر امن جنت قریب تر لائی جائے گی۔
عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ؕ	تو ہر نفس یعنی ایٹم یا جوہر اپنے کمالات و اعمال کو پیش کرے گا۔

گویا یہ تمام واقعات انسان کی اجتماعی موت سے پہلے خود انسانی ہاتھوں کے ایجادات سے رونما ہو کر رہیں گے۔

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۳

(اسے پیشگوئی نمبر ۱۰ کے تسلسل میں دیکھیں)

النّٰزِعٰت (۷۹) کی دوسری پیشگوئی۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى	سو جب شدید ہنگامہ برپا کرنے والی ایجاد (الطامۃ) عمل میں آجائے گی۔
يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰى	اس دن انسان اپنی (تخریبی اور سرکشی کی تمام) کوششوں سے سبق اور عبرت حاصل کرے گا
وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِمَنۡ يَّرٰى	تو ایک خاص قسم کی (ایٹمی آگ (جحیم) اس کے سامنے آجائے گی جسے وہ دیکھے گا۔
طَآمَّۃ کے معنے	(طمّ الماءُ پانی چڑھ گیا اور بہت ہو گیا۔) اور ایسی تباہ کن اور ہنگامہ خیز ایجاد جو عام ہو جائے اور ذہنوں پر غالب آجائے۔
طَمَّ الطَّائِرُ۔	پرندے کا ٹہنی پر اترنا
فَرَسٌ طَمِيۡمٌ	تیز رو گھوڑا
الطِّمُّ	پانی کا سمندر، بڑی تعداد، عمدہ گھوڑا۔ تعجب انگیز۔

گویا طامّہ کے معنے ہوں گے۔ ایسی ایجاد جو بے اندازہ ہنگامہ خیز اور غلبہ کے لحاظ سے تمام دفاعی تدابیر کو بیکار

Marfat.com

تبدیلی واقع ہو جائے گی (كُوِّرَتْ) یا انسانی ایجادات کے دھوؤں سے دھوپ (دن کو) لپیٹ لی جائے گی (شمس کا لفظ بمعنے دھوپ کے بھی استعمال ہوا ہے جیسے شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا یعنی دھوپ اور سردی)

وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝

اور جب نجوم باہر کی روشنی سے محروم ہو کر مکدر ہو جائیں گے (كَدَرَتْ) یا ارضی دھوؤں کے غبار سے نجوم دکھائی دینے بند ہو جائیں گے

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝

اور جب پہاڑ ادھر ادھر چلائے جائیں گے (یعنی پہاڑوں کو کاٹ کر بڑی بڑی شاہراہیں دریاؤں کے بند اور فرش بنا کر پہاڑوں کو اصل مقامات سے ہٹا کر ادھر ادھر کر دیا جائیگا۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝

اور جب دس مہینے کی گیابھن اونٹنیاں (یعنی وزن اٹھانے والی اونٹنیاں جو آج مال و اسباب اٹھا کر ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچایا کرتی ہیں۔) بیکار کر دی جائیں گی (اور ان کی جگہ بڑی بڑی ریلیں اور اونٹوں کی قطاروں کی مانند ان کی بوگیاں مال و اسباب اٹھائے ایک مقام سے دوسرے مقام تک دوڑ رہی ہوں گی) گویا رسل و رسائل کے لئے بڑی مشینریاں ایجاد ہو جائیں گی۔

وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝

اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیئے جائیں گے (حشرت) یعنی جگہ جگہ چڑیا گھر قائم ہو جائیں گے۔ اور وہاں ہر قسم کے جانور نیز وحشی اور خونخوار درندے بھی ایک جگہ اکٹھے کر لئے جائیں گے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝

اور دریاؤں (سے بڑی بڑی نہریں نکال کر) انہیں خشک کر دیا جائے گا (اور آبپاشی کے عمدہ ذرائع قائم ہو جائیں گے۔

وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝

اور جب نفسوں یا ایٹموں اور جوہروں کے جوڑوں کو آپس میں ملا لیا جائیگا۔ (یعنی حکمتی انداز سے ان سے توانائی حاصل کی جائے گی۔

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝

اور جب زندہ اور جاندار انواع کو (انہیں محض بے فائدہ سمجھ کر) قتل کر کے نابود کر دیا جائے گا (یعنی ان سے نقل و حمل کے فوائد کی ضرورت باقی نہ رہے گی) سُئِلَتْ کے معنے سوال کیا جائے گا یعنی بے علم عوام ان جاندار انواع کے بے فائدہ ہو جانے پر سوال کرتے دکھائی دیں گے۔

Marfat.com

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ اور پوچھا جائیگا کہ یہ جانلدر الواح کس گناہ پر قتل کی گئیں یا انہیں کیوں بے فائدہ بنا دیگا ؟

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۚ اور جب کتابوں کی نشر واشاعت عام کر دی جائے گی۔

وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ۚ اور جب آسمان کے اندرونی مناظر اور حالات کو بخوبی دیکھ لیا جائے گا۔

(کشطت کے معنے کسی چیز کے اوپر والا چھلکا اتار کر اس کی اندرونی ماہیت کو بخوبی دیکھنا۔

وَاِذَا الۡجَحِیۡمُ سُعِّرَتۡ ۚ اور جب (ایک طرف) ایٹمی آگ بھڑکتی دکھائی دے گی (جحیم سعرت)

وَاِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ۚ اور جب (دوسری طرف) ایٹم برائے امن کی پُرامن جنت قریب تر لائی جائے گی۔

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ۚ تو ہر نفس یعنی ایٹم یا جوہر اپنے کمالات و اعمال کو پیش کرے گا۔

گویا یہ تمام واقعات انسان کی اجتماعی موت سے پہلے خود انسانی ہاتھوں کے ایجادات سے رونما ہو کر رہیں گے۔

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۳

(اسے پیشگوئی نمبر ۱۰ کے تسلسل میں دیکھیں)

النّٰزِعٰت (۷۹) کی دوسری پیشگوئی۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الۡکُبۡرٰی سو جب شدید ہنگامہ برپا کرنے والی ایجاد (الطامۃ) عمل میں آجائے گی۔

یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی اس دن انسان اپنی (تخریبی اور سرکشی کی تمام) کوششوں سے سبق اور عبرت حاصل کرے گا

وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی تو ایک خاص قسم کی (ایٹمی آگ) (جحیم) اس کے سامنے آجائے گی جسے وہ دیکھے گا۔

طآمّۃ کے معنے (طمّ الماءُ پانی چڑھ گیا اور بہت ہو گیا۔) اور ایسی تباہ کن اور ہنگامہ خیز ایجاد جو عام ہو جائے اور ذہنوں پر غالب آجائے۔

طَمَّ الطَّآئِرُ۔ پرندے کا ٹہنی پر اترنا

فَرَسٌ طَمِیۡمٌ تیز رو گھوڑا

اَلطِّمُّ پانی کا سمندر، بڑی تعداد، عمدہ گھوڑا۔ تعجب انگیز۔

گویا طآمّہ کے معنے ہوں گے۔ ایسی ایجاد جو بے اندازہ ہنگامہ خیز اور غلبہ کے لحاظ سے تمام دفاعی تدابیر کو بیکار

Marfat.com

ثابت کر دے اور اس سے ایٹمی آگ کی مانند کوئی آگ بھڑک اٹھے۔

مندرجہ بالا آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ اسی دُنیا میں واقع ہوگا۔ کیونکہ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى کے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ نوع انسانی نے اسی جہان میں یہ آگ دیکھنی ہے سورۃ النّٰزعٰت کی مندرجہ ذیل تیسری پیشگوئی یہ ہے۔ جو تیسری ایجاد کو ثابت کرتی ہے۔ جب رسالت مآب صلعم سے سوال کیا گیا کہ یہ ایجادات کب ظہور میں آئیں گی۔ تو حضور نے فرمایا کہ میں تو تمہیں ان تباہ کن ایجادات سے محض خبردار کر رہا ہوں اور ان سے عبرت اور سبق یاد دلاتا ہوں نیز ڈراتا ہوں اس لئے کہ جب ان ایجادات کے مظاہر عوام پر داشگاف ہوں گے تو صاف کہہ دیں گے اب تو ہماری حیات محض ایک شام تک یا صبح تک باقی رہ گئی ہے۔ یعنی ہلاکت اور تباہی آیا ہی چاہتی ہے۔ (كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا)

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۴

سورۃ انشقاق (۸۴)

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ — جب (تسخیر کائنات کے لئے) بلندیاں پھٹ جائیں گی (یعنی ہر آسمانی کرّے تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔ (سما بمعنی بلندی)

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ — اور وہ (یعنی بلندی کے رستوں کو چیرنے والی ایجاد) اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے گی۔ اور وہ حُقَّتْ حاقہ سے ہے۔ یعنی بالکل صحیح رستے پر چل کر بے خطا نشانے پر لگنے والی ہے۔

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ — اور جب زمین کی وسعت بیرونی دُنیا تک پھیل جائے گی یا زمین والے آسمانی کرّوں تک پہنچنے شروع ہو جائیں گے۔

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ — اور زمین اپنے وجود سے اپنے عناصر اور اُن سے بنی ہوئی ایجادوں اور اپنی مخلوق انسانی کو) باہر کی دُنیا میں نکالنے لگ جائے گی اور اپنے آپ کو خالی کرنے لگے گی۔

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ — اور وہ (یعنی بلندی کے رستوں کو چیرنے والی ایجاد) اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے گی اور وہ حُقَّتْ جو حاقہ سے ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ

اے انسان (اس کے بعد ہی) تو انتہائی کوششوں سے اپنے رب کی طرف پہنچنے والا ہے۔ اور پھر اس سے ملنے والا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ

پس جسے اعمال کی کتاب دائیں طرف سے دی گئی (دائیاں ہاتھ یا دائیں طرف امن وسلامتی کا نشان پیش کرتی ہے یعنی امن کے اعمال اور تجربات امن و سلامتی کے خواہاں بنے رہے۔

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ

تو اس کا اعمالی حساب آسان تر ہو جائے گا۔ (یعنی وہ آسانی سے اپنے ہدف کو پالے گا۔)

وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ

اور وہ (انجام کار کامیاب سفر کے بعد) اپنے اہل خانہ کی طرف خوش بخوش لوٹ بھی آئے گا۔

نوٹ: گویا یہ تمام واقعات اسی دنیوی زندگی میں واقع ہوں گے اور بیرونی کروں میں جانا اور ان سے واپس آنا وغیرہ آسان ہو جائے گا۔ نیز حقہ کے معنے لغت میں یہ ہیں۔ حقہ۔ ڈبہ۔ چھوٹا برتن۔ مصیبت اَلْحَقّ۔ مونڈھے کے سر کا گڑھا۔ سرین کا سرا۔ بازو کے اوپر کا حصہ۔ زمین کا کوئی ٹکڑا۔ لکڑی کے جار کی طرح کل پرزوں سے جڑا ہوا۔ ڈبہ یا آلہ)

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۙ

اور جس نے اپنے اعمال کی کتاب کو پس پشت سنبھالا (یعنی امن و سلامتی کو پس پشت ڈال دیا اور ہر تجربہ و عمل میں خدا کے فضل و کرم کو وسیلہ نہ بنایا) تو وہ جلد ہلاکت کو دعوت دے گا۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ

وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۭ

اور وہ (اپنی دیوانگی اور حماقت کے سبب) آگ کے جھلسنے والے عذاب سے دوچار ہو جائے گا۔ (یعنی اس کا سفری اسباب آگ کی نذر ہو گا اور بچ کر واپس پہنچنے سے ناامید بھی ہو جائے گا)

اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۭ

(وہ کہے گا) کہ وہ تو اپنے اہل خانہ میں ہوتا تو خوش تھا (خواہ مخواہ اس نے آسمان کا رخ کیوں کیا۔)

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَا ۚ

اسے غالب گمان ہو چلا تھا۔ کہ اب وہ خلاؤں میں ہمیشہ پھرتا رہے گا۔ اور واپس نہیں لوٹے گا۔

Marfat.com

بَلٰی اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا

ہاں! اُس کا رب اُسے دیکھنے والا ہے (اور وہ بحفاظت واپس بھی لوٹ آئے گا)

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝

(پھر کہے گا) سو میں ہرگز شفق یعنی شام کی سرخی کی قسم نہیں کھاتا (شفق خلا اور زمین کا درمیانی رقبہ ہے جسے آسمان پر جانے کے لئے عبور کرنا پڑتا ہے گویا اپنے مقصد سے واپس بخیریت لوٹ کر آنے والا پھر شفق کی قسم نہ اٹھائے گا۔

وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ ۝
وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝

(لہٰذا) قسم ہے رات اور اس کے اندھیروں اور اس میں روشن سیاروں کی اور قسم ہے قمر کی جب اس میں کچھ مزید جمع ہو کر ٹھیک ہو جاتا ہے یا بھر جاتا ہے۔

(اتَّسَقَ کے معنے از ابن عباس اذا اجتمع واستوٰی)

ازحسن لبصری اِذا اجتمع اِذا امتلاءَ

(جب چاند انسانیت سے بھر جائے گا اور اسے رہائش کے لئے درست کر لیا جائے گا۔

لَتَرْکَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝

تم ضرور ایک طبق سے دوسرے طبق تک پہنچنے کے قابل ہو جاؤ گے

فَمَا لَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

سو انہیں (جو چاند پر یا دیگر سیاروں پر پہنچنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں) کیا ہو گیا ہے کہ وہ امن و سلامتی کی راہ اختیار نہیں کرتے

الخ

غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

اور جب اُن پر قرآن حکیم (کا یہ عظیم الشان پیشگوئیاں) پڑھی جاتی ہے تو وہ (ہمارے احکام کے فرمانبردار ہو کر) سجدہ ریز کیوں نہیں ہو جاتے۔؟ بلکہ (نوع انسانی کی اس عظیم علمی اور حکمتی ارتقاء سے) انکار کرنے والے تو (الٹا قرآن کو ہی) جھٹلا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُس گمراہی کو جانتا ہے جو وہ دلوں میں رکھتے ہیں سو انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دے۔ ہاں جو لوگ امن و سلامتی کی راہوں کے متلاشی ہیں اور اس ضمن میں صالح اعمال اور تجربات سرانجام دے رہے ہیں ،اُن کے لئے ان کوششوں کا اجر ہے جو ختم نہ ہوگا۔

نوٹ: آیات مندرجہ بالا کی ترتیب سے کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ کی آیت خلا میں جانے والے اور شفق سے دوچار ہونے والے کی طرف منسوب ہے۔ . . . . ہے گویا خدا کی جانب منسوب نہیں۔ ... مطلب یہ ہوگا کہ جب کوئی آسمان پر جانے والا اپنی منزل سے ناکام ہو کر واپس زمین پر لوٹ آتا ہے تو یہ جملہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آئندہ شفق سے پار جانے اور خلائی سفر کو ترک

کرتا ہوں مزید بر آں واتّیل کی دو قسمیں پھر یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ خدا کی طرف منسوب ہے۔ یعنی خدائے تعالٰے رات کی قسم کھاتا ہے نیز مادسق کی اور قمر کی بھی قسم جب وہ کامل ہوتا ہے۔

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۵

اَلْبُرُوْج (۸۵)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝

قسم ہے آسمان یا بلندی کی جس میں ستاروں اور سیاروں کے مداروں کی وجہ سے گنبد ہیں (یعنی آسمان جس میں گنبد نما مداروں کی خصوصیت ہے)

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ

اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝

اور (اس دن کے) گواہ اور جس (ہیبت ناک واقعہ) کی وہ گواہی دے گا کی قسم (یعنی جس واقعہ میں انسانی ایجادات آسمان پر پہنچ کر خلاؤں میں نئے گنبد یعنی برج بنانے میں پیش پیش ہوں گی۔)

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝

(ان بھیانک ایجادات اور تباہ کن اسباب سے ڈر کر اپنے دفاع اور اپنی حفاظت کے لئے) خندقیں کھودنے والے بھی قتل ہو گئے (یعنی خندقوں کی پناہ گاہیں بھی انہیں اس عذاب سے بچا نہ سکیں گی)

النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝

وہ (ایجادات ایک) مجسم آگ ہوں گی جس میں ایندھن (بارودی یا ایٹمی) بھر رکھا ہوگا۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝

جب وہ (دشمنانِ امن و سلامتی) اس تباہ کن ایجاد) پر ہلاکت لانے کے لئے بیٹھے ہوں گے۔ (یعنی تباہی پھیلانے پر آمادہ پیکار ہوں گے۔)

وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝

اور وہ امن پسندوں اور سلامتی چاہنے والوں کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہوں گے اس پر واضح طور پر اعلانیہ گواہ ہوں گے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الخ

انہیں امن پسندوں کی یہی بات بری لگتی ہوگی کہ وہ محض اللہ جو زبردست اور قابل ستائش ہے کے آسرے پر اپنے امن و سلامتی کا داعیہ دار رکھتے تھے۔

Marfat.com

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تو اللہ تعالےٰ کی ہی ہے اور خدا ہر عنصر کے اعجاز پر گواہ ہے

غور فرمائیے مندرجہ بالا آیات میں شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ کے عظیم الفاظ فرما کر اس تمام واقعہ کو ایک عظیم پیشگوئی بنا دیا گیا ہے۔ جو اسی دنیا میں رونما ہونے والا ہے اور پھر آسمان میں بڑے بڑے توانا کروں کی گردشوں سے بننے والے خلائی گنبدوں یعنی بُرجوں کی قسم اٹھا کر نوعِ انسانی کی توجہ کسی آنے والے عظیم اور ہیبت ناک واقعہ کی طرف دلائی گئی ہے کہ جب انسانی ایجادات اپنی ذاتی طاقتوں سے آسمانی خلاؤں میں نئے نئے بُرج بنانے میں مصروف ہو جائیں گی۔ وہ دن فی الحقیقت ایک یوم الموعود ہو گا۔ اور حتمی طور پر عذاب کا پیش خیمہ ہو گا۔ وہ عذاب آگ اُگلنے والی ایجادات سے معرضِ وجود میں لایا جائے گا۔ اور امن و سلامتی کی خواہش مند اقوام تخریب پسندوں کا نشانہ بن جائیں گی۔ بہ اطلاع کے ساتھ قسم کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ واقعات ایک موعودہ دن کو ضرور ظہور پذیر ہونے والے ہیں۔ جو حیرت انگیز پیشگوئی یہاں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عام بارودی بموں سے تباہی کو روکنا تو خندقوں کی ایجاد سے ممکن تھا۔ یہ ایسے بموں کی آتشبازی سے عذاب آئے گا کہ خندقوں میں پناہ لینے والے بھی ہلاک ہو جائیں گے ماسوا اس آتشیں عذاب کے لئے کوئی دفاعی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو گی۔ اگرچہ وہ تمام تباہی کے سامان محض امن و سلامتی چاہنے والوں کو مٹانے کے لئے تیار کریں گے۔ لیکن انجام کار وہ خود ہی اِس آتشیں عذاب کا شکار ہوں گے۔ اور اِس دنیا میں انہیں جلنے والا عذاب (عَذَابُ الْحَرِيْقِ) اور آخرت میں بھی عذاب جہنم ان کے لئے مخصوص ہے۔ (۸۵ : ۱۰)

مزید براں وَ قُوْد جس سے وَقُوْد استعمال ہُوا ہے استعارۃً جنگ کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے وقود ایسے ایندھن یا بارود کو کہا جائے گا جو آتشیں جنگ میں استعمال ہوتا ہے۔ وقود شعلوں کو بھی کہا جاتا ہے۔

متقدمین نے اوپر دی گئی ۱۰ تا ۱۵ پیشگوئیوں کے متعلق بے حد متضاد تفسیریں رقم کی ہیں کہیں کسی واقعہ کو قیامت سے منسوب کر دیا ہے اور کہیں کسی فردِ واحد تک محدود کر دیا ہے۔ الغرض ان تفسیروں سے کچھ پلے نہیں پڑتا۔ بہرحال ہماری نگاہ میں یہ تمام کی تمام آنے والے واقعات پر مشتمل نظر آتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قسمیں کھا کھا کر اِن سے آگاہ کرنا خالی از انکشافات نہیں۔

Marfat.com

قرآن حکیم کی عظیم پیشگوئی ۱۶

سورۃ الفجر (۸۹)

تکمیلِ ارتقائے انسانی کے ظہور کا وقت

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ○
هَلْ فِي ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ○ ... الخ

تشریح: اس چیستانِ کائنات میں جو کروڑوں اور اربوں سال سے نمودار ہے اور جس کی ماہئیت تک پہنچنے کے لئے اِنسان ہزارہا سال سے سرپٹا رہا ہے اور اس کو سمجھ نہیں آتا کہ یہ تماشا جو اُس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ ایک خاص الخاص اور عظیم الشان فجر (اَلْفَجْر) یعنی پَو کا پھٹنا انسان کی اپنی جدوجہد اور اس کے انتہائی علم و خبر حاصل کر لینے کے بعد واقع ہوگی جو ہیبت ناک، دہشت انگیز اور حیران کر دینے والی دس راتوں (لَيَالٍ عَشْرٍ) کے کٹ جانے اور گزرنے کے بعد منصہ شہود پر آئے گی۔ ان دس راتوں کے عظیم الشان اندھیروں میں انسان اپنے تمام خواص ظاہری و باطنی کو کائنات کی حقیقت کی دریافت کے ضمن میں اجالوں اور روشنیوں کو ٹٹول ٹٹول کر اس خاص الخاص فجر کی طرف لپک لپک کر پہنچے گا۔ جس کے نمودار ہونے پر کائناتِ فطرت کا تمام راز یکسر عیاں ہو جائے گا۔ اور انسان پورے وثوق سے کہے گا کہ میں نے خالق زمین و آسمان کے اس سربستہ راز کو پا لیا جو کروڑوں اور اربوں سال سے اس کا منتظر تھا کہ خدائے عالمیان کا بنایا ہوا اشرف الخلق انسان اِن دس (اندھیرے) پردوں کو یکے بعد دیگرے اٹھا کر پردہ زنگاری کے معشوقِ حقیقی کے چہرے سے نقاب اٹھائے تاکہ حق اپنے اصلی حسن میں جلوہ گر ہو اور اس کا نادیدہ عاشق دیدار اور وصال کی آخری منزل تک پہنچ سکے۔ تو میں اس اَلْفَجْر اور اُن لَيَالٍ عَشْرٍ کی قسم کھاتا ہوں۔

آہ! اس کائنات میں جس کی وسعت اربوں میلوں تک پھیلی ہوئی ہے اور اس کا کنارہ کہیں نظر نہیں آتا۔ جس کی پہنائے بیکراں میں کروڑوں اور اربوں ستارے اور سیارے اس طرح پھیلے ہوئے ہیں

Marfat.com

کہ اُن میں سے کسی ایک ستارے کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ (سیکنڈ) کی رفتار سے چل کر زمین پر رہنے والے انسان کی آنکھوں تک دس لاکھ سالوں تک پہنچتی ہے۔ اس بحر بے پایاں اور پہنائے لامتناہی میں جفت اور طاق یعنی الشفع اور الوتر کا سلسلہ ہر جگہ بندھا ہے۔ کوئی شے اگر کسی دوسری شے سے پیوستہ ہے تو وہ جفت ہے۔ اور کوئی شے اگر بنفس خود قائم ہے تو وہ طاق ہے۔ کوئی موجود بالذات ہے تو دوسری کسی تیسری شے کی وجہ سے موجود ہے اس بناء پر میں اَلشَّفْعِ اور اَلْوَتْرِ کی قسم کھاتا ہوں تو اے لوگو! کیا اہل دانش اور صاحب بینش انسانوں کی نگاہ میں چار سطر قسمیں انتہائی طور پر وزن دار نہیں؟ (هَلْ فِيْ ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ) گویا وہ کے الٰہی الفاظ سے ہی عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ سب قسمیں اور گواہیاں عظیم الشان گواہیاں ہیں۔ ان عظیم الشان قسموں کے بعد اس سورۃ میں کہا گیا ہے کہ خدا نے بڑی بڑی طاقتور اور صاحب جاہ و جلال اُمتیں ہلاک کر دیں۔ قوم عاد کو جو بڑے بڑے شاندار اور سر بفلک ستونوں کی معمار تھیں جن کے اونچے اونچے محل اس امر کے شاہد تھے کہ اُس جیسی جابر اور قاہر قوم دُنیا میں پیدا نہ ہوگی۔ خدا نے ملیا میٹ کر دیا۔ قوم ثمود کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جنہوں نے پہاڑوں کے اندر پتھروں کو میلوں تک کاٹ کر زمین دوز محل تیار کئے تھے (اَلَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ) فرعون جیسے صاحب کبریاء و جبروت شخص کی قوم کو خاک بہ سر کر کے چھوڑا جس نے زمین کی سطح پر پتھر کے اتنے بڑے بڑے پہاڑ (یعنی اہرام مصر) کھڑے کر دیئے تھے کہ وہ پہاڑوں کی طرح بڑی بڑی میخیں معلوم دیتے تھے (وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ) یہ اس لئے کہ ان قوموں نے خدا کے قانون سے سرکشی کی تھی اور پُرامن ارتقاء کرنے اور تسخیر کائنات کے لئے اسباب السموٰت تیار کرنے کے ماسوا اپنے تخریبی اعمال کی وجہ سے زمین پر فساد مچا رکھا تھا۔

آگے اس صورت میں زور دیا گیا ہے کہ عرب لوگ یتیم اور مسکین کی خاطر داری نہیں کرتے۔ یعنی ربوبیت عامہ کے خدائی اصولوں کو چھوڑ کر مرے ہوئے لوگوں کا ترکہ ہضم کر جاتے ہیں۔ مال سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ گویا بے رحم بدنیت اور بخیل ہیں۔ مقصد ان حکمتوں سے یہ تھا کہ اقوام کے افراد میں رواداری رحمت و رافت مساوات و دیانتداری اور قربانی مال کے جذبے پیدا ہوں اور قوم کی بنیادیں مساوات اسلامی کے نظریات کے تحت مضبوط ہوں۔ بھاری اور وزن دار قسموں کے کھانے کی غرض یہ تھی کہ قوم کے دلوں کے اندر یہ بات کا نقش فی الحجر ہو جائے کہ بڑی سے بڑی تومند قومیں بھی خدا کے قہر و غضب میں آ کر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کے لئے قانون فطرت یہ ہے کہ قوم کے افراد انتہائی طور پر رحم دل انتہائی طور پر دیانتدار فراخ دل اور وسیع القلب ہوں۔ تاکہ موقع پر قربانی کر کے قوم کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکیں۔

مندرجہ بالا تشریح کافی حد تک حضرت علامہ المشرقیؒ کی ہے۔ اگر ان آیات پر مزید غور کیا جائے اور قسموں

میں آئی ہوئی خبروں کو انتہائی غور و فکر سے دیکھا جائے تو ارتقائے انسانی کے کئی مزید راز بھی افشا ہوتے ہیں یعنی ابتدائے کائنات سے اس کی ماہیتوں پر دس اندھیرے ایسے چھائے ہوئے ہیں جنہیں ارتقائے انسانی نے یکے بعد دیگرے اپنی حکمت عملی سے دور کرنا ہے اور اس بتدریج ارتقاء کی تکمیل کے بعد علمی روشنی کی ایک انتہائی نورانی فجر نمودار ہو کر رہے گی۔ انسانی عقل و فکر کی منزلیں اس مقام عُلیا تک پہنچیں گی جس میں محض نور اور توانائیوں کے تڑکے اور الفجر کے انوار ہی انوار ہوں گے ا۔ بعد اُن سے پرے ملاقاتِ رب کے لئے دروازہ کھلا ہو گا۔ مزید برآں جنت اور طاق کے الفاظ یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو فی الحقیقت حیّ و قیّوم ہے اور واحد و یکتا ہے ۔ وتر ہے۔ اور دیگر مخلوق الشفع میں ہے کیونکہ کائنات کی ہر نوع میں نر و مادہ کا نظریہ قائم ہے اس لئے کائنات کی ہر چیز وتر کی حدود سے باہر قیام رکھتی ہے اس لئے بے علمی کے دس اندھیروں کو کائنات کے چہرے سے ہٹانا الشفع تک مرکوز ہے اور الفجر کا ظہور محض وتر کے فضل و کرم پر منحصر ہے۔ گویا اگر نوعِ انسانی نے اس کائنات میں تخریب سے کام لینا چھوڑ دیا ۔ اور امن و سلامتی کی راہوں پر گامزن رہنا قبول کر لیا تو خدا جو اپنی صفات میں فی الحقیقت وتر ہے اس کے لئے الفجر کا ظہور یقیناً پیدا کرے گا۔ جو معاملہ بے حد غور طلب ہے اور مندرجہ بالا تشریح کی تائید کرتا ہے یہ ہے کہ خدا نے یہاں دس دنوں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دس راتوں یا دس اندھیروں کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اس لئے یہاں ذی الحج کے دس دن یا ماہِ رمضان کا آخری عشرہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ پھر ان چار عظیم قسموں کے بعد ایسی تخریب پسند قوموں کے حالات کا ذکر کرنا مزید باعث غور و فکر ہے۔ یعنی اے آنے والے دور کی قومو! اگر تم بھی تخریب و فساد کا شکار ہو گئیں۔ تو انجام بھی انہی جیسا ہو گا۔ بلکہ اُن سے بھی بدتر جیسے کہ اسی سورۃ کے آخر میں ارشاد ہوا۔

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ یاد رکھو ناشکر گزار اور ذلیل صفت گروہوں یا یتیموں کی خاطر داری نہ کرنے والی مسکینوں کے لئے کھانے اور طعام کا کوئی ٹھوس نظام قائم نہ کرنے والی اور میراث کو خدا کے احکام کے مطابق تقسیم نہ کرنے والی بلکہ سب کچھ بغیر حق کے ہضم کر جانے والی اور سرمایہ داری میں ہر وقت غرق رہنے والی قوموں کے ساتھ کوئی رعایت ہرگز نہ ہو گی۔ (دَكًّا) اُن کا انجام اس وقت دیکھنے کے قابل ہو گا۔ جب زمین ان کی اپنی ہی ایجادات سے اور اس پر ان کی تعمیر شدہ بلند اور پر وقار عمارات کو جس طرح کہ عاد و ثمود اور فرعون جیسی قوموں نے قبل ازیں کھڑی کر رکھی تھیں) تباہی کے گھاٹ اتار کر ہموار کر دیا جائے گا۔ نہیں بلکہ زمین پر اُن کی تمام شان و شکوہ کے جملہ اسباب کو ریزہ

Marfat.com

ریزہ کر کے اور پنخ پنخ کر زمین کو ہموار کر دیا جائے گا۔

(دُكَّتْ اور دَكًّا)

وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝

اور تیرا رب انہیں تباہ و برباد کر دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اور ان راندۂ درگاہ اقوام پر ہر طرف سے تباہ کن توانائیوں کی صف بہ صف بوچھاڑ پیدا کر دی جائے گی۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ

اور اس دن ان کے لئے ہر جگہ گہرائیاں اور گڑھے ہوں گے (جہنم کے معنی بڑی گہرائی کے گڑھے (نیز جہنم ہر انسان اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ہے)

يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝

انسان اس دن عبرت اور سبق حاصل کرے گا۔ مگر اس دن اسے یہ عبرت اور سبق کیونکر فائدہ دے سکے گا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝

وہ کہے گا کاش اُس نے اپنی حیات کے لئے کوئی اقدام کیا ہوتا (یعنی امن و سلامتی کی راہوں میں اپنے اعمال سرانجام دیئے ہوتے۔)

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝

سو اس دن اسے ایسی سزا اور عذاب ملے گا جو پہلے کسی کو بھی نہ دیا گیا ہوگا (یعنی یہ عذاب سابقہ عذابوں سے بالکل نرالا اور انتہائی تباہ کن ہوگا)

وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝

اور ایسا جکڑے گا کہ کبھی نہ جکڑا ہو۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝

اے اطمینان پانے والے جوہری ایٹم (ان تخریب پسند قوموں کو تباہ و برباد کر کے اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اب تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ وہ اس لئے کہ جو لوگ تجھے اور تیری توانائیوں کو تباہی کے گھاٹ اتارنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ انہیں تو نے ہی تباہی کے گھاٹ اتار دیا اور یہ عمل تیرے لئے اللہ کے نزدیک رضائے الٰہی کا مقام رکھتا ہے اس لئے تیرا خالق بھی تجھ سے راضی ہو چکا۔

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝

پس اب میری عبادت گزار انواع میں داخل ہو جا۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

اور اسی دنیا کی میری جنت میں داخل ہو جا۔

نوٹ: فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (دونوں) اسی دنیا کے لئے ہیں۔ اور فی الحقیقت اگر دنیا میں جنت نہ ملے تو کسی کا نفس نفس مطمئنہ نہیں کہلا سکتا۔)

Marfat.com

مندرجہ بالا آیات میں دی گئی پہلی تین آیات بے حد قابلِ غور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آنیوالے دور میں تخریب پسند اقوام پر یقیناً اس قسم کے حالات اور واقعات رونما ہونے والے ہیں اور نفس المطمئنہ میں جو لطیف ترین اشارہ آخر میں موجود ہے وہ صریحاً تباہ کن ایٹمی ایجادات کو ثابت کرتا ہے جن سے اِن تخریب پسند اور فساد انگیز اقوام کا خاتمہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

مندرجہ بالا سولہ پیشگوئیوں کو ہم نے مشتے از خروارے پیش کیا ہے تاکہ مسلمان قرآن حکیم وعظیم پر مزید غور و فکر کریں اور ایسے حالات و واقعات اور اعمال و کردار کا کھوج لگائیں جن میں نوعِ انسان کی ہلاکت یا اس کی فلاح و بقا مضمر نظر آتی ہے۔ اس طرح نہ صرف ہم سب امن و سلامتی کے طالب بن جائیں گے بلکہ اس کائنات کو امن و سلامتی سے تسخیر میں لانے کے قابل ہو سکیں گے۔

آخرش اس باب دوم کے آخر میں ہم حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مختصر تحریر کا اقتباس پیش کرتے ہیں جو انہوں نے تکملہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رقم فرمائے ہیں۔

حضرت نبی صلعم کا قابَ قَوسَین کے بعد اَو اَدنیٰ کا موجودہ مقام

"ہاں ایسے عظیم الشان انسان صلعم کے متعلق یہ پست نگاہ جو دنیا سے چل بسے اور ان کی دی ہوئی تعلیم تقویم پارینہ بن کر رہ گئی بڑی تنگ نظری ہے۔ چودہ سو برس کی انسانی تاریخ بزبانِ حال ثابت کر رہی ہے کہ خدائے عالمیان کا یہ قاصد صلعم فی الحقیقت ختم رسل تھا کیونکہ اُن کے بعد کسی فرد بشر کو جرأت نہ ہو سکی کہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ ایسے خاتم النبیین صلعم اور متمم حجت خدا شخص صلعم کے متعلق اس کی دُنیاوی زندگی کے بعد یہ تخیّل کہ وہ بھی اور مرنے والوں کی طرح مر گیا صریح بدگمانی ہے۔ یقین اور علم اگر کسی طرف منطقی طور پر رہنمائی کر سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ یہ بندۂ خدا صلعم اپنی زندگی کے تمام طوفانوں سے گزر کر دو کمان سے بھی قریب تر ہو چکا ہے اور فکان قابَ قَوسَین کے مرتبے کے بعد اَو اَدنیٰ کی منزل پر بیٹھا تماشا کر رہا ہے کہ بنی نوع انسان نے اس کے لائے ہوئے قرآن پر کیا عمل کیا اور ابھی اس پر عمل کرنے میں کیا کسر باقی ہے۔"

فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنیٰ کی آیت سورۂ والنجم کی اُن آیات میں سے ہے جو معراج نبویؐ کے ضمن میں نازل ہوئی ہیں۔ ہم ان تمام آیات کی تشریح انشاء اللہ آخر میں کر رہے ہیں جس سے معراج نبویؐ کو حکمتی انداز میں بالتشریح ثابت کیا جائیگا یہاں تسخیر کائنات کے سلسلے میں جو تشریحات پیش کی گئی ہیں وہ محض عام اور مروجہ حکمت و سائنس کی روشنی میں پیش کی گئی ہیں اور انہیں بھی قرآنی روشنی سے ثابت کیا گیا ہے۔ اگرچہ باب چہارم محض قوت و طاقت (ENERGY) پر مشتمل ہے لیکن معراج نبویؐ کی صحیح تشریح اسی باب میں ممکن تھی۔ اس کتاب کے پیش کرنے کا مقصد محض یہی ہے کہ علم حکمت و سائنس کی جو روشنی قرآن حکیم وعظیم پیش کرتا ہے اُس پر تدبر اور مزید تدبر کیا جائے اور تسخیر کائنات کے ضمن میں پیچیدہ اور دل شکن رکاوٹوں کو دُور کر کے اُس عملی کسر کو پُورا کیا جائے جس کا دعی قرآن حکیم وعظیم بار بار فرماتا ہے؎

دینِ فطرت از نبیؐ آموختیم ✽ در رہِ حق مشعلے افروختیم
ایں گہر از بحرِ بے پایانِ اوست ✽ ما کہ یک پایان از احسان اوست

مخلص و خاکسار احقر العباد عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہ

ناگہانی مشکلات اور ہماری بے بسی

ہم اپنے اُن محترم قارئین کتاب کی خدمت میں جو ایک عرصے سے جلد دوم کے منتظر تھے اپنی بے پناہ مشکلات اور ناگہانی رکاوٹوں کی داستانِ دل خراش پیش کر کے واضح الفاظ میں اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں جن کی وجہ سے کتاب کی جلد دوم ایک طویل تعویق کے بعد منظرِ عام پر آرہی ہے۔ کتاب کا مسوّدہ پورے ڈھائی سال قبل کاتب کے حوالے کیا گیا۔ کتابت کی نصف اُجرت اُسے پیشگی ادا کر دی گئی لیکن کاتب صاحب نے اپنی کئی خانگی اور غیر متوقع مجبوریوں کے طفیل کتابت اس قدر طویل عرصے میں مکمل نہ کی۔ اس دیر نے مجھے انتہائی طور پر نااُمید بنا دیا۔ نصف سے زیادہ کتابت ہو چکنے کے بعد اس میں نہ دور ہونے والی رکاوٹ نے مجھے مجبور کر دیا کہ باقی کتابت ناچار کسی اور کاتب کے حوالے کر دوں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ موجودہ دَور میں کاتب حضرات کی کمی مصنفین کے لئے ایک دردِ سر بنی ہوئی ہے۔ پھر میرے جیسے مفلس درویش کے لئے تو یہ ایک عظیم المیہ تھا۔ چنانچہ کتاب کی کتابت ایک اور کاتب کے حوالے کی۔ لیکن تین چار کاپیوں کی کتابت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ نیا کاتب بالکل نا اہل اور اس قابل نہیں کہ مزید کتابت اُس سے کروائی جائے لہٰذا مسودہ پھر واپس لے لیا گیا۔ پھر وہی انتظار اور حسرت ناک انجام نظروں کے سامنے اپنے سائے بچھانے لگا۔ اس یاس دبے اُمیدی کے عالم میں تیسرے کاتب کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ کتاب کا کچھ حصّہ تیسرے کاتب سے ہی مکمل کروایا۔

اُدھر جب نصف کتاب طبع ہو چکی تھی۔ تو حکومتِ پاکستان نے نیوز پرنٹ کے عام استعمال پر کڑی پابندی عائد کر دی۔ اِس ضمن میں لاہور جا جا کر انتہائی کوشش کی گئی کہ نیوز پرنٹ کا پرمٹ حاصل ہو جائے لیکن کوشش ناکام رہی۔ اور چار و ناچار ایک اور قسم کا کاغذ جو کتاب کے لئے فی الحقیقت شایانِ شان نہ تھا۔ خرید کر لیا گیا۔ یہی سمجھا کہ کم از کم شائقین کتاب کو اس کے نفسِ مضمون سے جس قدر جلد آگاہی ہو جائے بہتر ہوگا۔ شائقینِ کتاب کے لئے قرآنی علم کی ضرورت ہے نہ کہ کتاب کے کاغذ اور اُس کی دیدہ زیب جلد سے کوئی خاص وابستگی ہو سکتی ہے۔ یہ تخیّل بھی محض بے بسی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآنی علوم کی نشر و اشاعت کے لئے اس کے تمام ظاہری اور باطنی لوازمات کا کماحقہٗ پورا ہونا لازم ہے۔ بہر حال کتاب پر کاغذ کا استعمال بھی تین مختلف قسموں سے ممکن ہو سکا۔

مزید برآں جب لیتا یا کتاب کے طبع ہونے کا وقت آپہنچا۔ تو پاک بھارت جنگ کے آثار پیدا ہو گئے۔ پریس پر کئی قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ بجلی کی روانی اکثر منقطع رہنا شروع ہو گئی۔ پھر اِن تین قسم کی اُلجھنوں نے کتاب کی طباعت میں شدید رکاوٹ پیدا کر دی۔ گویا اس تین تین کے عدد نے سال ۱۹۷۲ء کے تیسرے مہینے تک ناگہانی تعویق پیدا کر دی۔ اِن رکاوٹوں کے بعد خدا خدا کر کے مطبع انصار آرٹ پریس سرگودھا کے مخلص مالک نے میری طویل انتظار کو ختم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

اب کتاب ہذا اپنے انتظار کرنے والے شائقین اور علمی ذوق رکھنے والے صاحبان کے سامنے ہے۔ ہم التماس کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری مشکلات اور مندرجہ بالا پریشانیوں کو نظر میں لاتے ہوئے نہ تو اس طویل دیر پہ نہ کتابت پہ اور نہ کتاب کے کاغذ پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش پیش خاطر لائیں گے۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق کتاب کو جلد سے جلد تر پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔

مر مر کے میں نے شام غم ہجر کی تمام
آہوں سے کھینچ کھینچ کے لایا سحر کو میں

ہمیں یقین واثق ہے۔ کہ کتاب کی یہ دوسری جلد بھی علم دوست حضرات میں اسی طرح مقبولیت حاصل کرے گی جس طرح کہ جلد اوّل کا استقبال کیا گیا ہے۔ ہم نے اپنی دانست اور تحقیقات کے مطابق حتی المقدور اس جلد میں قرآنی حقائق اور حکمتی نشانات کا ایک کثیر اجتماع پیش کیا ہے۔ اور ہم پوری طرح سمجھتے ہیں کہ یہ تحقیقات بھی کوئی حتمی اور آخری نہیں۔ اس ضمن میں جوں جوں مزید غور و فکر کیا جائے گا۔ توں توں قرآنی محاکمات مزید در مزید نئی تجلیات کے تحت ظہور میں آتے جائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کئی حضرات ہماری تشریحات پر تنقید کے تمنی بھی ہوں گے۔ ہم پوری فراخ دلی سے انہیں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ ہمارا مطمع نظر محض یہی ہے۔ کہ قرآن حکیم و عظیم کو اس کی حکمت اور عظمت کے زاویوں سے دیکھا جائے۔ اور اس کے لائے ہوئے علم کو مکمل ضابطۂ حیات ثابت کیا جائے۔ تاکہ یہ عظیم کتاب نوعِ انسانی کے لئے ایک کامل علمی سرمایہ سمجھی جا سکے۔

کیا عجب میری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

اللہ تعالےٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

والسلام
مخلص خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہٗ
خوشاب ضلع سرگودھا مغربی پاکستان

Marfat.com

ایک اہم اعلان

ادارۂ تحقیقات حکمۃ القرآن اپنے نظریات کی مقبولیت کے تحت اب ایسے افراد کو سندات رکنیت جاری کر رہا ہے۔ جنہوں نے قرآنِ حکیم وعظیم کو کامل ضابطۂ حیات مانتے ہوئے۔ حکمت و سائنس کے علم کو خصوصی طور پر مسلمانان عالم کیلئے ازبس ضروری قرار دیا ہے۔ سند نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل قرآنی آیات دی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۲:۱۵۱ قرآن عظیم وحکیم

ترجمہ:۔ جیسا کہ ہم نے تم ہیں سے ہی ایک رسُول (محمد صلعم) بھیجا جو تم پر کتاب اللہ میں نازل شدہ ہماری آیات پڑھتا ہے۔ اور تم کو معاشرتی۔ اخلاقی۔ تمدنی اور ربوبیتِ عامہ کے تمام قوانین سُنا کر تمہیں ظاہری اور باطنی طور پر پاکیزہ فرماتا ہے۔ نیز تم کو صحیفۂ فطرت (یعنی کائنات) اور حکمت و سائنس کا علم بھی عطا فرماتا ہے۔ اور تمہیں وہ علم بھی بخشتا ہے۔ جو تم نہیں جانتے تھے۔ (یعنی تسخیر کائنات کا علم جو آگے چل کر معلوم ہونے والا ہے۔

مطبع۔ انصار آرٹ پریس سرگودھا

قیمت فی جلد ۵.۵۰ روپے بغیر محصول ڈاک، ایڈیشن اوّل

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ تحقیقات حکمۃ القرآن خوشاب ضلع سرگودھا

مغربی پاکستان

Marfat.com

اختتامیۃ الکتاب

جلد دوم

حکمۃ القرآن

معراج وارتقائے نبوی صلعم

حکمت وسائنس کی روشنی میں

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ حکمۃ القرآن جلد دوم

معراج و ارتقائے نبوی صلعم

معراج و ارتقائے انسانی فی الحقیقت علم کے اندر ہی مخفی ہے۔ اللہ تعالےٰ علم کا ماخوذ ہے۔ اُس کی کتابیں علم کے افشا کے لئے نازل ہوئیں۔ نوعِ انسانی نے اگرچہ اِس علم کے طفیل "اسٹرانومی" (علمِ نجوم) میٹرالوجی (علم الریاح) بوٹنی (علم نباتات) نیز بے شمار دیگر علموں کی داغ بیل رکھی ہے۔ لیکن وُہ علوم جن میں حیات کی تجلیات اور نور اور رُوح کی کرنیں موجود تھیں مثلاً (۱) رات اور دن کا علم۔ (۲) آسمان سے برستے ہوئے پانی کا علم (۳) شہد کا علم (۴) اختلافِ رنگ کا علم (۵) روح پر موت کے قابض ہونے کا علم (۶) بسط و قبض رزق کا علم (۷) نیند کا علم (۸) بیداری کا علم (۹) رؤیا یا خوابوں کا علم (۱۰) تخیلات کی پیدائش کا علم (۱۱) ذہنی انقلابات کا علم۔ (۱۲) حتمی نتائج اخذ کرنے کا علم (۱۳) نفس یعنی ذرۂ تخلیقی کا علم (۱۴) نفس کی حیات کا علم (۱۵) پروٹاپلزم جو مؤنث اور مذکر دو نفسوں دابۂ خورد بینی غرفہ (سیل) سے اور حیات کو جنم دیتا ہے کا علم (۱۶) ایک زندہ چیز یا نوع پیدا کر لینے کا علم وغیرہ وغیرہ۔ سب کے سب ابھی تک نا تلاش کردہ پڑے ہیں۔

اگرچہ قرآنِ حکیم و عظیم نے مندرجہ بالا نا تلاش کردہ علوم پر سیر حاصل اشارات پیش کئے ہیں لیکن عقلِ انسانی ابھی تک اِن اشارات کی تہ تک پہنچنے سے قاصر رہی ہے۔ نہیں بلکہ اگر کسی علم کو روحانیت کا علم قرار دیا جا سکتا تھا۔ تو وُہ اِن علوم سے ہی حاصل ہو سکتا تھا۔ یُوں تو ہم شب و روز علمِ ریاضیات، طبیعات و کیمیا، علمِ فلکیات وغیرہ وغیرہ میں غور و فکر کر رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک قرآنِ حکیم و عظیم کی روشنی میں ہم پہنچے ہیں۔ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ علوم بھی مادیات کی ماہیتوں سے بہرہ ور کر سکتے ہیں لیکن روحانیت جن علوم سے پرورش پاتی ہیں۔ وہ ابھی تک نا تلاش کردہ پڑے ہیں۔ اگرچہ ہم آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ رُوح سے روحانیت اور مادہ سے مادیت اخذ ہوئی ہے لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ دونوں شقیں فی الحقیقت ایک ہی سچے علم کی طرف لے جا رہی ہیں۔ جس کا تعلق خدائی علم سے ہے۔ مادیت اور روحانیت پر ہم اگرچہ سابقہ دو جلدوں میں سیر حاصل کر چکے ہیں لیکن ہماری نگاہ میں ابھی تک سچے علم کی تشریح تشنۂ تکمیل اِس لئے ہے کہ مادیت اور روحانیت کی شقوں کو ایک مقامِ اتصال تک نہیں پہنچا سکے۔ اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اپنے کمال حکمتی تجربات اور مشاہداتِ نظری و فکری سے اُس مقام اتصال کو عیانی طور پہ دیکھ نہ لیں۔ اور پھر اُس مقام سے آگے بڑھ کر اُس سچے علم سے روشناس نہ ہو جائیں۔ جس سے مرقت خدا اور خدا کے کارہائے نمایاں کو اکملیت کے ساتھ اور پوری طرح بنظرِ خود دیکھ کر اِس امر کا فیصلہ نہ کر لیں کہ اب خدا کی معرفت

Marfat.com

کیونکر ممکن ہے۔ یہ اولیاء اللہ کے مدارج یہ انبیاء کے حقائق و معجزات اور یہ علمی اور معرفتِ خدا کی تمام حقیقتیں اُسی وقت ایک حق کی صورت اختیار کر سکتی ہیں۔ جب ہم روحانیت اور مادیت کے دو دریاؤں کے مقامِ اتصال کو پاکر اُن کی تجلیاتِ مستقبل اور اُن کے اختلاط کے عظیم الشان معجزات بعد از مشاہدات علمی و بغایت مطالعہ نظری بچشم خود دیکھ نہ لیں۔

آیئے اب قرآنِ حکیم کی اِن آیات پر غور و فکر کیجئے اور دیکھیے کہ اِن کے نتائج سے کیا کیا فکری مظاہر اور نظریات رونما ہوتے ہیں

(۱) [illegible] - اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ .... الخ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش یا اُن دونوں میں مختلف پیدائشوں یا پیدا شدہ انواع میں بے شک عقل رکھنے والوں کے لئے ضرور بہت سے اشارات و معجزات ہیں۔ اور تمہاری اپنی پیدائش میں بھی اور دیگر حیوانات میں بھی وہی معجزات موجود ہیں یہ معجزات محض یقین رکھنے والی قوم کو دکھائی دے سکتے ہیں اور دن اور رات کے اختلاف میں اور جو رزق خدا نے آسمان سے اُتارا پھر اُسی سے زمین کی موت کو حیات سے بدل دیا۔ اور گیسوں اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں بھی عقلمند قوم کے لیئے اُسی قسم کے معجزات صاف صاف نظر آتے ہیں۔

(۲) [illegible] اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ○

بیشک رات اور دن کے اختلاف میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے اس میں بہت سے معجزات اور نشانات اُس قوم کے لئے صاف نظر آتے ہیں جو خدا کے قانونِ حکمت سے خوف زدہ ہو کر نتائج حاصل کرتی ہے۔

(۳) [illegible] وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ○ وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

اور یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی اعجازات ہیں اور تمہارے اپنے تخلیقی نفسوں میں بھی اُس قسم کے اعجازات مضمر ہیں۔ کیا تم (تجربات اور مشاہدات سے فائدہ اُٹھا کر اِن معجزات کو بنظرِ خود) دیکھتے نہیں؟ اور تمہارا رزق جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے آسمان میں بھی ہے۔ تو زمین و آسمان کے پروردگار کی قسم یہ اتنا ہی سچ ہے جتنا کہ تم بالتحقیق بول رہے ہو

(۴) [illegible] - اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۞ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

صاحبِ دانش لوگوں کے لئے آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں یا اُنمیں پیدا شدہ انواع میں اور دن اور رات کے اختلاف میں بہت سے علمی معجزات ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے لیٹے اللہ کے ذکر میں رہ کر اور زمین و آسمان کی تخلیقات کی ٹوہ کے لئے غور و فکر میں لگے رہتے ہیں (اور بعد از علمی نتائج) کہہ اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اِنہیں باطل پیدا نہیں فرمایا

(۵) [illegible] - وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ○

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش (یا اُن میں پیدا شدہ مخلوق) خدا کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ اور تمہاری زبانوں کا آپس میں مختلف ہونا اور تمہارے جسم کے رنگوں کا مختلف ہونا بھی، اتفاقی لحاظ سے علمائے فطرت کیلئے کئی معجزات صاف پیش کرتا ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا آیات پر غور و فکر کے بعد جو نتائج اخذ ہو سکتے ہیں یہ ہیں کہ اِن سب میں زمین و آسمان کے نام آئے ہیں۔ پھر مختلف خلقتوں کی طرف اشارہ ہُوا ہے۔ اور آخری آیت کو چھوڑ کر باقی تین آیات میں "فی" کا لفظ موجود ہے۔

گویا ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق بہ حیثیتِ مجموعی کیونکر ہوئی۔ انسان کو اپنی پیدائش پر نیز اپنے نفس تخلیق پر بھی غور کرنا ہے۔ اور لیل و نہار کے اختلاف سے جو علمی نتائج ظہور میں آتے ہیں اُنہیں بھی زیر غور لانا ہے۔ نیز یہ بھی دیکھنا ہے کہ تقویٰ عقل اور الباب جیسے الفاظ کو محض علم کی طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ علم حیوانات کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اولی الالباب کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ کہ جو لوگ دن اور رات۔ آسمان و زمین اور اُن میں مختلف مخلوقات کی کُرہ اور تحقیقات میں لگے رہتے ہیں۔ گویا اِن سے مراد مسجدوں کے مُلا نہیں بلکہ وُہ عالمانِ فطرت ہیں جو اپنی زندگی کو اِن اشارات و نظریات پر غور کرنے میں وقف کر چکے ہیں۔ یہاں ذکرِ خُدا کے صحیح معنوں کا بھی انکشاف ہُوا ہے۔ یعنی مولوی کی طرح محض مسجدوں میں بیٹھ کر تسبیح پھیرنے اور نماز گذار لینے والے ہی مُراد نہیں بلکہ کائنات فلکی و ارضی میں تحقیقات کرنے والے مُراد ہیں۔ اور غور و فکر اور تحقیقات سے کوئی نتیجہ ہی فی الحقیقت ذکر کے مترادف ہے ہمارے رزق کا آسمان میں بھی موجود ہونا اور اُس کی عطا کا وعدہ دیا جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ کسی وقت انسان آسمانوں میں پہنچ کر اپنا رزق زمین سے نہیں بلکہ آسمان سے ہی حاصل کرنے کا اہل بن جائے گا۔ گویا نقلِ مکانی کر جائے گا۔ مزید برآں گیسوں کے ہیر پھیر کے متعلق جلد دوم میں واضح کیا جا چکا ہے۔ اِن آیات سے اختلافِ زبان اور اختلافِ الوان کے دو اور عظیم علموں کا پتہ بھی چلتا ہے۔ جن پر ابھی تک نوعِ انسانی نے غور و فکر تک نہیں کیا۔

الغرض علمی معراج و ارتقا کے بے شمار مدارج ابھی تک نا تلاش کردہ پڑے ہیں۔ اور یہ مدارج اُسی وقت مختلف علوم کی صُورت اختیار کر سکتے ہیں جب نوعِ انسانی زمین سے نکل کر آسمان کی پنہائیوں میں پہنچے۔ اُن کی تخلیق اُن میں پیدا شُدہ مختلف خلقتوں کو دن اور چاند ستاروں کی صحیح ماہیت تک پہنچ کر اِن کی ہر شق کو ایک ایک کر کے نئے علم کا جامہ پہنا دے۔ پھر معلوم ہو گا کہ روحانیت اور مادیت کے بظاہر دو مختلف لیکن حقیقت میں ایک ہی مقام اتصال پہ جا ملنے والے ساتھ ساتھ چل کر آپس میں مِل جانے والے اور اسرارِ خُداوندی سے پردے اُٹھا دینے والے علوم بالآخر ایک ہی سچے علم کو دانسگاف کرتے ہیں۔ یہی واحد علم وُہ حقائق انگیز علم ہے جس پر یہ ساری کائنات چل رہی ہے۔ اگر ہم مندرجہ بالا دو علمی راستوں کو (یعنی علم روحانیت اور علم مادیت) دو مختلف دریاؤں سے منسوب کر دیں اور اُن کا منبع ایک ہی مقرر کر لیں۔ جو کائنات میں ایک مقام اتصال تک بظاہر جُدا جُدا رواں نظر آتے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان ایک برزخ حائل نظر آ رہا ہے۔ جو اُنہیں آپس میں بظاہر ملنے نہیں دیتا۔ اور اُن دونوں دریاؤں میں علم کے جواہرات موتی اور مونگے یکساں طور پر موجود ہیں۔ یعنی نہ روحانیت کا دریا بے فیض ہے اور نہ مادیت کا بیکار اور لاحاصل۔ نیز جب تک اِن دو دریاؤں کی فضائیں آپس میں مِل نہ جائیں اُن کا مقام اتصال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے جب یہ دونوں دریا ایک مقام اتصال پر پہنچتے ہیں۔ تو يَلْتَقِيَانِ کی صُورت اختیار کر کے ایک سمندر بن جاتے ہیں۔ نیز کائنات کے تمام الجَوَارِ المُنشَئٰتُ یعنی بڑے بڑے کتنے بھی جو کشتیوں کے بلند مستولوں کی مانند اِس واحد اور بے کراں آسمان کے سمندر میں اُٹھے ہوئے رواں نظر آتے ہیں۔ ثابت کر رہے ہیں کہ

Marfat.com

وُہ سب کے سب اُسی ایک سمندر میں اپنی جائے پناہ رکھتے ہیں۔ تو یہ مثال ایک قرآنی مثال سے بالکل مطابقت کرے گی جو سورۂ الرّحمٰن میں موجود ہے۔

الغرض اِس تمام کائنات میں صرف عِلم وحی ہی وہ عظیم علم ہے۔ جس کا قانون کائنات کے ہر خطّے پر حاوی ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں جس کی جائے پناہ محض علم وحی پر نہ ہو۔ ہم نے سابقہ دو جلدوں میں اِس امر کو واضح کر دیا ہے۔ کہ مادّہ بذاتِ خود کچھ نہیں۔ بلکہ قدرت و توانائی ہی وہ اصل چیز ہے۔ جس سے مادّے کی ایجاد ممکن ہے۔ پھر اُسی قدرت و توانائی سے مادہ اپنی ہیئت بدل کر پھر توانائی کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔ گویا مادہ محض قدرت و توانائی کا مرہونِ منت ہے۔ یہ حقیقت روزِ آفرینش سے اِس کائنات کی بُنیاد بنی ہوئی ہے۔ اور جب تک یہ کائنات موجود ہے۔ اِسے جھٹلانے کی کوئی جسارت تک نہیں کر سکتا۔ اِس لئے اب ہم اُس نازک اور لطیف تار کو چھیڑنے میں حق بجانب ہیں۔ جو روزِ آفرینش سے انبیأ کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات کی ایک حقیقت خیز آواز پیدا کرتی ہے۔ ذرا سوچئے کہ زمانے کی عدم ارتقار کے دَور میں کیا انبیاء کے معجزات سب کے سب محض ایک معمولی اور ادنےٰ اعمال تھے۔ جو عام نوعِ انسانی اپنے اپنے محدود ارتقائے ذہنی و قلبی کے مطابق سرانجام دے سکتی تھی۔ نہیں! بلکہ دیکھنا یہ ہے۔ کہ اِن اعجازات کے پیش کرنے کا مقصد سوائے اِس کے کچھ اور ہو سکتا تھا۔ کہ نوعِ انسانی اِنہیں دیکھ کر سچّے اور حقیقی علم کی طرف راغب ہو جائے اور اِس طرح اپنے سچّے پالن ہار خُدائے تعالےٰ کی معرفت کی قائل ہو کر بالآخر سب اجسامِ عالم چھوڑ کر ایک کی ہی بنی رہے۔ اِسی وحدت میں اُمتّوں کے وحدتِ کردار، وحدتِ عمل اور وحدتِ فکر کا راز تھا۔ جس سے نوعِ انسانی اُمتّتِ واحدہ بن کر اپنے وحدہٗ لاشریک کی مخلوق کہہ سکتی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ علمی ارتقاء کا ایک عظیم قرینہ بھی قائم کر سکتی تھی۔

معراجِ نبوی صلعم

گذرے ہوئے پیغمبروںؑ کے معجزات سے قطع نظر اپنے اولوالعزم پیغمبر صلعم کو ہی دیکھ لیجئے۔ اُن کا معراج آج تک تاویلات روایات اور متضاد متفرق المعانی احادیث کا شکار رہے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ معراج نبویؐ سے مراد آسمانوں اور کائنات کی سیر ہے۔ جو معہ جسدِ خاکی و عنصری ظہور میں آئی۔ کوئی محض رؤیا یعنی خواب اور مکاشفہ تک اِسے محدود کئے ہوئے ہے۔ کوئی مسجد حرام سے بیت المقدّس تک کی سیر تک اِسے محدود کئے ہوئے ہے۔ کوئی عرشِ مُعلّیٰ تک اِس کی انتہا بیان کرتا ہے۔ الغرض ہم ان متضاد احادیث روایات کے گورکھ دھندے میں پڑنا نہیں چاہتے۔ اور نہ اُن سے اِس عظیم عقدہ کی گرہ کشائی ممکن نظر آتی ہے۔ البتہ ان سب سے ایک بات جو ماننے کے قابل نظر آتی ہے: یہ ہے کہ یہ معراج ہوا ضرور ہے۔ نبی کریم صلعم نے فلکیات کی سیر بھی ضرور کی ہے۔ اِس عظیم الشان سفر میں بڑے بڑے نشان بھی ضرور دیکھے ہیں۔ اور جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا جنابِ رسالت مآب صلعم نے عین اُس مقصد میں وُہ کچھ ملاحظہ فرمایا جو نہ تو سابقہ انبیاءؑ میں سے کسی نبیؑ نے اور نہ آج تک نوعِ انسانی کے کسی بڑے سے بڑے عالمِ حکمت اور سائنسدان نے دیکھا ہے۔

Marfat.com

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ معراج فی الحقیقت علم اور واقفیت کی وہ آخری منہاج تھا جس کے لئے نوعِ انسانی کو پیدا کیا گیا تھا۔
لہٰذا احادیث و روایات سے قطع نظر معراج نبوی کو قرآنی حقائق کے مطابق دیکھیے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

۱۷ : ۱ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ
بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

ترجمہ ۔ انتہائی طور پر پاک ہے وہ ذاتِ خدا جس نے اپنے بندے (محمد صلعم) کو ایک ہی رات میں (اپنی قدرت سلطان کے تحفظ میں لے کر) سیر کرائی ۔ مسجدِ حرام (کعبہ) سے لے کر بہت ہی دور (کائنات کی) دوسری سمت کی ایک اور مسجد تک (اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی) جسے ہم نے بہت ہی بابرکت بنایا ہے اور اس کے ارد گرد چاروں طرف برکت ہی برکت منڈلا رہی ہے۔ (یہ واقعہ ہم نے اس لئے دکھلایا) تاکہ دکھائیں ہم اُسے (یعنی اپنے بندے محمد صلعم کو) اپنے اعجازات و عظیم نشانات (جو ساری کائنات میں موجود ہیں) (اب) وہ (اس عظیم واقعہ اور حقیقت کی من گھڑت تاویلات پیش کرنے والوں یا اس واقعہ سے سرمو انکار کرنے والوں کی روایات کو) سننے والا اور (اس واقعہ کو عین حقیقت سمجھنے والوں کو بھی) دیکھنے والا ہے۔

معنوی تشریح ۔ اَسرٰی کے الفاظ قرآن میں تین مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔

اوّل ۔ ۸ : ۶۷ ۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ۝

نہ تھا لائق واسطے نبی کے یہ کہ ہو واسطے اُس کے اسرٰی یہاں تک کہ خونریزی کرے بیچ زمین کے۔

دوم ۔ ۸ : ۷۰ ۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ .... الخ۔

اے نبی کہ واسطے اُن لوگوں کے جو اسرٰی سے بیچ تمہارے ہاتھوں کے ہیں۔ اگر جانے گا اللہ بیچ دلوں تمہارے کے بھلائی دے گا۔ بھلائی اُس چیز سے کہ لیا گیا ہے تم سے اور بخشے گا تم کو اللہ بخشنے والا مہربان۔

سوم ۔ ۱۷ : ۱ ۔ یہ آیت اُوپر سُرخی میں پیش ہے۔

پہلی اور دوسری آیت کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اسرٰی کا لفظ بطور اسم آیا ہے۔ اور اس کے معنے قیدی یا گرفتار شدہ وہ اشخاص ہیں جو غزوات میں مقید ہو کر مجاہدین کے ساتھ ساتھ دن اور رات بحفاظت چلتے رہے ہیں۔ تیسری آیت جو معراجِ نبوی سے متعلق ہے بس اسرٰی کا لفظ بطور فعل استعمال ہوا ہے۔ اور اس کا مادہ اوپر والے اسرٰی سے جدا ہے۔ اس لئے اس کے معنے رات میں چلنا، کسی کشادہ اونچے مقام کی طرف جانا وغیرہ ہیں۔ اس طرح آیت معراج میں اسرٰی کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ:

"پاکی ہے اُس ذاتِ خدا تعالیٰ کو جو اپنے بندے کو راتوں رات کسی کشادہ اونچے مقام تک یعنی مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی۔
بعض نے لے گئی کے الفاظ کو بدل کر سیر کرائی بھی کیے ہیں۔

گویا جناب رسالت مآب صلعم کو خدا نے سُبْحَانَ الَّذِیْ کے گرانقدر اور عظیم الشان الفاظ کے اظہار کے بعد ایک رات

Marfat.com

میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے تمام مناظر دکھائے۔ یعنی یہ انتہائی طور پر ایک عظیم واقعہ تھا۔ جس کا ذکر عظیم الشان پیرایے میں وحی کے ذریعے عوام الناس کے کانوں میں ڈالا گیا۔ اگر یہ واقعہ محض رؤیا یعنی خواب یا مکاشفہ یا الہام وغیرہ تک ہی محدود ہوتا اور آئندہ چل کر اُس کا عینی شہادت تک پہنچنا کچھ ضروری نہ تھا۔ تو خواب محض خواب ہی رہا۔ خواہ وہ سچا ہی کیوں نہ تھا۔ دشمنانِ اسلام اس کی سچائی پر اُس وقت تک یقین نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک کہ وہ خود اس واقعہ کی تمام ماہیئت اس سفر کے ذرائع اور دیگر لوازمات کو تسلیم نہ کر لیتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں ابھی تک ایسے حیرت انگیز واقعات بھی حقائق کے طور پر صاف نظر آتے ہیں جن کا وقوع یا اظہار عوام کے سامنے ابھی تک عالم وجود میں نہیں آیا۔ کچھ ایسے واقعات ہیں جن کو ہماری نگاہیں اب تک دیکھ چکی ہیں۔ اور کچھ ایسے واقعات بھی ہیں جن کو عین دورِ نبوی کے انسانوں نے بنظرِ خود پوری طرح دیکھ لیا تھا۔ گویا کسی معاملہ کی ایک یقینی اور عینی شہادت اُسی وقت مل سکتی ہے جب اُسی قسم کا کوئی واقعہ آنے والے دور میں بالکل عیاں ہو جائے۔ قرآن حکیم و عظیم کے منجانب اللہ ہونے کی یہ بھی ایک عظیم دلیل ہے۔ کہ اس کے واقعات نزول سے لے کر انجام کائنات تک جستہ جستہ اپنی حقیقتوں کو منظرِ عام پر لا کر ایک حقیقت بن رہے ہیں۔ جو کتاب مستقبل کا علم بخشتی ہو۔ اُسے انسانی کتاب کیونکر کہا جا سکتا ہے!

آیئے آگے چلیئے۔ (اوّل) مسجد حرام تو خانہ کعبہ ہے۔ اور مسجد کا لقب اُسے اُس دن ملا جب کعبے سے تمام بت اور شرک کی تمام اشیاء دور کر دی گئیں۔ اور اُس کی حرمت بحال کر دی گئی۔ اُس دن سے پہلے اُس کا نام بیتِ ابراہیمؑ یا مقام ابراہیم یا کعبہ ہی تھا۔

دوم۔ مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ کو ہی مسجد کا نام سب سے پہلے دیا گیا۔ اس سے پہلے دُنیا میں کوئی مقام مسجد کے نام سے مشہور نہ تھا۔ قرآن میں ہر قوم کے معبد خانوں کے نام علیحدہ علیحدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہیں۔ روایات کی من گھڑت حکایات نے بیت المقدس کو بھی مسجد کا نام دے کر یہ غلط فہمی پیدا کر رکھی ہے۔ کہ بیت المقدس فی الحقیقت ایک مقدس مسجد یا اس کا نام فی الحقیقت مسجدِ اقصیٰ تھا۔

سوئم۔ جب حضرت عمرؓ کے دور میں فتح کے بعد بیت المقدس میں پہلی مسجد عمر تعمیر ہوئی اور پھر بنو امیہ کے دور میں اُسی مسجد کو ایک عظیم الشان خوبصورت مسجد میں تعمیر کرایا گیا۔ تو بنی اُمیہ نے خود ہی اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھ دیا۔ جب تین سو سالوں کے بعد روایات اور احادیث جمع کی گئیں تو اُن میں قرآن کی مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس کی خود ساختہ مسجد اقصیٰ جو قرآن کے نزول کے ایک سو سال بعد تعمیر ہوئی تھی تصور کر لیا گیا۔ اور آج بھی ہمارے کم فہم علماء اور تاریخ دان بیت المقدس کی مسجدِ اقصیٰ کو قبلۂ اوّل یا مسجد اوّل قرار دے رہے ہیں۔

چہارم۔ قبلۂ اوّل تو فی الحقیقت کعبہ ہی تھا۔ جس کا ثبوت قرآن میں ان الفاظ سے ملتا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاس۔

پنجم۔ اگر فی الواقعہ معراج مقدس مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ تک ہوا اور وہاں کے تمام مناظر اور نشانات جناب

رسالتِ مآب صلعم کو دکھائے گئے تھے۔ تو پھر تاریخ کے یہ اوراق کیونکر صحیح تصور کئے جا سکتے ہیں۔ کہ آنحضور صلعم نبوت کے اعلان سے پہلے اور پچیس سال کی عمر میں ہی جبکہ آپ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے مال سے تجارت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ نے کم از کم دو بار شام کے علاقے میں چکر لگایا تھا۔ بیت المقدس اور شام کے دیگر بڑے بڑے شہر جو تجارتی مرکز تھے معراج سے پہلے ہی دیکھ چکے تھے اگر معراج کا سفر فی الحقیقت مسجد حرام سے لے کر بیت المقدس کی حالیہ مسجد اقصیٰ تک ہی تھا۔ یا اگر واقعی اُس دَور میں وہاں کوئی مسجد اقصیٰ کے نام سے مقام موجود تھا۔ تو اُنہوں نے اُسے خاص طور پر دیکھ لیا ہوگا۔ کیونکہ ملکِ شام میں یہی شہر تجارت کا گڑھ تھا۔

ششم۔ آنحضرت کے دَور میں بیت المقدس میں ہیکلِ سلیمان تھا۔ اور اُسی مقام کی عظمت و حرمت یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے۔ اِسی ہیکل کی وجہ سے اُس شہر کا نام ہی بیت المقدس رکھ لیا گیا تھا۔ وہاں کوئی مسجد۔ مسجد اقصیٰ کے نام سے قطعاً موجود نہ تھی۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کے معبد خانوں کا نام قرآن میں مسجد کے نام سے قطعاً موجود نہیں۔

ہفتم۔ آج بھی اگر ہم غور سے دیکھیں تو دنیا میں کئی مقامات پر عظیم مسجدیں مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ جس کی ایک مثال صوبہ پنجاب کے شہر بہاول پور میں نمایاں مل سکتی ہے۔ جہاں نواب صاحب بہاول پور نے ایک عظیم مسجد سنگِ مرمر سے تعمیر کرائی ہے۔ اور اُس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا ہُوا ہے۔

آپ ذرا اور آگے بڑھیئے۔ اصل مسجد اقصیٰ جس کا ذکر قرآن حکیم میں نمایاں ہے۔ وُہ کہاں ہے؟ یہ ہے وہ سوال جو ابھی تک تمام مفسروں کے لئے دردِ سر بنا ہُوا ہے۔ جب اصل معاملہ کو سمجھنے سے کوئی قاصر رہا تو یونہی من گھڑت طور پر بیت المقدس کی حالیہ مسجدِ اقصیٰ کو ہی روایات کی خبر بنا لیا گیا۔

<u>مسجد کے معنے</u>۔ سجدے کی جگہ اور مسجد حرام کے معنے ایک ایسی مسجد جو تمام قسم کے شرک اور بُرائی سے روک دی گئی ہے۔ حرام کے معنے روکاوٹ ہے۔

<u>اقصیٰ کے معنے</u>۔ بُہت ہی دُور جو ایک مقام مقررہ سے دوسری جانب بہت ہی دُور واقع ہو۔ گویا اِس زمین پر ایک مسجد حرام ہے جو کعبہ کے مقام پر تعمیر شدہ ہے۔ اور دوسری جانب اِس کائنات کی دُوریوں میں کہیں اور بھی اِسی قسم کی ایک عظیم سجدہ گاہ ہے جو فی الحقیقت آسمان کی انتہائی بلندیوں سے پار اور بہت ہی دُور واقعہ ہے۔ یعنی اِس زمین پر اُس کا وجود حتمی طور پر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصل آیتِ معراج کے ابتدائی الفاظ سُبحانَ الذِی کے الفاظ سے شروع ہوتے ہیں اور جن کا تعلق محض زمین کے عجائبات اور نشانات سے نہیں بلکہ آسمانوں کے اعجازات و نشانات کبریٰ ہی اِن عظیم الفاظ کے مصدق بن سکتے ہیں۔ چونکہ اصل مسجدِ اقصیٰ کو سوائے رسالت مآب صلعم کے کسی اور شخص نے ابھی تک نہیں دیکھا۔ اسلئے یہ واقعہ انتہائی طور پر عظیم اور صحیح طور پر معراج انسانی کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

آگے چلیئے اور مسجد اقصیٰ کی ماہیئت کو پھر غور و فکر سے دیکھئے۔ ارشادِ خُداوندی ہے۔ کہ اُس مسجد کے چاروں طرف (حولہٗ) یعنی اردگرد جملہ مناظر محض خوشنما نہیں بلکہ وُہ سب کے سب بے حد بابرکت انتہائی طور پر عظیم نشاناتِ خُداوندی ہیں۔ اور یہ ارتقائی سفر

Marfat.com

محض اس لئے طے کرایا جا رہا ہے کہ اے رسولِ صلعم آپ کو اِس حیرت انگیز اور بابرکت خطّے کے جملہ نشانات و اعجازات پوری طرح دکھا دیں۔ جنہیں آج تک کوئی زمینی شخصیت دیکھ نہیں سکی۔

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر فی الحقیقت مسجد اقصٰی بیت المقدس کی ہی کوئی مسجد تھی تو اُس مسجد کے ارد گرد کے جملہ نشانات وغیرہ کو تو یہود و نصارٰی کی تمام آبادی دیکھ چکی تھی۔ اِس لئے اُسے جنابِ رسالت مآب صلعم کو دکھانا اس عظیم الشّان واقعہ کی عظمت و شوکت کو کیونکہ ایک نادر موقعہ تصوّر کرایا جا سکتا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ پھر معراج نبویؐ کا مطلب ہی باقی کیا رہ جاتا ہے۔

اب حقیقتِ وحی پر مزید غور فرمائیں۔ اِس آیت کے آخر میں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ کے الفاظ موجود ہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالٰے اِس عظیم واقعہ کے بعد عوام کے خیالات کا جائزہ کیوں کر رہا ہے۔ یعنی مخالفینِ وحی کی بکواسات کو بھی سُن رہا ہے اور حقائق کے متعقدین کو بھی پوری طرح دیکھ رہا ہے۔ یہ سُننے اور دیکھنے کے اعلان کا مقصد محض یہی امور ثابت کرتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جناب رسالت مآب صلعم نے اِن آیات کے علاوہ عوام کو سمجھانے کے لئے (جو اُس وقت ارتقا یافتہ نہ تھے) اِس واقعہ کی کوئی مزید تشریح بھی فرمائی یا نہیں۔ قرآنِ عظیم کے قاعدہ کلیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور نے عوام کو وہی کچھ بتایا جو اُن پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ وحی کے الفاظ کے علاوہ نہ اُنہیں کچھ بتانے کی ضرورت تھی کیونکہ قوم ابھی ارتقا یافتہ تھی ہی نہیں کہ اِس عظیم واقعہ کو پوری طرح سمجھ ہی سکتی۔ بلکہ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ کے فرمان کے مطابق اُنہوں نے محض وحی کے الفاظ کی ہی تشہیر فرمائی۔ اِن وحی کے الفاظ کے علاوہ کسی مزید روایت یا حدیث کی آڑ لینا نہ صرف دُور از قیاس ہے۔ بلکہ عوام النّاس میں کئی عجیب اور غلط خیالات کے پیدا کر دینے کے مترادف بھی تھا۔ اِس لئے ہم بھی روایات میں وارد شُدہ حالات یعنی نمازوں کے تعین اور آسمانوں کے مختلف دروازوں کو کھلوانے دوزخ اور جنّت کے طبقات کو دیکھنے تمام سابقہ انبیاءؑ کی نمازوں میں اقتدار کرنے اور فرداً فرداً سب سے ملاقات کے واقعات میں پڑنے یا براق کی کسی مزید داستان میں پڑنا ہرگز مناسب نہیں سمجھتے۔ ہمارا دائرۂ فکر محض وحی کے الفاظ تک محدود ہے۔

اب ذرا مزید آگے بڑھیئے۔ کیا انسانی نوع میں آسمانوں کی پہنائیوں میں پہنچنے اور مختلف آسمانی نشانات کو بنظرِ خود دیکھنے کی صلاحیت اور استطاعت موجود بھی ہے یا نہیں جس کی بنا پر جناب رسالت مآب صلعم نے انسان ہوتے ہوئے آسمانی نشانات کو بچشم خود دیکھ لیا۔ متقدمین میں سے کئی مفسروں نے اِس اہلیت سے کلیتاً انکار کیا ہے۔ اور فیصلہ یہ دیا ہے کہ یہ تمام واقعہ محض کشف و رؤیا سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ انسان کا معہ جسم عنصری زمین سے نکل کر آسمان کی پہنائیوں میں جانا محال ہے۔ اگر ایسے مفسرین کے اِن خیالات کو مرکز اتفاق بنا لیا جائے۔ تو آج ہم سب جہالت اور بے علمی کے عمیق گڑھے میں گر کر رہ جائیں گے۔ جبکہ آج ہم سب اپنی آنکھوں سے زمین کے اقطار سے نکل کر آسمانی اقطار میں پہنچنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ چاند پر قدم جما چکے ہیں۔ ہماری مشینیں خود کار اعمال میں مصروف ہیں۔ اور ہم یہاں زمین پر بیٹھے چاند کے نشانات

Marfat.com

کو نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ اُس کے عناصر کے تجزیات بھی کر رہے ہیں۔ گویا زمین سے نکل جانا اور آسمان کی پنہائیوں میں پہنچ کر آسمان کے دیگر کروں کی سیر نہ صرف یقینی بلکہ ایک کھیل بن چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ سیر فی الحال محض مصنوعی مشینری کے ذریعے عمل میں آ رہی ہے۔ جبکہ آج سے چودہ سو سال قبل نہ تو ایسی مشینری معرضِ وجود میں لائی گئی تھی۔ اور نہ جناب رسالت مآب نے تمام صحابہ کے سامنے اِس قسم کی مشینری تیار کر کے پیش ہی کی تھی تو جنابِ رسالت مآب صلعم نے یہ عظیم معراج کا سفر طے کیونکر کیا ہوگا؟۔

یہ ہے وُہ سوال جواب اِس ضمن میں بے حد غور طلب ہے۔ آیئے اِسے بھی حل کیجئے:۔

قرآنی نقطۂ نگاہ کے مطابق ہر مادی شے محض قدرت و توانائی کے مرہونِ منت ہے۔ محض مادی شے میں یہ طاقت حتماً نہیں کہ وُہ بغیر توانائی اور قدرت کے ایک مقام سے دوسرے ادنیٰ ترین مقام تک بھی پہنچ سکے۔ یا اپنے آپ ہل جُل سکے۔ ہم کتاب کی سابقہ جلدوں میں اِس معاملہ کی وضاحت کر چکے ہیں۔ کہ مادہ جب کسی توانائی سے دوچار ہوتا ہے۔ تو اُس میں روح یعنی رفتار حرکت و حرارت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ وُہی مادہ اپنے خواص کو چھوڑ کر پھر واپس توانائی میں بدل جاتا ہے یہ نظریہ طبیعاتی اور کیمیائی تھیوریوں کے لحاظ سے اِس قدر مستحکم ہے کہ اِسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہاں تک کہ تخلیق مادہ بھی اِسی نظریے کا محتاج صاف طور پر ہے۔ اب دیکھئے کہ مادی مشینری میں تو از خود چلنے کی طاقت ہی نہیں چہ جائیکہ وُہ خود بخود آسمان کی پنہائیوں میں پہنچ جائے۔ اِس لئے غور و فکر سے کام لے کر اِس نتیجے پر پہنچنا لابدی ہے۔ کہ مشینری کو وہاں تک پہنچانے والی کوئی چیز ہے۔ تو وُہ محض طاقت، قدرت، یا توانائی ہے۔ جب تک مشینری کو ایسی مناسب توانائی سے ہمکنار نہیں کر دیا جاتا اُس وقت تک مشینری محض بیکار محض ہے۔ اور اگر توانائی طاقت یا قدرت جو کسی حالت میں بھی مادیت کا نام نہیں لے سکتی ایک بے جان مشینری کو چاند تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ تو پھر مسئلہ نہایت آسان تر ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ وہی توانائی طاقت یا قدرت جب انسان جیسی باشعور ہستی کے ہمنوا یا ہمرکاب بن جاتی ہے۔ تو اِنسان بغیر کسی دیگر مادی مشینری یا آلے کا محتاج نہیں رہ جاتا۔ اِس طرح وُہ بھی آسمان کی خلاؤں کی سیر کر سکتا ہے۔ لیکن ایسی طاقت قدرت یا توانائی کو انسان اپنے ہمرکاب بنا لینے میں کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے؟ یہ ہے مزید سوال جس پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

ابھی تک نوعِ انسانی میں سے علمائے فطرت یا سائنسدانوں نے اِس قسم کی توانائی قدرت یا طاقت کی ماہیت کو اگرچہ تجزیۃً دیکھ لیا ہے۔ اور اُس کا تجربہ بھی کر لیا گیا ہے۔ لیکن اُس طاقت و قدرت کو اپنے ذاتی وجود سے منسلک کر لینے کی اہلیت پیدا نہیں کر سکے۔ اگر تحقیقات و ریسرچ کی سرگرمیاں انسانی تخریب کا شکار نہ ہو گئیں (خدا ایسا نہ کرے) تو پھر جنابِ رسالت مآب صلعم کے بعد اِنسان اِس مرحلے پر پہنچنے میں کامیاب و کامران ہو کر رہے گا۔ اور عام مادیت سے تیار شدہ مشینری سے مستغنی ہو کر اُسی طاقت و توانائی کو اپنے عنصری جسم پہ استعمال میں لا کر آسمانی خلاؤں کی سیر ایک نہ ایک دن ضرور کر سکے گا۔ کیونکہ اِنسان میں بتدریج اعصابی اور ذہنی انقلابات بدستور رونما ہو رہے ہیں۔ اور وُہ اِس پر قادر ہوا چاہتا ہے۔ کہ اپنی خداداد مشینری میں اُسی طاقت و قدرت کو ہمنوا بنا لے اور بغیر دیگر مشینری کے وُہ فلک الافلاک کی سیر خود بخود اور حسب مرضی کرتا پھرے۔ یہ روحانیت کی وہ عظیم طاقت ہوگی

Marfat.com

جسے خدا نے "سُلطان" کے عظیم الشان لفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ اور جسے ہم اپنی زبان میں قدرتِ متحفظ کا نام دے چکے ہیں اور جو مَیں "مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ" کی آیت کے بعد سورۃ الرحمٰن میں واقع ہُوا ہے۔

آیئے کچھ اور آگے بڑھیئے۔ یعنی کیا یہ واقعۂ معراج آنے والے دَور میں ایک حقیقت بن جائے گا؟ اور کیا انسان مشینری کے ذریعے یا بغیر مشینری کے آسمانی خلاؤں میں سیر کر سکے گا؟ اِس ضمن میں قرآنِ عظیم و حکیم کی مندرجہ ذیل آیات کو بنظرِ غور و فکر و تحقیقات میں لایا جائے۔

اوّل۔ ۱۲ : ۱۰۵۔ وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ٥

اور آسمانوں اور زمین میں کتنے ہی نشانات ہیں جن پر وُہ (یعنی نوعِ انسانی کے افراد) چلیں پھریں گے۔ اور (اب) وُہ اُن سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ یَمُرُّوْنَ کے صحیح معانی محض چلیں پھریں گے۔ گذریں گے یا چکر لگاتے پھریں گے۔ ہیں

دوم۔ ۸۴ : ۱۹۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔

تم سواری کے ذریعے ایک طبق سے دوسرے طبق تک چڑھتے جاؤ گے۔

"تَرْكَب" کے معنے محض کسی شے پر سوار ہو کر سفر کرنا ہیں۔

سوم۔ ۲ : ۱۴۴۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ

ہم دیکھتے ہیں کہ تیری (یا تیری نوع کی) ذات آسمان میں چکر لگا رہی ہے۔

تَقَلُّبَ کے معنے گردش کرنا یا چکر لگانے کے ہیں۔

وَجْهِكَ کے معنے تیری ذات ہیں۔

فِی السَّمَآءِ کے معنے صاف طور پر "آسمان کی پہنائیوں میں" ہیں۔

چہارم۔ ۵۱ : ۲۲۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ٥ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ٥

اور تمہارا رزق آسمان میں (بھی) ہے۔ اور وُہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ سو آسمان اور زمین کا رب گواہ ہے کہ یہ یقیناً سچ ہے ٹھیک اسی طرح جو تم باتیں کرتے ہو۔ (یاد رہے کہ وعدہ ہمیشہ فردا کے لئے مخصوص ہے)

گویا جب تک انسان آسمان میں نہ پہنچے گا اُس کے لئے آسمانی رزق کا استعمال ممکن نہ ہو گا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کی حیرت انگیز شہادت کے بعد یہ وعدہ نوعِ انسانی سے ہو چکا ہے۔ تو پھر نوعِ انسانی کا آسمان کی پہنائیوں میں پہنچنا اٹل ہے۔ اِس سے محض بارش کا مفہوم لینا بالکل بے معنی سی بات ہے۔

پنجم۔ زمین والوں کو آسمانی انکشافات کا ذکر اور آسمان کے کواکب پر نیز ابوابُ السّمٰوٰت کی اطلاع اُس وقت تک بے معنی رہ جاتی ہیں جب تک کہ انسان اِن آیاتِ عظیمہ کے حقائق کو بچشمِ خود دیکھ نہ لے۔

Marfat.com

جہاں تک پہلی - چہارم اور پنجم شقوں کا تعلق ہے اُن سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ انسان آسمانی نشانات کو دیکھنے کے لئے کسی مشینری کے ذریعے یا بغیر مشینری کے کامیاب ہوگا - گویا چلنا پھرنا رزق کھانا اور نشانات آسمانی دیکھنے تک محدود ہیں -

دوسری آیت - سواری کی حجت پیش کرتی ہے ۔

تیسری آیت - اگرچہ اِس آیت سے بظاہر جناب رسالت مآب صلعم کی ذات کو مخاطب فرمایا گیا ہے ۔ لیکن مندرجہ ذیل قرآنی مثالوں کے مطابق یہ خطاب عام بھی تصور کیا جا سکتا ہے ۔ نیز اس سے یہ معاملہ بھی کھلتا ہے ۔ کہ جب نوعِ انسانی آسمانوں میں چکر لگانے کے قابل ہو جائے گی تو پھر نماز کی ادائیگی کے لئے قبلہ کی تشخیص حسب منشا خود ہی کر سکے گی - کیونکہ وہاں مسجد الحرام کی سمت کا اندازہ بالکل محال ہوگا ۔ اَیْنَ مَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کے معانی یہی ہیں ۔

خطاب عام کی امثلہ ملاحظہ ہوں -

۱) يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ....

یعنی اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو ....

اِس آیت میں خطاب تو بظاہر رسالت مآب صلعم کی طرف ہے ۔ لیکن یہ حکم فی الحقیقت عوام الناس کو دیا جا رہا ہے ۔

۲) فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ ۔ اگر تو ہو شک میں

نبی صلعم کبھی شک کا شکار نہیں ہو سکتے ۔ یہ خطاب بھی عام ہے - جیسے کہ قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَا اَعْبُدُ الَّذِيْنَ .... میں ارشاد ہوا ہے ۔

۳) لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

چونکہ انبیاؑ کسی حالت میں شرک کا شکار نہیں ہوتے اِس لئے یہاں بھی خطاب عام ہے -

۴) ۳ : ۸۱ - وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ .... وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ....

خطاب جملہ انبیاؑ کو ہے ۔ لیکن رسالت مآب صلعم کی بعثت کے وقت اُن میں سے کوئی بھی نبی موجود نہ تھا - لہٰذا اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ انبیاء کو خطاب فی الحقیقت اُن کی اُمتوں کو خطاب تھا کہ جب آخری پیغمبر تشریف لائیں تو وہ اُمتیں اُن کی ہر طرح مددگار ثابت ہوں ۔

لہٰذا

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ میں جہاں رسالت مآب صلعم کو خطاب ہے - وہاں آنے والی تمام نوعِ انسانی کو بھی مخاطب کیا گیا ہے ۔ گویا یہ خطاب خاص نہیں بلکہ خطاب عام بھی ہے -

ذرا اور آگے بڑھیئے ۔

Marfat.com

مندرجہ بالا واقعات پر اگر کچھ شک باقی رہ جائے تو خدا کے اِن اعجازات کو بھی زیرِ غور لایا جائے۔ جو بظاہر خرقِ عادت نظر آتے ہیں۔ لیکن اِن کا واقعہ ہونا قرآنی شہادتوں سے ثابت ہے۔ اگرچہ مختصر انداز میں یہ مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔ لیکن اِن چند واقعات پر غور و فکر کے بعد کچھ ایسا منظر آتا ہے۔ کہ یہ سب کے سب واقعات ارتقائے اِنسانی کے وُہ عظیم مدارج ہیں۔ جن سے بالآخر تمام نوعِ انسانی کا مشرف ہونا اٹل ہے۔

اوّل۔ ۹ : ۷۔ نُرِیَ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

یعنی حضرتِ ابراہیمؑ کا آسمانوں اور زمین کی ملکوت کا بچشم خود دیکھنا۔

دوم۔ ۲۳ : ۴۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا

حضرت موسیٰؑ خدا سے ہمکلام ہوئے۔

خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ مُوسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عصائے موسیٰ کے حیرت انگیز اعجازات۔

سوم۔ پیدائش عیسیٰؑ۔ اور حضرت مریمؑ کا ہر قسم کی عصمت مآبی کے بعد اور خُدا کی طرف سے فرج تک کی حفاظت کے الفاظ کے بعد حمل کا قرار پا جانا نیز حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کا ایک کلمہ قرار دے دیا جانا۔

چہارم۔ واقعہ معراج نبوی صلعم۔ وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا واقعات کے بعد ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ واقعہ معراج نبویؐ فی الحقیقت جسدِ عنصری کے ساتھ۔ اور کامل شعور و بیداری میں ہوا۔ اور اُن قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں کے روحانی استعمال سے ممکن ہوا۔ جو قدرتِ متحفظہ کے ضمن میں آتی ہیں (سُلطان)۔ اور جن سے خلائے آسمانی میں پہنچنا ممکن ہے۔ (سورۃ الرحمٰن) آج کی حکمت و سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ قدرتِ سُلطان یعنی قدرتِ متحفظہ اور اُس کے ساتھ دُوسری طاقتوں اور توانائیوں نے ایک بے جان مشینری کو زمین سے زہرہ اور مریخ تک بحفاظت پہنچا دیا ہے۔ چاند پر قدم جما لیئے گئے ہیں۔ اگر یہی طاقتیں قدرتیں اور توانائیاں ایک بے جان مشینری کو آسمان کی خلاؤں میں لے جا سکتی ہیں تو یہ امر کوئی تعجب کا باعث حتمی طور پر نہیں ہو سکتا کہ ایک بے جان مشینری کی بجائے انسان کی جاندار اور خدا داد مشینری کے ساتھ جب یہی قدرتیں طاقتیں اور توانائیاں ہمرکاب ہو جائیں گی تو اُس کے لئے زمین سے اُٹھ کر آسمانی خلاؤں میں پہنچنا ایک ادنےٰ کھیل ہو گا۔ یہی دَور پھر دورِ روحانیت کہلائے گا۔ وَھُوَ الْمُرَاد۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔

Marfat.com

سورۃ والنجم کی آیات

سورۃ والنجم بترتیب نزول بیسویں سورۃ تسلیم کی گئی ہے اور بحیثیت ترتیب موجودہ ۵۳ نمبر پر شامل ہوئی ہے یہ سورۃ مکی ہے۔ اس کی ابتدائی آیات الغایت ۱۸ کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ان میں بھی معراج نبویؐ کا ذکر ہے۔ آیئے اب ان آیات پر بھی غور و فکر کریں۔ ممکن ہے کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔

ماسبق مفسرین اور متقدمین نے ان آیات کی تشریح و تفسیر میں بھی لامتناہی تضاد پیدا کر رکھا ہے۔ ان آیات میں وارد شدہ ضمائر کو کہیں جناب رسالت مآب صلعم کی طرف کہیں جبریلؑ کی طرف اور کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے معنوں میں اس قدر تضاد پیدا کر دیا گیا ہے۔ کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مزید براں۔ والنجم کی پہلی آیت کا دوسری آیات سے تطابق و ربط۔ عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی میں ہٗ کی ضمیر فاستوٰی کی ضمیر یا مشارٌ علیہ پھر هُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی میں هُوَ کی ضمیر۔ پھر قَابَ قَوۡسَیۡنِ کی تشریح اَوۡ کے لفظ کا صحیح محلِ وقوع اور اس کی بقایا آیات کی ضمائر اس قدر پیچیدہ تر ہیں کہ سوائے کافی غور و خوض اور تحقیقات کے کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا محال نظر آتا ہے۔ مزید براں ان آیات کے صحیح مفہوم کا علم اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اُن روحانی وسائل معراج کو زیرِ نظر نہ رکھ لیں جن میں مختلف قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں کا ایک حیرت انگیز امتزاج ظاہر ہوتا ہے۔ نیز بوقت معراج اُن عظیم قدرتوں اور توانائیوں کا جسم عنصری کے ساتھ الحاق کیونکر ہوا۔ اِن امور کا علم بھی محض اُن قدرتوں کی اجتماعی ہیئت اور کردار سے ہی ممکن ہے۔

قرآنِ حکیم و عظیم کے بغائر مطالعہ کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اِس کائنات آسمانی و ارضی میں پھیلے ہوئے ستاروں اور سیاروں کی چار مختلف جنسی انواع موجود ہیں۔ یعنی شمسی اور قمری کرّے جو کواکب کے نام سے مشہور ہیں۔ اِن کے بعد انجم ہیں۔ اور مفسرین ماسبق نے اپنی تشریحات میں اِن سب کو ستارے اور سیارے شمار کر رکھا ہے اور اِن پر ایک مضبوط اور محافظ چھت آسمان کے نام سے واضح کی گئی ہے۔ لیکن اِس چھت کی تقویم جس چیز سے ہے اُس کا علم بھی کسی کو نہیں ہو سکا۔ مزید براں یہ کواکب اور انجم جس قدرت سے تخلیق پا رہے ہیں اُس کے نام سے بھی کلیتہً ناواقفیت کا اظہار کیا جا چکا ہے۔ اِن حالات میں اور احادیث اور بے انتہا طور پر متضاد روایات میں جو کچھ بھرا پڑا ہے۔ اگر اُن کو زیر غور لایا جائے تو اِن آیات کا اصل مطلب اور مفہوم ہی عنقا ہو کر رہ جاتا ہے۔ گویا اِن آیات کی حقیقتوں کو نہ تو روایات کا طومار حل کر سکا ہے۔ اور نہ مفسرینِ ماسبق کی علمی تگ و دو ہی کسی نتیجے پر پہنچا سکی ہے۔

Marfat.com

لہٰذا ہم اِن آیات کو اِس صدی کے قبل تک احاطۂ متشابہات میں داخل کر دینے پر مجبور ہیں۔ اور اب اِن آیات کی حتی المقدور تشریح دورِ حاضرہ کے ظاہر حکمتی اور سائنسی علوم کے نظریات کے تحت کرتے ہیں۔ یہ اِس لیئے کہ آج اِنسان نے اُن قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں کی کسی حد تک پہچان کر لی ہے جو ایک بے جان اور بے شعور خود ساختہ مشینری کو اور اُس کے ساتھ انسانی نوع کو بھی آسمانی کردوں تک لے جانے میں کامیاب ہو رہی ہیں۔ اِس لئے لازم ہے۔ کہ ہم اُن قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں کی قبل از تشریح آیاتِ متعلقہ کچھ نہ کچھ موجودہ حکمتی اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں تشریح کر دیں۔ تاکہ آئندہ چل کر والنجم کی حقیقت شدید القویٰ کا علم اور قوسین کے لفظ کی تشریح ممکن ہو سکے۔

یہ کائنات فی الحقیقت خُدا کی نگاہ میں ایک ذرّہ یا ایٹم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر ہم آج ایٹم کی ماہئیت کو کسی حد تک سمجھنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ تو اب اُس ذرّہ کائنات کی لم تک پہنچنے کے لئے بھی بہت سی آسانیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ دیکھئے کہ اِس وسیع کائنات میں بھی ایٹمی تجلیّات اور آیات کی طرح ہم مثل تجلیات اور آیاتِ خداوندی موجود ہیں۔ اِس میں شمسی اور قمری کواکب اِس میں نجوم کی بوچھاڑ۔ اور اِس پر ایک دیگر قسم کے ذرّات کے لشکروں کا مضبوط اور بے شگاف آسمان جو محض کششوں کو جنم دے رہا ہے۔ اور اپنی اندرونی کائنات کے کسی کرتے کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا۔ واضح طور پر موجود ہے۔ اگر فی الواقع یہ تمام آیات اور عظیم نشانات ایک ایٹمی کائنات کی طرح اِس وسیع تر کائنات میں بھی موجود ہیں۔ تو پھر ہمیں اس قدرت وطاقت کا علم بھی درکار ہو گا جس کی شدید قوتوں سے یہ تمام قدرتیں جنم لیتی ہیں۔ اور بڑے بڑے کواکب اور انجم اُس کی قوتوں سے معرضِ وجود میں آ جاتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں یہ شدید القویٰ قدرت جبریلؑ جس کا نام مغربی حکمانے پروٹان (PRO TON) رکھا ہے۔ کے مترادف ہے۔ اور وُہ اِس تمام کائنات کے نظامِ حیات کو چلائے رکھنے کے لئے اِس کائنات میں کہیں نہ کہیں یقیناً موجود ہے اور اپنے عظیم مناظر سے اِس تمام کائنات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ گویا یہ شدید القویٰ قُدرت فی الحقیقت ذُو مرّہ یعنی منبعِ عقل و شعور اور شدید زور آور قُدرت ہے۔ اور دیگر قدرتیں اُسی سے جنم لے رہی ہیں لیکن اُس سے مزید قدرتوں کی پیدائش کا قرینہ اور نظام کیونکر ہے؟ اِس کی تشریح اگر ہم ایٹمی تھیوری سے منطبق کر دیں۔ تو مسئلہ آسان تر ہو جائے گا۔

ہمارے عُلمائے فطرت اور موجودہ دَور کے سائنسدان ایک ایٹم کی جُملہ قدرتوں کی عام فہم تشریح یہ کرتے ہیں:۔
"کائنات کی اصل ابتداء ایک جوہر ہے۔ جسے ایٹم یا حیرت انگیز اور لطیف ترین ذرّے سے منسوب کیا گیا ہے اِس میں مختلف الاثر قدرتیں قیام پذیر ہیں (ہماری تحقیقات کے مطابق چار ہیں) پہلی قُدرت وُہ اصل قدرت عظیمہ پروٹان ہے۔ جو تمام دُوسری قدرتوں کو جنم دیتی ہے۔ وُہی کسی جوہر کی اصل ذو مرّہ اور شدید القویٰ قدرت ہے۔

Marfat.com

وہی نوری نظام کی ماخذ ہے۔ خود اندھیرے میں ہے۔ لیکن نور اسی سے پھوٹتا ہے۔ نور کیا ہے علم اور صناعی کی تجلیات ہیں۔ گویا غیب کو علمی شعور میں لا کر ایجاد و صنعت کی بنیاد قائم کرنے والی ایک عظیم قدرت کا نام پروٹان (PROTON) ہے۔ اسی قدرت کا نام ہم نے بعد تحقیقات جبریلی قدرت قائم کیا ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں اَسْمَلَاءِ الْاَعْلٰی (یعنی مرکزے یا نیوکلس کی جملہ قدرتیں) ہے۔ جس سے ہر تدبیر امر کی عقدہ کشائی ہوئی ہے۔ (جلد اوّل میں مندرج تشریح ملاحظہ ہو۔

(۱) اگر ہم انگریزی زبان کے لفظ پروٹو (PROTO) اور پروٹانز (PROTONS) کے معانی پر غور کریں۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ قدرت بجلی کے ایک خاصہ یعنی جمع (+) یا مثبت پر منتج ہوتی ہے۔ جو آگے چل کر اپنے حصے بناتی ہے۔ یہ قدرت ہر ایٹم کے مرکز پر مرکوز رہتی ہے۔ یہ ایک بے حد مخفی قدرت ہے۔ اور نیوٹرانز (یعنی نجمی قدرت) اسی سے ظہور میں آتے اور پھر مرکزے کی اصل قدرت کو تقسیم کر کے چمکدار حرکت و حرارت خیز کواکب یا ذراتی مشاہد کو ظہور میں لاتے ہیں۔ ان کواکب کا نام مغرب نے الیکٹرانز رکھا ہے۔

(۲) نیوٹرانز (NEUTRON) یہ ذرّے میں مخفی دوسری قدرت ہے۔ جس کی مقدار عموماً پروٹانز کے برابر ہوتی ہے۔ یہ قدرت نہ مثبت بار رکھتی ہے اور نہ منفی بلکہ پروٹانز کو قسط وار اور آہستہ آہستہ الیکٹرانز میں تقسیم کرتی رہتی ہے۔ گویا یہ تقسیمی قدرت ہے جسے عربی میں نجمی قدرت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور جس کا اصل قرآنی نام میکائیلی قدرت ہے۔

(۳) الیکٹرانز۔ (ELECTRONS) یہ چمکدار اور حرکت و حرارت کو پیش کرنے والے ستارے اور سیارے ہیں۔ جو ہر جوہری نیوکلس کے ارد گرد مخصوص حالوں یا قوسوں میں گھومتے اور طواف کرتے ہیں۔ ان میں جہاں شمسی ستارے ہیں وہاں قمری بھی ہیں۔ گویا یہ سب کے سب کواکب کی خاصیت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ مرکزے کی اصل قدرت پروٹان کی تقسیم کے بعد اندھیروں سے باہر آ کر نور پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی خاصیتِ حکمتی منفی پر دلالت کرتی ہے۔ گویا ان پر منفی بار موجود ہے۔ اسی قدرت کو اسرافیلی قدرت کا نام دیا گیا ہے۔

(۴) مندرجہ بالا تمام جوہری نظامِ قدرت ایک اور قدرت کی حفاظت و عاطفت میں چل رہا ہے۔ جس میں محض کششوں کا نظام جاری و ساری ہے۔ اور یہی کششیں جوہری نظامِ قدرت کی محافظ ہیں۔ گویا جس طرح آسمانی کواکب کی حفاظت آسمان کر رہا ہے۔ یہ قدرت اپنے اندرونی کواکب اور نظامِ توانائی کی نگہداشت کر رہی ہے۔ اس کا نام عزرائیلی قدرت ہے۔ لیکن مغربی تحقیقات میں اس کا ابھی تک کوئی مخصوص نام نہیں ملتا۔

گویا اگر ہر جوہر میں ایک مرکزہ ہے۔ جس میں ایک شدید القویٰ اور ذُو مِرّہ قدرت اپنے ساتھ میکائیلی قدرت کو لیئے ایک نوری نظام یا نظامِ توانائی پیدا کر رہی ہے۔ تو لازم ہے۔ کہ اس وسیع تر کائنات کے جوہر کے عظیم مرکزہ

Marfat.com

میں بھی یہی نظام جاری اور ساری ہے۔ فطرتِ خُدا کے اِس عظیم مشاہدہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ نظامِ توانائی کا مقام یا مرکزہ ضرور اور بالضرور کہیں نہ کہیں اِس وسیع تر کائنات میں بھی موجود ہے۔ یہی وُہ عظیم خبر ہے۔ جو اَلْملاءِ الاَعْلیٰ کی آیت ۳۸ : ۷۰ میں صاف نظر آ رہی ہے۔ یعنی

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝

اے محمد صلعم (علم حکمت کے متلاشیوں کو) کہہ دیجئے کہ یہ تو ایک عظیم خبر ہے۔ جسے تم ابھی تک غور و فکر میں نہیں لا سکے اور اُس سے اعراض کئے ہوئے ہو۔ اِس خبر سے پہلے مجھے اُن بلند مرتبت اور غالب قدسیہ قدرتوں کی مجلس (یا اُن کے مرکزہ یا نیوکلس) کا (اَلْملاءِ الاَعْلیٰ) کچھ علم نہیں تھا۔ کہ جب وُہ (کسی بیرونی تخریب سے اپنے نیوکلس کی حدود کو توڑ کر) ایک تباہ کن اور ہیبت ناک جنگ پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سورۃ صٓ کی ہیں جو مکی سورۃ ہے۔ اور والنجم سورۃ کے بعد اُتری ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ ان آیات کے بعد تخلیقِ انسان کا واقعہ اور پھر اُس کا تخریبی قُدرت سے واسطے کا اظہار ہوتا ہے اور انجام کار یہ آخری آیت ہے۔

۳۸ : ۸۸ ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝

یعنی ایک عرصہ کے بعد اِس عظیم خبر کا کماحقہٗ علم تم بخوبی سمجھ لوگے۔

سُبْحَانَ اللہ آج پُورے تیرہ سو سال کے بعد اور نزولِ قرآن سے چودھویں صدی کے اندر اُس عظیم خبر کا کماحقہٗ علمی انکشاف ایک جوہری ایٹم کی تحقیقات کے بعد منظرِ عام پر آچکا ہے۔ اور اِس علمی انکشاف کے بعد جہاں جبریلی۔ میکائیلی؛ اسرافیلی اور عزرائیلی قدسیہ قدرتوں کی ماہیت کا پتہ چل چکا ہے۔ وہاں اِنسان اپنی قدرتوں کو ایک خُود ساختہ عنصری مشینری میں استعمال میں لاکر آسمان کی بُلندیوں کی کماحقہٗ سیر بھی کر رہا ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز علمی انکشاف صاف طور پر آیت (۳۸ : ۸۸) بالا کا مصدق نہیں اور کیا آج اِس نَبَؤٌا عظیم کے علمی مشاہدات کے زور پر وَالنَّجم کی آیات کا حقیقی اور علمی انکشاف صاف طور پر ہماری نگاہوں کو چکا چوند نہیں کر رہا؟ گویا والنجم کی آیات فی الحقیقت اُن قدسیہ قدرتوں کی ماہیتوں اور اُن کی جلوہ آرائیوں کے نتائج ہیں جن سے جنابِ رسالت مآب صلعم نے آسمانوں کی سیر کی اور اپنے وجُود سمیت اُن قدسیہ قدرتوں کے مرکزے اور اُس کی دو قوسوں اور اُن سے بھی نزدیک تر پہنچ کر دم لیا۔ گویا اُن کے وجود کی عنصریت اور مادیّت کلیتاً نُور میں بدل گئی۔ اور وُہ بھی ایک عظیم توانائی کی صُورت اختیار کر کے علم کے تمام خزانوں کو سمیٹ لے گئی۔ یہ علمی خزانہ فی الحقیقت ایک شدید القویٰ اور ذُو مرّہ قدرت کی معرفت ملا جس کا اشارہ صاف طور پر آیت عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى سے ظاہر ہے۔ اور یہی آیت والنجم کی ان آیات کی اصل رُوح ہے۔

مندرجہ بالا مختصر لیکن معنی خیز تشریح کے بعد ہم یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اِس کائنات میں محض جوہر ہی

Marfat.com

ایک ایسی چیز ہے جس سے یہ کائنات رواں دواں ہے۔ ہر جوہر کی مندرجہ بالا قدرتیں ہی اُس کی کائنات کی ضامن ہیں۔ گویا کائنات کی ہست و بود انہی سے ہے۔ اب مندرجہ بالا تشریح کے مطابق سورۃ والنجم کی مندرجہ ذیل آیات پر غور و فکر فرمائیں اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔

٥٣ : ١٨-١ - وَالنَّجْم

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ یہ شہادت خیز اطلاع ہے۔ کہ نجم جب ھَوٰی ہوا (جلد دوم میں ھاویہ کی تشریح میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصل میں ہائیڈروجن عنصرِ اوّل کے جوہر سے ہے جو بالکل کم وزن اور جس میں محض پروٹان کی قدرت موجود ہے اور اگر وُہ ارتقاء نہ کرے تو تمام مادیت اپنی جڑ سے اکھڑ کر فنا کے گھاٹ اُتر جائے کوئی بُلند عنصر وجود میں نہ آسکے۔ (فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ) (ھوٰی) جب میکائیلی قدرت جوہر کے مرکزے سے محض ایک پروٹان کے وسیلے ایک الیکٹران کو جنم دیتی ہے (ھوٰی یعنی ہائیڈروجن کے اوّلین عنصر میں میکائیلی قدرت عنقا ہو جاتی ہے - (وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى) یا علمی خزانے (پروٹانز کے نیوکلس) سے ایک وقتِ مقررّہ پر باہر گرنے والا قسط وار حصّہ (اَلنَّجْم) علمِ غیب کو اَلشَّهَادَة میں لاکر روشن ستارہ بنا دیتا ہے۔ (اَلنَّجْم) یا علمی خزانے کو آہستہ آہستہ تقسیم کرنے والا (النجم) یا علمی نتائج کو پروٹانز سے باہر نکال کر واضح اور روشن صُورت میں پیش کر دینے والا نیوٹران (النجم) یا وُہ علم کا جزوِ نور جو نیوکلس کے اندھیرے سے اپنی لَو کو باہر نکال کر ایک تجلّی پیدا کر دیتا ہے (النجم) یا وُہ علمی خزانے (پروٹانز) میں شگاف کر کے غیب کو علم کا جامہ پہنانے والا (النجم - اَلطَّارِق - النجم الثَّاقِب) جب خفیف جوہری توانائی کو گرا کر تجلّی رونما کر دیتا ہے - (ھوٰی) جب ہائیڈروجن کے جوہر کے محض ایک الیکٹران کو نیوکلس یا مرکزے سے باہر نکال کر نیچے یا اُوپر نکال دیتا ہے۔ یا گرا دیتا ہے۔ (ھوٰی) یا علمی تجلّیات کو نیوکلس سے نکال کر اِدھر اُدھر پھیلا دیتا ہے (وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى) اور خود اپنے جوہر کو فنا کر دیتا ہے۔ (وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى) تمہارا دوست (محمد صلعم) (جو اِس علمی

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ حقیقت سے پوری طرح بہرہ ور ہو چکا ہے۔) نہ تو گمراہ ہو رہا ہے۔ اور نہ بہک گیا ہے۔ (یعنی اِس

وَمَا غَوٰى ۝ عظیم خبر کے پہنچانے میں وہ کوئی بے معنی اور غیر حقیقی بات ہرگز نہیں کر رہا)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ اور وُہ گر کر یا ڈر دب کر یا اپنی فنا کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کوئی گفتگو آپ سے نہیں کرتا۔

الْهَوٰى (عَنِ الْهَوٰى کا دوبارہ استعمال معنوں کو پیش کرتا ہے۔ یعنی ھوٰی کے معنے بُلندی سے نیچے گر جانا۔ بے وزن بات کو ظاہر کرنا۔ یا اپنی فنا سے ڈر کر کچھ کہنا وغیرہ ہیں)

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ بلکہ یہ تو ایک راز کی علمی بات ہے۔ جو حکمِ وحی سے افشا کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

يُوحٰى ٥ (وحی کے معنے راز کی بات اور چھپا ہوا بھید بھی ہیں)

عَلَّمَهٗ شَدِيدُ یہ علم تو اُسے مضبوط قوتوں والی قدرت (جبرئیل کی معرفت) دیا گیا ہے۔
الْقُوٰى ٥

ذُو مِرَّةٍ ط (جو) منبعِ عقل و شعور اور ایک زور آور قدرت ہے۔

فَاسْتَوٰى ٥ (اِس نوری علم کے حصول کے بعد محمد صلعم) تیار ہو گیا۔ اور (آسمانوں میں جانے کا) ارادہ کر چکا۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ٥ اور (اب) وہ (محمد) انتہائی بلند مقامات تک پہنچ چکا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥ پھر (کائنات کی انتہائی دوری کے) قریب ہوا۔ (ثُمَّ دَنَا) پھر پہنچ کر واپس اوپر سے نیچے
آکر فروتنی سے جھکنے لگا (فَتَدَلّٰى)

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ پس وہ (محاکمۂ نور کے) دو الیکٹرانی حالوں یا قوسوں

اَوْ اور

اَدْنٰى ٥ اُن سے بھی کم تر مقدار فاصلہ سے آگے بڑھ گیا۔ (گویا الملاءِ الاعلیٰ میں داخل ہو کر نور ہی نور بن گیا)

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ پس جو علمی راز اور بھید تھے اُسے سب بتلا دیئے گئے۔ یعنی محمد (عَبْدِهٖ) کو جو راز کی بات
مَا اَوْحٰى کی جانی تھی کر دی گئی۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ اُس وقت اُس کے قلب و ذہن نے یعنی تمام شعوری قوتوں نے جو کچھ دیکھا اُسے جھوٹ یا باطل
مَا رَاٰى ٥ تصور نہیں کیا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى تو کیوں تم (اپنے ذاتی کم علم اور کم تر شعور کے ہوتے ہوئے) اُس منظر کی ماہیتوں کے متعلق جو اُس نے
مَا يَرٰى ٥ دیکھا اپنی بے حقیقت آرا سے بحث و تمحیص میں مبتلا ہو گئے ہو۔ (حالانکہ تمہاری علمی ارتقا ابھی اِس
تمام علمی ماجرے کو دیکھنے اور سمجھنے سے قاصر ہے)

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اور یقیناً اُس نے (یعنی محمد صلعم نے) اُس عظیم نوری منظر کو دوسری بار (واپسی پر) نزول کے وقت پھر دیکھا ہے۔
اُخْرٰى ٥ (گویا اِس نوری محاکمۂ قدرت کو ایک بار جاتی دفعہ اور دوسری بار آتی دفعہ یعنی دو بار دیکھا)

عِنْدَ سِدْرَةِ سدرۃ المنتہٰی کے پاس یعنی آخری نشانِ منزل کو طے کرتے ہوئے (سدرہ کے معنے یہاں
الْمُنْتَهٰى کوئی بیری کا درخت مراد نہیں بلکہ جیسے ہم آج بھی اپنی منزلوں کے نشان مخصوص درختوں کے نام پر
قائم کر لیتے ہیں اسی طرح سدرۃ المنتہٰی۔ آخری نشانِ منزل تھا۔)

عِنْدَهَا جَنَّةُ اُس کے پاس یعنی آخری نشانِ منزل کے پاس جنت ہے جو اصل ٹھکانا ہے۔ (ممکن ہے وہیں
الْمَاْوٰى ٥ مسجدِ اقصیٰ موجود ہو۔ واللہ اعلم)

Marfat.com

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝ جب اُس آخری منزل کے نشان پر (جوہری توانائی کا حیرت انگیز منظر پھیلا ہوا چھا رہا تھا۔ (یعنی قدرت اسرافیل کے الیکٹرانز کے خوشنما اور نُور آفریں کواکب اِدھر اُدھر طواف کرتے ہوئے نُور ہی نُور پھیلا رہے تھے)

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ اُن (نُور افشاں الیکٹرانز) کی تجلیوں سے نہ تو آنکھ اِدھر اُدھر ہو کر چُندھیائی اور نہ حد سے تجاوز کر گئی۔

لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝ یقیناً (اِس عظیم الشان سفر کے نوری مناظر میں) اُس نے اپنے رب کے بڑے بڑے (نُورانی مناظر مختلف قدرتوں کی تجلیات اور) عظیم تر اعجازات و نشانات صاف صاف دیکھے۔

اب ذرا غور و فکر کے بعد والنجم کی مندرجہ بالا آیات کو سمجھنے کی فرصت مل جائے تو آپ کو بخوبی ذہن نشین ہو جائے گا۔ کہ جناب رسالت مآب صلعم کو معراج اور سیر آسمانی سے پہلے اُن عظیم قدرتوں، طاقتوں اور توانائیوں سے پوری طرح روشناس کرایا گیا اور پھر آسمانی سفر پر تشریف لے گئے۔ یہ سفر یقیناً کسی مصنوعی مشینری۔ راکٹ یا چاند گاڑی کی نیاری کے بغیر تھا۔ نہیں بلکہ جو قدرتیں طاقتیں اور توانائیاں راکٹوں اور میزائیلوں جیسی بے شعور اور خود ساختہ مشینوں کو اوپر لے جانے میں کام کرتی ہیں۔ اُنہیں اپنی خُدا داد اور باشعور مشینری یعنی جسم انسانی کے ساتھ منسلک کر لینے سے تھا۔ یہ ایک خُدا داد حکمت بالغہ سے ممکن ہوا۔ اُن روحانی قدرتوں سے آشنائی اور اُن کی ماہیتوں سے کماحقہٗ واقفیت سے پیدا ہوا۔ بہر حال جیسے ہوا امر خدا سے ہوا۔ اور آئندہ چل کر کسی دور میں (بعد حین) یہ انسانی نوع اِسی حکمتِ بالغہ سے یقیناً سرفراز ہو کر رہے گی اور قرآن عظیم وحکیم کی اِن آیات کی عملی تفسیر پیش کرکے رہے گی۔

ابھی نوعِ انسانی نے کیا دیکھا ہے۔ ابھی تو اُن اہم قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اُن سے کچھ علم نصیب ہوا ہے۔ اُن کی صحیح ماہیتوں کا کچھ کچھ پتہ چلا ہے۔ جب قرن ہا قرن کے بعد انسانی جسم میں اعضائی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ اور ذہنِ انسانی ایک طرف ارتقاء میں اور دوسری طرف عمر اور جسم انسانی تنزل میں ہے۔ اور اُس میں حیرت انگیز طور پر اور نامحسوس انداز میں بتدریج ارتقائی اور اعضائی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ تو کیا عجب ہے کہ ایک وقت اِس نوع پر ایسا آجائے۔ کہ وہ اُن عظیم قدرتوں طاقتوں اور توانائیوں کو اپنے جسم میں سمو کر آسمانی سفر کی ابتداء بغیر مصنوعی اور بے شعور مشینوں کے کردے۔ وہ وقت فی الحقیقت وَالْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ کا ہوگا۔ کائنات اور جسم انسانی سے دس اندھیروں کو ہٹا دینے کے بعد الفجر کے ظہور کا ہوگا۔ مادہ نور میں بدل رہا ہوگا۔ ہر طرف نُور کا ظہور ہوگا۔ اور انسان جو آج محض زمین کا وارث ہے بالآخر تمام کائنات کا وارث اور والی بن رہا ہوگا۔ کائنات کی تسخیر کی صحیح تفسیر و تشریح کو پیش کر رہا ہوگا۔

ہاں! ہاں!! ابھی نُور سے آشنائی کا وقت ہے۔ کچھ اندھیرے کافور ہو چکے ہیں اور کچھ ابھی باقی ہیں۔ یہ

Marfat.com

حکمتِ بالغہ اور حقیقی سائنس کی وہ باتیں ہیں جو سے نوعِ انسانی کو بتدریج سبق اور ذکرِ خدا حاصل ہو رہا ہے۔ آیئے اب اِس ضمن میں روایات کے ایک اور تھیلے کو اُلیٹئے اور دیکھئے کہ مسئلۂ تحویل قبلہ کی حقیقت کیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ معراج نبویؐ کے ضمن میں پیش کی گئی آیات جو سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" میں شروع شروع میں واضح کی گئی ہیں سے" بیت المقدس کے نام کی حالیہ مسجد اقصیٰ کی حقیقت مزید روشن ہو جائے۔ اور روایات کی تمام تاریکیوں سے باہر آ کر ہم کسی حقیقت کو پا سکیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تحویلِ قبلہ کی روایات کی حقیقت

قرآنِ حکیم کی روشنی میں

عُلمائے متقدمین یا روایاتِ مروجہ پر کُلیتاً انحصار رکھنے والے اصحاب نے صاف لفظوں میں لکھا ہے۔ کہ تحویلِ قبلہ کا واقعہ قرآنِ حکیم وعظیم میں موجود ہے۔ اور اِس واقعہ کی ماہئیت یوُں ہے. کہ سابقہ قومیں یعنی یہوُد اور نصاریٰ اپنی نماز کی ادائیگی کے وقت بیت المقدس کی طرف منہ کیا کرتے تھے۔ اور آنحضور صلعم کی مکّی زندگی میں جبکہ اُنہیں ابھی کوئی حکم کعبہ کی طرف منہ کرنے کا نہیں ملا تھا۔ وہؐ بھی بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ البتہ اِس انداز میں کعبہ بھی درمیان میں آجاتا تھا۔ لیکن مدنی زندگی میں واضح حکم مل گیا کہ اب آپ بجائے بیت المقدس کے المسجدالحرام کی طرف منہ کر کے نماز ادا کیا کریں. مزید برآں روایاتِ مروجہ کے مطابق علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مدنی زندگی میں نماز ادا کرتے وقت چونکہ کعبہ پشت کی جانب اور بیت المقدس منہ کی جانب آ جاتا تھا۔ اِس لئے حضوؐر کو یہ خواہش ستانے لگی کہ اُنہیں نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی اجازت مل جائے چنانچہ واقعہ روایتی یوں پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ایک روز مسجد قبا میں لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے انہیں اطلاع دی کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور لوگوں نے حالتِ نماز میں ہی شام یعنی بیت المقدس سے منہ موڑ کر مکہ یعنی مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیا۔ یہ روایت کتاب التفسیر میں امام بخاری نے پانچ مختلف طریقوں سے بیان فرمائی ہے۔ اور براءؓ کی روایت کو کہ نبی کریم صلعم نے مدینہ میں آ کر سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے

Marfat.com

نماز پڑھی تب آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو گیا۔ یہ روایت بھی دو طریق پر آتی ہے۔ اور حضرت انسؓ کی روایت کہ انہوں نے فرمایا کہ اب ان لوگوں میں سے جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی میرے سوا کوئی زندہ نہیں رہا۔ اور پھر اس کی مؤید حضرت عمرؓ کی وہ روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ جو وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى کے ماتحت امام بخاری کتاب التفسیر میں لائے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتوں میں میری رائے کا توافق اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا جن میں سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم لو اتخذت مِنْ مَّقَامِ ابراهيمَ مُصَلًّى یعنی آپ مقامِ ابراہیم یعنی کعبہ کو مصلّٰے یا قبلہ بنائیں۔ پس ان روایات کے ہوتے ہوئے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ نبی کریم صلعم پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے پھر ہجرت کے سولہ سترہ ماہ بعد خانہ کعبہ کو وحی الٰہی کے تحت قبلہ قرار پایا۔ مزید برآں بعض کا خیال ہے کہ تحویلِ قبلہ دو دفعہ ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تھا علمِ روایات کا اختصار۔

مندرجہ بالا روایات کے ثبوت میں قرآنِ حکیم و عظیم کی جو آیات پیش کی جاتی ہیں وہ پارہ دوم کے شروع میں موجود ہیں۔ اور حقائق کو یوں پیش کرتی ہیں:۔ (البقر ۱۴۲ لغایت ۱۵۰)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ

(مدینے کے سابقہ یہود و نصاریٰ کے) بے سمجھ اور احمق لوگ بول اٹھیں گے کہ کس چیز نے اُن کو اُن کے مرکز (قبلہ) سے پھیر دیا ہے جس پر وہ (پہلے) تھے۔

قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۔

کہہ دیجئے کہ مشرق اور مغرب تو اللہ کا ہی ہے۔ وہی جس خواہشمند کو چاہتا ہے۔ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ (یعنی کسی قوم کی مرکزیت تو محض اُس کے مخصوص نظریات کے مطابق قرار پاتی ہے۔ نہ کہ مشرق و مغرب کی سمتوں کی اس میں کوئی اہمیت ثابت ہوتی ہے)

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک اُمّتِ وُسطیٰ بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو اور گواہ بنو اور رسولؐ تمہارا پیش رو اور گواہ ہو۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ

اور ہم نے اُس قبلے کو (کعبہ) جس پر تو پہلے سے ہی تھا۔ اِس لئے بنایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو رسول کی پیروی کرتا ہے۔ ایسے شخص سے الگ کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر چکر کھا کر واپس ہو جاتا ہے (یعنی یہود اور نصاریٰ میں سے نئے مسلمان ہونے والے اسلام لانے کے بعد کعبے کو اپنا مرکزِ توجہات اور مرکزِ نظام بنانے کے بجائے پھر بیت المقدس کو ہی اپنا مرکز بنا لینے سے اصل مسلمانوں سے الگ ہو جائے۔)

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ

اور بے شک یہ ایک بھاری بات تھی مگر (نہ) اُن لوگوں پر جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ تو یقیناً لوگوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ

ہم یقیناً تیری ذات کو آسمان میں گھومتے اور چکر لگاتے دیکھیں گے (تَقَلُّبَ کے معنے گھومنا اور چکر لگانا ہیں۔ اور وَجْهِكَ کے صحیح معنے تیری ذات یا تیری اصل ذات ہیں۔ فِى السَّمَآءِ کے معنے آسمان میں۔ اِس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب رسالت مآب کی اُمّت یا نوعِ انسانی (کیونکہ یہ خطاب عام بھی ہے) جب آسمان میں چکر لگائے گی تو پھر اُس کا مرجع توجہات یعنی قبلہ یا مرکزِ نظام زمین سے کیسے قائم رہے گا۔ نیز نماز جو فرض ہے کس قبلہ کی طرف رُخ کر کے ادا کی جا سکے گی۔ اِس اہم سوال کا جواب اگلی آیت میں آ رہا ہے)

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۝

پس ایسی حالت میں تجھے اُس مرجع توجہات یا مرکز یا نماز کے لئے قبلہ کی تلاش اُسی طرف بنا دیں گے جسے تو پسند کرے گا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

پس (ابھی تو) تُو یا تیری اُمّت یا نوعِ انسانی اپنے مرجع توجہات' مرکز، یا قبلہ، کو پیشِ نظر رکھنے کے لئے مسجدِ حرام کو ہی قائم رکھے۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

پس جہاں کہیں تم ہو (یعنی زمین پر) اپنی توجہات کا مرکز، یا اپنی ذات کو' اُسی کی طرف پھیرے رکھو۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۴

اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ اُن کے رب کی طرف سے یہی حق ہے۔ اور اللہ اُس سے بے خبر نہیں جو وہ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات کے بعد کی آیات کا محض ترجمہ پیش ہے۔ تاکہ اِس معاملہ پر مزید غور و فکر کیا جا سکے۔ " اور اگر تو اُن لوگوں کے پاس جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ تمام نشانات و اعجازات بھی لے آئے وہ تیرے قبلہ کی تابعداری نہ کریں گے. اور نہ تو اُن کے قبلے کا پہلے سے ہی تابع ہے (گویا حضور صلعم شروع سے ہی بیت المقدس یعنی یہود و نصاریٰ کے قبلے یا مرکزِ نظام کے تابع نہیں تھے اور تحویل قبلہ کی جملہ روایات باطل اور بے معنی ہیں نیز تابع کا لفظ صریح اشارہ کرتا ہے۔ کہ قبلہ کا مطلب صاف طور پر مرکز ہے نہ کہ نماز میں مُنہ کرنے کا) اور نہ یہود و نصاریٰ ہی ایک دوسرے کے قبلے یا مرکز

Marfat.com

کے تابع ہیں۔ (گویا ہر ایک کا مرکزی نظام جُدا جُدا ہے) اور اگر تو اُن کی گری ہوئی خواہشات کی پیروی کرے اس کے بعد جو تیرے پاس علم سے آچکا ہے۔ تو بیشک اس طرح تو بھی ظالموں میں سے ہوگا (یعنی حضور نے سوائے کعبہ کے کسی اور مقام کو کبھی اپنا مرکزِ توجہات نہیں بنایا)۔ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے۔ اُسے (یعنی اِس عظیم حقیقت کو) اِسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک فریق یقیناً حق کو چھپاتا ہے۔ اور وہ جانتے بھی ہیں ۵ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے۔ پس ہرگز جھگڑنے والوں میں نہ ہو۔ اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک طرف ضرور مقرر ہے۔ جدھر وہ اپنا منہ یا رُخ کئے رکھتا ہے۔ پس نیکیوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر حاصل کیا کرو۔ جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تمہیں (ایک ہی مرکز پر یعنی اَیْنَ مَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللہِ کے مطابق) اکٹھا رکھے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جہاں سے تو نکلے اپنی ذات کو مسجد حرام (کے اہم مرکز) کی طرف پھیرے رکھ۔ اور یقیناً یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ اِس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو ۵ اور جس سمت سے تو نکلے اپنی ذات کو مسجد حرام (کے مرکز) کی طرف پھیرے رکھ۔ اور جہاں کہیں (خواہ خلائے آسمانی میں یا زمین میں) تم موجود ہو۔ اپنی توجہات کو (وُجُوْھَکُمْ) اسی کی طرف (یعنی خدا کی طرف) پھیرے رکھو۔ تاکہ لوگوں کو کوئی دلیل تمہارے خلاف باقی نہ رہے (یعنی مختلف قبلوں یا مرکز کی جُدا جُدا تخصیص سے کوئی حجت اِسلام کے مخالفین قطعاً پیدا ہی نہ کر سکیں) مگر وہ جو اُن میں ظالم ہیں۔ سو اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تاکہ تم ہدایت پالو (۱۵۰)"

یہ تھیں وہ آیاتِ خداوندی جن سے روایات نے تحویلِ قبلہ کا بے سند مسئلہ لا کھڑا کیا ہے۔ آپ نے بغور دیکھ لیا ہوگا کہ اِن میں سے کسی آیت سے الصلوٰۃ یعنی نماز کا ذکر تک ظاہر نہیں ہوتا۔ نہ نماز کا نام ہی آیا ہے اب کوئی کیونکر تصور کرے کہ اِن آیات میں محض نماز میں قبلہ رُو ہو کر کھڑا ہونے کا ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود ہے۔ ہاں نماز یا الصلوٰۃ چونکہ قربِ الٰہی اور ضبط و نظم کا اوّلیں وسیلہ تھا۔ اور اطاعتِ امیر کے لئے ایک مرکز کی بنیاد پیدا کرتا تھا۔ اِس لئے جنابِ رسالت مآب صلعم نے سب سے پہلے مرکزیت کی داغ بیل بھی الصلوٰۃ سے ہی قائم فرمائی۔ گویا امورِ سلطنت اور دیگر اعمالِ صالح کے ساتھ ساتھ الصلوٰۃ کے عظیم نظام کے لئے بھی مسجد حرام کو ہی ایک مرکزی حیثیت یا مرجع توجہات اور انتظامی مرکز بنا دیا۔ معاملہ صرف اسی قدر تھا۔ لیکن روایات مروجہ میں بیت المقدس کے قبلہ کو بدلنا اور مسجد حرام کے قبلہ کو طویل عرصے کے بعد اپنا لینا تحویلِ قبلہ کے نام سے منسوب کر لیا گیا۔

دوسری طرف اگر فی الواقعہ یہود و نصاریٰ کی نمازی تنظیم کا کوئی قبلہ بیت المقدس مقرر تھا۔ تو مسلمانوں کی طرح اُنہیں بھی کوئی ٹھوس حکم ایسا ہوتا کہ وہ اپنے گرجے یا معبد خانے بیت المقدس کے رُخ پر ہر جگہ تعمیر کیا کرتے۔ تاکہ نماز کے وقت اُن کے موہنوں کا رُخ بیت المقدس کی طرف ہوتا۔ لیکن حقائق اور واقعات سے یہ واقعہ آج بھی ثابت

Marfat.com

ہو رہا ہے۔ کہ ایسا کوئی نظام اِن قوموں کا نہ تو پہلے تھا اور نہ اَب کہیں نظر آتا ہے۔ قبلہ کے لفظ کے لغوی معنے محض جہت اور سمت کے ہیں۔ قبلہ مقابلہ سے لیا گیا ہے۔ اور قبلہ اُس خاص حالت کا نام ہے جس پر کوئی سامنے کھڑا ہونے والا ہو۔ یعنی دو آدمی جب ایک دُوسرے کے سامنے کھڑے ہوں تو اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا قبلہ کہلائے گا۔ اَب عرف میں قبلہ کا لفظ اُس مکانِ مقابل کا نام ہو گیا ہے۔ جس کی طرف نماز میں رُخ کیا جائے۔ الغرض قبلہ فی الحقیقت ایک ایسے اجتماعی مرکز کا نام ہے جس کی طرف کسی قوم کی اجتماعی توجہات اور انتظامی خصوصیات ہر وقت مرکوز رہیں۔

مندرجہ بالا حالات پر اگر ذرہ بھر بھی غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب جناب رسالت مآب صلعم کو شروع سے ہی ملّت ابراہیمی کا پیرو بنا دیا گیا تھا۔ تو وُہ کسی حالت میں بھی کعبہ کو چھوڑ کر حضرت سلیمانؑ کے ہیکل یا حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کے قائم کردہ معبد خانے یا گرجے جن کے نام قرآن حکیم میں جُدا جُدا وضاحت سے لے لئے گئے ہیں۔ یا بیت المقدس کو نہ تو قبلہ تصوّر فرما سکتے تھے۔ اور نہ نماز ہی اُس کی سمت منہ کر کے ادا کرنے کو ضروری تصور کر سکتے تھے۔ جبکہ حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور یہود و نصاریٰ کی دونوں قومیں خُود بھی قبلہ رُو ہو کر نماز کی ادائیگی کا کوئی مخصوص نظام اور قرینہ اپنے اندر رکھتی ہی نہ تھیں۔ اِس لیئے تحویل قبلہ کی تمام روایات نہ صرف بے سرو پا بن کر رہ جاتی ہیں۔ بلکہ صریح طور پر من گھڑت اور یہود و نصاریٰ کی طرف سے داخل شدہ ثابت ہوتی ہیں۔

اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ کی عیاریوں نے اِس مسئلہ کو مسلمانوں کی کُتب میں اِس لئے داخل کیا ہے۔ کہ وُہ مسلمانوں پر یہ الزام عائد کر سکیں کہ اُن کے رسول صلعم نے کافی عرصہ تک تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی تھی اور اُسے قبلہ بنائے رکھا۔ اگر وُہ قبلہ دُرست نہ تھا۔ تو شروع سے ہی اِس قسم کی وحی اُن پر کیوں نازل نہ ہوئی اور قبلہ کو بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ لہٰذا قبلے کا بدلنا صریح طور پر خلافِ مصلحت اور نئے قبلے کا قائم کرنا محض یہود و نصاریٰ سے منافرت اور عناد کا باعث تھا۔ نیز چونکہ قرآن پر تو اِن قوموں کو اعتماد نہ تھا۔ اِس لئے اُن کی طرف سے قرآنی وحی کے اصلی حقائق کو بھی تحویلِ قبلہ کی منافرت انگیز اختراع سے مسخ کر دینے کی انتہائی مذموم کوشش بھی تھی۔ اور اِن کے متعلق لطیف سا اشارہ مندرجہ بالا قرآنی آیات سے بھی اخذ ہو سکتا ہے۔

تحویلِ قبلہ کا واقعہ ممکن ہی کیسے تھا جبکہ قرآن میں واضح اطلاع موجود ہے کہ "وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ" (اے محمّد تو یہود و نصاریٰ کے کسی قبلے کا قطعی طور پر تابع نہیں ہے) نیز قرآنِ عظیم سے قبلے کے لفظ کے صحیح معنے اُس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اگر تو آسمان میں گھومنے اور چکر لگانے لگے تو ہم وہاں تمہیں تمہارے حسب منشا قبلہ کی طرف پھیر دیں گے (۱۴۴)

صاف طور پر یہ ثابت ہوتے ہیں۔ کہ قبلہ محض مرجع توجہات اور مرکزِ نظام کا ایک نام ہے۔ جو انسان کے لئے ہر مقام پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ اِسی لئے خدا کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ مشرق و مغرب تو اللہ کے لئے ہیں۔ تم جِدھر منہ کرو گے اللہ کی ذات ہی تمہارے سامنے ہو گی (اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) اگر قبلے کا مطلب محض یہ تھا کہ اے محمّد صلعم آپ نماز

Marfat.com

کے وقت مسجدِ حرام کی طرف منہ کیا کریں۔ اور تحویلِ قبلہ کا اگر فی الواقعہ کوئی قصہ ہوتا۔ تو عین نماز کی جماعت میں جبکہ جناب رسالت مآب صلعم سب نمازیوں سے آگے تھے تو تحویلِ قبلہ کے وقت اُن کی ذات دیگر نمازیوں سے پیچھے ہو گئی ہوگی (جبکہ اپنی جگہ پہ ہی اُنہوں نے منہ پھیر لیا ہوگا) اِس طرح اُن کی قیادت اور امامت کیونکر قائم رہی ہوگی۔ آیتِ متذکرہ بالا سے جو اہم انکشاف ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلعم یا اُن کی نوعِ انسانی جب آسمان میں گھومے گی اور چکر لگائے گی۔ تو وہاں نماز کے لئے بھی اُن کے حسبِ منشا قبلہ بن جائے گا (فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا)

مندرجہ بالا حقائق و معارف کے بعد قرآنِ عظیم کا من جانب اللہ ہونا۔ اور آنے والی اطلاعات کا عطا کیا جانا کس قدر حیرت انگیز اور یقین آمیز ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلامی لٹریچر میں تحریف و تنسیخ مسائل کا ایک بیّن ثبوت بھی ملتا ہے۔ جو بے حد عبرت آموز ہے۔

آپ نے بخوبی دیکھ لیا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نے اسلامی کتب میں تحریف و تغیر کا جو گھناؤنا کردار ادا کیا ہے کس قدر حیرت انگیز اور تباہ کن ہے۔ قرآن کی مسجد اقصیٰ کے بجائے بیت المقدس اور مسجد حرام کے قبلہ کی جگہ پھر بیت المقدس کا نام روایات میں داخل کر دینا اس قدر عظیم عیّاری کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ کہ اُن کی گندہ ذہنی اور اسلام دشمنی کا اِس سے زیادہ اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے عالمِ اسلام کو چاہیئے کہ وہ خالصتاً قرآنِ عظیم و حکیم کے اصل اور سچے علم کو ہی محورِ غور و فکر بنائے رکھیں تاکہ کسی غلطی کا شکار نہ ہونے پائیں

یہ خود سوار اور خود سواری کا مسئلۂ سفر

ارتقاء و معراجِ انسانی کے ضمن میں ہم نے حتی الامکان یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان آسمانوں کی سیر کرنے کا پوری طرح اہل بنایا گیا ہے۔ خواہ وہ بذریعہ مشینری کے ہو یا بغیر مشینری کے۔ مشینری کے ذریعے سفرِ کائنات کا ثبوت تو نوعِ انسانی نے ابھی حال میں ہی دے دیا ہے۔ لیکن معراجِ نبوی کی طرح خود سوار اور خود سواری کا مسئلۂ سفر ابھی تک تشنۂ تشریح اِس لئے ہے۔ کہ ابھی عام انسانی نوع اِس قابل نہیں ہو سکی۔ کہ وہ بغیر مشینری کے زمین سے اُٹھ کر کوئی ادنیٰ سفر کر سکے۔ قرآنِ حکیم و عظیم کے بغائر مطالعہ کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا ارتقاء فی الحقیقت آسمانی تربیتوں کے تحت ہوتا رہا ہے۔ علم انسانی نوع کے ارتقاء سے ہمیشہ بلند و ارفع رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی نوعِ انسانی اُن کے کارہائے نمایاں کو واضح معجزات کا نام دے رہی ہے۔ حضرت نوحؑ کا معجزہ تعمیر کشتی اب نوعِ انسانی کے لئے لکھوکھہا سال بعد کوئی معجزہ نہیں رہا۔ بلکہ آج نوعِ انسانی بڑے بڑے مشینری سے چلنے والے جہاز سمندروں

کی تہہ پر چلا چکی ہے۔ حضرت ابراہیم کا آگ کو سرد کر دینے کا معجزہ اب کوئی معجزہ نہیں رہا۔ جبکہ انسانی تحقیقات نے گیسوں کی تحقیق کر کے آگ پر قابو پانے کا طریق بالکل آسان کر دیا ہے۔ لیکن انبیاء کے ارضی معجزات سے ہٹ کر اُن کے فلکی معجزات ابھی تک نوعِ انسانی کے لئے ورطۂ حیرت بنے ہوئے ہیں۔ خصوصاً طریقِ تولید میں حضرت عیسٰےؑ کی تولید کا معجزۂ عظیم جبکہ قرآنی اطلاعات اِس امر پہ بالکل واضح ہیں کہ حضرتِ مریم کو کسی مرد نے چھوا تک نہیں اُنہوں نے اپنی فرج تک کی کماحقہٗ حفاظت فرمائی (اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا......) (وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ) (وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً) یہ تمام شہادتیں اِس قدر عظیم ہیں۔ کہ فطرتِ خدا کی اِس عجوبہ نمائی پر دُنیا سر دُھن رہی ہے۔ گویا ایک انسان کا بن باپ کے پیدا ہو جانا ایک ایسی فطرتِ جدیدہ کا راز افشا کرتا ہے۔ کہ گویا یہ مرحلہ انجام کار تمام نوعِ انسانی پر وارد ہونے والا ہے یعنی ہر انسان حضرت عیسٰےؑ کی طرح بن باپ کے پیدا ہوگا۔ اِس مرحلہ پر آکر مرد اور عورت کی تفریق ختم ہو جائے گی۔ جیساکہ ابتدائی تخلیق کے وقت خورد بینی حیوانات میں آفرینش کے ابتدائی مراحل میں تھی۔ ایسی حالت میں وہ لاتعداد آسمانی کروں تک دوڑ لگانے کے قابل ہوگا۔ اُس کے ہاتھ پاؤں۔ دِل گردے ذہن آنکھیں اور کان سب کے سب ایک جدید تخلیق کی پیداوار ہوں گے۔ اور اُس کا گوشت پوست وغیرہ۔ سب کچھ ایک دوسرے اسلوب سے تیار ہوگا۔ (خَلْقًا آخَرَ) یعنی انسان ایک نئی اور دُوسری تخلیق میں ارتقاء کر جائے گا۔

جیساکہ اِس ضمن میں شروع شروع میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ حضرتِ ابراہیمؑ کا آسمانی اور زمینی ملکوت کا بچشم خود دیکھنا (كَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ) حضرت موسٰےؑ کا خُدا سے ہمکلام ہونا۔ اور جناب رسالت مآب صلعم کے معراج کا واقعہ اور لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ کے تمام واقعات نِرا رؤیا یا مکاشفہ نہ تھے۔ اور اگر کسی نبی کی نبوت عوامی نبوت قرار پاتی ہے تو پھر محض رؤیا یا مکاشفہ میں اِن سب نشانات اور اعجازات کے دکھانے کا مقصد فی الحقیقت بے معنی بن کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اِن نظریاتِ حقّہ کی روشنی میں ہم اِس یقین پہ پہنچنے میں ذرّہ بھر جھجک محسوس نہیں کرتے۔ کہ اقوام کی نبوت کے مرحلے پہ (جو نسل انسانی کی ہنگامہ(?) دور کے ضمن میں ایک نہ ایک دن حتمی طور پہ آنے والا ہے) انسان کا آسمانوں میں جاکر اُس کی ملکوت کو، اس کے نشانات اور اعجازات کو بچشم خود ملاحظہ کرنا اٹل ہے۔ انبیاءؑ اگرچہ اپنے خدا داد اور براہِ راست روحانی زورِ علم سے اِس امر پہ قادر ہو گئے تھے۔ کہ خدا کی ملکوت اور نشاناتِ عظیم کو بچشمِ خود دیکھیں۔ تو انسان کی پوری نسل کو بھی یہ واقعہ ایک نہ ایک دن پیش آنے والا ہے۔ اور اُس کا بھی ایک نہ ایک دن جناب رسالتِ مآب صلعم کی طرح صحیح دلعبیر ہو جانا اٹل ہے۔ آیئے اب مزید غور و فکر کیجئے کہ عوام الناس کو اِس مرحلے سے دوچار ہونے کے لئے مشکلات کیا ہیں۔ اور وہ

Marfat.com

دُور کیونکر ہوں گی ؟ خُدا کا یہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

۲۳/۱ بے شک اور بالضرور ہم نے انسان کو مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اُسے ایک مقررہ جگہ میں قطرہ آب (منی) بنایا۔ پھر اِس نطفۂ منی کو لوتھڑا بنایا۔ پھر اُس کو مضغہ بنایا۔ پھر اِس مُضغہ سے ہڈیاں پیدا کیں۔ پھر اُن ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ گویا مکمّل انسان بنا دیا۔ پھر اُس کو کسی دوسری پیدائش کا شروع کر دیں گے۔ پس بہترین تخلیق کرنے والا بڑا ہی صاحبِ برکت ہے۔ پھر تم اِس کے بعد یقیناً اجتماعی موت کا شکار ہو جاؤ گے۔ پھر قیامت کے روز اُٹھائے جاؤ گے۔"

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں یہ جملہ بے حد قابلِ غور ہے۔ یعنی ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ) یعنی انسانی نوع کی تخلیق میں مستقبل میں ایک دُوسرا تخلیقی کردار رونما کیا جائے گا جس میں اِس نوع کے اعضائی اناٹمی اور علمی شعور میں ایک عظیم تغیرّ و تبدّل پیدا ہو جائے گا۔ یعنی اُس کی تخلیق ایک دوسرے نظریۂ تخلیق میں بدل جائے گی۔ اور یہ اُس کے لئے دوسرا اور نیا دَورِ حیات ہوگا۔ اِس مرحلے کے بعد ہی انسان کی اجتماعی موت اور قیامت کا دِن ظہور میں آئے گا۔

ذرا مزید آگے بڑھیے اور انسانی جسم کے اندرونی اور بیرونی اعضا میں تغیرّ و تبدّل کی ایک عظیم مثال ملاحظہ فرمائیے۔

۸۶ - فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۔ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۔ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝

پس انسان کو چاہیئے کہ اِس پر غور و فکر کرے۔ کہ وُہ کیونکر اور کِس شے سے پیدا ہوُا ہے۔ وُہ اچھلنے والے پانی سے پیدا ہوُا۔ جو پیٹھ اور پسلیوں میں سے نکلتا ہے۔ بے شک اور بالضرور انسان اس پانی کو واپس لوٹا دینے پر بھی قادر ہے اور یہ ایک فیصلہ کُن قول ہے ہنسی ٹھٹھا نہیں۔ علمائے متقدمین نے اِنَّهٗ کی ضمیر خُدا کی طرف موڑی ہے۔ اور معنیٰ یہ کیا ہے کہ خُدا انسان کو واپس لوٹانے پر قادر ہے۔ حالانکہ آیت سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ غور و فکر کی دعوت انسان کو دی جا رہی ہے۔ اور طریقۂ تولید کی وضاحت انسان پر کی جا رہی ہے۔ اَور پھر ایک اور مقام پر قطرۂ منی کو ناپاک قطرہ بھی کہا گیا ہے۔ گویا خُدا انسان کو موجودہ طریقۂ تولید سے جو عمومی طور پر ناپاکی کا ایک مظہر بھی ہے۔ چونکارا ہا ہے۔ اور خُدا چاہتا ہے کہ انسان کی تولید پاکیزہ طور پر ہو۔ تاکہ وُہ ملاقاتِ رب کے لئے پُوری طرح تیار ہو سکے۔ اور اِس عظیم تبدیلی کے لئے تجربات کرے یا اُس پر غور و فکر کرے۔ تو وُہ اِس امر پر بھی قادر ہو سکتا ہے۔ کہ موجودہ طریقۂ تولید سے چھٹکارا پا کر ایک نئے طریقۂ تولید کی طرف لوٹ آئے۔ لہٰذا اِنَّهٗ کی ضمیر خالصتاً انسان کی جانب اور رجعہ کی ضمیر طریقۂ تولید کی طرف لوٹتی ہے۔

الغرض قرآنی تحقیقات کے بعد ہمیں کچھ ایسا نظر آتا ہے۔ کہ موجودہ نوعِ انسانی چونکہ ابھی تک اِس قابل نہیں

Marfat.com

ہوئی کہ وہ اپنے موجودہ جسم سے یا مشینری کے بغیر تسخیرِ کائنات کی کسی ادنیٰ منزل کو سر کر سکے۔ نیز تسخیرِ کائنات کا عظیم عطیہ چونکہ نوعِ انسانی کی سرشت میں لکھا جا چکا ہے۔ اِس لیئے جب تک نوعِ انسانی کے موجودہ جسم کے اعضاء میں اور علمی شعور کی وسعتوں میں مناسب ارتقائی تبدیلیاں رونما نہ ہو جائیں وہ مشینری کا محتاج ہی رہے گا۔ اور اُس کا یہ عظیم کائناتی سفر نقطۂ معراج تک نہ پہنچ سکے گا۔

حضورِ رسالت مآب صلعم چونکہ خاتم النبیّین ہیں۔ اُن کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور جو قوانینِ فطرت وحکمت دینِ قیم کے ساتھ قرآن حکیم وعظیم کی صورت میں نوعِ انسانی تک پہنچانے ضروری تھے وہ مکمل آ چکے ہیں۔ اِس لیئے ضروری تھا۔ کہ اُن کی نبوّتِ عظمیٰ قوم کی نبوّت اختیار کرتے ہوئے ساری نوع کے لئے احسانِ عظیم بنتی۔ اور اُن کا ارتقاء ومعراج بھی قوم کے لئے زینۂ ارتقاء ومعراج بنتا۔ اِس لحاظ سے ہم دھڑلے سے کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے اپنے عنصری جسم کے ساتھ اور بغیر کسی مصنوعی مشینری کے تمام کائنات کی کماحقہٗ سیر فرمائی۔ اور خدا نے اُنہیں اِس سفرِ عظیم میں عظیم نشانات اور اعجازات بچشمِ خود یقیناً ملاحظہ کروائے۔ محض خواب یا رؤیا اگرچہ نشانات کے دیکھنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

لیکن اِس مشاہدے کو کوئی ذی شعور انسان، ارتقاء کا آخری معراج اِس لیئے کہنے کو تیار نہ ہوگا کہ ایسا معراج وارتقاءِ انسانی اُمت کے لئے آگے چل کر کبھی سبق آموز یا عمل خیز معراج تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اِس طرح تسخیرِ کائنات کا مسئلہ بھی وہیں کا وہیں رہ جانا لازم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تسخیرِ کائنات کی راہوں کو ہموار کرنے کے لئے حضورِ رسالت مآب صلعم کو تمام کائنات کی مکمل سیر کرائی گئی۔ اور اب مستقبل میں وہی نبوّت یعنی وہبی علم سے کمال باخبری عوام الناس کے ورثے میں آنے والا ہے۔

اب سوال باقی یہ رہ جاتا ہے کہ جب رسالت مآب صلعم کے دور میں ایسی کوئی مشینری ایجاد نہیں ہوئی تھی تو اُس کے بغیر وہ آسمانوں کے سفر پر قادر کیسے ہوئے۔ آیئے اب اِس آخری مرحلے کو بھی حل کریں۔ اور قرآن حکیم وعظیم کی روشنی میں اِس کا قابلِ تسلیم ولیقین جواب پیش کریں۔ اِس ضمن میں ہمیں سب سے پہلے سفر کے مختلف ذرائع پر تحقیقات کرنا ہوگی۔ اِس لئے قرآنِ حکیم وعظیم کی مندرجہ ذیل آیات پر غور وفکر فرمایئے۔

(۱۶ : ۵-۷) وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

اور چار پاؤں کو اُسی نے پیدا کیا۔ تمہارے لئے اِن میں گرمی کا سامان اور دیگر کئی فائدے بھی ہیں۔ اور اُن سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝

اور تمہارے لئے اُن میں خوبصورتی اور جمال کا سامان بھی ہے۔ ایک وقت تک تم اُنہیں شام تک واپس لانے اور صبح کو چرانے کے لئے لے جا رہے ہو۔

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور وہ تمہارے بوجھ ایسے مقامات تک اُٹھائے جاتے ہیں جہاں تم سوائے انشقاقِ النفس کے (یعنی انشقاقِ ایٹم سے توانائی پیدا کرکے) پہنچ نہیں سکتے۔ تمہارا رب (اِس حکمتی اور سائنسی علم کو عطا کرنے میں) بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً ط — اور یہ گھوڑے اور خچر اور گدھے (وغیرہ تو اِس لئے پیدا کئے گئے ہیں) تاکہ تم اُن پر سوار ہو کر (معمولی سفر کر سکو) اور محض زینت کا سامان بنا رہے۔

وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ — اور (سفر کی غرض کے لئے) وُہ (تمہاری تخلیق میں) وُہ تخلیقِ (جدید) پیدا کرے گا جسے تم (ابھی تک) جانتے نہیں۔ (تاکہ تم اِن سواری کے جانوروں اور دیگر اسباب سفر سے مستغنی ہو کر طویل ترین سفر کرنے کے قابل بن سکو)

وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْھَا جَآئِرٌ ط — پھر اِس قصدِ سبیل کا مرحلہ تو خُود اللہ کے ذمّہ ہے اور اُس میں ایک راہِ عمل بے حد پیچیدہ اور پُر پیچ ہے۔ (جائر کے معنے۔ نزدیک تر لیکن پیچیدہ تر (جَارَعَنِ الطریق) جو سیدھی اور عام راہ سے مُڑ کر نئی صُورت سفر اختیار کرے۔ نیز اِسی سے جَوْر بھی ہے۔)

وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ — پھر ہر ایک کو یہ سبیل نعمتِ عظمیٰ خواہ وُہ اجتماعی صُورت میں بخشی جائے یا تخصیص کے ساتھ عطا ہو محض خُدا کی مرضی پر منحصر ہے۔
(قصد کے معنے:۔ مصدر بمعنی فاعل ہے۔ یعنی سیدھا اور استقامت والا راستہ اور صحیح راستہ جو ہر قسم کے سفر کے لئے بہترین طور پر مناسب حال ہو)

مندرجہ بالا آیات میں سفر کی جُملہ مختلف کیفیات کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ مختصراً قرآنِ حکیم و عظیم نے تین طریق پر سفر کی سہولتوں کا ذکر فرمایا ہے:۔

اوّل۔ بذریعہ سواری جانوراں۔ جو محض مختصر سفر کے لئے ہی ہو سکتی ہے۔

دوم۔ بذریعہ انشقاقِ النفس یعنی ایٹموں کے انشقاق سے پیدا کی جانے والی توانائی کے ساتھ جو محض مشینری میں استعمال کی جائے گی اور پھر مشینری کے ذریعہ دُور و دراز کا سفر طے ہو سکے گا۔

سوم۔ انسانی اعضاء میں تخلیق جدید پیدا ہو جانے کے بعد جب انسان جانوروں اور دیگر سفری مشینری سے بے نیاز ہو کر انتہائی دُور دراز کے سفر اختیار کر سکے گا۔

اوّل شق بحث طلب نہیں۔ دوم شق میں اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ کا نظریہ یقیناً حیرت انگیز اُس وقت تک تھا۔ جب انسانی ارتقاء اِس مرحلے تک نہیں پہنچی تھی۔ کہ پانی یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن کے آمیزے کے ایٹموں کو توڑ کر بھاپ اور گیس میں حرارت کے ذریعہ تبدیل کر لیا جائے گا۔ اور اِس گیس اور بھاپ سے بڑی بڑی ریلیں اور بحری جہاز چلا کر اپنے آپ کو طویل سفر کے قابل بنا لیا جائے گا۔ نیز انسان تیل کو گیسوں میں تبدیل کر کے یا اُس کے ایٹموں کو توڑنے کا عمل کر کے ایک ایسی توانائی حاصل کر لے گا جس سے اُس کی خُود ساختہ موٹریں۔ بسیں۔ ہوائی جہاز چل سکیں گے نہیں نہیں بلکہ کئی ایک عناصر کے ایٹموں کا انشقاق کر کے اور ایٹمی توانائی پیدا کر کے آسمانوں کی پہنائیوں تک کے سفر کو آسان بنا لے گا۔ آج چونکہ

Marfat.com

انسانی حکمت و سائنس کے علم نے یہ تمام ماجرا جو اِلّا بِشِقِّ الْاَنْفُس کے جملہ میں مضمر تھا عیاں کر دیا ہے۔ اور انسان کے سامنے ایٹمی توانائی کے اکثر اعجازات روزِ روشن کی طرح سامنے آ چکے ہیں اس لئے خدا کی یہ آیت عظیم متشابہات کے زمرہ سے نکل کر آئمہ محکمات کے احاطے میں داخل ہو چکی ہے۔ تیسرا طریقۂ سفر بالکل حیرت انگیز اور عقل و بینش کے لئے ابھی تک معمہ ہے۔ گویا اس کا دور ابھی تک نوعِ انسانی پر نہیں آیا۔ جناب رسالت مآب صلعم کے معراج کے عظیم سفر کی طرح عام انسان خود ہی سواری اور خود ہی سوار کی صورت اختیار نہیں کر سکا۔ تیسری شق سے واضح ہوتا ہے کہ انسان پر ایک دور ایسا بھی آنے والا ہے۔ کہ وہ سفر کے لئے ہر ایک مشینری سے بے نیاز ہو جائے گا۔ اور اس کے باوجود وہ جہاں چاہے گا جا سکے گا۔ لیکن ایسے انسان کی تخلیق جدید نظریاتِ سفر کے تحت تخلیق پذیر ہے۔ اُس کے جسم میں انتہائی طور پر عظیم ارتقائی اور اعضائی تبدیلیاں رُونما ہوں گی۔ چنانچہ اِس مقصد سبیل کا مرحلہ خود خُدا نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ اور یہ طریقِ سفر فی الحقیقت بے حد پیچیدہ تر ہو گا۔ جیسا کہ جائر کے لفظ سے ظاہر ہے۔

متقدمین نے اپنی تفاسیر اور تشریحات میں جہاں اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُس کے معنے جان توڑ محنت کئے ہیں۔ وہاں یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں یَخْلُقُ کی ضمیر بجائے خلاقِ عظیم تعالےٰ کے انسان کی طرف موڑ دی ہے۔ اور تفسیر یہ فرمائی ہے۔ کہ اِنسان سواری کے لئے اور کئی ایسے مشینی اسباب پیدا کر لے گا۔ جنہیں نزولِ قرآن کے دور کے لوگ جانتے ہی نہیں تھے۔ یعنی مستقبل میں اِنسان از خود سفر کے لئے کئی نئے نئے اسباب تیار کر لے گا۔ اور اپنی سفر کی مشکلات کو آسان تر کر لے گا۔ حالانکہ اگر نفس کی صحیح ماہیت کا علم ہو جاتا۔ تو شق نفس کی حکیمانہ حکمتِ عملی کا بھی پتہ چل سکتا تھا۔ اور جب یَخْلُقُ کی ضمیر خالصتاً خدا کی طرف منسوب ہے۔ تو پھر اس ضمیر کو انسان پر کیونکر چسپاں کیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ بالا واضح تشریح کے بعد ہم سابقہ تفسیروں اور تشریحوں سے لازماً کنارہ کش ہونا چاہتے ہیں۔ اور اب اصل مقصد کی طرف آنا ضروری سمجھتے ہیں۔

عام انسان جنابِ رسالت مآب صلعم کی طرح بغیر مشینری کے تسخیر کائنات کی مہم کو کیونکر سر کر سکے گا۔ اس کا جواب انشاء اللہ مستقبل قریب دے گا۔ جب خدا کی حکمتِ بالغہ اور حقیقی سائنس انسانی جسم میں ایک نورانی انقلاب برپا کرے گی۔ اور اُسے اِس قابل بنا دے گی کہ وہ اِس کائنات کی تسخیر میں کماحقہٗ حصہ لے سکے۔ آج اگر کوئی شخص اپنے مستقبل کی بات پر تیوری چڑھا سکتا ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ غور کرے کہ آج سے سو سال قبل اگر وہ ہوتا اور اُس کے سامنے یہ کہا جاتا۔ کہ اِنسان مستقبل میں ریل گاڑیاں ہوائی جہاز حتیٰ کہ راکٹ اور چاند گاڑیاں تیار کر کے چاند پر قدم جمائے گا۔ تو کیا وہ اُس وقت اِس اطلاع کو صحیح مان سکتا تھا؟ لہٰذا اگر اُس وقت کی بات آج صحیح ہو رہی ہے۔ تو مستقبل کی اطلاع بھی انشاء اللہ اُس کی نظروں کے سامنے سچ ثابت ہو کر رہے گی۔ آج کا انسان نہ تو مستقبل میں ہونے والی ارتقائی تبدیلیوں سے باخبر ہو سکتا ہے۔ اور نہ آج یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْن کی مستور حکمتوں کو قبل از وقت

Marfat.com

خود ہی معرضِ وجود میں لانے پر قادر ہے۔ چنانچہ جب ہی خدائے تعالےٰ کی حکمتِ بالغہ سے انسانی وجود میں انقلابات رُونما ہونے شروع ہوں گے۔ اور انسان اپنے وجود کو ایک نئے اور توانا ترین جسم میں پائے گا۔ تو اُسی دن اِس آیت کا تمام راز منصۂ شہود پر آئے گا۔ اور یہ آیت بھی احاطۂ متشابہات سے گزر کر محکمات کے دائرے میں داخل ہو جائیں گی۔

مزید غور فرمایئے کہ سفر کرنا یا چلنا محض توانائی اور طاقت کی قدروں پر منحصر ہے۔ ایک عام انسان اپنے ایک قدم میں عمومی طور پر زیادہ سے زیادہ ۴ فٹ کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ لیکن جب خصوصی طور پر اپنے اندرونی زور اور طاقت کو استعمال میں لائے تو ایک ہی چھلانگ میں بجائے چار فٹ کے اُس کا قدم ایک مقام سے دوسرے مقام تک ۳۵ اور ۴۰ فٹ کے فاصلے کو طے کر لیتا ہے۔ گویا ہر رفتار میں توانائی کی مقدار اور وقت کا تناسب مخفی ہے۔ یہی نظریہ انجام کار ہماری تمام الجھنوں کو رفع کرنے میں کامیاب بن سکتا ہے۔ جب ہی جسم انسانی میں انتہائی مقدار توانائی پیدا ہوگی تو اس کی رفتار میں اضافہ اور وقت کا اختصار بھی اُسی نسبت سے زیادہ اور کم ہونا لازم ہوگا۔ وَھُوَ الْمُراد۔

ایک اہم اور آخری نقطہ!

آپ نے معراجِ نبوی کے ضمن میں قرآنِ عظیم میں وارد شدہ تقریباً تمام آیات کو بغور دیکھ لیا ہے۔ اور اُن کی تشریحات کو بھی یقیناً ذہن نشین کر لیا ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ سورۃ والنجم جس کی تشریح ہم نے قدیمہ قدرتوں کی حیرت انگیز توانائیوں کے نظریات کے مطابق حکمتی اور سائنٹیفک کی ہے۔ اُس کی تصدیق میں مزید ایک اہم اشتباہ کو دُور کر دیں جو متقدمین نے اپنی تفسیروں میں پیدا کر رکھا ہے۔ یعنی یہ کہ جناب رسالت مآب صلعم کو معراج مقدس محض رؤیا کی حالت میں ہوا۔ اور اِس کے ثبوت میں مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ آیت بھی سورۂ بنی اسرائیل میں ہے اور اِسی سورۃ کے شروع شروع میں معراجِ نبوی کی آیات نازل ہوئی ہیں۔ اِس لئے آیت رؤیا کی تشریح بھی نہایت ضروری نظر آتی ہے۔

۱۷ : ۶۰ – وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ؕ

ترجمہ – اور ہم نے اُس رؤیا کو جو تجھے دکھایا گیا تھا اور اُس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔

Marfat.com

لوگوں کے لئے محض وجہ آزمائش بنایا۔ اور ہم اُن (تخریب پسند سائنسدانوں اور ویسے ہی لوگوں کو) خوف دلاتے ہیں۔ (لیکن باوجود اِس کے) پس اِس ڈراوے سے تو اُن کی خطرناک سرکشی اور بڑھتی ہے۔ اور وہ تو مصیبت خیز طوفان کے درپے ہو رہے ہیں۔

آیت متذکرہ بالا میں تین اہم نقطے بیان ہوئے ہیں۔

اوّل رؤیاء۔ دوم شجرہ ملعونہ فی القرآن۔ سوم تخریب پسند افراد کے لئے رؤیاء کے تمام حقائق اور ایک مثالی درختِ ملعونہ (جس کا تعلق رؤیاء کے حقائق سے وابستہ ہے) سے ایک عظیم آزمائش اور اُس کے نتائج سے ڈراوا مزید تخریب کے اقدام سے ایک مصیبت خیز اور تباہ کن طوفان کی خبر۔

ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ قرآن میں شجرہ کی تمثیل کئی بار آئی ہے۔ اِسے جہنم کا درخت کہا گیا ہے۔ اِس کی تشبیہ زقوم کے درخت سے اور اُسے جہنمیوں کی غذا وغیرہ سے بھی تشبیہہ دی گئی ہے۔ گویا یہ ایک معنی خیز تمثیلی شجرہ ہے۔ جو آگ پیدا کرتا ہے اور اپنی آگ سے جہنم بھڑکاتا ہے اور وہی آگ جہنم رسید ہونے والے افراد کی غذا ہے۔ فی الحقیقت وہ زقوم کا درخت نہیں جو نہ تو آگ میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ آگ میں قائم ہی رہ کر کسی انسان کی خوراک بن سکتا ہے۔ اِس مختصر سی تشریح کے بعد سورۃ ۱۰۴ ھمزہ کو دیکھئے جس میں حُطَمَہ کی تفصیل اور اُس کا مظہر پیش کیا گیا ہے۔ اور ہم نے اُس کے معنے ایٹم بم کئے ہیں جو آتش جہنم پیدا کرتا ہے۔ اُوپر چھتری کی طرح اور نیچے آگ کا ہی ایک ستون درخت کے تنے کی طرح پیدا کر دیتا ہے۔ گویا اُس کا مظہر فی الحقیقت ایک شجرہ کی مانند ہے۔ اور اُس سے ایک عظیم سرکش آگ اور مصیبت خیز اور تباہ کن طوفان پیدا ہو جاتا ہے۔ اِس تشریح کو زیر نظر رکھنے کے بعد اب سورۃ والنجم کی اُن آیات کی تشریح ملاحظہ کریں جو ہم نے ماسبق اوراق میں حکمتی اور سائنسی انداز میں کر دی ہے۔ گویا قدسیہ قدرتوں کی عظیم الشان توانائیوں میں جہاں حیات، اور ارتقائے انسانی کے تمام اسباب موجود ہیں۔ وہاں اُن سے تخریب فی الحقیقت ایک تباہ کن اور مصیبت خیز طوفان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ مغربی حکمت کے مطابق خواہ اِن قدسیہ قدرتوں کے نام پروٹانز نیوٹرانز اور الیکٹران ہی کیوں نہ ہوں۔ ہماری تحقیقات کے مطابق یہ وہی عظیم قدسیہ قوتیں ہیں جن کا نام ہمارے ہاں جبریل میکائیل اور اسرافیل وغیرہ ہیں۔

آج ہیروشیما اور ناگاساکی کی فضائیں اس حقیقت کی شاہد بن چکی ہیں۔ کہ اِن قدرتوں سے تخریب کے نتائج کیسے ہیبت ناک منظر کے تحت آگ کا طوفان ظہور میں لاتے ہیں۔ گویا جہاں اِن سے تخریب ہوتی ہے وہاں ایک آگ کا درخت رُونما ہو جاتا ہے۔ جس کے کانٹے اور شعاعیں پھیل پھیل کر اپنی وسعتوں کے مطابق دُنیا کی ہر چیز کو اپنے طوفان کی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ اور ایک جہنم برپا کر دیتی ہیں۔ وہ نظارہ فی الحقیقت جہنم کی پنہائیوں میں شجرۂ زقوم کی طرح ایک ہیبت ناک اور پُرخطر درخت کو ہو بہو پیش کر دیتا ہے۔ جس کا ذکر آیاتِ متذکرہ بالا

Marfat.com

میں صاف طور پر عیاں نظر آتا ہے۔

اس تشریح کے بعد اب رؤیا اور اس قسم کے تمثیل شجرہ کی کڑیاں کیونکر منسلک ہو سکتی ہیں؟ لیجیئے اس راز کو بھی حتی المقدور افشا کرتے ہیں۔ قرآن عظیم کے بغور مطالعہ کے بعد اور سورۃ والنجم کی مخصوص آیات پر غور و خوض سے صاف عیاں ہوتا ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلعم کو قبل از معراج اور اسریٰ اِن قدسیہ قدرتوں کے جملہ مناظر اور خواص سے بصورت رؤیا پوری طرح واقف کرایا گیا۔ تاکہ بوقت معراج اِن قدسیہ قدرتوں کے مظاہر سے نہ توڈریں۔ اور نہ خوف کو نزدیک آنے دیں۔ نیز اپنے تحفظ کے مزید جو ذرائع ضروری تھے اُن سے بھی اُنہیں آگاہ کر دیا گیا۔ اِس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کی آیاتِ معراج کے مطابق اور اُسی معراج کی مزید تشریح جو سورۃ والنجم کی آیات میں دی گئی ہے۔ کے مطابق جناب رسالت مآب صلعم کو جسم عنصری کے ساتھ تمام کائنات کی سیر کرائی گئی۔ اور یہ تمام سیرِ کائنات اُن قدسیہ قدرتوں کی توانائیوں کے بل بوتے پر ممکن ہوئی۔ جن کا وجود کائنات کے ہر ذرے اور ایٹم میں موجود ہے۔ مزید لُطف کی بات یہ ہے۔ کہ جب یہی قدرتیں اور توانائیاں ایک ایٹم کو خود بخود کوئی ضرر یا نقصان نہیں پہنچاتیں تاوقتیکہ اُن کے ساتھ کوئی تخریبی عمل نہ کیا جائے۔ لہٰذا چونکہ جناب رسالت مآب صلعم کے نزدیک تخریب تو بھٹک ہی نہیں سکتی تھی۔ اِس لئے وُہ محفوظ و مامون رہ کر اپنے سفرِ معراج میں کامیاب و کامران نکلے۔

جہاں تک آیت متذکرہ بالا میں رؤیا اور شجرِ ملعونہ کے متعلق قابل یقین اطمینان تشریح ہم سے ممکن تھی ہم نے کر دی ہے۔ اَب صلائے عام ہے یارانِ نقطہ داں کیلئے۔

خاکسار عزیز احمد عزیز قاضی عفی عنہ

ناظم ادارہ تحقیقاتِ حکمۃ القرآن

خوشاب

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com